قومی سیرت کانفرنس برائے خواتین
۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

مقالات سیرت

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت

تعلیماتِ اسلام اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر
حکومت پاکستان

پیش لفظ

تخلیق کا کائنات میں وہ لمحہ سب سے زیادہ حسین تھا جب اس مادی دنیا میں سب سے عظیم انسان کا ظہور ہوا اور وہ انسان ہمارے آقا اور نبی حضور اکرام ﷺ کی ذاتِ گرامی تھی۔ جنہوں نے منصب نبوت سے سرفراز ہوتے ہی پیار و محبت و رحمت سے لوگوں کے ذہنوں اور دلوں میں گھر کر لیا۔ اس طرح قلیل وقت ہی میں ایسے عظیم الشان انسانوں کا گروہ وجود میں آیا جو ان کی سیرت و تعلیمات سے پورا آراستہ تھا۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ تاریخ کی روشنی میں ہوا۔ اس میں کسی قسم کے وہم و گمان، قیاس محض، تخمین و ظن اور ماورائے فطرت روایات کا کوئی دخل نہیں۔ آپ ﷺ کی تاریخ حقائق سے آراستہ ہے اور ہم آپ ﷺ کے بارے میں اصل حقیقت آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں کہ یہاں ہر چیز دن کی پوری روشنی میں جگمگا رہی ہے۔

الحمدللہ وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان نے نبی اکرم ﷺ کی حیات و تعلیمات کے فروغ کے لئے محنت اقدام اُٹھائے ہوئے ہیں۔ ہر سال 12 ربیع الاوّل کے پُرمسرت موقع پر سیرت کانفرنس منعقد کی جاتی ہے اور مقابلہ کتب سیرت و نعت کے ساتھ ساتھ، ملکی اور عالمی حالات کے تناظر میں کسی ایک موضوع پر سیرت نگاران (خواتین و حضرات) کے مابین مقالاتِ سیرت کے علیحدہ علیحدہ مقابلے بھی منعقد ہوتے ہیں۔ لہٰذا سال 2006 مقابلہ مقالات سیرت کا موضوع قرآنی آیت ''قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃٍ سوآء بیننا و بینکم کے حوالے سے دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت۔ تعلیماتِ اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں'' مقرر کیا گیا۔ جس پر مرد حضرات اور خواتین کی طرف سے کافی مقالات موصول ہوئے۔ زیرِ نظر مطبوعہ مقالات خواتین کے معیاری مقالات کا مجموعہ ہے۔ مرد حضرات کے معیاری مقالات الگ سے شائع کیے گئے ہیں۔

اس سال چند یورپی ممالک میں نام نہاد تہذیب کے بعض علمبرداروں کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس کے خلاف توہین آمیز کارٹون اور خاکہ وغیرہ شائع کیے گئے جس کے خلاف امتِ مسلمہ نے بھرپور احتجاج کیا اور حضور ﷺ سے اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا بھرپور اظہار کیا۔ وزارت مذہبی امور نے بین الاقوامی سیرت کانفرنس کا انعقاد کیا اور کے لئے نبی اکرم ﷺ کے پیغام کی عالم گیریت کا عنوان مقرر کیا گیا اس موضوع پر بھی قومی اور بین

الاقوامی ممتاز دانشوروں اور علماء کرام کی تقاریر کو بھی مرد حضرات کے مجموعہ مقالات میں شائع کیا گیا ہے۔

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ امن عامہ اور عالمی امن قرآن پاک کی خاص تعلیمات ہیں۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ اللہ نے انسان کو ایک باپ اور ایک ماں سے پیدا کیا اور قوموں اور ذاتوں میں تقسیم کر دیا تاکہ باہمی جان پہچان میں آسانی میسر رہے۔ صحیح معنوں میں انسان وہی ہے جو دوسرے انسانوں سے محبت رکھے، خواہ وہ اسی قوم اور ملک کا فرد ہو یا دیگر قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو۔ انسانیت میں سب شریک ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ اور تعلیمات عالیہ بنی نوعِ انسان کے لئے ہر دور میں ہر خطہ میں قابلِ عمل اور باعثِ رحمت ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

(وکیل احمد خان)

سیکرٹری

وزارتِ مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر

فہرست مقالات سیرت ۲۰۰۶ء

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت

(تعلیماتِ اسلام اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں)

مسز شاہدہ پروین۔ لاہور

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾

خالق کائنات نے اپنی اشرف مخلوق کے سفر زیست کے بہترین طریق پر گزارنے کے لئے ہدایت اور راہنمائی کا باقاعدہ انتظام کیا اور فرمایا:

﴿فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم و لا ھم یحزنون﴾

اور ہر دور، ہر زمانے اور ہر علاقے کے لئے ضابطہ حیات بھیجا۔ دین اور مذہب کا مقصد انسانی نفس کا تزکیہ اور اصلاح احوال تھا تاکہ ایک صالح معاشرہ پروان چڑھے۔ کاروبار حیات صرف اس وقت تک درست رہتا ہے جب تک وہ الٰہی ضابطہ حیات کی روشنی میں ہو۔ جیسے ہی انسان ہدایات الٰہی سے منہ موڑتا ہے شکوک وشبہات کی ابلیس گھاٹیوں میں جا گرتا ہے۔ ہدایت ربانی کے تدریجی مرحلے کا تکمیلی دین دین اسلام ہے۔ تمام سماوی مذاہب کا منبع اور منزل ایک ہی ہے۔ عصر حاضر میں مادیت پرستی کی دوڑ میں انسان ہی انسان کا شکاری بن گیا ہے۔ مذاہب سے ناطہ کمزور پڑ گیا ہے۔ دیگر مذاہب کو ان کے پیروکاروں نے بدل ڈالا اور دین اسلام کی تصویر اس کے دشمنوں نے کچھ اور ہی بنا ڈالی۔ اس آخری اور مکمل مذہب کو جو آفاقی، کثیر الثقافتی اور کثیر النسلی مذہب ہے اس کو بنیاد پرستی، انتہا پسندی اور دہشت گردی کے لبادے میں لپیٹ کر دنیا کو اس سے متنفر کرنے کی کوشش کی۔ ایک چشمہ صافی سے پھوٹنے والے مذاہب ابلیسی چالوں کی بنا پر باہم برسرِ پیکار بھی ہوئے۔ حالات حاضرہ اس بات کے متقاضی ہیں کہ "آب زم زم" کے اس بند کنویں کی صفائی کی جائے تاکہ انسانیت کی اصلاح وفلاح کے لئے مذاہب مشترک ہو کر چارہ سازی کریں اور آج کل بین المذاہب مکالمہ اور بین المذاہب اتحاد کی باتیں زبان زد عام ہیں، لیکن بین المذاہب اتحاد کا دعوت نامہ قبول کرنے سے قبل چند سوالوں کا جواب سوچنا ہوگا۔

مقاصد تحقیق

- ☆ بین المذاہب اتحاد کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کیا ہے؟
- ☆ کیا دیگر مذاہب بھی اس اتحاد کے لئے تیار ہیں؟
- ☆ کیا اس سے مراد مذاہب کے اجتماع سے کوئی نیا مذہب بنانا ہے یا محض مذاہب کے پیروکاروں کا نوع انسانی کے مفاد کے لئے متفق ہوکر کوشش کرنا ہے؟
- ☆ اس اتحاد میں ثالث کی پوزیشن کسے حاصل ہوگی؟
- ☆ کیا اہل مغرب واقعی اس کام کے لئے مخلص ہیں" یا بغل میں چھری منہ میں رام رام" کا معاملہ ہے؟
- ☆ وہ کون سے مشترکہ امور ہیں جو اس اتحاد کی بنیاد بن سکتے ہیں؟

اسلوب تحقیق

- ☆ قرآن وحدیث کی بنیادی تعلیمات کے لئے براہ راست بنیادی ماخذ سے استفادہ کیا گیا۔
- ☆ بعض تفصیلی امور کے لئے ثانوی ماخذ سے بھی استفادہ کیا گیا۔
- ☆ مقالہ کو طوالت سے بچانے کے لئے اختصار سے کام لیتے ہوئے کہیں عربی متن دیا گیا اور کہیں محض ترجمہ پر اکتفا کیا گیا۔
- ☆ اہل مغرب کے بارے میں معلومات کے لئے حتی الوسع جدید سے جدید کتب تک رسائی کی کوشش کی گئی۔
- ☆ حوالہ جات آخر میں مرتب کئے گئے ہیں۔

1۔ عالمی پس منظر

عالم انسانیت کو غلبہ وطاقت اور شوکت واقتدار کی خواہش نے آگ کے الاؤ کے کنارے لا کھڑا کیا ہے۔ لحہ بہ لحہ زمان ومکان سکڑتے جارہے ہیں جبکہ دلوں کی نفرتیں اور تعصب انسانوں کی زندگی کو اجیرن کرتے جارہے ہیں جس پر یہ فرمان باری تعالیٰ صادق آتا ہے۔

﴿وکنتم علی شفا حفرۃ من النار﴾(۱) "اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔"

قرآن کریم نے اسی دردناک صورت کو﴿ظھر الفساد فی البر والبحر﴾(۲) سے بھی تعبیر کیا ہے۔ اسی صورت حال کا نقشہ نعیم صدیقی نے الفاظ میں یوں کھینچا ہے:

''موجودہ عالمگیر مادہ پرستانہ تہذیب کے ظاہر فریب پردوں کے پیچھے جھانک کر انسانیت کا جائزہ لیجئے تو وہ حال زار نظر آتا ہے کہ روح کانپ جاتی ہے کہ پوری اولاد آدم کو چند خواہشات نے اپنے شکنجے میں کس دیا ہے ہر طرف دولت واقتدار کے لئے ہاتھا پائی ہو رہی ہے۔ آدمیت کے اخلاقی شعور کی مشعل گل ہے جرائم تمدنی ترقی کے ساتھ بڑھ رہے ہیں۔ نفسیاتی الجھنوں کا دور ہے اور ذہنی سکون یکسر غائب ہو چکا ہے، فلسفہ وحکمت سے سچائی کی روح کھوگئی ہے۔۔۔ انسان اور انسان کے درمیان بھائی بھائی کا تعلق نہیں ہے۔ چیتے اور بھیڑیے کا سا معاملہ ہے۔ عقلی، سیاسی، اخلاقی اور تہذیبی شعور کے چرچے ہیں مگر ظلم وتشدد کے انتہائی ناپاک حربے آج بھی انسانیت کے خلاف کام میں لائے جا رہے ہیں۔''(۳)

2- مذاہب کے پیروکاروں میں اتحاد و یگانگت کی ضرورت

موجودہ دور اور عالم انسانی کی ایک اہم ضرورت یہ ہے کہ اغراض وتعصبات، قوم پرستی اور سیاسی مقاصد سے بالکل آزاد اور بے تعلق ہو کر عام انسانوں کے سامنے وہ حقیقتیں رکھی جائیں جن پر انسانیت کی نجات اور سلامتی موقوف ہے۔ یہ حقیقتیں اپنے اپنے زمانہ میں پیغمبروں نے بیان کی تھیں اور ان کے لئے سخت جدوجہد کی تھی۔ یہ حقیقتیں اب بھی زندہ ہیں، لیکن سیاسی تحریکوں، مادی تنظیموں اور قومی خودغرضیوں نے گرد وغبار کا ایسا طوفان کھڑا کر دیا ہے کہ یہ روشن حقیقتیں ان کی اوٹ میں اوجھل ہوگئی ہیں لیکن انسانی ضمیر ابھی مردہ اور انسانی ذہن ابھی مفلوج و معطل نہیں ہوا۔ (۴)

بعض حوادث و واقعات تو ثابت کرتے ہیں کہ انسانوں پر انسانوں کی نہیں خونخوار درندوں کی حکومت ہے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے اہل مشرق ہی نہیں اہل مغرب بھی پکار اٹھے ہیں کہ

''عصر حاضر کی یہ حالت،، عیسائیت، یہودیت اور امت مسلمہ کے دانشوروں کو دعوت فکر دیتی ہے کہ باہمی تصادم کی راہ اپنانے کی بجائے بقائے باہمی کی راہ پر گامزن ہونے کی پوری کوشش کریں کہ اسی میں سب کی فلاح ہے ورنہ قدم قدم پر تباہی کا سامنا اور بالآخر ایسی تباہی کہ کوئی نوحہ کناں بھی نہ ہوگا۔ کیا مسلمانوں اور اہل مغرب کے لئے دائمی محاذ آرائی مقدر ہوگئی ہے؟ نہیں! اب تبدیلی کا وقت آ گیا ہے، اگر دونوں اس پر غور کریں۔''(۵)

بقول شاعر

زمانہ منتظر ہے پھر نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

ابوربیع بین المذاہب تعاون کی وکالت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''یہ امر بہت اہم ہے کہ ہماری تین روایات یعنی یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے درمیان نئے الہیاتی اور دانش ورانہ روابط قائم کرنے پر توجہ مرکوز کی جائے۔ وہ روابط جو ایسا لگتا ہے انسانی تاریخ کے خاص مرحلوں میں کھو گئے۔۔۔ ایسا صرف ہماری روحانی امید پرستی کے عظیم ذخیرے کو دوبارہ دریافت کرنے سے ہوسکتا ہے کہ ہم ان روابط کو اپنے اور اپنے بچوں کی خاطر ایک بار قائم کرسکیں۔''(٦)

لحہ بہ لحہ تیسری عالمگیر جنگ کی طرف پیش قدمی کرتی ہوئی دنیا کے رستے ہوئے ناسور کا علاج امن وسلامتی اور اتحاد ویگانگت میں پوشیدہ ہے۔

اس وقت اس دنیا میں مختلف مذاہب کے درمیان رواداری نہ ہونے کے برابر ہے۔ عیسائی مذہب کے پیروکار (جن کی تعداد دنیا میں سب سے زیادہ ہے) مسلمانوں کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتے۔ عیسائیوں کے علاوہ یہود وہنود بھی مسلمانوں پر آئے دن طرح طرح کے الزامات عائد کرتے رہتے ہیں۔

''مسلمانوں پر عائد کئے جانے والے ان الزامات کی روشنی میں خصوصیت کے ساتھ نائن الیون کے بعد مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان ہم آہنگی کے ساتھ مکالمہ کی اشد ضرورت ہے۔ دراصل اس مکالمہ کی ضرورت مسلمانوں کے لئے بڑی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ انہی پر انتہا پسندی، دہشت گردی اور قدامت پرستی کے الزامات عائد کئے جارہے ہیں۔ چنانچہ پڑھے لکھے مسلمانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ عالمی سطح پر اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے اوپر عائد ہونے والے الزامات کا نہ صرف جواب دیں بلکہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ اپنے تعلقات اور روابط کو موثر بناتے ہوئے انہیں بتائیں کہ اسلام امن کا مذہب ہے جو خدا کی حدانیت پر پختہ کامل یقین کے ساتھ دنیا میں قیام امن کے لئے کوشاں ہے۔''(٧)

3- بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت اور ہم آہنگی کا تصور اور اسلام

صرف اور صرف اسلام ہی وہ واحد نظام ہے جو عالمی زخموں کا تریاق اپنے دامن میں رکھتا ہے۔ تمام الہامی مذاہب مثلاً یہودیت و نصرانیت اور شریعت محمدیہ انسانی ارتقاء میں راہنمائی کے لئے تدریجی مراحل ہیں جو ایک چشمہ صافی سے جاری ہوتے ہیں۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام وہ ابر نیساں ہے جو خطہ و حدود کے امتیاز سے ماورا ہو کر برستا ہے۔ اسلام آفاقی دین ہے۔ یہ صرف مسلمانوں کا مذہب نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے رشد و ہدایت اور کامیابی و کامرانی کا ضامن ہے اور یہی وہ مذہب ہے جو سب بنی نوع انسانوں کو مخاطب کرتا ہے۔ وادی غیر ذی زرع سے بلند ہونے والا پیغام:

﴿ایھا الناس، قولوا: لا الہ الا اللّٰہ، تفلحو اتملکو ابھا العرب و تدین لکم بھا﴾ العجم (۸)

اس پر گواہ ہے کہ دین اسلام ادیان کی دنیا میں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کے لئے نہیں آیا بلکہ یہ پیغام الٰہی کو درو دیوار کی قید سے نکال کر پورے عالم پر پھیلانے کے لئے آیا ہے۔

3.1 قرآن کا آفاقی پیغام

☆ ﴿کنتم خیر امة أخرِ جت للناس﴾ (۹) میں ''للناس'' کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ اس مذہب کی مخاطب پوری انسانیت ہے جو اللہ کا کنبہ ہے۔

☆ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض بعثت کا دائرہ کار ساری دنیا تک پھیلاتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔ ﴿وما ارسلنک الا کافة للناس بشیرا و نذیرا﴾ (۱۰) اے رسول ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کی طرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

☆ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ﴿قل یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا﴾ (۱۱) ''آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

قرآن میں ''یایھا الذین امنوا'' کے صفاتی نام کے ساتھ ۲۶۱ بار اور '' یاایھا الناس '' کا لفظ ۹۹ بار آیا ہے۔ پہلی وحی میں دونوں بار خطاب بنی نوع انسان سے کیا گیا ہے۔ (۱۲)

3.2 تمام انبیاء (علیہم السلام) پر ایمان

چونکہ اسلام عالم بشریت کے جدید دور میں قوموں کو ایک کرنے کے لئے آیا لہٰذا اس کے عقائد اسی جامع اصل پر مبنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان عقائد کو قبول کرنے والے تمام لوگوں سے کہا گیا کہ وہ اللہ کے تمام انبیاء پر ایمان لائیں اور ان میں

ایک دوسرے کے درمیان کوئی فرق نہ کریں۔ نیز انہیں جو کتابیں دے کر بھیجا گیا ہے انہیں اپنے ایمان کی اساس بناتے ہوئے ان کی بھی تصدیق کریں تا کہ یہ دین ہر لحاظ سے عالمی خصوصیات اور عالمی رنگ اختیار کرے۔ (۱۳)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قولوا امنا باللّٰہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمعیل واسحق ویعقوب والا سباط وما اوتی موسی وعیسی وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون﴾ (۱۴)

"تم کہہ دو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو اتارا گیا ہم پر اور جو اتارا گیا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو اور دیا گیا دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے نہیں فرق کرتے ہم کسی ایک میں ان میں سے اور ہم تو اسی کے فرمانبردار ہیں۔"

3.3 یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمہ

یہی دعوت سورہ آل عمران میں دی گئی:

﴿قل یاھل الکتب تعالو الی کلمۃ سوآء بیننا وبینکم ان لا نعبد الااللّٰہ ولا نشرک بہ شیا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰہ﴾ (۱۵)

﴿تعالو الی کلمۃ﴾ ایک بات کی طرف آ جاؤ۔ بغوی نے لکھا ہے کہ جس قصہ کی کچھ تفصیل ہو عرب اس کو کلمہ کہہ دیتے ہیں اسی لئے قصیدہ کو کلمہ کہا جاتا ہے،، (۱۶) اھل الکتاب سے مراد یہود نصاریٰ دونوں ہو سکتے ہیں گو یہاں اصلاً اشارہ نصرانیوں کی جانب ہے۔ کلمۃ صیغہ واحد میں ہے لیکن اس سے مراد صیغہ جمع کلمات بھی ہوتی ہے اور یہ کلام کے مترادف استعمال ہوتا ہے۔

بیننا : اس صیغہ جمع متکلم سے مراد مسلمان ہیں۔

" سوآء بیننا وبینکم " یعنی وہ اصل جو ہم کو تم کو دونوں کو مسلم ہے، جس کی قدر و قیمت وافادیت پر ہم سب کو اتفاق ہے جس کی تعلیم تمہارے ہاں کے پیمبران برحق ہمیشہ ہمیشہ دیتے آئے ہیں اور یہودیت و نصرانیت دونوں کی بنیاد ہی اس اصل پر ہے۔ توریت تو خیر تاکید توحید و ممانعت شرک سے لبریز ہے ہی، انجیل تک میں بھی یہی تعلیم موجود ہے۔ تو خداوند خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی عبادت کر (متی ۴۔۱۰) (۱۷)

رسول ﷺ نے یہ آیت نجرانی نمائندوں کو پڑھ کر سنائی اور ہرقل کو لکھ کر بھیجی سب نے اس کو تسلیم کیا اور مضمون کا انکار

نہیں کیا اور یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ بات ہماری کتابوں میں نہیں ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ مندرجہ آیات امور پر تمام کتابوں اور پیغمبروں کا اتفاق ہے۔(۱۸)

''نیز اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ انسانیت جو آج مختلف گروہوں میں بٹ کر رہ گئی ہے، جس کے باعث گلشن ہستی جہنم زار بن گیا ہے۔اس کے اتحاد کی حقیقی اور محکم بنیاد عقیدہ توحید ہی ہے جو دنیا کی ساری حقیقتوں سے واضح تر اور روشن تر حقیقت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی پلیٹ فارم پر جمع ہونے کے لئے اہل کتاب کو دعوت دی۔''(۱۹)

''یعنی ایک ایسے عقیدے پر ہم سے اتفاق کر لو جس پر ہم بھی ایمان لائے ہیں اور جس کے صحیح ہونے سے تم بھی انکار نہیں کر سکتے۔تمہارے انبیاء سے یہی عقیدہ منقول ہے،،(۲۰)

پال فنڈلے (سابق رکن امریکی کانگریس) لکھتے ہیں:

''میں نے اپنے عدن کے دورے میں جانا کہ اسلام، یہودیت اور عیسائیت یکساں ابراہیمی جڑوں کے حامل ہیں اور ان کے اہم اعتقادو روایات اور معیارات عمل مشترک ہیں۔''(۲۱)

3.4 معاہدہ حلف الفضول

فجار کے نام سے عربوں میں جنگوں کا ایک طویل سلسلہ چلا۔چوتھے فجار میں بنی ہاشم کے سردار زبیر بن عبدالمطلب (۲۲) تھے ان جنگوں میں اس مرتبہ زیادہ خونریزی ہوئی تھی اور یہ جنگ بھی معمولی سی بات پر شروع ہوئی تھی چنانچہ قریش کافی پشیمان ہوئے۔یقیناً اس پشیمانی کی وجہ سے کچھ لوگوں میں اس صورتحال سے نکلنے کیلئے راستہ کی تلاش کی جستجو پیدا ہوئی (۲۳) اس زمانے میں ایک یمنی تاجر نے مکے میں ہجو یہ اشعار کہے۔(۲۴)

اس واقعہ اور چوتھے حرب فجار کی وجہ سے زبیر بن عبدالمطلب کے دل کو چوٹ لگی تو انہوں نے قبیلہ تمیم کے عبداللہ بن جدعان ۲۵ کے ساتھ مل کر جاہمی دور کے معاہدہ حلف الفضول کو تازہ کرنے کی دعوت دی۔

ابن ہشام روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا

''میں عبداللہ بن جدعان کے گھر حلف لینے میں شریک تھا اور سرخ اونٹوں کے گلے کے عوض بھی اس شرکت کے اعزاز سے دست بردار نہیں ہونا چاہتا اور اب اگر زمانہ اسلام میں بھی کوئی مجھے اس کی دہائی دے کر پکارے تو اس کی مدد کو دوڑوں گا۔''(۲۶)

3.5 تنازع نصب حجر اسود کا اطمینان بخش حل

سیلاب کی بنا پر خانہ کعبہ کی عمارت متاثر ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے اپنی عمر کے پینتیسویں برس میں تھے جب قریش نے اس کی نئے سرے سے تعمیر کا فیصلہ کیا بیت اللہ کی تعمیر میں ہر قبیلے کو ایک ایک دیوار کی تعمیر کے حصے بانٹ کر دیے گئے لیکن جب حجر اسود کو مخصوص جگہ پر رکھنے کا وقت آیا تو قبائل عرب کے درمیان تنازع پیدا ہو گیا اور آپ ﷺ کو حاکم بنانے پر اتفاق ہوا۔ آپ ﷺ اگر چاہتے تو اس شرف کو صرف اپنی ذات کیلئے مخصوص کرتے لیکن آپ ﷺ نے اس موقع پر دنیا کو تنازعات پرامن طریقے سے حل کرنے کا سبق دینا تھا چنانچہ آپ نے حجر اسود کو ایک چادر میں رکھا اور فرمایا۔

> "ہر قبیلہ کپڑے کے ایک ایک کنارے کو پکڑے اور پھر سارے مل کر اسے بلند کریں۔" انہوں نے ایسا ہی کیا اور جب حجر اسود مقررہ جگہ پر پہنچا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے نصب فرما دیا۔"(۲۷)

آپ ﷺ نے ایک طویل خانہ جنگی کے احتمال کا ہنسی خوشی سدباب فرمادیا۔ اصل جھگڑالو تو کسی کو نہیں معلوم کون تھے لیکن محمد الامین کا نام البتہ صلح جو اور صلح کل کی حیثیت سے قیامت تک ایک اسوہ حسنہ بنا رہے گا اس اسوہ حسنہ سے یہ پتہ چلتا رہے گا کہ جھگڑے کس طرح چکائے جاتے ہیں۔ (۲۸)

۔ حبشہ کی طرف ہجرت اور نجاشی کو ایمان لانے کی دعوت دینا (۲۹) قریش مکہ کے علاوہ دیگر قبائل سے رابطہ کرنا (۳۰) بین الاقوامی دعوتی ملاقاتوں میں آپ ﷺ کا اہل یثرب کو دعوت دینا اور ان کا یہ دعوت قبول کر لینا (۳۱) آفاقی مذہب کی عالمگیریت کا ثبوت ہیں۔

3.6 مدنی زندگی میں بین المذاہب والقبائل دستور کا نفاذ

نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال ہی یثرب کی امن و سلامتی کو یقینی بنانے اور وہاں کے باشندوں کے معاملات کو منظم کرنے کیلئے اہم ترین اقدامات فرمائے۔ ان اقدامات کے نتیجے میں اوس وخزرج، مہاجرین اور غیر مسلم قبائل عرب رسول ﷺ کے سیاسی قیادت کے تحت متحد ہو گئے۔ اس صورت حال میں یہود مدینہ وہ واحد مدنی گروہ تھا جو اس اجتماعی نظم سے باہر تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی اس اجتماعی نظام میں شمولیت کی دعوت دی تو ان کے لئے اپنی بقاء اور سلامتی کی خاطر اس سے انکار کرنا ممکن نہ رہا۔ (۳۲)

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری لکھتے ہیں:

"نبی ﷺ نے مدینے پہنچ کر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کرلیا جائے۔تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور سب کو تہذیب وتمدن میں ایک دوسرے سے مدد اعانت ملتی رہے۔" (۳۳)

اس معاہدہ کے الفاظ اسلام کے آفاقی مزاج کی گواہی دیتے ہیں۔ " هذا كتاب من محمد النبی صلعم بین المومنین والمسلمین من قریش ویثرب من تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم انهم امة واحدة" (۳۴)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیادیں استوار کرلیں تو غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات منظم کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن وسلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو اور اس کے ساتھ ہی مدینہ اور اس کے گرد وپیش کا علاقہ ایک وفاقی وحدت میں منظم ہو جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کشادہ دلی اور رواداری کے ایسے قوانین مسنون فرمائے جن کا اس تعصب اور غلو پسندی سے بھری ہوئی دنیا میں کوئی تصور نہ تھا۔" (۳۵)

3.8 صلح حدیبیہ صلح جوئی کی تابناک مثال

غزوات میں اہل اسلام کی فتح کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر دشمنوں سے جھک کر صلح کو اعلیٰ ترین مقاصد کے لئے گوارا کرلیا۔ صلح حدیبیہ کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اہداف حاصل کئے ایک طرف اپنے دشمنوں کی تعداد میں کمی کی تو دوسری طرف قریش مکہ کو ٹھنڈے دل سے اسلام کا مطالعہ کرنے کا موقع فراہم کیا۔ (۳۶)

اسی سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اسلام کے نزدیک اصل چیز امن وصلح ہے جنگ ایک مجبوری کی صورت میں کی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد خیبر اور وادی القریٰ کے یہودیوں سے اور وادی نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ کیا نجران کے عیسائیوں کی حیثیت ایک ریاست کی سی تھی۔ (۳۹)

نعیم صدیقی رقمطراز ہیں "حضور ﷺ کی اسلامی تحریک کی تاریخ میں معاہدہ حدیبیہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کے نتیجے میں حالات کے دھارے نے ایک اہم ترین موڑ مڑا اور تحریک حق ایک ہی جست لگا کر اپنی توسیع کے عوامی دور میں داخل ہو گئی۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت کی انتہائی معراج کمال اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ درجہ اول معانداور برسر جنگ طاقت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس آسانی سے مصالحت پر تیار کرلیا اور اس کے ہاتھ کئی برس کے لئے باندھ دیئے۔ (۴۰) سفارتی مشنوں کی روانگی مثلاً ہرقل روم کی طرف (۴۱) حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف (۴۲) کسریٰ کی طرف

(۴۳) مقوقس مصر کی طرف (۴۴) بحرین کے حاکم المنذر بن ساوی (۴۵) اور حمیر کے بادشاہوں اور دیگر قبائل کی طرف اور ان سے معاہدے کئے۔ اسی طرح خطبہ حجتہ الوداع کی 16 دفعات میں سے آٹھ کا تعلق بین الاقوامی معاملات سے ہے۔

4- یہود ونصاریٰ سے موالات کی ممانعت

جہاں اسلام آفاقی اور عالمگیر مزاج رکھتا ہے اور بنی نوع انسان کے تمام دکھوں کو اپنے دامن رفق میں سمولیت اہے وہیں وہ دلی محبت کا سزاوار مسلمانوں کو ہی قرار دیتا ہے اور یہود نصاریٰ سے دلی دوستی کا راستہ بند کرتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ یہود ونصاری کبھی بھی مسلمانوں کے دوست نہ ہوئے ان کی دوستی ہمیشہ صرف اغراض ومنفعت کی بنیاد پر ہوئی۔ مالی امداد ہو یا اخلاقی تعاون اس کی جڑ میں مسلمان کے لئے ہمیشہ خسارہ ہی رہا۔ صلیبی جنگوں سے لے کر ایسٹ انڈیا کمپنی تک، ایسٹ انڈیا کمپنی سے لے کر خلافت عثمانیہ تک، عثمانی سلطنت کے سقوط سے لے کر سقوط ڈھاکہ تک، سقوط ڈھاکہ سے ایران وعراق جنگ تک اور سب سے بڑھ کر فلسطین، اسرائیل کی وہ خون ریزی جو عالم اسلام کے وجود میں کینسر کی طرح سرایت کئے ہوئے ہے۔ آزادی کشمیر تا حال ایک خواب ہے۔ چیچنیا اور بوسینا میں یہودیوں اور نصرانیوں کی دوستی نے ہمیں کیا دیا؟ آٹھ سو سالہ اندلس کے حکمران جنہوں نے یورپ کو دور سیاہ سے نکالا ان کا خون مباح ٹھہرا۔ سرب بھیڑیوں نے انسانوں کو کیسے نوچا؟ افغانستان کے کوہ وجبل انسانی خون سے انہی درندوں کے ہاتھوں غسل کرتے ہیں اور اب عصر حاضر کا سقوط بغداد جس کے ذمہ دار یہی چنگیز ثانی (یہود ونصاریٰ) ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿یآیھا الذین امنو لا تتخذوا الیھود والنصری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانه منھم ان اللہ لایھدی القوم الظلمین﴾ (۴۶)

"اے ایمان والو! تم یہود ونصاری کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہے۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔"

پھر آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے

﴿یایھا الذین امنو لا تتخذو الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتو الکتب من قبلکم والکفار اولیاء﴾ (۴۷)

"اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب (آسمانی) مل چکی ہے اور وہ ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی بنا رکھا ہے ان کو اور کافروں کو دوست نہ بناؤ۔"

امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ذکر ھھنا النھی العام عن موالاۃ جمیع الکفار" (۴۸) یعنی نہی عام ہے اور تمام کافروں سے دلی روابط سے روک دیا گیا۔ مولانا عبدالماجد فرماتے ہیں: "جو لوگ دین حق سے تمسخر و استہزاء کو اپنا شعار بنائے ہوتے ہیں خواہ وہ کتابی کافر ہوں یا غیر کتابی ان سے انقطاع تعلقات دوستی کے باب میں یہ آیت ایک اور نص قطعی ہے۔" (۴۹)

سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿لا یتخذ المومنون الکفرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء﴾ (۵۰)

اس آیت میں کفار کے ساتھ موالات پر تہدید کی گئی۔ پھر فرمایا:۔

﴿یایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا﴾ (۵۱)

یہاں دوستانہ مراسم کی نفی کر دی کہ اس کا انجام مومنین کے حق مین نافع نہیں ہوگا۔

سورہ المائدہ کی آیات ۵۱ اور ۵۲ کے بارے میں ڈاکٹر دھبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

"ان آیات کا مقصد اعداء اسلام جو اہل کتاب ہوں یا مشرکین اگر وہ دین کے پاکیزہ شعائر کا مذاق اڑاتے ہوں یا کسی بھی نوع کی دل لگی کرتے ہوں تو ان سے دلی تعلق پیدا کرنے سے نفرت دلانا ہے۔" (۵۲)

5- یہود و نصاریٰ تعلقات میں اعتدال کی راہ

اسلام دین عدل و توازن ہے جو افراط و تفریط سے بچ کر درمیانی راہ اختیار کرتا ہے اسلام نہ تو یہود و نصاری کے ساتھ "جگری دوستی" کی دعوت دیتا ہے اور نہ ہی ان سے عمومی تعلقات توڑنے پر اکساتا ہے کیونکہ تمام مخلوق بلا امتیاز مذہب و ملت اللہ کی مخلوق ہے یہی وجہ ہے کہ ایک انسان کے قتل کو اسلام پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے۔ (۵۳)

اسلام انسانوں کے ساتھ مدارات اور موافقت کو جائز قرار دیتا ہے۔ سورہ آل عمران میں دلی دوستی سے ممانعت کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔ "الا ان تتقوا منھم تقۃ" (۵۴) اس آیت سے تقیہ کے مشروع ہونے کی دلیل ملتی ہے اور تقیہ سے مراد جان، عزت اور مال کی دشمنوں سے حفاظت مراد ہے اور حسن بصری کا کہنا ہے کہ "التقیۃ جائزۃ للانسان الیٰ یوم القیمۃ ولا تقیۃ فی القتلِ" (۵۵)

تقیہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) دین کا خوف، (۲) دنیوی مال و متاع اور امارات کا خوف

پس نوع اول میں ہر مسلمان کو اس مقام سے ہجرت کر جانا چاہئے جہاں اس کا دین غیر محفوظ ہو۔ اگر ہجرت کی قدرت نہ رکھتا ہو تو "الا المستضعفین" (۵۶) میں اپنے آپ کو شمار کرتے ہوئے رخصت اور عزیمت دونوں میں سے کوئی ایک راہ اختیار کر سکتا ہے۔ (۵۷)

مولانا شبلی نعمانی "سیرۃ النبی ﷺ" میں لکھتے کہ "اقوام عالم کے چار طبقات مسلم اہل کتاب شبہ اہل کتاب اور کفار و مشرکین بیان کئے ہیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ حقوق قرار دیئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول ﷺ کی اس تعلیم نے دنیا میں امن و امان قائم رکھنے اور مذہبی رواداری پیدا کرنے میں کتنا عظیم الشان حصہ لیا۔" (۵۸)

یہی وہ نظریہ ہے جس نے مسلمانوں کو دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ مشارکت اور میل جول کے لئے آمادہ کیا اور مجوسیوں، صابیوں، یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر مختلف تمدنوں کی بنیاد رکھنے کی قوت پیدا کی۔

6- یہود و نصاریٰ تعلقات کی حدود و شرائط

6.1 اسلام ظالم اور غیر ظالم کے درمیان فرق کرتا ہے

"قانون اسلام کے منکروں اور باغیوں سے تعلقات ایک خاص حد سے آگے بڑھانے کی اجازت مسلمان کو نہیں دی جاسکتی۔" (۵۹)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخر جو کم من دیار کم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۝ انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلو کم فی الدین واخر جو کم من دیار کم وظھروو اعلیٰ اخرا جکم ان تولو ھم﴾ (۲۰)۔۸۔۹

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

"ایسی غیر مسلم قومیں جنہوں نے نہ تو حملہ کیا ہے اور نہ مسلمانوں کی آبادیوں اور بستیوں پر حملہ کرنا چاہتی ہیں۔ ایسی قوموں کیلئے قرآن ایک لمحے کے لئے بھی مسلمانوں کو نہیں روکتا کہ ان کے ساتھ مصالحت کریں اور بہتر سے بہتر اور اچھے سے اچھا سلوک کریں لیکن جن غیر مسلمان قوموں کا یہ حال ہے کہ وہ

مسلمان قوموں کے ساتھ قتال کریں، مسلمانوں کو ان کی بستیوں سے نکالیں ایسی غیر مسلمان قوموں کی نسبت بلاشبہ قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ ان کے ساتھ تعلقات منقطع کر لئے جائیں۔"(٦١)

6.2 دنیاوی معاملات میں اجازت

"مومنوں اور کافروں کے درمیان محبت اور موالات صرف امور دین اور مملکت کے اہم کاموں میں ہے دنیوی مصالح جن کا ضرورت تقاضا کرتی ہے ممانعت نہیں۔"(٦٢)

سفر ہجرت میں ایک رہبر عبداللہ بن اریقط تھا جو اس زمانے میں کفر پر تھا مگر یہ دونوں (نبی ﷺ اور ابو بکرؓ) اس سے مطمئن تھے۔(٦٣)

"مسلمان حاکم ہوں یا رعایا۔ فنی امور جو دین سے متعلق نہیں مثلاً طب، صنعت، زراعت وغیرہ میں غیر مسلموں سے تعاون حاصل کر سکتے ہیں اگرچہ ان کے حق میں بہتر یہ ہے کہ وہ ان امور میں خود کفیل ہوں۔"(٦٤)

6.3 دین اسلام کی اہانت نہ ہو

ایسا تعلق یا معاہدہ جو اسلام کے شرف میں کمی کا باعث ہو جائز نہیں "یعنی کفار کے ساتھ ایسی دوستی ممنوع ہے جس سے تیرے دین کی رسوائی ہو یا تیرے دینی بھائیوں کو اذیت پہنچے یا ان کے وقار اور مفاد کو نقصان پہنچے۔"(٦٥)

اسلام ایسے اتحاد کو پسند نہیں کرتا کہ جس میں شاطرانہ سیاست کاری سے مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کی دولت و ثروت ہڑپ کرنا مقصد ہو۔

6.4 تعاون کی واقعی ضرورت

امام شافعی نے دیگر مذاہب کے ساتھ تعلقات کے لئے "ضرورت" کی شرط لگائی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے حنین کے موقع پر ہوازن کے معرکہ میں صفوان بن امیہ سے مدد لی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بنو خزاعہ کی فتح مکہ کے وقت مدد کی اور قزمان معرکہ احد میں صحابہ کے ساتھ نکلا حالانکہ وہ منافق تھا اور مشرک تھا۔ جہاں تک حدیث "پس واپس چلے جاؤ ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے" کا تعلق ہے تو وہ اس حدیث سے منسوخ ہے کہ آپ نے یہود کے قبیلے قینقاع سے مدد لی اور انہیں مال غنیمت میں سے حصہ دیا۔(٦٦)

77- بین المذاہب عالمی اتحادویگانگت کے بارے میں ایک اہم نکتہ کی وضاحت

اس سے مراد مختلف مذاہب کی تعلیمات کا ملغوبہ تیار کر کے اتحاد مراد نہیں لیا جا سکتا بلکہ اس سے صرف یہ مراد ہو سکتا ہے کہ مذاہب کے پیروکار مشترکہ مقاصد کے حصول کی خاطر باہم تعاون اور رواداری کا مظاہرہ کریں لیکن اگر اس رواداری کا مطلب مذاہب کی تعلیمات کا اتحاد کر کے کوئی نیا Global Religion بنانا مطلوب ہے تو ایسا کرنا ہرگز روا نہیں کیونکہ اگر اسلام (لا اکرہ فی الدین) (۶۷) کے نقطہ نظر کا حامل ہے تو اس کے پاس (لکم دینکم ولی دین) (۶۸) کی تعلیم بھی موجود ہے۔

اگر مقصد یہ ہو" کہ اپنے مسلک کے خلاف ہم اپنے اوپر دوسروں کے مسلک کا تسلط برداشت کر لیں" (۶۹) تو یہ رواداری نہیں "فتنہ رواداری" ہوگا جس کا برصغیر میں آغاز اکبر کے دین الٰہی سے ہوا۔ چالیس اہل علم کی مجلس بنائی گئی جو ہر مذہب سے اچھی باتیں اخذ کر کے نیا مذہب تشکیل دینے لگی کلمہ توحید تبدیل اور اکبر کے سامنے سجدہ لازمی قرار پایا۔ (۷۰) اکبر کے بعد اس گمراہی کو ایک بڑا اسہارا دارا شکوہ کی صورت میں میسر آیا جس نے ایک کتاب "مجمع البحرین" کے نام سے لکھی۔ (۷۱)

پھر یہی تصور "گیتا ہندوستان کا قرآن ہے اور قرآن عرب کی گیتا" (۷۲) کے روپ میں نمودار ہوا۔

یہ سوچ تاریخی دھارے کے سنگ سفر کرتی رہی اور ہر دور کے گم کردہ راہ اس سے متاثر ہوتے رہے تانکہ برصغیر میں انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کی تحریک شروع ہوگئی اور اس فتنہ رواداری "ہندو مسلم اتحاد،، کے نام سے معاشرتی چلن اور تہذیبی علامت قرار پایا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ مساجد کے منبروں پر ہندو جلوہ گر ہونے لگے السلام علیکم کی بجائے" نمستے علیم اور "وعلیکم نمستے،، کی تراکیب محمود قرار پائیں جس کی طرف مولانا ظفر علی خان نے اشارہ کیا۔

سنا ہے کہ اک آگرے کا مسافر — اٹھائے ہوئے سر پہ ویدوں کے بستے
عراق و عجم میں یہ جا کر پکارا — نمستے علیم ، علیکم نمستے (۷۳)

"ایک عالمی تہذیب اور یکساں ثقافت کے نظریئے کو مذہبی تناظر کے ساتھ موجودہ صورت حال کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ ناممکن نظر آتا ہے اس لئے کہ ہر مذہب کی ایک تہذیب ہے، ہر دین کسی نہ کسی تمدن کا حامل ہے اس لئے تہذیب و تمدن کا ترک کرنا دراصل اس مذہب کو ترک کرنے کے مترادف ہے۔" (۷۴)

تعاون اور ہم آہنگی کا یہ سفر اسی وقت بامقصد منزل کی طرف طے ہو سکتا ہے جب سب مذاہب کے پیروکار اخلاص

پر مبنی عمل کا مظاہرہ کریں۔ جبکہ ''مغرب کے نزدیک رواداری تو اس صورت حال کا نام ہے کہ جس میں اسلام مانند آب ہو جائے جس برتن میں ڈالیں اس کی شکل اختیار کر جائے یعنی نام ہو اسلام کا اور شکل ہو ان کی من پسند۔'' (۷۵)

یہ کشمکش کوئی نئی بات نہیں ''جب اسلام جزیرہ العرب کی حدود سے نکل کر چہار دانگ عالم میں پھیلنا شروع ہوا تو مغرب کے کلیساؤں کی جانب سے عداوت اور غرور و برتری کے جذبوں نے صلیبی جنگوں کا روپ دھارا لیکن ان میں شکست کے بعد جنگ کے طریقہ کار میں تبدیلی کی اور نیا نقش راہ (روڈ میپ) تیار کیا جس کو مغرب نے استشراق کا نام دیا۔ لیکن سالہا سال کی کوششوں کے باوجود استشراق بھی اپنی مہم میں ناکام رہا چنانچہ ۱۹۷۳ء میں فرانس کے شہر پیرس میں منعقدہ کانفرنس میں ''مستشرق'' کی اصطلاح کو تاریخ کے حوالے کر کے نئی اصطلاح گلوبلائزیشن وضع ہوئی۔ (۷۶) اور خدشے کا اظہار فرانسیسی وزیر ثقافت نے بھی کیا ''وہ چاہتے ہیں کہ پوری دنیا پر ایک ہمہ گیر عالمی ثقافت تھوپ دی جائے یہ استعمار زمینوں پر قبضہ نہیں کرے گا بلکہ ضمیروں کو مردہ کر دے گا، افکار خیالات کو منجمد کر دے گا۔'' (۷۷)

امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے تمام بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عالم اسلام پر یلغار، بہتی ہوئی خون کی ندیاں، لاشوں کے ڈھیر، معصوم بچوں کی خوف سے پتھرائی ہوئی آنکھیں اور سب سے بڑھ کر صحیفہ جان قرآن کریم کی بے حرمتی کے واقعات ساعتوں اور بصارتوں کے لئے پرانے نہیں ہیں۔ امریکی جریدے نیوز ویک کی رپورٹ کے مطابق ''امریکی تفتیش کار قیدیوں کو ذہنی اذیت پہنچانے اور ان کی اعصاب شکنی کے لئے قرآن کو بیت الخلاء میں رکھ دیتے تھے اور ایک بار تو ایسا بھی ہوا کہ قرآن کو فلش میں بہا بھی دیا گیا۔'' (۷۸)

ہمیں بہت احتیاط اور سمجھداری کے ساتھ اس تعاون اور اتحاد میں شرکت کرنا ہو گی ورنہ ایسا نہ ہو کہ ہم خود کولسی کی طرح پتلا کرتے کرتے اپنا ذائقہ اور رنگ گنوا بیٹھیں۔

بقول شاعر

سانپ اتر آئے حفاظت پہ ممکن ہی نہیں
یہ تو دشمن کی حسیں چال بھی ہو سکتی ہے

8- دور جدید میں بین المذاہب (مذاہب کے پیروکار) عالمی اتحاد و یگانگت اور ہم آہنگی کی مشترکہ بنیادیں

اسلام جس طرح زندگی کے ہر معاملے میں مثبت اور منفی دونوں طرح کے اصول و تصورات دے کر ایک اعتدال قائم رکھتا ہے اسی طرح بین الاقوامیت کے سلسلہ میں بھی اس نے دونوں طرح کے اصول و تصورات دیئے ہیں وہ ہر انسان میں

''زندہ رہنے اور زندہ دینے'' کے جذبے کو ابھارتا ہے۔وہ زمان و مکاں کی قید سے آزاد ہے۔وہ ایک ایسا خالص پاکیزہ تصور ہے جو انسان کو ایک رشتہ وحدت میں پروسکتا ہے خواہ وہ کسی ملک کسی قوم اور کسی نسل کا فرد ہو۔اس کے دیئے ہوئے عقائد نظام اخلاق، نظام معیشت، نظام سیاست سب کا مزاج بین الاقوامی اور آفاقی ہے۔''(۷۹)

اسلام ﴿وان جنحو اللسلم فاجنح لھا وتو کل علی اللہ﴾ کی تعلیمات سے انسانیت کو نوازتا ہے

حضور اقدس ﷺ کی 23 سالہ جدوجہد کا مطالعہ یہ بات بار بار ہمارے سامنے لاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ملت کے اندر اتحاد کو سب سے بڑی اہمیت دی آپ ﷺ نے سب انسانوں کے سامنے ایسے نظریات اور اصولی بنیادیں فراہم کیں جو پہلے سے سعید فطرت انسانوں کے درمیان متفق چلی آرہی تھیں۔(۸۱)

پال فنڈلے کے منطق اور مذہب کے استاد ڈاکٹر میلکم سٹوارٹ نے لکھا:

''ساری دنیا میں اس وقت تک امن کا راج نہیں ہوسکتا جب تک مذاہب کے مابین امن قائم نہیں ہو جاتا اور مذاہب کے مابین اس وقت تک امن قائم نہیں ہوسکتا جب تک ان کے پیروکار ایک دوسرے کے لئے افہام و تفہیم نہیں پیدا کرتے اس عمل کا نقطہ آغاز یہ ہے کہ اختلافات کی بجائے مشابہت یکسانیت اور موافقت پر زور دیا جائے۔''(۸۲)

''اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کو دعوت دینے کا خواہش مند ہو جو عقائد و نظریات میں اس سے مختلف ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ جماعت کو صرف اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہوسکتا ہے جیسے رسول ﷺ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو ایسے مسئلہ پر دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر۔''(۸۳)

8.1 احترام بین المذاہب

اسلامی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ قرآنی تعلیم (ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ)(۸۴) کو اس کے پیروکاروں نے ہمیشہ یاد رکھا نہ کبھی دعوت اسلام بزور تلوار دی اور نہ ہی دوسرے مذاہب کی بے حرمتی کی بلکہ ہمیشہ دیگر مذاہب کے ساتھ حسن سلوک کو مدنظر رکھا یہاں تک معاہد اور مستامن کے بھی حقوق اسلامی تعلیمات میں نہ صرف موجود ہیں بلکہ ان پر عمل بھی ہوتا رہا۔اسلام (لکل جعلنا منکم شرعة ومنھاجا)(۸۵) کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر مذہب کا احترام کرتا ہے۔عصر حاضر میں اس بات کی بہت ضرورت ہے کہ ادیان کے باہمی احترام کی فضا پروان چڑھے۔اور تمام الہامی

مذاہب کے غیر محرف عقائد مشترکہ ہی ہیں جیسا کہ وحدانیت باری تعالیٰ پر ایمان لانا۔

کلام مجید میں ہے (شرح لکم من الدین ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه)

اس نے تمہارے لئے اسی دین کو مقرر کیا جس کی بابت اس نے نوح علیہ السلام کو تاکید کی تھی یہ وہی دین ہے جس کو ہم نے بذریعہ وحی تم پر نازل کیا اور یہ وہی دین ہے جس کی پابندی کی اہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو تاکید کی اور ہم نے اس سب کو حکم دیا کہ اس دین کو قائم رکھو اور تفریق اور اختلاف کو نہ پیدا ہونے دو۔

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں "یاد رکھو اصل دین ایک ہے سب انبیاء علیہم السلام نے اسی کی تبلیغ کی ہے اور تمام بنی نوع انسان کے لئے وہی واجب الاتباع ہے۔" (۸۷)

اسلام تو دیگر مذاہب کا احترام کرتا ہے جبکہ دیگر اہل مذاہب کی طرف سے اسلام کی نسبت انتہائی معاندانہ رویے کا اظہار ہوتا ہے صلیب وہلال کی جنگیں ایک چھوٹی سی دنیا میں لڑی گئیں جبکہ مسلمان اور مغرب اپنے علاوہ کسی اور کے دشمن نہ تھے اب وقت ہے کہ برسرِ پیکار رہنے کے عمل کو ختم کرنے کا آغاز کیا جائے۔" (۸۸)

یہود و نصاریٰ اور ہنود کی مذہبی کتب میں دوسرے مذاہب والوں کے لئے ایک لفظ بھی درج نہیں جب کہ قرآن حکیم میں غیر مسلموں کی حفاظت، ان کے حقوق اور مذہبی رواداری کے متعلق تفصیل سے وضاحت کی گئی ہے۔ پھر بھی بنیاد پرستی کے خطاب سے صرف مسلمانوں کو نوازا جاتا ہے۔ (۸۹)

8.2 شرف انسانیت کا تحفظ و بحالی

اسلام کے نزدیک اس کائنات رنگ و بو کی حسین اور افضل ترین مخلوق انسان ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ولقد کرمنا بنی آدم وحملنهم فی البر والبحر) (۹۰) (لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم) (۹۱)

لیکن عصر حاضر شرف انسانیت کے بجائے شرف مادیت کا دور ہے

> "آج دنیا کی ساری حکومتیں اور ریاستیں اس محور پر گھوم رہی ہیں کہ خواہشات کی تسکین کی جائے۔ خواہشات کا ایک الاؤ جل رہا ہے اور اس میں ہر قوم ایندھن ڈالتی چلی جارہی ہے اور اس کے شعلے آسمان سے باتیں کررہے ہیں اور قوموں اور ملکوں کی طرف لپک رہے ہیں۔ آج "وقودها الناس والحجارة" کا منظر نظر آیا ہے"۔ (۹۲)

آج کمپیوٹر دور میں پانڈہ کی جرابیں اور پتلونیں درزی سیتا ہے، کبوتروں کی مٹی ہوئی نسل کے لئے آدم زاد پریشان ہے، جانوروں کے حقوق سونے کی سیاہی سے لکھے اور چاندی کی عینک سے پڑھے جاتے ہیں۔ لیکن شرف انسانیت کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے کسی کے لب سے آہ تک نہیں نکلتی عراق کی ابوغریب جیل، گوانتانا موبے جزیرہ اور افغانستان کے کوہ و جبل اس پر گواہ ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ سب مذاہب متفقہ کوششوں کے ساتھ شرف انسانیت کو انسان کی غلامی سے نجات دلائیں۔

کوئی مسیحا ادھر بھی دیکھے کوئی تو چارہ گری کو اترے
افق کا چہرہ لہو سے تر ہے زمیں جنازہ بنی ہوئی ہے

8.3 مساوات انسانی

ایک ہی جوڑے آدم حوا کی اولاد رنگ ونسل اور قومیت وطنیت کی بھینٹ چڑھ چکی ہے۔ دین اسلام اس نظریہ کی نفی کرتا ہے فرمان باری تعالیٰ ہے:

(یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثیٰ وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا)(۹۳)

اور اسلام عجمی اور عربی کالے اور گورے میں کوئی فرق نہیں کرتا اور "کل مولود یولد علی الفطرۃ" کی صدائے دلنواز بلند کرتا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد قمطراز ہیں:

"گویا دنیا بھر کے انسانوں کے درمیان دو وحدتیں مشترک ہیں ایک وحدت خالق اور دوسری وحدت آدم روئے زمین پر جتنے بھی انسان بس رہے ہیں وہ سب خدا کی مخلوق ہیں لہٰذا باہم مساوی اور آدم وحوا کی اولاد ولہٰذا آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"(۹۴)

لیکن مغرب اسی مساوات انسانی دھجیاں بکھیر رہا ہے۔ یہاں تک کہ عوامی مقامات پر بھی رنگ ونسل کی بناء پر منقسم ہیں اور امریکہ میں ہوٹلوں کے دروازوں پر لکھا "If you are black you go back"، مغرب کے بنیادی حقوق کے دعوے پر ایک طمانچہ ہے۔ باہم اتحاد کے ذریعے نوع انسان کے اس درد کا مداوا ہو سکتا ہے۔

یہودیت، نصرانیت اور اسلام موجودہ معلوم تاریخ میں ان تین مذاہب نے اہم کردار ادا کیا ہے ان مذاہب کے ذریعے ہی انسان تاریخ کا محور بنا رہا ہے اور اس نے انسان کو مجموعی طور پر سمجھنا سیکھنا ہے ان مذاہب کے ذریعے ہی انسان نے

اندرونی اور بیرونی زندگی ظاہری اور باطنی ترقی ان کے باہم تعلق اور ان کی حدود کو سمجھا یہودیت اور نصرانیت دونوں کی تاریخی کامیابیوں اور ناکامیوں کے بعد ہی انسانیت اسلام کے فیصلہ کن تجربے سے روشناس ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت محمد ﷺ تینوں انسانیت کے راہنما اور یکساں قابل احترام ہیں۔(۹۵)

8.4 قیام عدل وانصاف

تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد عدل کا قیام تھا۔ اسلام انفرادی اور اجتماعی ہر شعبہ میں عدل کی تاکید کرتا ہے۔ اور صرف مسلم نہیں بلکہ غیر مسلم اور دشمن کے ساتھ بھی عدل کی تاکید کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

(و لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لاتعدلو ا اعدلو اھو اقرب للتقوی)(۹۶)

قرآن کریم میں متعدد بار عدل کی تاکید کی گئی اور اس بے لاگ عدل کی بے شمار زریں مثالیں موجود ہیں یہاں تک غزوۂ خیبر کے بعد اس عدل کو دیکھ کر یہودی پکار اٹھے۔

(وبہ قامت السماء والارض)(۹۷)

آج ہر طرف عدل وانصاف کا خون بہہ رہا ہے اور سکندر اعظم ثانی کا خواب دیکھنے والا (بش جونیئر) بڑی دلیری کے ساتھ عدل وانصاف کے تقاضے پامال کر رہا ہے اور طاقتور ممالک اس کا ہاتھ روکنے کی بجائے اس کی پشت پناہی پر کمر بستہ ہیں امریکہ کے مجسمہ آزادی کے نیچے یہ عبارت درج ہے۔

''تم اپنے پسے ہوئے اور خستہ حال عوام کو میرے سپرد کر دو جو آزادی کا سانس لینے کیلئے تڑپ رہے ہیں۔''(۹۸)

لیکن اسی مجسمہ آزادی کے نیچے جوان ہونے والا امریکی صدر عدل کے تمام تقاضے روندتا جا رہا ہے ہر ابھرتا دن اور ڈھلتی شام اہل مغرب کے عدل پر مبنی دعوؤں کی نفی کر رہی ہے۔ خواہ معاشرت کا گوشہ ہو یا سیاست کا میدان، ابلاغ کا منظر ہو یا انسانی حقوق کا ریکارڈ ہر باب میں دوہرا معیار کارفرما ہے۔

امریکی پروفیسر نے جو 1969ء سے قرآن پاک کا مطالعہ کر رہے ہیں کہا کہ ''اسلام اور مسیحیت میں کئی باتیں مشترک ہیں۔ دونوں مساوات، انصاف، انسانی حقوق اور کئی دوسری اعلیٰ قدروں کے علمبردار ہیں۔ ہاں ناانصافی، عدم مساوات اور دوہرے معیاروں پر مبنی مغربی سیاست کو اسلام سے ضرور خطرہ ہے۔''(۹۹)

تمام مذاہب کو ہم آہنگی اور یگانگت کے ساتھ عدل وانصاف کے لئے کام کرنا چاہئے۔

8.5 پرامن بقائے باہمی

مال و دولت اور جاہ وحشمت کی دوڑ نے عصر حاضر میں امن عالم کا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔ ماضی کی دہلیز پر قدم رکھنے والی آخری صدی (بیسویں صدی) کے عین نصف میں صرف ہٹلر نے لاکھوں انسانوں میں موت بانٹ دی۔ اس نے اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو ہلاکت کی وادی میں دھکیلا کہ ایک لاش اور ایک قبر،، کا روایتی طریقہ اختیار کرنا ممکن ہی نہ رہا۔ اپنے ابلیسی جرائم زمین کے پیٹ میں چھپانے کیلئے اس نے بے شمار گہرے گڑھے کھدوائے ان اجتماعی قبروں کا مقصد یہ تھا کہ دریائے اجل میں غرق ہونے والوں کو بے چہرہ اور بے شناخت کر دیا جائے" انسانی وحشت کی یہ کہانی یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔" (۱۰۰)

اگر عرب اسرائیل مناقشہ کی تاریخ آج رقم ہو تو یہ صاف ظاہر ہوگا کہ امریکی عیسائیوں اور یہودیوں کی بہت بڑی اکثریت اسرائیل کی غیر انسانی پالیسیوں کے بارے میں یا تو خاموشی کی مجرم ہے یا پھر بالواسطہ ایسی پالیسیوں کے عمل پذیر ہونے میں اعانت مجرمانہ کی ذمہ دار ہے۔ (۱۰۱)

صرف امریکہ جنگ عظیم دوم کے بعد سے اب تک 28، ممالک (۱۰۲) پر اپنا تباہ کن اسلحہ چلانے کا تجربہ کر چکا ہے۔ قوت اور طاقت اگر کسی اصول و قانون کی پابند نہ ہو تو وحشت و بربریت بن جاتی ہے اخلاقی اصولوں سے آزاد قوت اندھی طاقت بن جاتی ہے آج امریکہ اپنی اندھی قوت کے بل پر کرہ ارض کا ایک ایسا سماں باندھ رہا ہے جس کی چھت امریکہ ہو اور باقی ساری دنیا اس کا آنگن ہو۔

نوع انسان میں یہ سرمایہ و محنت کا تضاد
امن و تہذیب کے پرچم تلے قوموں کا فساد
ہر طرف آہن و آتش کا یہ سیلاب عظیم
نت نئے طرز پر ہوتی ہے دنیا تقسیم

تمام مذاہب کو اپنی متحدہ کوششوں کے ذریعے خطہ ارضی کو امن کا گہوارہ بنانا چاہئے اور تیسری عالمگیر جنگ کا راستہ روکنا چاہئے ورنہ آئن سٹائن کے بقول تیسری عالمگیر جنگ زمین کی آغوش سے زندگی کو مکمل طور پر ختم کر دے گی۔ ہر چیز فنا ہو جائے گی صرف انسان اور پھول ہی نہیں ہر جاندار ہمیشہ کے لئے اس دھرتی سے رخصت ہو جائے گا۔ (۱۰۳)

واکلیو ہیول کہتا ہے" ثقافتی جھگڑے بڑھ رہے ہیں اور تاریخ کے کسی بھی زمانے سے زیادہ آج خطرناک ہو چکے ہیں نیز ژاک ڈیلورس متفق ہے کہ مستقبل میں جھگڑے معاشی یا نظریاتی کے بجائے ثقافتی عوامل کی بنا پر ہوں گے اور سب سے

زیادہ خطرناک ثقافتی جھگڑے وہ ہیں جو تہذیبوں کے درمیان ہوں گے۔" (۱۰۴)

8.6 ادارہ خاندان کا تحفظ وبقا

خاندان ریاست کی ابتدائی منزل اوراس کی اساس ہے خاندان اجتماعیت کا پہلا زینہ ہے،، (۱۰۵) جس فرد کو اپنے گھر میں امن وسکون نہ ملے وہ امن وسلامتی کی قیمت کبھی نہیں پہچان سکتا۔ بھلا ایسا شخص امن وسلامتی کیلئے ایک مخلص کارکن کیونکر بن سکے گا جس کے اعصاب میں کشاکش، دل میں قلق اور روح میں اضطراب ہوگا۔ (۱۰۶) تہذیبوں اور تمدنوں کے زوال کا باعث خاندان ہی کا انتشار ہے۔ (۱۰۷) اسلام نے خاندانی زندگی کو بہت اہمیت دی اور اسے اپنی نعمتوں میں شمار کیا۔

(وهو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا و صهرا) (۱۰۹)

آج یہ ادارہ مغرب میں تو تباہی کے دھانے پر کھڑا ہی ہے مشرق میں بھی یہ انتشار کی طرف دن بدن بڑھ رہا ہے تمام مذاہب کے پیروکار اپنی متفقہ کوششوں سے انسانی تربیت کے اس کارخانے کو تباہی سے بچا سکتے ہیں۔

8.7 تحفظ جان ومال اور آزادی

دنیا میں زندہ رہنے اور مال کو رکھنے کا حق فطری ہے اور آزادی ہر جاں کے لئے ضروری ہے مذہب کا بنیادی ہدف انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کرانا ہوتا ہے۔ ہر انسان کے پانچ بنیادی حقوق میں ان بنیادی حقوق کی رعایت انفرادی زندگی سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک کرنی ضروری ہے۔ انسان کو ان سے نہ تو انفرادی زندگی میں محروم کیا جا سکتا ہے اور نہ ملکی اور بین الاقوامی سیاست میں اسے چھینا جا سکتا ہے وہ بنیادی ضرورتیں یہ ہیں۔

"مجموع الضروريات خمسة حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل" (۱۱۰)

اگر ان ضروریات کا خیال نہ رکھا جائے تو انسان کی انفرادی زندگی میں فساد و بگاڑ پیدا ہوگا اور ملکی اور بین الاقوامی معاملات میں بھی کشیدگی ہوگی۔ ابراہام لنکن نے کہا تھا۔ ہماری بقا اس جذبے کی سلامتی میں ہے جو ہر خطے میں بسنے والے تمام انسانوں کی آزادی کی قدر پر مبنی ہے، اگر آپ اس جذبے کو تباہ کر دیں گے تو گویا اپنے ہی صحن میں جبر وستم اور آمریت کے بیج بو دیں گے،، (۱۱۱)

عالم انسانی کی بنیادی اکائی ضروری ہے جس طرح ایک فصیل خواہ وہ کتنی ہی لمبی، چوڑی اور اونچی کیوں نہ ہو، بہرحال اینٹوں سے بنتی ہے اور اس کی مضبوطی کا سارا دارومدار اینٹوں پر ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح امن عالم کا تصور بھی افراد نسل انسانی کے داخلی سکون واطمینان کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ (۱۱۲) تمام مذاہب کو مل جل کر بنی نوع انسان کی آزادی اور جان و

مال کی حفاظت کی کوشش کرنا چاہیئے کیونکہ ''اللہ یہ نہیں چاہتا کہ اس کی زمین پر فتنہ وفساد پھیلایا جائے ، اسے یہ گوارا نہیں ہے کہ اس کے بندوں کو بے قصور ستایا اور برباد کیا جائے اسے یہ بھی پسند نہیں کہ طاقتور کمزوروں کو کھا جائیں ، ان کے امن وچین پر ڈاکے ڈالیں اور اس اخلاقی ، روحانی اور مادی زندگی کو ہلاکت میں مبتلا کریں ۔ وہ پسند نہیں کرتا کہ جو اس کے خاص بندے ہیں ان کو مخلوق کا بندہ بنا کر ان کی انسانی شرافت پر ذلت کا داغ لگایا جائے ۔'' (۱۱۳)

8.8 ماحولیات سے شر کا خاتمہ

خیر فلاح کا ضامن اور شر ہلاکت کا موجب ہوتا ہے انسان ایجادات کی دوڑ میں بہت آگے تک نکل چکا ہے کہ جہاں سے واپسی کا سفر ممکن ہی نہیں ۔ اس کی ایجادات جہاں فائدہ مند ہیں وہاں وہ بہت سے شر کا باعث بھی بنتی ہیں صنعتی ترقی آسائش اور مال کا باعث تو بنی لیکن ساتھ ہی ساتھ ماحولیات کو انسان دشمن بھی بناتی رہی ہے ۔ انسان اسلحہ کے ڈھیر پر بیٹھ کر امن کا متلاشی ہے ۔ انسان کی ہاتھوں سے بنائی ہوئی اشیاء خود اس کی موت کا پروانہ بن رہی ہیں ۔ زمینی اور فضائی دونوں ماحول انسانیت کے لئے تباہ کن ثابت ہو رہے ہیں مذاہب کو اس فساد کے خاتمہ کے لئے متحدہ کوششیں بروئے کار لانی چاہئیں ۔

غرضیکہ تمام مذاہب کو انصر اخاک ظالما اور مظلوما کے تحت ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کو ظلم سے بچانے کے لئے اتحاد و یگانگت اور ہم آہنگی سے کام لینا چاہیئے ۔

تجاویز وسفارشات

☆ عالم اسلام کو چاہئے کہ وہ صحیح مسلمان بنیں۔ ایمان اور اخلاص کے ساتھ دین اسلام کے غلبہ کی کوشش کریں تا کہ ربانی مقصد پورا ہو سکے۔(هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله)(۱۱۴)

☆ شریعت محمدیہ ﷺ دین اسلام کی تکمیل ہے جو جامع ہمہ گیر اور آفاقی نظریات کا حامل دین ہے تمام انسانوں کے دکھوں کا مداوا کرنے کی صلاحیت اس میں موجود ہے۔ اگر مسلمان خود سچے مسلمان بن جائیں تو متحد ہو کر وہ ایک بہترین عالمی نظام تشکیل دے سکتے ہیں۔

☆ اس بات پر بھی غور کر لینا چاہئے کہ کیا مغرب نے پہلے وعدے پورے کئے ہیں خواہ وہ اقوام متحدہ کی صورت میں ہو یا ''سی ٹی بی ٹی،، کی صورت میں ہوا'' کہ سینکڑوں ایٹمی پلانٹ چلانے والے تو امن پسند اور جمہوریت کے چیمپئن ہیں مگر بوتل میں پٹرول اور صابن سے بم بنانے والے بنیاد پرست کہلاتے ہیں۔

☆ امت مسلمہ کو کسی ایسے معاہدے میں شریک نہیں ہونا چاہئے، جو اسلام کی اہانت یا اہل اسلام کی رسوائی کا موجب ہو۔ امریکی صدر کے عزائم تو ہمارے سامنے ہیں'' ہمارے سامنے ایک طویل رستہ ہے جس کو ہمیں بہت سے اسلامی اور عرب ممالک میں طے کرنا ہے ہم اس وقت تک نہیں بیٹھیں گے جب تک ہر مسلمان غیر مسلح، داڑھی منڈا، غیر مذہبی امن کا دلدادہ اور امریکہ سے محبت کرنے والا نہ بن جائے اور مسلمان عورت اپنے چہرے کو نقاب سے چھپانا ترک نہ کر دے۔ میرا پختہ ارادہ ہے کہ اپنے صدارتی دور کے لئے انتخاب سے پہلے پہلے اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے ہر قسم کے ذرائع استعمال کروں گا۔(۱۱۵)

'' جون 1967ء میں'' القدس،، پر دوبارہ یہودی قبضہ ہوا عین اسی دن برلن میں کارڈینال بورنے یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک مشترکہ مذہبی تقریب میں بیان دیا تھا کہ عیسائیوں کے لئے واجب ہے کہ وہ یہود کے ساتھ ہر حوالے سے تعاون کریں تا کہ اس طرح ارض مقدس کو مکمل طور پر اور ہمیشہ کے لئے آزاد کرایا جا سکے اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام کا بھی خاتمہ کیا جا سکے،،۔(۱۱۶)

رسالہ ٹائم کا چیف ایڈیٹر اپنے مضمون'' سفر ایشیا'' میں رقمطراز ہے'' امریکہ کا فرض ہے کہ وہ اسلامی ممالک میں ایسی فوجی ڈکٹیٹر شپ قائم کرے جو کہ امت مسلمہ کے ہاں اسلامی دعوت کے سلسلے میں رکاوٹ بنی رہے۔ اور یورپی استعمار کا غلبہ اور

تسلط برقرار رہے۔(۱۱۷)

☆ ہمیں غور کر لینا چاہئے کہ بین المذاہب اتحاد کہیں بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریضہ اور اہل نجران کی آل و اولاد کی چال تو نہیں۔

یورپی دانشور الشعیا لومان لکھتا ہے "یورپ کو اسلام سے شدید خطرہ ہے یورپ کے لئے لازم ہے کہ وہ اسلام کو خوف وخطرہ کا سبب قرار دے۔"(۱۱۸)

سالہ زار اخباری کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے "ہماری یورپی تہذیب وثقافت کے لئے وہ حقیقی خطرہ جس کے ظہور کا کسی وقت بھی امکان ہے، وہ اسلام ہے، جس کا مظہر مسلمان ہیں اور یہ خطرہ اس وقت حقیقت کا روپ دھار کر یورپ کے سامنے آدھمکے گا، جب مسلمان موجودہ نظام عالم کو تبدیل یا اسے تہہ وبالا کرنے کا عزم بالجزم کرلیں گے۔"(۱۱۹)

فرانس کی وزارت خارجہ کے ایک ذمہ دار افسر نے 1952ء میں کہا تھا

"یورپ کے لئے خطرہ بن کر اس کے اوپر مسلط ہونے والی چیز اسلام اور صرف اسلام ہے ان کے پاس ان کی اپنی ایک مخصوص ومنفرد، عالمی ورواجی نوعیت کی تہذیبی وثقافتی مادی وروحانی میراث موجود ہے، جو کہ اپنی ذات میں بالکل اصلی اور حقیقی ہے۔"(۱۲۰)

مسلمانوں کو بطور خاص ٹیکنیکل علوم پر توجہ دینی چاہئے عالم اسلام کے اتحاد کی پوری کوشش کرنی چاہئے اور اس بین المذاہب اتحاد کے بارے میں خبردار رہنا چاہئے۔ کیونکہ امریکہ عالمگیریت کے خواب کی تعبیر کے لئے سب کچھ کرسکتا ہے۔

"دنیا کے 43 غریب ملکوں نے امریکہ کی دھمکیوں کے بعد ایسے معاہدوں پر دستخط کئے ہیں جن کی رو سے وہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے پر کسی بھی امریکی شہری فوجی اور سرکاری اہلکار کے خلاف مقدمات جنگی جرائم کی عالمی عدالت میں نہیں بھیجیں گے۔"(۱۲۱)

فرانسیسی وزیر داخلہ نکولس سارکوزی نے بیان دیا ہے کہ "وہ پیرس کے مضافات کا صفایا کر دیں گے اور ان مضافاتی بستیوں میں زیادہ تر عرب اور افریقی نژاد مسلمان آباد ہیں۔"(۱۲۲)

درج بالا منصوبوں کو دیکھتے ہوئے اتحاد بہت محتاط ہو کر اور محض انسانیت کی صلاح وفلاح کے میدان میں ہونا چاہئے۔

حوالہ جات

۱۔ آل عمران ۳:۱۰۳

۲۔ الروم ۳۰:۴۱

۳۔ نعیم صدیقی محسن انسانیت، اسلامک پبلشرز لاہور، ۱۹۸۷ ص ۵۱، ۴۵،

۴۔ ابوالحسن علی ندوی، تعمیر انسانیت مجلس نشریات اسلام کراچی، ص ۹

۵۔ برائن بیڈہم، اکانومسٹ، ۱۶ اگست ۱۹۹۶ء

۶۔ ہرتفورد سیمیری ''پریکس''، اپریل ۱۹۹۹ء ص ۳ بحوالہ امریکہ کی اسلام دشمنی، پال فنڈلے، ص ۴۷

۷۔ عالمی دہشت گردی، بین المذاہب مکالمہ اور امت مسلمہ، روزنامہ آواز ۲۰ ستمبر ۲۰۰۵ء

۸۔ رواہ البخاری و مسلم، ترمذی والنسائی۔ ۹۔ آل عمران ۳، ۱۱۰

۱۰۔ سبا ۳۴:۲۸:۱۱۔ الاعراف ۷:۱۵۸

۱۲۔ محمد فواد عبدالباقی، المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، ص ۸۲۔۸۷، ص ۹۳، ۹۴، العلق ۵۔۱

۱۳۔ شیخ ابراہیم القطان، اسلامی شریعت کی آفاقیت، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی ص ۱۱۱۴ اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔

۱۵۔ البقرہ ۲:۱۳۶ ۱۵ آل عمران ۶۸

۱۶۔ محمد ثناء اللہ عثمان پانی پتی، قاضی، تفسیر مظہری، سعید کمپنی کراچی ۱۹۸۰ء ص ۲/۲۵۸

۱۷۔ عبدالماجد دریابادی، مولانا، تفسیر ماجدی، مجلس نشریات قرآن کراچی، ۱۹۹۸ء ص ۱۰/۵۹۰

۱۸۔ محمد ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ص ۲/۲۶۲

۱۹۔ محمد کرم شاہ الازہری، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلکیشنز لاہور، ص ۱/۲۳۹۔۲۴۰

۲۰۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور ص ۱/۲۶۲

۲۱۔ پال فنڈلے، امریکہ کی اسلام دشمنی نگارشات لاہور ۲۰۰۳ ص ۱۳

۲۲۔ ابن ہشام السیرہ النبویہ ص ۵۴، ۵۵، عبدالمنعم ماجد، التاریخ السیاسی للدولۃ العربیہ، القاہرہ ۱۹۶۸ء ص ۱/۱۰۸

۲۳۔ عون الشریف قاسم، نشاۃ الدولۃ الاسلامیۃ فی عہد الرسول ﷺ، دار الکتب المصری، القاہرہ، ۱۹۶۸ء ص ۳۴۔۳۵

۲۴۔ سلیمان سلمان منصور پوری، قاضی، وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین، الفیصل ناشران لاہور ۱۹۹۱ء، ص: ۹۵

۲۵۔ ابن ہشام السیرہ النبویۃ ص ۱/۱۷۸

۲۶۔ صفی الرحمان مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبہ السلفیۃ لاہور ۱۹۹۰، ص ۳۱۸

۲۷۔ السھیلی، عبدالرحمان، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویہ لابن ھشام ۱/ ۳۸

۲۸۔ ڈاکٹر حمید اللہ، رسول ﷺ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۴ء

۲۹۔ السھیلی الروض الانف، ۲/ ۲۰۰

۳۰۔ ابن حبیب، ابی جعفر محمد بن حبیب، کتاب المجر، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ص ۱۳۷

۳۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲/ ۱۷۱

۳۲۔ ایضاً ۱/ ۱۸۲

۳۳۔ حمید اللہ ڈاکٹر، رسول ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۷۰۔ ۷۱

۳۴۔ الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۹۷۹ء ص ۳/ ۷۹، محمد حمید اللہ مجموعہ الوثائق السیاسیۃ فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدہ، قاہرہ، ۱۹۴۱ وثیقہ نمبر ۲۱

۳۵۔ تفصیل، مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری، الجامع الصحیح، دارالفکر لطباعۃ والنشر ۱۹۸۳ء کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل ابی ذر، حدیث نمبر ۶۳۵۹

۳۶۔ البلاذری، احمد بن یحیٰ، فتوح البلدان، مترجم ابوالخیر مودودی نفیس اکیڈمی ۱۹۷۰ء ص ۱۰۸

۳۷۔ ابو یوسف، کتاب الخراج، ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ص ۱۱۵

۳۸۔ البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد حدیث نمبر ۲۵۸۱، ۲۵۸۲، ص ۴/ ۹۷۷

۳۹۔ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور ص ۱۰۴

۴۰۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت ﷺ الفیصل ناشران لاہور ۲۰۰۰ء ص ۴۸۰

۴۱۔ مسلم بن الحجاج الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب کتاب النبی ﷺ الی ہرقل یدعوہ الاسلام ص نمبر ۱۷۷۳ء ص ۶/ ۱۳۹، ابن اکثیر البدایہ والنہایہ، ص ۴/ ۱۔ ۵

۴۲۔ البطری، تاریخ الامم والملوک، ص ۳/ ۸۹

۴۳۔ ابن سعد محمد بن سعد، الطبقات الکبری، دار صادر بیروت، ۱۳۷۷ھ ص ۱/ ۲۶۰

۴۴۔ ایضاً ۴۵۔ ابن ہشام السیرۃ النبویہ ص ۴/ ۱۶۴

۴۶۔ المائدہ ۵:۵۱ ۴۷ المائدہ ۵:۵۷

۴۸۔ الرازی فخر الدین، التفسیر الکبیر ۲

۴۹۔ عبدالماجد دریابادی، تفسیر ماجدی، ص ۱/۹۳۴

۵۰۔ آل عمران ۳: ۱۲۸۵۔ آل عمران ۳: ۱۱۸

۵۲۔ وھبہ الزحیلی ڈاکٹر، التفسیر المنیر دار الفکر دمشق، ۱۹۹۱ء ص: ۵۳۲۴۱۶۔ المائدہ ۵: ۳۲

۵۴۔ آل عمران ۳: ۵۵۲۸۔ وھبہ الزحیلی، التفسیر المنیر ۳/ ۲۰۵

۵۶۔ النسآء ۴: ۹۹

۵۷۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ ناشران قرآن، لاہور، ۱۳۹۷ھ، ۴/ ۳۲۱

۵۹۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، مترجم مولانا ساجد الرحمان، اسلامی اکادمی، لاہور ص ۲/ ۴۳

۶۰۔ الممتحنہ ۶۰: ۸،۹

۶۱۔ مولانا ابوالکلام آزاد، خطبات آزاد، ص ۴۸، مرتبہ مالک رام

۶۲۔ وھبہ الزحیلی التفسیر المنیر ۲/ ۲۲۷، ۲۲۸

۶۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۲/ ۲۰

۶۴۔ یوسف القرضاوی، اسلام میں حلال وحرام، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۶ء ص ۳۹۷

۶۵۔ وھبہ الزحیلی تفسیر المنیر، ۳/ ۲۰۱

۶۶۔ ایضاً ۳/ ۲۰۳

۶۷۔ البقرہ ۲: ۶۸۲۵۶۔ الکافرون ۱۱۱: ۶

۶۹۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ص ۶۶

۷۰۔ سید علی گیلانی، روداد قفس، ۱/ ۲۷۳

۷۱۔ محمد عمر، ڈاکٹر، ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر، ص ۳۵

۷۲۔ صدرالدین اصلاحی، دین کا قرآنی تصور، ص ۲۰۱

۷۳۔ محمد صدیق شاہ، بخاری، رواداری اور مغرب، علم وعرفان پبلشرز لاہور

۷۴۔ یاسر ندیم، مولانا، گلوبلائزیشن اور اسلام، دارالاشاعت، کراچی ۲۰۰۴ء ص ۲۶۲

۷۵۔ محمد صدیق شاہ، بخاری، رواداری اور مغرب، ص ۲۸

۷۶۔ یاسر ندیم، گلوبلائزیشن اور اسلام، ص ۴۵

۷۷۔ میکسیکو میں منعقد ہونے والی ''یونیسکو'' نامی تنظیم کے اجلاس میں فرانسیسی وزیر ثقافت نے امریکہ پر تنقید کرتے ہوئے کہا

بحوالہ ڈاکٹر عمر الحاجی، العولمہ امام عالمیتہ الشریعتہ الاسلامیہ، دارالمکتی، دمشق، ص ۵۱

۷۸۔ نیوز ویک ''ایک مقدس کتاب کا بیت الخلاء سے بہایا جانا''، بحوالہ خبریں سنڈے میگزین، ۱۵ مئی ۲۰۰۵ء

۷۹۔ مجیب اللہ ندوی اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور لاہور، ۱۹۹۰، ص ۲۳، ۲۴

۸۰۔ الانفال، ۸: ۶۱

۸۱۔ سید اسعد گیلانی رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب، ص ۵۶۴

۸۲۔ پال فنڈلے، امریکہ کی اسلام دشمنی، ص ۱۸۴

۸۳۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ المعارف کراچی، ۲۰۰۱ء ص ۲/ ۸۷

۸۴۔ الانعام ۶: ۱۰۸ ۸۵۔ المائدہ ۵: ۴۸

۸۶۔ الانعام ۱۰۸۶

۸۷۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، الفیصل ناشران لاہور ۲۰۰۳ء ص ۱/ ۳۲۴

۸۸۔ شفیق الاسلام فاروقی، ہلال وصلیب کا نیا معرکہ حرا پبلیکیشنز، لاہور، ص ۱۰

۸۹۔ محمد صدیق شاہ بخاری، رواداری اور مغرب، ص ۷۵

۹۰۔ بنی اسرائیل ۱۷: ۷۰

۹۱۔ بنی الیتن ۸۵: ۴

۹۲۔ ابوالحسن علی ندوی، تعمیر انسانیت، ص ۲۷

۹۳۔ الحجرات ۴۹: ۱۳

۹۴۔ اسرار احمد، قرآن اور امن عالم، ص ۱۱

۹۵۔ علی عزت بیگووچ، اسلام اور مغرب کی تہذیبی کشمکش، مترجم محمد ایوب منیر مکتبہ معارف اسلامی منصورہ ۱۹۹۷ء ص ۲۳۷

۹۶۔ المائدہ ۵: ۲ ۹۷۔ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، ص ۶۲

۹۸۔ ایضاً ص ۶۷

۹۹۔ بحوالہ روزنامہ پاکستان لاہور ۲۷ اگست ۱۹۹۳ء

۱۰۰۔ اوشو (گروجنیش)، مغرب کی منافقت، مترجم خالد ارمان، نگارشات لاہور، ص ۱۴

۱۰۱۔ پال فنڈلے، اسرائیل کی ۔۔۔ دیدہ دانستہ فریب کاریا، مترجم سعید رومی، صفر پبلیشرز لاہور ۲۰۰۳ء ص ۳۵

۱۰۲۔ ولیم بیلم، بدمعاش امریکہ، مترجم سید ناصر علی صبیح پبلشرز لاہور ۲۰۰۳ء ص ۱۳۳، ۱۳۴

۱۰۳۔ ادشو (گرو جنیش) مغرب کی منافقت، ص ۱۴
۱۰۴۔ ہنگٹن، سموئیل پی، تہذیبوں کا تصادم، مترجم محمد احسن بٹ، ص ۳۸
۱۰۵۔ سید جلال الدین عمری، اسلام کا عائلی نظام اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ص ۹
۱۰۶۔ سید قطب، امن عالم اور اسلام، مترجم میاں منظور احمد گلستان پبلیکیشنز لاہور ۱۹۸۴ء ص ۵۲
۱۰۷۔ خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام المکتبہ العلمیتہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۸۳
۱۰۹۔ الفرقان، ۲۵:۵۴
۱۱۰۔ امام شاطبی، الموافقات، ص ۴/۲۴
۱۱۱۔ ابراہام لنکن، ایڈورڈز دوائل، الی ناء میں خطاب، ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۵۸ء، بحوالہ امریکہ کی اسلام دشمنی، پال فنڈ لے
۱۱۲۔ اسرار احمد، ڈاکٹر، قرآن اور امن عالم، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۱۹۹۳ء ص ۵،۴
۱۱۳۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۹۱ء ص ۵،۴
۱۱۴۔ الفتح، ۴۸:۲۸
۱۱۵۔ مولانا یاسر ندیم گلوبلائزیشن اور اسلام، ص ۱۵۲، ۱۵۳
۱۱۶۔ ''نوائے وقت'' لاہور، ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۹۵ء

بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور تعلیمات
(اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں)

حذافہ رفیق۔ لاہور

مذہبی رواداری سے عالم انسانیت کو روشناس کرانے والی ہستی پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات گرامی ہے، حضرت محمد ﷺ تاریخ انسانی میں پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے دوسرے مذاہب اور عقائد رکھنے والوں کے ساتھ تحمل و برداشت اور رواداری کا نہ صرف درس دیا بلکہ اس پر عمل بھی کیا۔ آپ کے خلفاء اور آپ کی امت نے غیر مسلموں سے رواداری کے اس سلوک کو ہمیشہ جاری رکھا، اسلام کی چودہ صدیوں کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔ ہماری یہ دنیا جو سائنس، ٹیکنالوجی اور تہذیب وتمدن میں زبردست ترقی حاصل کر چکی ہے اور بظاہر بڑی خوشنما نظر آتی ہے وہ مادی ہوس اور ستمگری کی گرم بازاری کے باعث اندر سے بے چین، بے مزہ اور کھوکھلی ہے، آج کا ستایا ہوا، پریشان حال اور دنیائے ہوس کی چکی میں پسنے والا انسان تحمل ورواداری کو ترس گیا ہے، خصوصیت کے ساتھ مذہب اور عقیدے کی رواداری مفقود نظر آتی ہے۔

اسلام نے مذہبی رواداری کو ایک مکمل ضابطے میں ڈھال کر جبر واکراہ کی نفی کرتے ہوئے یہ اصول وضع کر دیا کہ مذہب اور عقیدے کے معاملے میں انسان کاملاً اپنی مرضی کا مالک ہے تلوار کی نوک یا جبر واستبداد کے سائے میں مذہب کے پرچار کی مکمل نفی کی۔ اس اصول کو تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ اسلام نے یوں پیش کیا:

"لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویؤ من اللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا واللہ واسع علیم" (1)

''دین میں کوئی زبردستی نہیں گمراہی سے ہدایت الگ ظاہر ہو چکی ہے۔ پس جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسی پکڑ لی جو ٹوٹنے والی نہیں اور وہ سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے''۔

یعنی اب یہ جبر واکراہ کا نہیں بلکہ محبت اور مروت کا معاملہ ہے۔ دین اور مذہب کو اکتاہٹ سے نکال کر اپنائیت اور الفت کے راستے پر گامزن کر دیا اور پھر یہ دائرہ اخوت ومحبت کسی خاص گروہ یا طبقے تک محدود نہیں بلکہ اس کی الفتیں ''عالمین''

کے لئے ہیں جس میں زمان ومکان کی کوئی قید نہیں۔اور ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے جس کی بابت حکم ہے:

"الخلق کلھم عیال اللّٰہ فاحبھم الی اللّٰہ انفعھم لعیالہ "(۲)

"ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اس کے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص وہ جو اس کے کنبہ کے ساتھ نیکی کرے"۔

مذکورہ فرمان سے یہ تصور اجاگر ہوا کہ اسلام کے نظام اخلاقیات کی بنیاد انسانی آفاقی اور کائناتی اصولوں پر ہے کہ کوئی انسان خواہ وہ جس بھی گروہ قبیلے اور خطے سے متعلق ہے نیکی اور بھلائی کا مستحق ہے۔اسی نیکی اور حسن معاشرت ہی کو اسلام اپنے تصور عدل واحسان میں بھی ملحوظ رکھتا ہے۔آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قریب قریب پورا جزیرہ العرب زیر نگیں ہو چکا تھا غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے سب سے پہلا معاملہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا ان کو آپ نے جو حقوق دیئے وہ اب تک تاریخ میں محفوظ ہیں۔اہل کتاب کے ساتھ مکالمہ محاکمہ کے دائرہ کار کو زیر بحث لانے سے پہلے مختصراً دیکھا جاتا ہے کہ "اہل کتاب" کی اصطلاح کن لوگوں کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

اہل کتاب کی اصطلاح کا تعین

اہل کا لفظ عربی زبان میں ان لوگوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جن میں باہم اتحاد و یکجہتی کا کوئی رنگ پایا جائے مثلاً وہ دین، نسب، پیشہ، مکان اور شہر وغیرہ میں مشترک ہوں۔کتاب کا لفظ کتب سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں اس نے جمع کیا اور کتاب کے معنی ہیں وہ تحریر جو فی نفسہ مکمل ہو۔(۳)

"کتاب سے مراد وہ صحیفہ ہے جس میں کچھ لکھا ہوا ہو"۔(۴)

"والکتب ماکتب فیہ ... کتاب اللّٰہ ;جائز ان یکون القرآن وان یکون التوراۃ .....وقیل الصحیفہ والدواۃ".(۵)

لفظ کتاب انبیاء کی وحی پر خواہ وہ لکھی ہوئی ہو یا نہ ہو، بولا گیا ہے اس کے ساتھ ہی اسکا استعمال قوانین الھٰیہ پر بھی ہوا ہے(۶) الکتاب کا لفظ قرآن مجید کے لئے عموماً کسی آسمانی کتاب کے لئے، بحیثیت مجموعی تمام سابقہ وحیوں کے لئے (۷) غرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام نازل شدہ کتب کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔(۸)

اس صورت میں اہل کتاب سے اصطلاحاً مراد ہے کہ کسی الہامی اور آسمانی کتاب کے ماننے والے لوگ، یعنی اہل مذاہب اور اہل ادیان۔خصوصاً توراۃ اور انجیل کے ماننے والے۔التفسیر المنیر میں اہل کتاب سے مراد لیا گیا ہے:

"وھم الیھودو النصارٰی جمیعا "(۹)

قرآن مجید میں اہل کتاب کو مشرکین سے الگ گروہ قرار دیا گیا ہے جیسے فرمایا:

"مایود الذین کفرو من اھل الکتاب ولاالمشرکین". (١٠)

موجودہ زمانے میں یہود نصاریٰ حکم اہل کتاب میں داخل ہیں یا نہیں؟ اس مسئلے میں مولانا عبدالحق حقانی لکھتے ہیں:

"اہل کتاب سے مراد یہود ہیں جو شریعت موسویہ کی پابندی کا دعویٰ کرتے ہیں اور عیسائی بھی جو توریت انجیل اور شریعت عیسوی کی پابندی کے مدعی ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ اس ادعا میں کامل ہیں یا ناقص، سچے ہیں یا جھوٹے، ان سے مراد وہ ملحدین نہیں ہیں کہ جن کو برائے نام عیسائی کہا جاتا ہے اور دراصل وہ اپنے اس مذہب کو بھی ہیچ سمجھتے ہیں اور نبوت و احکام الٰہیہ پر قہقہہ اڑاتے ہیں"۔ (١١)

قرآن کریم کی تصریحات سے واضح ہے کہ اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور ان اہل کتاب کے بارے میں قرآن نے بجا طور پر ارشاد فرمایا کہ وہ کلمات کو بدل ڈالتے ہیں، ان حالات کے باوصف جب قرآن نے ان کو اہل کتاب قرار دیا تو معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ جب تک یہودیت و نصرانیت کو بالکل ہی نہ چھوڑ دیں وہ حکم اہل کتاب میں داخل ہوں گے خواہ کتنے ہی اعمال فاسدہ اور افعال سیئہ میں مبتلا ہوں۔ علامہ ابوبکر الجصاص نے احکام القرآن میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں کسی گورنر نے آپ کو لکھ بھیجا کہ یہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو تورات پڑھتے ہیں اور یوم السبت کی تعظیم کرتے ہیں مگر یوم قیامت پر ان کا ایمان نہیں ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ اہل کتاب ہی کا ایک فرقہ سمجھے جائیں گے۔ (١٢)

آج کل یورپ کے عیسائیوں اور یہودیوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو اپنی مردم شماری کے اعتبار سے یہودی اور نصرانی کہلاتے ہیں مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود اور کسی مذہب ہی کے قائل نہیں نہ تورات و انجیل کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں اور نہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر مانتے ہیں ظاہر ہے کہ ایسے لوگ محض مردم شماری کی وجہ سے اہل کتاب میں داخل نہیں ہوں گے، چنانچہ ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح درست نہیں اس کی مثال ہمیں حضرت علیؓ سے ملتی ہے کہ انہوں نے نصاریٰ بنی تغلب کا ذبیحہ حرام قرار دے دیا تھا اور فرمایا تھا کہ ان لوگوں نے دین مسیح سے بجز شراب نوشی اور خنزیر کے کچھ نہیں لیا حضرت علیؓ کو نصاریٰ بنی تغلب کے بارے یہی معلومات تھیں کہ وہ بالکل بے دین ہیں اور محض نصاریٰ ہیں اس لئے انہوں نے ان سے نصاریٰ (اہل کتاب) کا معاملہ کرنے سے انکار کر دیا۔

خلاصہ یہ کہ جن اہل کتاب کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ وہ خدا کے وجود ہی کو نہیں مانتے یا حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہ

السلام کو نبی نہیں مانتے یا دین کے کسی اور اساسی حکم کا انکار کرتے ہیں وہ اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہیں چنانچہ عبدالحق حقانی آج کل کے ملاحد یورپ کو عیسائی/اہل کتاب شمار نہیں کرتے۔(۱۳) اور کبھی قرآن نے امیّین کے ساتھ ان کا ذکر کر کے انہیں ایک گروہ قرار دیا ہے جیسے فرمایا:

"وقل للذین اوتو الکتب والامیین ."(۱۴)

اہل کتاب کے بارے میں اسلامی تصور

اہل کتاب کے بارے میں اسلامی تصور یہ ہے کہ ان کے مذاہب اپنی اپنی جگہ سچے تھے اور ان کے نبی اپنی قوم کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے جن کا قرآن مجید میں تذکرہ موجود ہے ان کی صداقت پر ایمان لانا ضروری ہے۔(۱۵) اسی طرح ہر مسلمان انبیاء کا مصدق اور من جانب اللہ ہونا مانتا ہے۔(۱۶) لیکن اس کے ساتھ ہی قرآن مجید یہ بھی بتاتا ہے کہ اب ان کی کتابیں محرف ومبدل اور منسوخ ہو چکی ہیں (۱۷)

یہ لوگ گو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے کے مدعی ہیں لیکن ان کے اصلی عقائد میں اب فرق آ گیا ہے قرآن مجید نے بعثت نبوی ﷺ کے وقت ان کے اخلاقی ومذہبی انحطاط پر بھی روشنی ڈالی (۱۸) لیکن ان تمام کو یکسر برا قرار نہیں دیا بلکہ ان کے محاسن کا بھی تذکرہ کیا ہے جیسے فرمایا:

"ومن قوم موسیٰ امة یهدون بالحق وبه یعدلون "(۱۹)

یعنی موسیٰ کی قوم میں سے کچھ لوگ حق پرست اور عادل بھی ہیں اسی طرح عیسائیوں کے متعلق ایک جگہ فرمایا ہے:

"ولتجدن اقربهم مودة للذین آمنو الذین قالو انا نصریٰ".(۲۰)

اہل کتاب کے بارے میں حکم خداوندی ہے:

"لاتصدقو اهل الکتاب ولا تکذبو هم "

یعنی اہل کتاب کی باتوں کی تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب (۲۱)

یہی اصول اہل کتاب کی دوسری روایات کے متعلق ہے جو کتب تفسیر وغیرہ میں ہیں اب فیصلے کا حق قرآن مجید ہی کو حاصل ہے۔(۲۲)

موالات اہل کتاب کے ضمن میں قابل غور نکات

قرآن مجید میں اہل کتاب کا ذکر تین طرح آیا ہے، ایک تاریخی شواہد کے طور پر اس سلسلے کا آغاز حضرت آدمؑ اور

حضرت نوحؑ سے ہوتا ہے کیونکہ نبوت کا آغاز حضرت آدمؑ سے ہوتا ہے۔اور جس صراط مستقیم پر حضرت آدمؑ اپنی اولاد کو چھوڑ گئے تھے ان میں بگاڑ سب سے پہلے حضرت نوحؑ کی بعثت سے قبل رونما ہوا اور اس کی اصلاح کے لئے حضرت نوحؑ مبعوث کئے گئے ان بیانات میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ جو روش تم سے پہلے کے اہل مذاہب اپنے رسولوں کے بارے میں اختیار کر کے برا انجام دیکھ چکے ہیں وہ روش اگر تم نے نبی اکرم ﷺ کے مقابلے میں اختیار کی تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا اور ان کے واقعات سے محمد ﷺ پر اعتراضات کا ابطال کیا ہے اور سنن الٰہی کی طرف سے توجہ دلائی ہے۔

ان کے ذکر کا دوسرا موقع دعوت اسلام کے سلسلے میں ہے اور تیسرا مسلمانوں کے ساتھ ان کے تعلقات کی قانونی اور معاشرتی نوعیت سے متعلق ہے۔اس حوالے سے تین نکات قابل غور ہیں:

- اہل کتاب کی مسلمانوں کے بارے میں رائے
- مسلمانوں کی رائے اہل کتاب کے بارے میں
- اہل کتاب سے دوستی وموالات

غیر مسلم رویہ از روئے قرآن

غیر مسلم رویہ کے بارے میں قرآن مجید جس طرف اشارہ کرتا ہے کہ غیر مسلم ہمیشہ سے اسلام کے خلاف ہیں اصلاً ہمارے اور ان کے درمیان ایک نظریاتی جنگ قائم ہے پس اسلام اور کفر، مسلم اور کافر کے درمیان اصل جنگ ہے اسلام اور کفر ایک دوسرے سے متصادم ہیں اور ان میں حقیقی اور دائمی دوستی نہیں ہوسکتی اس کی دلیل ارشاد ربانی ہے:

"اذا برء ئو منکم ومماتعبدون من دون الله کفرنا بکم وبدابیننا وبینکم العداوة والبغضاء ابدامتی تو منو ابالله وخذه "(۲۳)

لہٰذا انہوں نے ہمیشہ پیغمبر اسلام کے ساتھ استہزاء کیا آپ ﷺ کو مجنون (۲۴) ساحر وکذاب (۲۵) کہا اور آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے (۲۶)

اور نبی ﷺ کو دعوت دین سے روکنے کے لئے ہر ہتھکنڈہ استعمال کیا لیکن اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوسکے اور ترھیب وترغیب کے طریقے روا رکھتے اور ابولہب کہتا ہے کہ اس کی بات نہ ماننا یہ بددین اور جھوٹا ہے (۲۷)

کفار کی محاذ آرائی کی ایک اور صورت تھی کہ سودے بازیوں کے ذریعے اسلام اور جاہلیت دونوں بیچ راستے میں ایک دوسرے سے جاملیں یعنی کچھ دو اور کچھ لو کے اصول پر اپنی بعض باتیں مشرکین چھوڑ دیں اور بعض باتیں نبی کریم ﷺ

چھوڑ دیں قرآن پاک میں اسی کے متعلق ارشاد ہے:

"ودو الوتدھن فیدھنون "(۲۸) یعنی وہ چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑ جائیں تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں"۔

چنانچہ ابن جریر اور طبرانی کی ایک روایت ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو یہ تجویز پیش کی کہ آپ ﷺ ایک سال ان کے بتوں کی پوجا کریں اور ایک سال وہ آپؐ کے رب کی عبادت کیا کریں گے۔ عبد بن حمید کی ایک روایت اس طرح ہے کہ مشرکین نے کہا کہ آپؐ ہمارے معبودوں کو قبول کرلیں تو ہم بھی آپؐ کے خدا کی عبادت کریں گے۔ (۲۹)

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ کچھ سرداران قریش آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے! اے محمدؐ آؤ جسے تم پوجتے ہو اسے ہم بھی پوجیں اور جسے ہم پوجتے ہیں اسے تم بھی پوجو اس طرح ہم اور تم اس کام میں مشترک ہو جائیں گے اس پر اللہ تعالیٰ نے پوری سورہ قل یایھا الکفرون الخ نازل فرمائی جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ جسے تم لوگ پوجتے ہو اسے میں نہیں پوج سکتا۔ (۳۰) اور اس فیصلہ کن جواب کے ذریعے ان کی مضحکہ خیز گفت وشنید کی جڑ کاٹ دی گئی ایسے ہی سودے بازی کی پیشکش کے ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"اگر یہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو بھی میں اپنے مشن سے دستبردار نہیں ہوسکتا۔" (۳۱)

غیر مسلم کا مسلمانوں کے بارے میں انداز فکر

غیر مسلموں کا مسلمانوں کے بارے ہمیشہ طرز عمل رہا ہے کہ مسلمانوں کی تہذیب، ثقافت، اسلامی طرز زندگی اور وقار وقومیت غیر مسلموں پر نہایت گراں گزرتا ہے اور ازل سے ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے دین حنیفہ اور صراط مستقیم سے ہٹا کر اپنے تحریف شدہ دین پر استوار کریں مغرب کی اس معاندانہ روش کا اظہار قرآن میں بہت واضح انداز میں کیا گیا ہے:

"ولن ترضیٰ عنک الیھود ولا النصری حتی تتبع ملتھمط قل ان ھدی اللہ ھو الھدی ط ولئن اتبعت اھواء ھم بعدا لذی جائک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر ". (۳۲)

اس آیت کے ضمن میں امام رازی لکھتے ہیں:

"انھم یریدون مع ذلک ان یتبع ملتھم ولا یرمون منہ بالکتاب بل یریدون منہ

الـمـوافـقـة لهـم فيما هم عليه فبين ذلک شدة عدواتهم لا رسول وشرح مايو جب الناس من موفقتهم والملة هی الدین ". (۳۳)

بتیان القرآن میں درج ہے "یہود ونصاریٰ آپ ﷺ ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ﷺ ان کی ملت یتی ان کے تحریف شدہ دین کی پیروی نہ کرلیں اور ظاہر ہے یہ محال ہے.... آیت میں بظاہر تو صراحتاً رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے اور تعریض عام مسلمانوں سے ہے یعنی جبکہ رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرنا محال ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو وعید سنائی ہے اس کی نظیر یہ آیت ہے: "لـئـن اشـر کـت لیـحبطن عملک" اگر بفرض محال آپ نے بھی شریک کیا تو آپ ﷺ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ تفسیر کشاف میں ہے:

" کـانهـم قالوا : لن ترضى عنک و ان ابلغت فی طلب رضا نا حتی تتبع ملتنا اقناطا امنهم لرسول الله عن دخولهم فی الاسلام فحکی عزوجل کلامهم ". (۳۴)

ایک اور آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہود کی ذہنیت کی یوں عکاسی کرتے ہیں:

"ودکثیـر مـن اهـل الـکـتـاب لـو یـردونـکـم مـن بعد ایمانکم کفار احسد امن عند انفسهم من بعد ماتبین لهم الحق ج فاعفو او اصفحوا حتی یا تی الله بامره ط ان الله علی کل شئی قدیر ". (۳۵)

سید قطب شہید مذکورہ بالا آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمان نہ صرف اپنے فیصلے کو تبدیل کرلیں بلکہ اسلام سے بھی منحرف ہو جائیں امید ہے کہ اس قوت تک راضی نہیں ہو سکتے جب تک نبی اکرم ﷺ خود ان کی ملت کی اتباع قبول نہ کرلیں اور جب تک ایسا نہیں اس وقت تک ان کی پیکاران کی سازشیں اور ان کی ریشہ دوانیاں جاری رہیں گی یہ ہے جنگ کا اصل محور جس پر انہوں نے دلیلوں اور حجتوں کے پردے ڈالے ہوئے ہیں"۔ (۳۶)

مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ یہود ونصاریٰ اور مغربی ہتھکنڈے یہی چاہتے ہیں کہ مسلمان ان کی تہذیب وثقافت اور انہیں کے رسم ورواج کو اختیار کریں اور پھر ان کی خواہش نفسانیہ کی پیروی کریں جس سے مسلم عقائد پر سخت زد پڑتی ہے۔ اسی ضمن میں مولانا ابوالحسن الندوی لکھتے ہیں:

"اسلام اور مغربی تمدن جو زندگی کے دو متضاد نظریات پر قائم ہیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہیں رہ

سکتے جب واقعہ یہ ہے تو ہم کیسے اس بات کی توقع کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی نئی نسل کی مغربی بنیادوں پر ایسی تعلیم وتربیت مخالف اسلام اثرات سے پاک ہوسکتی ہے"۔(۳۷)

قرآن نے مختلف مقامات پر ان کے اندازِ فکر کی ترجمانی کی ہے:

"وقالو اکونو هودا او نصری تهتدوا ط قل بل ملة ابراهیم حنیفا ط وما کان من المشرکین ".(۳۸)

یعنی عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک ہدایت یافتہ ہونے کا معیار صرف یہودیت اور عیسائیت ہے اسی سے ان کی ذہنی خلش اور تنگ نظری کا اندازہ ہوتا ہے۔ پھر قرآن فرماتا ہے:

" ام تقولون ان ابراهیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط کانو هودا او نصری قل ء انتم اعلم ام الله ومن اظلم ممن کتم شهادة عنده من الله "(۳۹)

یعنی انبیاء علیہم السلام کو بھی یہودی اور نصرانی شمار کرتے ہیں اور بقول مولانا مودودی "یہ خطاب یہود و نصاریٰ کے ان جاہل عوام اور علماء سے ہے جو یہ سمجھتے تھے کہ یہ جلیل القدر انبیاء سب کے سب یہودی اور عیسائی تھے اور علماء اس حقیقت سے ناواقف نہ تھے کہ یہودیت اور عیسائیت بہت بعد کی پیداوار ہے مگر اس کے باوجود وہ حق کو اپنے ہی فرقوں میں محدود سمجھتے تھے کیونکہ اگر وہ صاف الفاظ میں یہ اقرار کر لیتے کہ یہ انبیاء نہ یہودی تھے نہ عیسائی تو پھر ان کی حجت ہی ختم ہو جاتی تھی۔(۴۰)

اسی طرح ان کے رویہ کی قرآن مزید عکاسی کرتا ہے:

" وقالو الن یدخل الجنة الامن کان هودا اونصری تلک امانیهم قل هاتوا برهانکم ان کنتم صدقین ". (۴۱)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

" مایود الذین کفرو من اهل الکتاب ولا لمشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم والله یختص برحمة من یشاء ".(۴۲)

یعنی مسلمانوں اور اہل ایمان کی کوئی بھی بھلائی اور خیرخواہی ان کو گوارا نہیں اور نہ ہی ان کی کسی کامیابی کو تسلیم کر سکتے ہیں۔

قرآن مزید سورۃ آل عمران میں فرماتا ہے:

" ودت طائفة من اهل الکتاب لو یضلونکم وما یضلون الاانفسهم وما یشعرون "(۴۳)

یعنی یہ یہودیوں کے اس بغض وعناد کی وضاحت ہے جو وہ اہل ایمان سے رکھتے تھے اور اسی عناد کی وجہ سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی خواہش رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح وہ خود ہی بے شعوری میں اپنے آپ کو گمراہ کررہے ہیں۔یعنی اہل ایمان کا رویہ مسلمانوں اور اسلام کے بارے ہمیشہ نہایت مضحکہ خیز رہا ہے اور مسلمانوں کی کوئی کامیابی، خوشی اور راحت ان کو گوارا نہیں اور انہوں نے ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کو زک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

آج مستشرقین کی روش مذکورہ یہود ونصاریٰ سے کم نہیں ہے تحریک استشراق کے آغاز سے ڈیڑھ دو صدیوں تک تو ان کی حکمت عملی کے خطوط یہ رہے کہ مسلمانوں کو بدلو، ان کے مذہب پر حملے کرو، لوگوں کو اسلام سے دور کرنے کے لئے اعتراضات کی بوچھاڑ کردو لیکن انہوں نے طویل تجربے کے بعد اپنی پالیسی اور طریق کار میں تبدیلی پیدا کرلی ہے اور طے کیا کہ مسلمانوں کو بدلنے کی بجائے اسلام کی جدید تعبیر کی جائے اور اصلاح مذہب کی تحریک چلائی جائے۔اسی بات کو مولانا ابو الحسن علی ندوی نے ''الفکر الاسلامی الحدیث'' کے مصنف کے ایک اقتباس کی روشنی میں یوں بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات گزیں ہو جائے کہ اسلام کے ساتھ مسلمانوں کا تعلق محض مختصر سے عرصے تک ہی رہا اب وہ تعلق باقی نہیں رہا اب اسلام سے تعلق جوڑنا اپنے آپ کو ترقی سے دور لے جانا ہے اور یہ کہ اسلام اب بدلتے حالات کا ساتھ نہیں دے سکتا''۔(۴۴) اہل کتاب کے بھی اس جیسے طرز عمل کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران میں بیان کیا ہے:

وقالت طائفة من اهل الكتاب امنو بالذى انزل على الذين امنو اوجه النهار واكفروا آخره لعلهم يرجعون .(۴۵)

یعنی یہ یہود کے لیڈر اور ان کے مذہبی پیشواؤں کی اسلام کے خلاف سازش تھی انہوں نے مسلمانوں کو بددل کرنے اور نبی ﷺ عامۂ خلائق کو بدگمان کرنے کے لئے خفیہ طور پر آدمیوں کو تیار کر کے بھیجنا شروع کر دیا تا کہ پہلے اعلانیہ اسلام قبول کریں پھر مرتد ہو جائیں پھر یہ مشہور کریں کہ ہم نے اسلام میں اور مسلمانوں میں اور ان کے پیغمبر میں یہ اور یہ خرابیاں دیکھی ہیں تبھی تو ہم ان سے الگ ہو گئے ہیں۔(۴۶)

لہٰذا مستشرقین نے ان نظریات کو اسلامی معاشرے پر مسلط کیا اور مسلمانوں نے انہی کی عینک لگا کر اسلام کا مطالعہ کیا اور وہی نتائج مرتب ہوئے جو مستشرقین کا مطلوب وحاصل تھے۔اس گروہ کے اذہان میں اسلام کی قدر ومنزلت کم ہو گئی۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں کا رابطہ مذہب سے کٹ گیا وہ اسلام کے بارے میں میں متشکک ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اسلام دور حاضر کے تقاضے پورے نہیں کرسکتا، خدا کے ابدی دین کو محض روایت پرستی، رجعت پسندی اور دقیانوسیت کا نام دیا جانے لگا۔

موالات اہل کتاب کی نوعیت ودائرکار

اہل کتاب کے ساتھ موالات کے مضمون کو قرآن نے صراحتاً بیان کیا ہے جیسے فرمایا

" قل یاھل الکتاب تعالو الیٰ کلمة سو اء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللّٰہ و لا نشرک به شیئاً و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دو ن اللّٰہ فان تولو افقولوا شھدو ابانا مسلمون ".(۴۷)

مفسرین نے لکھا ہے کہ نجران کا وفد مدینہ میں آیا تو اس کی ملاقات یہودیوں سے ہوئی اور حضرت ابراہیم کے متعلق دونوں فریق کا مناظرہ ہوگیا۔عیسائیوں نے کہا کہ ابراہیم نصرانی تھے اور ہم ان کے دین پر ہیں لہٰذا ہمارا ان سے خصوصی تعلق ہے اور یہودیوں نے کہا ابراہیم یہودی تھے۔ہم ان کے مذہب پر ہیں ان کا ہم سے قریب ترین تعلق ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دونوں گروہوں کا ابراہیم اور ان کے دین سے کوئی تعلق نہیں۔ابراہیم کے دین یعنی اسلام کا اتباع کرو، یہودی بولے آپ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ کو رب بنالیا اسی طرح ہم بھی آپ کو رب بنالیں۔عیسائی کہنے لگے آپ کی تو یہ مرضی ہے کہ یہودیوں نے جو بات عزیز کے بارے میں کہی ہے وہی ہم آپ کے متعلق کہنے لگیں اس پر اللہ نے آیت ذیل نازل کی۔(۴۸)

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: " تعالو الی کلمة سواء بیننا وبینکم " اس آیت سے تبلیغ ودعوت کا ایک اہم اُصول معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کو دعوت دینے کا خواہش مند ہو جو عقائد ونظریات میں اس سے مختلف ہو، تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ جماعت کو صرف اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہوسکتا ہو۔جیسے رسول ﷺ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو ایسے مسئلہ کی طرف دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر، وہ دعوت نامہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ، من محمد عبداللّٰہ ورسوله الی ھر قل عظیم الروم ، سلام علی من اتبع الھدیٰ ، اما بعد فانی ادعوک بدعایة الاسلام اسلم تسلم یئو تک اللّٰہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الاریسیین ، یاھل الکتب تعالو الی کلمة سواء بیننن وبینکم الا نعبدالااللّٰہ ولانشرک به شیئاً ولا یتخذ بغضنا بعضا اربابا من دون اللّٰہ".

" میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔یہ خط محمد ﷺ اللہ کے

بندے اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی جانب ہے، سلامتی ہو اس شخص کے لئے جو راہ ہدایت کی پیروی کرے بعد اس کے میں تجھے اسلام کے بلاوے کی طرف دعوت دیتا ہوں، اسلام لا تو سلامت رہے گا، اور اللہ تعالی تجھ کو دوہرا اجر دیگا، اور اگر تو اعراض کرے گا تو تجھ پر ان سب کسانوں کا وبال ہوگا جو تیری رعایا ہیں، اے اہل کتاب! ایک ایسی بات پر آ کر جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے، یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ شریک کریں، اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں کو رب بنائیں"۔(۴۹)

مذکورہ آیت مبارکہ کے ضمن میں تدبر قرآن کا مصنف رقمطراز ہے:

"بحث کا یہ طریقہ اس حکمت کے بالکل مطابق ہے، جس کی تلقین آیت مبارکہ "ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن" میں ہے اس طریقہ حکمت کا خاص پہلو یہ ہے کہ اگر مخاطب سے بحث کیلئے کوئی مشترک بنیاد مل سکتی ہو تو اسی پر گفتگو کو آگے بڑھایا جائے.... اہل کتاب توحید کی تعلیم سے آشنا اور اس کے مدعی بھی تھے لہٰذا قرآن نے ان کو دعوت دی کہ یہ بات ہمارے اور تمہارے درمیان مسلم و مشترک ہے کہ اللہ کے سوا نہ کسی کی بندگی کی جائے نہ اس کا ساجھی قرار دیا جائے پھر اس مسلم و مشترک حقیقت کے برخلاف تم نے خدا کی عبادت میں دوسروں کو شریک کیوں ٹھہرایا ہے اور اپنے احبار و رھبان کو ارباباً من دون اللہ کا درجہ کیوں دے دیا۔"(۵۰)

یعنی اہل کتاب سے سوالات و محاکمہ کا جو موضوع قرآن نے متعین کیا ہے "توحید کا اثبات اور شرک کی نفی" امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"یہ بات کہ توحید بنیادی طور پر ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان ایک مشترک حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے، وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔ جو شخص بھی تورات اور انجیل پر نگاہ رکھتا ہے، وہ اس سے اچھی طرح واقف ہے۔ جہاں تک تورات کا تعلق ہے اس میں تو توحید کی تعلیم اس قدر وضاحت اور اتنی کثرت کے ساتھ ہے کہ اس کے حوالے نقل کرنا محض بات کو طول دینا ہوگا۔"

البتہ انجیل سے کچھ حوالے یہاں ہم پیش کرتے ہیں اس لئے کہ توحید کے معاملے میں سب سے زیادہ گمراہی نصاریٰ ہی کو پیش آئی ہے اور آیت میں درحقیقت، جیسا کہ ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں، روئے سخن ہے بھی انھی کی طرف۔ لوقا

۸۱۴ میں ہے۔کہ ''مرقس ۱۲: ۲۹۔۳۰ میں ہے:-

''یسوع نے جواب دیا کہ اول (حکم) یہ ہے اے اسرائیل سن! خداوند ہمارا ایک ہی خداوند ہے''۔

یوحنا ۱۷: ۳ میں ہے:-

''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں''

متی ۱۹: ۱۷ میں ہے:-

''اس نے اس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بات کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے''۔

یہاں جس لفظ کا ترجمہ نیکی کیا گیا ہے یہ دراصل ''پاک تو ایک ہی ہے'' ہوگا۔انجیل کے اس ٹکڑے کا ترجمہ بعض دوسرے نسخوں میں مختلف ہے۔اگر چہ غلط یہ بھی ہے لیکن اس میں نسبتاً وضاحت ہے ملاحظہ ہو۔''تو مجھے نیک کیوں ٹھہراتا ہے، نیک تو ایک ہی ہے اور وہ اللہ ہے''۔یہ فقرہ بھی دراصل یوں ہے،''تو مجھے پاک کیوں ٹھہراتا ہے؟ پاک تو ایک ہی ہے اور وہ اللہ ہے''۔

توحید کی ان واضح تعلیمات کی موجودگی میں اہل کتاب سے قرآن کا یہ مطالبہ کتنا معقول ہے کہ وہ بھی ان نصوص کی روشنی میں اپنے عقائد کا جائزہ لیں اور جو باتیں ان کے بالکل خلاف، محض بدعات ومتشابہات کی پیروی کر کے، انہوں نے اپنے عقائد میں شامل کر لی ہیں ان سے اپنے عقائد کو جائزہ لیں اور جو باتیں ان کے بالکل خلاف' محض بدعات ومتشابہات کی پیروی کر کے' انہوں نے اپنے عقائد میں شامل کر لی ہیں ان سے اپنے عقائد کو پاک کریں۔پھر آخر میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کی اگر یہ لوگ اپنے ہی نبیوں اور صحفیوں کی تعلیمات سے اعراض کرتے ہیں تو تم یہ واضح کر دو کہ ہم تو ان حقائق سے اعراض کرنے والے نہیں ہیں، ہم تو اپنے آپ کو اسی رب واحد کے حوالہ کرتے ہیں او یہی درحقیقت اصل اسلام ہے۔(۵۱)

احبار ورھبان کو رب بنانے کے ضمن میں امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''جب اس طرح کسی کی اطاعت کی جائے کہ اس کیلئے تحریم وتحلیل کا حق تسلیم کرلیا جائے تو درحقیقت یہ چیز اس کی عبادت کرنے کے ہم معنی ہے۔اگر چہ بظاہر اس کو سجدہ ورکوع کیا جائے یا نہ کیا جائے۔(۵۲)

اہل کتاب سے موالات کے موضوع کی نشاندہی دیگر مفسرین نے اسی انداز میں کی ہے۔(۵۳)

التفسیر المنیر میں مرقوم ہے:

''یااهل الکتاب ..اقبلو وهلمو االی کلمة عادلة وسطی سواء بین الفریقین الفقت علیها جمیع الشرائع والرسل والکتاب التی انزلت الیهم ...والکتب الاربعة :

التوراة والزبوروالانجيل والقرآن ".(۵۴)

احمد مصطفٰی المراغی لکھتے ہیں:

"وخلاصة المعنى انا وانتم نعتقدأن العالم من صنع الى واحد هو خالقه و المدبرله، وهو الذى يرسلنا الينا انبياء ليبلغونا عنه مايرضيه من العمل ومالا يرضيه فهلم بنا نتفق على اقامة هذا الاصول، ونرفض الشبهات التى تعرض لنا فاذا جائكم من المسيح شئى فيه (ابن اللّٰه) اولناه على وجه لايخالف الاصل الذى اتفق عليه الانبياء، لاننا لانجد المسيح فسر هذا القول بأنه اِله يعبد، والا دعا الى عباده و عبادة امه، بل يدعو على عبادة اللّٰه وحده والا خلاص له".(۵٦)

سید قطب شہید لکھتے ہیں:

"ان آیات سے بحث ومباحثہ مناظرہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور اسلام کا مدعا واضح ہو جاتا ہے اور اسلام کے اور دین کے معنی متعین ہو جاتے ہیں اور یہ گنجائش نہیں رہتی کہ دین میں باہر سے کچھ امور داخل کر کے ان کے بارے میں دعویٰ کیا جائے کہ اسلام یہ ہے"۔(۵٦)

قرآن نے مزید فرمایا:" ولا تجادلو لو ااهل الكتاب الا بالتى هي احسن ". (۵۷)

مقصد یہ ہے کہ جب تم دین کی تبلیغ کرو تو بے وقوفوں کی طرح اندھا دھند تبلیغ نہ کرو بلکہ مخاطب کی ذہنیت کے مطابق حالات کو سمجھ کر موقع محل کی مناسبت سے گفتگو کرو جس غیر مسلم گروہ سے واسطہ پڑے پہلے اس کے مرض بد دینی کی وجہ تلاش کرو اور پھر نہ صرف اس کو دلیل سے سمجھاؤ بلکہ برائی سے پیدائشی نفرت جو اس کے اندر ودیعت کر دی گئی ہے اس کو بھی ابھارو اور مخالف کے اندر ضد اور ہٹ دھرمی کو جگہ نہ پانے دو۔

مختصر یہ کہ اہل کتاب کے ساتھ مکالمہ کا آغاز مشترک نکات سے کیا جائے اور قرآن کے دعوتی اصول ادع الی سبیل ربک بالحکمة کی روشنی میں محاکمہ ومباحثہ کیا جائے نیز توحید کی وضاحت کر دو کہ ہم تو ان حقائق سے اعراض کرنے والے نہیں ہیں ہم تو اپنے آپ کو اسی ربِ واحد کے حوالے کرتے ہیں اور یہی درحقیقت اصل اسلام ہے۔ موالات اہلِ کتاب کے ضمن میں مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ دراصل اہل ایمان کو متنبہ فرمار ہے ہیں کہ ایک تو اہل کتاب کیساتھ تبلیغ ومجادلہ کا انداز نہایت حکیمانہ ہونا چاہیے، نیز مسلمانوں کو اہل کتاب کے ساتھ دوستی وروابطہ اور معاشرتی تعلقات استوار کرنے کے لئے

ضروری حدود وقیود سے آگاہ کر دیا گیا ہے کہ مسلمان کن حالات اور شرائط کے تحت اہل کتاب سے دوستی وروابط کو استوار کر سکتے ہیں۔

اہل کتاب سے دوستی وروابط ..... قرآنی احکام

اسلام نے اپنی عالمگیر رحمت کے سائے میں جہاں مسلمانوں کو مکالمہ بین المذہب کے حوالے سے ہمدردی، خیر خواہی، نفع رسانی، مروت اور رواداری کی غیر معمولی ہدایت فرمائی اور نہ صرف زبانی ہدایات دیں بلکہ رسول کریم ﷺ نے تمام معاملات میں اس کو عملی طور پر رواج دیا ہے وہیں عینی حکمت کے مطابق مسلمانوں کی اپنی تنظیم اور ان کے مخصوص شعائر کی حفاظت کے لئے یہ احکام بھی صادر فرمائے ہیں کہ قانون اسلام کے منکروں اور باغیوں کو ایک خاص حد سے بڑھانے کی اجازت مسلمانوں کو نہیں ہے وہ اپنے دین کے معاملے میں کسی مداھنت کے قائل نہ ہوں۔ بین الاقوامی روابط کے لئے قرآن نے کچھ اصول مقرر کئے ہیں۔ چنانچہ سورہ ممتحنہ میں فرمایا:

"اللہ تمہیں ان لوگوں سے نیکی اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے معاملے میں جھگڑتے نہیں اور نہ تمہیں گھروں سے نکالا، بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اللہ تمہیں ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی اور تم میں سے جو کوئی ان کو دوست بنائے گا تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں"۔(۵۸)

لہٰذا کفار و غیر مسلم سے دوستی کے سلسلے میں قرآن نے کڑی شرائط عائد کی ہیں سورۃ ممتحنہ میں ہی فرمایا:

"یایھا الذین امنوا لاتتخذو اعدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ .... ومن یفعل منکم فقد ضل سواء السبیل "(۵۹)

"اے ایمان والو! میرے اور اپنے کافر دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کو دوستی کے پیغام بھیجو...اور جس شخص نے ان سے دوستی کی تو وہ سیدھی راہ سے گمراہ ہوگیا"۔

سورۃ المائدہ میں ارشاد فرمایا:

"یایھا الذین امنو لاتتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء ط بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم".(۶۰)

''اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کریگا وہ انہی میں شمار ہوگا۔''

سورۃ المجادلہ میں فرمایا:

" لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخریو آدون من حآداللہ ورسولہ ولو کانوا آبائھم او ابنائھم واخوانھم او عشیرتھم ".(٦١)

''آپ ﷺ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو ان سے دوستی کرنے والے نہیں پائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں۔ خواہ وہ ان کے باپ یا دادا یا بھائی یا خاندان والے ہی کیوں نہ ہوں''۔

یہ مضمون بہت سی آیات قرآنیہ میں مجمل اور مفصل مذکور ہے جس میں مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ موالات، دوستی اور محبت سے روکا گیا ہے سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

"یایھا الذین آمنو الا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالو نکم خبالاط و دو ماعنتم قد بدت لابغضا ء من افواھھم وما تخفی صدور ھم "(٦٢)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے بیٹھے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے''۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کافروں سے نرمی برتنے سے روک دیا ہے اور اس کی نظیر قول باری " لا تتخدو اطانۃ من دونکم " اور مسلمانوں کے علاوہ انہیں جگری دوست بنانے سے منع کر دیا ہے سوائے اس کے کہ وہ مسلمانوں پر غالب آجائیں ایسی صورت میں مخالفت کی جائے گی، سدی نے کہا کہ دوست بنانے سے مراد دین کے معاملے میں دوست بنانا اور ان پر مسلمانوں کے مخفی معاملات کو کھول دینا ہے''۔(٦٣)

اسی طرح مفتی محمد شفیع کے الفاظ میں ''یہود ونصاریٰ یا مشرکین یا کوئی بھی جماعت تمہاری حقیقی خیر خواہ نہیں ہو سکتی بلکہ تمہارا ہمیشہ نقصان سوچیں گے''۔(٦٦)

قرآن مجید اور اسوہ رسول ﷺ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں امن کی خاطر برابری کی بنیاد پر مسلمانوں

اور اسلام کے وقار کو قائم رکھتے ہوئے دشمن کی طرف جھکاؤ ظاہر کئے بغیر اور اپنی کسی کمزوری کا تاثر دیئے بغیر اگر دشمن سے معاہدہ کیا جائے تو اس کی اجازت اور مثالیں موجود ہیں لیکن مسلمان اگر اپنے آپ کو عافیت اور تن آسانی کی راہ پر چلانے کے لئے، حق کے لئے قربانیوں سے گریز کا پہلو اختیار کرتے ہوئے، دشمن سے برابری کی بنیاد پر معاہدہ کرنے کی بجائے اس کے ساتھ سازگاری اور کچھ لو کچھ دو کا معاملہ کرتے ہوئے، کچھ اپنے موقف سے ہٹ کر کچھ دوسرے کا موقف تسلیم کرتے ہوئے دشمن سے معاہدہ کریں تو اسلام اس کی شدت سے ممانعت اور مذمت کرتا ہے۔ سیرت رسول اللہ ﷺ سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں کفار نے مختلف وفد خدمت اقدس ﷺ میں بھیجے تو آپ ﷺ نے کوئی توجہ نہیں دی۔(۶۵) لیکن جب برابری کی بنیاد پر معاہدے کی بات ہوئی تو مدینہ طیبہ میں خود آگے بڑھ کر معاہدہ کیا۔ آپ ﷺ کا ''سازگاری'' کے لئے تیار نہ ہونا کئی مثالوں سے واضح کیا جا سکتا ہے۔ ایک موقع پر کفار نے عتبہ بن ربیعہ کو آپ ﷺ کے پاس اسی طرح کی سازگاری کے لئے بھیجا۔ اس نے آپ کو سرداری، دولت، اونچے گھرانے میں شادی کی آڑ میں پیشکش کی آپ ﷺ نے ان سب کو ٹھکراتے ہوئے سورہ حم السجدہ کی آیات سنائیں تو وہ مبہوت ہو گیا اور کہہ اٹھا کہ اس طرح کا کلام میرے کانوں نے کبھی نہیں سنا۔(۶۶)

.... کفار نے ایک وفد جناب ابو طالب کے پاس بھی بھیجا۔ انہوں نے اپنے انداز سے نبی کریم ﷺ سے بات کی کہ آپ میرے لئے مشکلات پیدا نہ کریں۔ لیکن نبی کریم ﷺ کا جواب رہتی دنیا کے داعیوں کے لئے ایک نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں کہ میں اپنے مشن سے رک جاؤں تو بھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ کام پورا ہو گا یا میں خود اس مشن کی تکمیل میں اپنی جان کی بازی ہار جاؤں''۔(۶۷)

اسی طرح کے واقعات کے بارے میں سورۃ الکافرون نازل ہوئی۔ فرمایا:

"قل یایھا الکفرون ، لااعبدماتعبدون ولا انتم عبدون مااعبد ، ولا انا عابد ما عبدتم ، ولا نتم عبدون مااعبد ، لکم دینکم ولی دین".(۶۸)

''آپ ﷺ ان سے فرمادیجئے کہ اے کافرو! میں عبادت نہیں کرتا ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں ان کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم عبادت کرنے والے اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہاری راہ اور میرے لئے میری راہ''۔

اس سورۃ مبارکہ کے شان نزول میں ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کافروں نے کہا تھا کہ ایک سال آپ ﷺ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اگلے سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی زبان اقدس سے اعلان

فرمادیا گیا کہ نہ میں اس وقت ایسا کر سکتا ہوں نہ مستقبل میں ایسا کروں گا۔سورہ مبارکہ میں الفاظ کے تکرار سے مفسرین نے نکتہ نکالا ہے کہ اس تکرار کا مقصود تاکید ہے کہ میں نہ تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں نہ کروں گا گویا تم اس سلسلے میں کسی غلط فہمی میں نہ رہنا کہ نہ میں عبادت کرتا ہوں نہ مستقبل میں ایسا کروں گا۔نہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں نہ تمہارے معبودوں کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ ان کی عبادت کی جائے۔امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ ان الفاظ کا تکرار اس طرح سے ہے کہ ایک جملہ اسمیہ ہے اور دوسرا جملہ فعلیہ۔گویا نہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں نہ کوئی مجھ سے اس قسم کی توقع کرے۔(۶۹)

اس طرح کی سازگاری کی ممانعت قرآن مجید میں بھی متعدد مقامات پر آئی ہے، مثلاً سورۃ بنی اسرئیل کی آیات نمبر ۷۳ تا ۷۶ میں اسی بات کا ذکر شدید ترین انداز سے کیا گیا ہے۔یہاں براہ راست خطاب نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہے لیکن اصل میں رہتی دنیا تک کے لوگوں کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ اگر تم نے کبھی دشمن کے ساتھ سازگاری یعنی اپنے موقف میں ڈھیل دکھاتے ہوئے دشمن کے ساتھ مل جل کر رہنے کی پالیسی اختیار کی تو یہ ناقابل معافی جرم ہوگا۔

اسی طرح کی سازگاری کی اتنی شدید مذمت اس لئے کی گئی ہے کہ اس طرح کا معاہدہ کرنے کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب مسلمان کسل مندی اور دین کے لئے قربانی دینے سے گریزاں ہوں اور عافیت کی راہ اختیار کرتے ہوئے سکون سے رہنا قربانیوں سے گریزاں ہوں اور عافیت کی راہ اختیار کرتے ہوئے سکون سے رہنا پسند کرنے لگیں جبکہ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان دفاع دین میں ہمہ وقت چوکس رہیں اور قربانیوں سے گریزاں نہ ہوں۔اس سلسلے میں قرآن مجید کے مندرجہ ذیل مقامات کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان امن سے رہنے کے لئے غیر مذاہب سے معاہدے ضرور کریں لیکن کبھی بھی دفاع دین کی ذمہ داری سے غافل نہ ہوں۔(الانفال:۷، النساء:۷۱، ۷۵، التوبہ:۳۸، ۳۹، ۴۱)

پوری سورۃ الحدید کا پس منظر یہی ہے کہ مسلمان کسی بھی صورت قربانیوں سے گریزاں نہ ہوں۔مسلمان اگر عافیت پسندی کی راہ اختیار کریں گے قربانیوں سے گریز کرتے ہوئے کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو اس کیفیت میں مسلمان تو کسل مندی اور عافیت پسندی کا شکار ہو کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں گے لیکن دشمن باور کر لیتا ہے کہ مسلمان اب قربانی سے گریزاں ہیں۔وہ اس تاک میں بیٹھ جاتا ہے کہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھائے وہ جوں ہی موقع پاتا ہے، حملہ آور ہو جاتا ہے اس کیفیت کی بیسیوں مثالیں آج کے دور میں دیکھی جاسکتی ہیں کہ اس طرح کے معاہدوں کے نتیجے میں مسلمان کمزور ہوئے اور دشمن مضبوط ہوا۔مشرق وسطیٰ اس کی واضح مثال ہے۔

غیر مسلموں سے معاشرتی روابط کی حدود

اسلام نے جہاں غیر مسلموں سے دوستی کے ضمن میں کڑی احتیاط کا حکم دیا ہے بلکہ ان کے ساتھ مجالست ومصاحبت سے بھی منع کیا گیا ہے اور صحیح روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے ان کی مشابہت سے منع فرمایا۔(۷۰) ان کے ساتھ مجالست سے منع فرمایا اس سلسلے میں قرآنی نصوص موجود ہیں۔(۷۱)

اور اگر ان کی مجلس میں اسلام یا شعائر اسلام کا مذاق اڑایا جارہا ہو تو وہاں بیٹھنا منع ہے۔قرآن کریم نے یہود نصاریٰ اور کفار ومنافقین کی مجالست، ان کی دنیاوی زندگی، (۷۲) مال ودولت اور احوال وکوائف کی ظاہر بینی کی بناء پر ان سے نرم برتاؤ اور بے تکلف میل ملاپ سے منع کر دیا ہے۔ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں ہر اس مسلمان سے کنارہ کش ہوں جو کسی مشرک کے ساتھ ہو) شکل وصورت، رہن سہن، رسوم ورواج اور لباس وغیرہ کے معاملے میں ان کا اتباع کرنا سب اسی ممانعت میں داخل ہیں اور بقول قرطبی "ان سے اجتناب اور پرہیز واجب ہے بجز اس کے کہ کسی مجبوری سے ملنا پڑے۔(۷۳)

اسی طرح قرآن میں ان کی ظاہری مماثلت ومشابہت سے منع فرمایا ہے(۷۴) اور احادیث نبویہ ﷺ میں بھی اس کی شدت سے ممانعت وارد ہوئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا" **من تشبه بقوم فهو منهم**"(۷۵)

تشبہ بالکفار کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ سے اس کی نہی اور وعید یہ احساس دلاتی ہے کہ آج ہم کس قدر نازک صورت حال سے دوچار ہیں فی زمانہ تمام مسلم امہ تشبہ سے آگے بڑھ کر نقالی کفار کے چکر میں ہے ہماری معاشرتی زندگی تقلید اغیار کا مجموعہ بن کر رہ گئی ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ کفار کی مشابہت اور نقالی کو واضح کیا جائے اور عوام الناس کو اس سے بچنے کی تلقین کی جائے۔البتہ طعام ومناکحت کے سلسلے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ مسلمان کا نکاح اہل کتاب کی آزاد عورتوں سے جائز ہے۔ابن منذر نے کہا کہ حذیفہ اور طلحہ بن جارور بن المعلی اور اذینۃ العبدی نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کیا تھا۔(۷۶)

اس کی بنیاد قرآن کریم کی آیات مبارکہ ہے:"**الیوم احل لکم الطیبت ...المحصنت من الذین اوتو الکتاب من قبلکم**"(ایضاء، ۱۰/۴۲۶،حدیث ۱۴۳۵۱) سورۃ المائدہ آیت نمبر ۵ میں اللہ تعالیٰ نے طعام ومناکحت اہل کتاب کو جائز قرار دیا ہے۔(۷۷)

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس، ابوامامہ، مجاہد، معید بن جبیر، عکرمہ، عطاء، حسن مکحول، ابراہیم نخعی، السدی اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ آیت (وطعام الذین.... حل لکم) میں طعام سے مراد اہل کتاب کے ذبائح ہیں۔(۷۸)

نبی کریم ﷺ نے بھی یہودیوں سے معاملات کئے ہیں آپ ﷺ نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رکھی تھی تاکہ اس سے اپنے اہل وعیال کے لئے جو حاصل کر سکیں۔(۷۹) اسی طرح ایک یہودی نے روٹی سالن سے آپ ﷺ کی مہمان نوازی کی تھی اور آپ ﷺ نے اس میں تناول فرمایا تھا۔(۸۰) لہٰذا غیر مسلموں کے ساتھ طعام ومناکحت کی اجازت دراصل اسلام کی روادارنہ اور پرامن پالیسی کا اظہار ہے نیز یہ کہ اسلام اخوت و بھائی چارے کا درس دے کر انسانوں کے اخلاقی وقانونی حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔

اسلام کی پُرامن و روادارانہ پالیسی........اتحاد بین المذاہب
عصر حاضر کے لئے زریں لائحہ عمل

آج کے دور میں جہاں مسلمان گوناگوں مسائل سے دوچار ہیں وہاں بہت بڑا مسئلہ اتحاد بین المذاہب کا بھی ہے۔آج انسان انسان کے خون کا پیاسا ہو گیا ہے اور انسانی اقدار کو کھلم کھلا پائمال کیا جا رہا ہے۔دیگر مذاہب کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک تو دور کی بات ہے، ایک ہی مذہب کے پیروکار بھی شرف واحترام آدمیت سے عاری ہیں۔آج کشمیر، چیچنیا، بوسنیا فلسطین۔عراق میں معصوم انسانوں کا بہتا ہوا خون اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان کا جرم کیا ہے اور معصوم بچوں کو کیوں ماؤں کی آغوش سے چھینا جا رہا ہے۔عربوں اور اسرائیل کے درمیان اب تک پانچ جنگیں ہو چکی ہیں لیکن کم وبیش ہر جنگ کے بعد اسرائیل وسیع تر ہوتا گیا اور عرب سکڑتے ہی چلے گئے چشم فلک حیران وششدر ہے کہ یہ وہی عرب ہیں جن کے 313 نہتے افراد نے ایک وقت پر تاریخ انسانی کا رخ پھیر دیا تھا۔اونٹوں کے چرانے والوں نے دین فطرت پر عمل کیا تو مشرق ومغرب کے امام بن گئے۔روایت ہے کہ ایک اعظم (سکندر اعظم) نے دنیا کو یوں تہہ وبالا کیا کہ اس کے مفتوحہ علاقوں پر ہی سورج طلوع اور غروب ہوتا تھا۔لیکن اس روایت کو حقیقت کا جامہ پہنایا تو ایک دوسرے اعظم (فاروق اعظم) نے لیل ونہار اور بحر وبر کو دکھا دیا کہ اس وسعت کی مملکت جو عثمانؓ و علیؓ اور معاویہؓ کے دور میں معرض وجود میں آئی، دھرتی کے سینہ پر نہ پہلے دیکھنے میں آئی نہ بعد میں نہ صرف دنیا کا ایک عظیم حصہ براہ راست کشتیاں چلانے والوں کی مملکت بنا بلکہ دنیا کا کوئی ملک اور زمین کا کوئی خطہ ایسا نہ رہا جہاں اذانیں دینے والے نہ پہنچے ہوں۔

آج ہم ذلت ورسوائی سے کیوں دوچار ہیں؟ صرف اس لئے کہ ہم نے نظام عدل وقسط اور دین قیم سے بے وفائی کی، اللہ ورسول کے احکام کو پس پشت ڈالا اہم کو غیر اہم اور غیر اہم کو اہم قرار دیا، اپنے مفادات کو امت کے مفادات سے فائق سمجھا، دنیا کو آخرت پر ترجیح دی، دین حق کو اپنی مصلحتوں کا پابند بنایا، جان بوجھ کر من مانیاں کیں اور حیرت تو یہ ہے کہ یہ

سب کچھ کرنے اوراالاعلون سے ساغرون ہوجانے کے بعد بھی کبھی یہ نہ سوچا کہ ہم کیوں خسارے میں جارہے ہیں؟ دین قیم پسپائی میں جاتا رہا، باطل ادیان غالب ہوتے چلے گئے لیکن ہمارے ماتھے پر کبھی شکن نہ پڑی، جن کو سرنگوں ہونا تھا، وہ سرفراز اور جنہیں سرفراز ہونا تھا، وہ سرنگوں، کیسی پستی، کیسا الٹ پلٹ!

پھر یہ تغیر، یہ تبدیلی اور یہ نشیب وفراز عوام ہی کی بے حسی کی وجہ سے نہ ہوا، بڑے بڑے دانشور، بڑی بڑی دستاروں والے، اکثر وبیشتر اسی رو میں بہتے چلے گئے۔ بات کہنے کی نہیں لیکن حقیقت سے فرار بھی ممکن نہیں، درویشی وسلطانی دونوں ہی مات کھا گئیں۔ بظاہر کامیاب وکامران، حقیقت میں ناکام ونامراد۔

آج درحقیقت اسلام کی روح کو سمجھنے والا کوئی نہیں اور نہ ہی کئی دعوت دین کا کام اس جذبہ اور اصول سے سرشار ہے جس کا درس قرآن نے دیا تھا آج انتہا پسندی، بنیاد پرستی بدعات اور فرقہ پرستی نے دین کی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے جبکہ اسلام تو جبر وتشدد کی سخت مذمت کرتا ہے اور ایسے روادارانہ اور عادلانہ معاشرے کا تصور پیش کرتا ہے جس میں اکثریت واقلیت کے حقوق مساوی ہیں۔ رواداری ایک محمود صفت ہے کہ اسے اختیار کرنے سے گری ہوئی پست بات اور پست عمل سرزد نہیں ہوتا، دشمن کے ساتھ سلوک میں عالی ظرفی، بلند حوصلگی، فراخدلی، خیر خواہی اور درگزر کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ کمینگی، دھوکہ دہی اور فریب کو اس میں دخل نہیں ہوتا انسان کسی بری سے بری حرکت کو بھی مردانہ وار برداشت کر کے ٹال دیتا ہے اور اپنے مرتبہ مردانگی سے فروتر سمجھتے ہوئے اس کا نوٹس نہیں لیتا بلکہ احسان نیکی اور بھلائی کی راہ اختیار کرتا ہے اسی رواداری اور مروت کی صفت کی بدولت اسلام کافروں اور مشرکوں کے ساتھ کسی طرح کی زیادتی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ باطل معبودان کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کرتا ہے اس کی رواداری کا یہ عالم ہے کہ:

" ولا تسبو الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبو اللّٰہ عدوابغیر علم "(۸۱)

رواداری کو ایک کامل اصول اور مکمل دستور کے طور پر اسلام نے دنیا کے سامنے مضبوط بنیاد کے ساتھ پیش کیا اور اس اعلان کے ساتھ کہ نبی مکرم ﷺ سے لیکر حضرت آدم علیہ السلام تک تمام انبیاء ایک ہی شریعت سے منسلک رہے اور ان تمام الہامی مذاہب کی اصل اور حقیقت ایک ہی ہے تو پھر یہ انتشار، دوری بعد اور عدم روداری کا کوئی جواز نہیں۔

" شرع لکم من الدن ماوصی بہ نوح والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم و موسیٰ وعیسیٰ ان اقیمو الدین وال تتفرقوافیہ ".(۸۲)

اسلام نے مذہبی رواداری کو ایک مکمل ضابطے میں ڈھال کر جبر واکراہ کی نفی کرتے ہوئے یہ اصول وضع کر دیا کہ مذہب اور عقیدے کے معاملے میں انسان کاملاً اپنی مرضی کا مالک ہے تلوار کی نوک یا جبر واستبداد کے سائے میں مذہب کے

پرچار کی مکمل نفی کی۔اس اصول کو تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ اسلام نے یوں پیش کیا:

" لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن با اللّٰہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا واللّٰہ سمیع علیم ".(۸۳)

اسلام کے نظام اخلاقیات کی بنیاد انسانی ،آفاقی اور کائناتی اصولوں پر ہے کہ کوئی انسان خواہ وہ جس بھی گروہ قبیلے اور خطے سے متعلق ہے نیکی اور بھلائی کا مستحق ہے اسلام کی آفاقی واخلاقی تعلیمات لطیف ہیں آپ ﷺ سے نیکی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا "لا تغضب" (۸۴) قرآن مجید نے اس کے مقابلے میں عفوودرگزر اور احسان کی تعلیم دی قرآن مجید کہتا ہے کہ اگر تم زیادتی کے مطابق بدلہ چاہو تو لے سکتے ہو لیکن اگر تم معاف کر دو تو باعث اجر ہوگا (۸۵) بلکہ بدلہ لینے میں زیادتی کے مطابق بدلہ لو (۸۶) برائی کو اچھائی اور حسن سلوک سے مٹاؤ نتیجتاً تمہارا بدترین دشمن بہترین دوست بن جائے گا (۸۷) قرآن پاک یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ اگر تم غلطیاں معاف کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں پر بھی پردہ ڈالیں گے۔(۸۸) لہٰذا قرآن مجید نے اشتعال کا سبب بننے والے کاموں کا سدباب کرتے ہوئے کسی کو گالی دینے سے ممانعت فرمائی (۸۹) زبان کا غیر ذمہ دارانہ استعمال ممنوع قرار دیا (۹۰) غصے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھنے (۹۱) لعنتی کہنے (۹۲) تہمت لگانے (۹۳) چغلی کرنے (۹۴) کسی کا تمسخر اڑانے (۹۵) دوسرں کو حقیر جاننے (۹۶) بے جا پروپیگنڈہ کرنے (۹۷) افواہیں پھیلانے (۹۸) اور دیگر مشتعل کرنے والی حرکات (۹۹) کی شدت سے ممانعت کی دی گئی ہے اور یہ اسلام کی پرامن اور رواداری پالیسی کے زریں اصول ہیں۔

اسلام فتنہ وفساد کو پسند نہیں کرتا ہے اس کا شاندار عملی نمونہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں موجود ہے قبل از بعثت نبوی ﷺ عربوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جسے حلف الفضول کہتے ہیں جو عربوں کے درمیان جنگ روکنے کیلئے ہوا تھا۔(۱۰۰) آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر آج بھی مجھے اس معاہدے کے لئے بلایا جائے تو میں حاضر ہوں۔(۱۰۱) میثاق مدینہ نبی کریم ﷺ کی رواداری مریض پر مبنی حکمت عملی کا منہ بولتا ثبوت ہے اس معاہدے کے بارے میں محمد حسین ھیکل لکھتے ہیں "یہ تحریری معاہدہ ہے جس کی رو سے حضرت محمد ﷺ نے آج سے تیرہ سو سال پہلے انسانی معاشرے میں ایک ایسا ضابطہ قائم کیا جس سے شرکائے معاہدہ میں س ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدے کی آزادی کا حق حاصل ہوا، انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی، اموال کے تحفظ کی ضمانت مل گئی، ارتکاب جرم پر گرفت اور مواخذہ نے دباؤ ڈالا اور معاہدین کی یہ بستی، اس میں رہنے والوں کے لئے امن کا گہوارہ بن گئی"۔(۱۰۲) ہجرت کے چھٹے سال حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور کفار کے درمیان جو معاہدہ طے پایا، اس کی شرائط اور جزئیات تو رہیں ایک طرف، اس کی کتابت کے وقت نبی مکرم ﷺ نے فرمایا لکھو "بسم اللہ

الرحمٰن الرحیم" اس پر سہیل نے کہا کہ ہم رحمٰن کو نہیں مانتے بلکہ لکھو " باسمک اللھم " امن اور رواداری کے اس پیغمبر اعظم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ ان کی تجویز کے مطابق ہی لکھ دو۔ چنانچہ " باسمک اللھم " ہی لکھا گیا۔ اسی طرح "ھذا ما اصطلح علیه محمد رسوال الله " یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی ہے۔ لیکن سہیل جو کہ کفار کا نمائندہ تھا پھر بھڑک اٹھا اور کہنے لگا کہ یہی تو سارا جھگڑا ہے اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مان لیں تو جھگڑا ہی کس بات کا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ: " انا محمد عبدالله فاکتب " (۱۰۳) آپؓ یہی لفظ لکھیں کہ "میں محمد بن عبداللہ ہوں"

رواداری اور برداشت کا یہ عظیم منظر انسانی تاریخ میں سیرت طیبہ ﷺ کے علاوہ کہیں اور میسر نہ آسکے گا۔ اسی حوالے سے اس صلح نامہ کا مضمون ملاحظہ فرمائیں:

" باسمک اللھم ھذا ما اصطلح علیه محمد بن عبدالله و سھیل بن عمرو اصطلحا علی وضع الحرب عشر سنین یامن فیھا الناس عیکف بعضھم عن بعض ، علی انه لا اسلال و لا اغلال ، و ان بیننا عیبة مکفو فة و انه من احب ان ید خل فی عھد محمد و عقدة فعل و انه ما احب ان یدخل فی عھد قریش و عقدھا فعل انه من اتی محمدا منھم بغیر اذن ولیه رده محمد الیه و انه من اتی قریشا من اصحاب محمد لم یردوه "(۱۰۴)

" اللہ کے نام سے۔ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو نے صلح کی ہے۔ انہوں نے اس بات پر صلح کی ہے کہ دس سال تک فریقین میں جنگ نہیں ہوگی۔ لوگ امن سے رہیں گے اور کوئی کسی دوسرے سے دست درازی نہیں کرے گا۔ کوئی چوری اور خیانت کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ ہم ایک دوسرے کے راز افشا نہیں کریں گے اور جس قبیلہ کی مرضی ہو وہ محمد ﷺ کے پاس آئے گا تو آپ اُسے واپس کردیں گے اور اگر حضور کے اصحاب سے کوئی آدمی قریش کے پاس آئے گا وہ واپس نہیں کریں گے۔"

کیا تاریخ کے ان حقائق سے دنیا آگاہ نہیں کہ اس معاہدے کے بعد جب قبیلوں اور گروہوں کو آزادی میسر آئی کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں دوستی کرلیں تو سب سے پہلے بنوخزاعہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنی دوستی کا اعلان کیا تھا:

" نحن ندخل فی عھد محمد و عقده " آپ ﷺ نے مدینۃ المنورہ تشریف آوری کے بعد تمام یہودی قبائل کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کئے اور دیگر قبائل کے ساتھ دوستی کے معاہدے کئے جن کی چند اہم دفعات درج ذیل تھیں:

1۔ اس معاہدے میں شرکت کرنے والے ہر فریق کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

2۔ ہر فرقہ اپنے مذہبی شعائر کسی روک ٹوک کے بغیر ادا کر سکے گا۔

3۔ ہر فرقہ کی عبادت گاہوں کا تحفظ کیا جائے گا۔

4۔ ایک دوسرے سے دھوکہ، ظلم اور غدر نہیں کریں گے۔ (۱۰۵)

مذکورہ بالا دفعات ایک خوبصورت اور اعلیٰ معاشرے کی وہ اہم بنیادیں ہیں جن کی ہر دور میں ضرورت، اہمیت اور افادیت موجود رہتی ہے اور شاید عصر حاضر میں جبکہ لوگ مذہبی تعصبات اور مسلکی تفرقوں سے عاجز آچکے ہیں اور نت نئے کمیشن ان مسائل کے حل کیلئے دنیا میں قائم ہو رہے ہیں۔ یہ رہنما اور زریں اصول آج بھی اتنے موثر اور معتبر ہیں جتنے کہ چودہ سو سال قبل۔ پیغمبر امن و رواداری نے اس سلسلے میں جو اعلیٰ نمونے چھوڑے ہیں وہ قیامت تک دنیا کو دعوت فکر دیتے رہے گے۔

دوسروں کے ساتھ امن کے ساتھ رہنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے متعدد معاہدے مختلف مذاہب کے ساتھ کئے۔ ان میں میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ کے علاوہ متعدد وہ معاہدات شامل ہیں جو آپ ﷺ نے غیر مسلم قبائل کے ساتھ کئے۔ ان معاہدات کے حوالے سے ایک بات کی وضاحت بڑی اہم ہے کہ یہ تمام معاہدات برابری کی بنیاد پر ہوئے۔ مسلمان اپنے موقف سے دستبردار نہیں ہوئے۔

جنگ خیبر کے بعد کچھ لوگ بے قابو ہو گئے آپ ﷺ نے مجاہدین کو جمع کیا اور فرمایا "اللہ نے یہ جائز نہیں کیا کہ اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت گھس جاؤ یا ان کی عورتوں کو مارو پیٹو اور ان کے پھل کھاؤ حالانکہ ان پر جو کچھ واجب تھا وہ تمہیں ادا کر چکے ہیں"۔ (۱۰۶)

مذہبی رواداری کا بہترین نمونہ نبی کریم ﷺ نے پیش کیا جس میں کسی رنگ، نسل اور مذہب کی تمیز کو روا نہ رکھا گیا۔ ریاست مدینہ میں ایک شادی شدہ یہودی نے ایک شادی شدہ یہودی عورت سے زنا کیا، ملزمان کو نبی کریم ﷺ کی عدالت میں لے جایا گیا نبی کریم ﷺ مسجد نبوی سے اٹھے اہل یہود اور ملزمان سمیت از خود ان کی درسگاہ جہاں تورات کا درس ہوا کرتا تھا تشریف لے گئے اور تورات کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا۔ (۱۰۷)

اختیارات اور طاقت کے باوجود یہود اور دیگر قبائل کو ان کے مذہب اور رسم و رواج کے مطابق زندگی بسر کرنے کی نہ صرف مکمل آزادی تھی بلکہ اگر کوئی غیر مسلم اور غیر مذہب مسلمانوں کے مقامات مقدسہ آجائے تو اسلام اور سیرت سے نہایت خوبصورت رہنمائی ملتی ہے...... 9 ہجری کو فتح مکہ کے بعد نجران کا ایک وفد آیا اور انہوں نے مسجد نبوی ﷺ میں مشرق کی طرف منہ کر کے اپنے مذہبی طریقے کے مطابق عبادت کرنا شروع کر دی صحابہ کرامؓ برہم ہوئے لیکن نبی محتشم ﷺ نے ان صحابہ کو روک دیا اور عیسائیوں نے مکمل سکون کے ساتھ نماز ادا کی۔ (۱۰۸)

تصورات سے آگے بڑھیں معاملہ یہیں نہیں بلکہ اس سے بھی خوبصورت مثال ملاحظہ فرمائیں: حضرت ابوقتادہ روایت کرتے ہیں حبشہ سے نجاشی کی طرف سے ایک وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا نبی کریم ﷺ بنفس نفیس ان کی خاطر مدارت اور تواضع میں مصروف ہو گئے اور فرمایا ''میرے صحابہ جب وہاں گئے تو ان لوگوں نے بڑی مدارت کی تھی میں چاہتا ہوں کہ ان کی خاطر مدارت کر کے انہیں حوصلہ دوں''۔(۱۰۹)

اسلامی ریاست بلاتمیز رنگ و مذہب تمام طبقات کی جان و مال اور آبرو کی محافظ تھی نبی کریم ﷺ نے اپنے تاریخی خطبے میں جان، مال اور آبرو کی حفاظت کی شدت سے تلقین کی تھی۔(۱۱۰) اسلامی ریاست میں مسلم شہری اور غیر مسلم شہری قوانین میں برابر ہیں۔حضرت عبدالرحمٰن بن ارقم کو جو جزیہ کی وصولی کے لئے مقرر ہوئے تھے رخصت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے عبداللہ کان کھول کر میری بات سن جس نے بھی کسی معاہد یعنی اہل ذمہ پر ظلم کیا یا طاقت سے زیادہ تکلیف دی یا نقصان پہنچایا یا بغیر رضامندی کے اس سے کوئی چیز لی تو قیامت کے روز میں اس کا گریبان پکڑوں گا''۔(۱۱۱) کیا دنیا کی کوئی تاریخ دوسرے مذاہب کے باشندوں کے ساتھ رواداری کی یہ خوبصورت مثالیں پیش کرسکتی ہے؟ اسلامی تاریخ عہد نبوی ﷺ کے بعد خلافت راشدہ کے دور میں داخل ہوتی ہے خلیفہ دوم حضرت عمرؓ زخموں کی شدت سے چور ہیں اور فرماتے ہیں: ''میں اپنے بعد خلافت کے منصب پر فائز ہونے والے کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے وصیت کرتا ہوں کہ اہل ذمہ کے معاہدوں کو پورا کرے، حملہ کی صورت میں اپنی فوجوں سے ان کا دفاع کرکے اور ان پر ناقابل برداشت بوجھ نہ ڈالے۔(۱۱۲) حضرت عمر فاروقؓ کے بیت المقدس آمد کے موقع پر خلیفہء وقت اور مقامی باشندوں کے درمیان جو معاملات طے پائے اس کی چند شرائط درج ذیل تھیں: بسم اللہ الرحمن الرحیم ..... یہ امان ان کی جان و مال کے لئے ہیں.... ان کی عبادت گاؤں میں سکونت اختیار نہیں کی جائے گی دین کے معاملے میں جبر و اکراہ نہیں ہوگا اور نہ ہی کسی کو آزار پہنچایا جائیگا''۔

اہل حیرہ سے حضرت خالد بن ولید کی صلح کا معاہدہ درج ذیل تھا: ''میں تم سے معاہدہ کرتا ہوں جزیہ اور دفاع پر اگر ہم تمہارا دفاع کریں تو ہم جزیہ لینے کے حقدار ہیں اور اگر ہم تمہارا دفاع نہ کریں تو ہمیں جزیہ لینے کا حق نہیں پہنچتا''۔(۱۱۳)

خلافت فاروقی میں ایک بوڑھا دروازے پر بھیک مانگ رہا تھا حضرت عمرؓ نے بیت المال کے افسر کو بلایا اور ہدایت کی ''اس کا خیال رکھو بخدا ہم نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ہم نے اس کی جوانی کی کمائی سے تو جزیہ وصول کیا اور بڑھاپے میں ہم نے اسے نظرانداز کر دیا''۔(۱۱۴)

ملک میں فرقہ وارنہ تشدد کے پیش نظر ائمہ مجتہدین اور فقہاء کرام کی ''مسلکی رواداری'' کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ وہ اختلاف کو مخالفت پر محمول کرتے تھے بلکہ اختلاف کو رحمت اور وسعت تصور کرتے وہ کسی کی تذلیل یا تکفیر نہیں کرتے تھے۔امام

شافعی سے کسی نے پوچھا کہ کیا ہم مالکی المذہب کے پیچھے نماز ادا کر سکتے ہیں؟ یہ سن کر امام شافعی کانپ گئے اور فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں خود امام مالک کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں''۔ ہر چند فقہاء کے مابین اجتہادی اختلافات ضرور تھے لیکن وہ کسی بھی مسلک علماء آئمہ السنۃ کے مطابق ادا کیئے گئے شرعی اعمال کے بطلان کے قائل نہ تھے بلکہ ان میں تجوز، تسامح اور رواداری کا معاملہ تھا اور تعصب وافتراق کا شائبہ تک نہ تھا۔(۱۱۵)

حقوق انسانی، عدم تشدد، جمہوریت، امن، محبت، آزادی اور رواداری یہ ہیں وہ دلفریب اور خوبصورت نعرے جن کی تخلیق کا آج مغرب دعویدار ہے اور دنیا کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ شاید موجودہ دور سے قبل دنیا ان تصورات سے آگاہ نہ تھی۔ جبکہ یہ وہ تعلیمات اور نظریات ہیں جو اسلامی ریاست میں آج سے چودہ سو سال قبل دنیا کو عطا کئے گئے، لیکن آج یورپ ان نعروں کی آڑ میں دراصل اسلامی معاشرے کی تہذیب اور مذہبی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے درپے ہے۔ مسلمانوں کی اپنے دین سے محبت اور عقائد میں راسخ ہونے کے سبب ان کو بنیاد پرستی کے طعنوں سے اس لئے نوازا جاتا ہے کہ کم فہم اور کوتاہ بین مفکرین دین سے محبت کو رواداری کے بالکل برعکس جانتے ہیں۔

رواداری اس چیز کا نام نہیں کہ اسلام اغیار کی خواہشات اور ان کے تیار کردہ سانچوں میں خود ڈھلتا جائے اور یہاں تک کہ اپنا تشخص بھی گنوا بیٹھے جیسا کہ لادینیت اور سیکولرازم کی وبا اس وقت پھیل رہی ہے۔ رواداری کی آڑ میں دینی غیرت وحمیت کا خاتمہ، کفر وشرک کی خباثت اور نجاست کا عام ہونا، شرک وبدعت کا رواج اور الحاد کا فروغ پا جانا یہ رواداری نہیں اور نہ ہی اسلام ایسی رواداری کا درس دیتا ہے برصغیر میں جب اکبر اعظم نے ایسی ہی رواداری کی آڑ میں اسلام کے تشخص کو تباہ کرنے کی کوشش کی اور دین الٰہی کے نام سے ایک نئے فتنے کو جنم دیا اور کہا گیا کہ گائے کا گوشت حرام ہے۔ سود، جوا اور شراب نوشی حلال ہے، خنزیر کو مقدس سمجھا جانے لگا اور اسلامی شعائر کا مذاق کھلے عام اڑایا جانے لگا تو اس موقع پر شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی نے آگے بڑھ کر اس فتنے کا قلع قمع کیا، بقول اقبال

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان   اللہ نے بروقت کیا جن کو خبردار

اسلام تو افراد اور اقوام کی اصلاح کے لئے وہ عظیم منشور اپنے پہلو میں لیے ہوئے ہے جس سے دنیا نیکی اور محبت کے عنوان اپنا کر سراپا خیر اور امن بن جائے۔

" ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن ".(١١٦)

''بلایئے اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت سے اور عمدہ نصیحت سے اور ان سے بہت پسندیدہ اور شائستہ انداز میں بحث کیجئے''۔

حوالہ جات

۱۔ البقرہ۲:۲۵۶

۲۔ السیوطی، الجامع الصغیر،۲/۱۱

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۹۶۸ء، ۳/۵۹۳

۴۔ راغب، اصفہانی، امام مفردات القرآن، المکتبہ القاسمیہ، لاہور، طبع اول ۱۹۲۳ء، ص ۷۸۵

۵۔ افریقی، ابن منظور، لسان العرب، دار صار للطباعت والنشر، بیروت، ۱۹۵۵ء، ۱/۶۹۹

۶۔ الانفال ۸:۶۸؛ التوبہ ۹:۳۶؛ الرعد ۱۳:۳۸

۷۔ الرعد ۱۳:۴۳

۸۔ البقرہ۲:۲۱۳؛ آل عمران ۳:۱۸۴

۹۔ الدکتور، وھبہ الذحیلی، التفسیر المنیر، دار الفکر المعاصر بیروت، ۱۴۱۱ھ، ۳/۵۲

۱۰۔ البقرہ۲:۲۰۵

۱۱۔ تفسیر فتح المنان، مشہور بہ تفسیر حقانی، ۳/۷

۱۲۔ الجصاص، احکام القرآن، دار الاحیاء التراث العربی بیروت، لبنان، ۱۹۹۳ء، ۳/۳۲۷

۱۳۔ تفسیر حقانی، ۳/۱۱

۱۴۔ آل عمران ۳:۲۰

۱۵۔ البقرہ۲:۲۸۵

۱۶۔ المائدہ ۵ : ۴۸

۱۷۔ روح المعانی ، ۱:۲۹۸

۱۸۔ البقرہ۲:۱۴۶؛ نیز ابن کثیر ۱:۲۸۰

۱۹۔ الاعراف ۷ : ۱۵۹

۲۰۔ المائدہ ۵ : ۸۲

۲۱۔ البخاری، کتاب الشھادات، باب ۲۹ وکتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ۲۵ وکتاب التوحید، باب ۵۱

۲۲۔ المائدہ ۵: ۴۸؛ النحل ۲۶:۲۴

۲۳۔ الممتحنہ ۶۰ :۴

۲۴۔ حجر ۱۵: ۶؛ القلم ۶۸: ۵۱

۲۵۔ ص ۳۸ :۴

۲۶۔ المطففین ۸۳:۲۹ - ۳۳

۲۷۔ ترمذی، ۳/۲۹۲؛ مسند احمد، ۴/۲۴۱

۲۸۔ القلم ۶۸ : ۹

۲۹۔ الشوکانی محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۹۹۳ء ، ۵/۵۰۸

۳۰۔ ابن ھشام، ۱/۳۶۲

۳۱۔ ایضاً: السیرہ، ۱/۲۸۴-۲۸۵

۳۲۔ البقرہ۲: ۱۰۹

۳۳۔ رازی فخر الدین، امام، مفاتیح الغیب، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۹۹۰ء، ۴/۲۹

۳۴۔ الزمحشری، محمود بن عمر، تفسیر کشاف، دار الکتاب العربی، بیروت، س۔ن، ۱۸۲/۱

۳۵۔ البقرہ ۲:۱۳۵

۳۶۔ قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، اسلامی اکادمی پاکستان، اگست ۱۹۸۹ء ، ۱۱۹/۱

۳۷۔ ندوی، ابوالحسن علی، مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت میں کشمکش، مجلسِ نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۱ء ص ۲۴۴

۳۸۔ البقرہ ۲:۱۳۵ ۳۹۔ البقرہ ۲ : ۱۴۰

۴۰۔ مودودی، ابوالاعلیٰ سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۷۳ء ، ۱۱۷/۱-۱۱۸

۴۱۔ البقرہ ۲ : ۱۱۱ ۴۲۔ البقرہ ۲ : ۱۰۵

۴۳۔ آل عمران ۳:۶۹

۴۴۔ مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت میں کشمکش، ملخص ص ۲۳۴۔۴۰

۴۵۔ آل عمران ۳ : ۷۲ ۴۶۔ تفہیم القرآن، ۲۶۵/۱

۴۷۔ آل عمران ۳ : ۶۴

۴۸۔ پانی پتی، ثناء اللہ، مولانا، تفسیر مظہری، دار الشاعت کراچی، ۱۹۹۹ء ، ۱۷۵/۲

۴۹۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۹۳ء ، ۱۱۲/۲

۵۰۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، مئی ۲۰۰۱ء، ۱۱۲/۲

۵۱۔ ایضاً ۵۲۔ ایضاً، ۱۱۳/۲

۵۳۔ جواہر القرآن، کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی، ۱۵۸/۱؛ تفہیم القرآن۔ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۱۹۷۶ء، ۲۶۲/۱؛ تفسیر مظہری، دار الاشاعت کراچی، ۱۹۹۹ء، ۱۷[illegible]/۱؛ فی ظلال القرآن، اسلامی اکادمی لاہور، ۱۹۸۹ء، ۴۴۳/۱؛ تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۱۹۸۴ء، ۴۳۸/۱؛

تفسیر حقانی، الفصیل ناشران و تاجران کتب لاہور، ۱۱۹/۳

۵۴۔ التفسیر المنیر، ۲۵۲/۳

۵۵۔ المراغی، احمد مصطفیٰ، تفسیر المراغی، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ، ۵۲۰/۱

۵۶۔ قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، اسلامی اکادمی لاہور، ۱۹۸۹، ۴۴۳/۱

۵۷۔ العنکبوت ۲۹: ۴۶ ۵۸۔ الممتحنہ ۶۰:۸-۹

۵۹۔ الممتحنہ ۶۰:۱ ۶۰۔ المائدہ ۵ : ۵۱

۶۱۔ المجادلہ ۵۸: ۲۲ ۶۲۔ آل عمران ۳:۱۱۸

۶۳۔ ابن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ نزار المصطفیٰ، الباز الریاض، ۱۹۹۷ء ۶۲۸/۲-۶۲۹

۶۴۔ محمد شفیع، مفتی معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی پاکستان، ۱۹۹۷ء، ۱۶۰/۲

۶۵۔ ابو عبید القاسم، امام، کتاب الاموال، دار الفکر للطباعت والنشر، قاہرہ، ۱۹۸۱ء، ص ۱۲

۶۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، مطبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۶ء، ۳۱۲/۱-۳۱۴

۶۷۔ ایضاً، ۲۸۴/۱-۲۸۵

۶۸۔ الکافرون ۱۰۹ : ۱-۶

۶۹۔ ابن کثیر تفسیر القرآن العظیم، (اردو ترجمہ، نور محمد کارخانہ تجارت، کراچی)، مکتبہ المعارف، بیروت، ۱۹۷۷ء، ۱۱۴/۴-۱۱۶

۷۰۔ سنن الترمذی، کتاب الاستیذان، باب ۷؛ ابن العربی، احکام القرآن، ۳۵/۱

۷۱۔ الانعام ۶: ۸.......فلا تقعد بعد الذکری مع القوم المظلمین ؛ النساء ۴: ۳۴۵؛ ہود ۱۱: ۱۱۳؛ النجم ۵۳: ۲۹

۷۲۔ طٰہٰ ۲۰: ۱۳۱؛ الحجر ۱۵ : ۸۸

۷۳۔ القرطبی، محمد بن احمد انصاری، احکام القرآن، بیروت، س۔ن، ۱۱۴/۵

۷۴۔ الاحزاب ۳۳: ۲۹؛ آل عمران ۳: ۲۵۶

۷۵۔ سنن الترمذی، ابواب الاستیذان والاداب، باب فی کراہیۃ البدنی السلام، حدیث ۲۶۹۵؛ سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب صفۃ حجۃ النبی حدیث ۱۹۰۵؛ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھین بالنساء والمتشبھین بالرجال، حدیث ۵۸۸۵

۷۶۔ السنن الکبریٰ، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء، ۴۲۰/۱۰

۷۷۔ المائدہ ۵: ۵

۷۸۔ تفسیر ابن کثیر، ۲۹/۲؛ صحیح بخاری، ۱۲۰/۷، باب ذبائح اہل الکتاب، من کتاب الذبائح الصید

۷۹۔ ابن قدامہ، المغنی، دار العالم الکتب السعودیہ العربیہ، ۱۹۹۹ء، ۱۱۰/۷

۸۰۔ ایضاً؛ سنن الدارمی، کتاب البیوع، باب عامل النبی ....

۸۱۔ الانعام ۶: ۱۰۸

۸۲۔ الشوریٰ ۴۲: ۱۳

۸۳۔ البقرہ ۲: ۲۵۶

۸۴۔ بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۹۹/۷

۸۵۔ النحل ۱۶: ۱۲۶

۸۶۔ النحل: ۱۲۶ وان عاقبتم بمثل ما عوقبتم بہ؛ البقرہ ۲: ۱۹۴

۸۷۔ حٰم السجدہ ۴۱: ۳۴ "دفع بالتی ھی احسن فاذ الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم"

۸۸۔ سورۃ النور ۲۴: ۲۲ "الاتحبون ان یغفر اللہ لکم"

۸۹۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النھی عن السباب؛ ابوداؤد، ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب سباب المسلم فسوق۔۔۔ج: ۲، سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر

۹۰۔ کتب حدیث میں کتاب الادب اور کتاب البر والصلۃ کے تحت حفظ اللسان میں تفصیلی احادیث موجود ہیں۔

۹۱۔ بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۷/۹۹

۹۲۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الرفق، لاینبغی لصدیق ان یکون لعانا (سچے مسلمان کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی پر لعنت کرے)

۹۳۔ سورۃ النور ۲۴:۴، ۶، ۱۱، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۲۳

۹۴۔ سورۃ الحجرات: "یا یھا الذین امنو الا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونو اخیرا منھم ولا تلمزو انفسکم و لا تنابزو ابالالقاب"

۹۵۔ ایضاً ۹۶۔ ایضاً

۹۷۔ سورۃ النساء ۴:۱۴۸، "لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم"

۹۸۔ سورۃ النور ۲۴:۱۱-۱۶

۹۹۔ سورۃ الحجرات:۱۲، یایھاالذین امنو اجتنبو اکثیر ا من الظن انّ بعض الظن اثم ولا تجسسو ا ولا یغتب بعضکم بعضاً

۱۰۰۔ ابن الاثیر، الجزری، تاریخ الکامل، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۳ھ، ۲/۱۶

۱۰۱۔ ایضاً

۱۰۲۔ حسین ہیکل، حیاۃ محمد ﷺ مطبعۃ النہضۃ العصریہ، مصر، ۱۹۴۷ء، ص ۲۲۷

۱۰۳۔ المقریزی، احمد بن علی، امتاع الاسماع بالرسول من الانباء والاموال والحفدۃ والمتاع، دار الانصار، القاہرہ، ۱۹۸۹ء، ۱/۲۲۷

۱۰۴۔ ایضاً

۱۰۵۔ دروزہ، محمد عزہ، تاریخ بنی اسرائیل فی اسفارھم، منشورات المکتبۃ العصریۃ، ۱۹۶۹ء، ص ۴۵۵

۱۰۶۔ ابوداؤد، کتاب الخراج، باب التشدید فی جبایۃ الجزیہ، ۳/۴۳۶

۱۰۷۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، حجازی، القاہرہ، ۱۹۳۸، ۲/۱۹۳

۱۰۸۔ الجوزیہ، ابن قیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، موسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۵ء، ۳/۶۳

۱۰۹۔ دحلان، احمد بن زینی، السیرۃ النبویہ، مطبوعہ، المطبعہ الاھلیہ، بیروت، ۱۹۸۳ء، ۳/۲۴۰

۱۱۰۔ الامام البخاری، صحیح البخاری، باب الخطبۃ ایام منٰی، ۱/۲۳۴

۱۱۱۔ ابویوسف، الامام، کتاب الخراج، المطبعہ المکتبۃ السّلفیہ، القاہرہ، ۱۳۱۶ھ، ص ۱۵۰

۱۱۲۔ ایضاً، ص ۱۲۶

۱۱۳۔ الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم، والملوک، المطبعۃ الاستقامہ، القاہرہ، ۱۹۳۹ء، ۴/۱۶

۱۱۴۔ ابویوسف، یعقوب بن ابراھیم، کتاب الخراج، المطبعۃ السّلفیہ، القاہرہ، ۱۳۱۶ھ، ص ۱۶۴

۱۱۵۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین، الارشاد شرح لمعۃ الاعتقاد لابن قدامہ، ص ۳۶۸-۳۷۱، دار طیبہ الریاض، س-ن۔

۱۱۶۔ النحل ۱۶ : ۱۲۵

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور ضرورت و اہمیت تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

مسز طلعت صدیقی۔ کراچی

قل یااھل الکتب تعالوا الی کلمة سوآء بیننا وبینکم

''کہہ دیجئے (محمد ﷺ) اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہے''(۱)

موضوع مقالہ سیرت برائے ۲۰۰۶ء دور جدید میں مختلف اقوام و مذاہب کے درمیان عداوت و عناد اور نفرت و شقاوت کو کم کرنے کے ساتھ ساتھ آپس میں عالمی اخوت، محبت اور تعاون کو بڑھانے کے حوالے سے بے حد وسعت و ہمہ گیری سمیٹے ہوئے ہے۔ اس حوالے سے تاریخ اسلام اتحاد واخوت، یگانگت و ہم آہنگی اور عفو درگزر کے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے ایسے میں بہت زیادہ مشکل ہے کہ پندرہ یا بیس صفحات میں موضوع مقالہ کا قرآن کریم اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں مکمل احاطہ کیا جا سکے صرف دریا کو کوزے میں بند کرنے کی سعی و جدو جہد کروں گی۔

مختلف اقوام و مذاہب کے ساتھ مخالفت، عناد اور دشمنی کو ختم کرنے کے لیے ایک اہم نفسیاتی اصول یہ ہے کہ مخالف فریق کو کسی ایسے مسئلہ پر قریب تر کر لیا جائے جو مصلح و مربی کے اپنے اور اس کے مخالف کے درمیان غیر اختلافی اور مسلمہ ہو۔ جس کا اثر نفسیاتی طور پر مخالف پر یہ ہوتا ہے کہ کم از کم وہ بات سننے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور مخالفت، عناد اور دشمنی میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اسی نفسیاتی اصول کی بنیاد ہمیں قرآن کی مندرجہ بالا آیت میں ملتی ہے جس میں اہل کتاب کو اس ایک مشترک امر کی طرف متوجہ کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے جو کہ اہل کتاب اور مسلمانوں میں یکساں ہے۔ اسی فارمولے کے تحت اس آیت کریمہ میں محمد ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اس ایک امر کی طرف بلاؤ جو تمام سابقہ مذاہب میں مشترک تھا یعنی اہل کتاب کے سامنے دعوت توحید پیش کرتے ہوئے بتایا جا رہا ہے کہ اہل کتاب اور مسلمانوں میں توحید ایک بنیادی اصول کی حیثیت سے مسلمہ ہے تو پھر آپس میں باہمی اختلاف کیوں؟ ''عقیدہ توحید'' تمام مسلمانوں کی زندگی میں مرکزی و محوری حیثیت رکھتا ہے جسے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام نے لوگوں کے سامنے پیش کیا تھا۔ جس میں واضح طور پر بتا دیا تھا کہ اللہ وحدہ لاشریک اور منفرد ہے۔ اور اپنی ذات و

صفات میں واحد و یکتا ہے کیونکہ گٹھلی کو پھاڑنا، مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالنا، صبح کا نمودار کرنا، دن رات کا آنا جانا، سورج اور چاند کا ایک ترتیب و توازن سے آنا اور جانا ثابت کرتا ہے کہ کوئی فرد یا بشر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شریک نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ تمام صفات کسی بشر میں ہونا ناممکنات میں سے ہے۔ یہ کام صرف اللہ وحدہ لاشریک جیسی صاحب حکمت ہستی کا ہے۔ توحید تمام مذاہب کا ام الاصول ہے۔ لیکن کامل طور پر اسلام کے سوا کسی اور مذہب نے اس کی حقیقت اور اس کے مظاہر کا تعین نہیں کیا۔ اس بنا پر ہر مذہب میں شرک کسی نہ کسی صورت میں شامل ہوگیا۔ شرک ایک طریقہ بت پرستی تھا اور اس کے انسداد کا واحد طریقہ یہ تھا کہ تمام قوم کو توحید کی دعوت دی جاتی اور تمام بت توڑ دیئے جاتے۔ لیکن اسلام نے اس طریقے کو نہ اپنایا۔ اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمارہا ہے ان اہل کتاب سے کہو کہ وہ کم از کم اس بات پر تمہارے ساتھ متفق ہو جائیں جو ان کے پیغمبروں اور آپ ﷺ میں بالکل ایک جیسی ہے یعنی اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی، اس کی ذات میں کسی کو شریک نہیں کرنا اور نہ ہی آپس میں کسی کو کسی کا رب بنانا ہے۔ یہ بات ہر آسمانی کتاب میں آئی ہے اس لیے عقیدہ توحید کے معاملے میں تم کم از کم ہمارے ساتھ اتفاق کرلو۔ اور اگر تم قرآن سے پہلی آسمانی کتابوں پر سچا ایمان رکھتے ہو تو پھر ہمارا اور تمہارا عقیدہ سو فیصد درست، یکساں اور مشترک ہے۔ تو پھر اب دیر کس بات کی ہے۔ آؤ اور ہمارے ساتھ ہر قسم کی رنجش، بغض وعناد اور نفرت و کدورت کو یک لخت ختم کر کے سچے دل سے حقیقی توحید پر کاربند ہو جاؤ۔ تم لوگ کیوں خواہ مخواہ دین ابراہیم سے متعلق ہم سے لڑتے جھگڑتے ہو جبکہ تورات وانجیل تو ان کے جانے کے بعد نازل ہوئی تھیں اور جس بات کے متعلق تم کچھ نہیں جانتے پھر اس معاملے میں لڑنے جھگڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو صرف اللہ کی ذات ہی جانتی ہے کہ ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی تھے بلکہ وہ دین حنیف پر تھے اور ہرگز مشرک نہ تھے۔ حضرت ابراہیمؑ سے سب سے زیادہ نزدیک تو وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی اور وہ لوگ بھی حضرت ابراہیمؑ کے ساتھی ہیں جو حضرت محمد ﷺ کے پیروکار ہیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی سورۃ آل عمران میں یہودیوں و نصرانیوں سے مخاطب کرتے ہوئے بار بار کہہ رہا ہے کہ اے اہل کتاب تم کیوں اللہ رب العزت کی آیات کا انکار کرتے ہو تم تو خود ان آیات کی سچائی پر گواہ ہو۔ کیونکہ تورات اور انجیل میں تو ان آیات کے اترنے کی پیشگوئی کردی گئی تھی۔ تم اپنی ہی کتابوں پر کھلے اور صاف دل سے غور کرو تو تم خود ہی ان آیات پر ایمان لے آؤ گے۔ تم جن پیغمبران کو مانتے ہو اور سچا جانتے ہو وہ سب بھی محمد ﷺ اور ان پر نازل آیات کے گواہ رہ چکے ہیں۔ اس لیے تمہیں اب ان کو ماننے اور جاننے میں ایک لمحہ بھی دیر نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ تمام اہل کتاب کا اس امر پر اجماع اور اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو دنیا میں نبی اور پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان پر وحی نازل کی تاکہ وہ

انسانوں کو حق کی طرف رہنمائی کریں اور ان کو برائیوں سے دائمی نجات حاصل کرنے کا طریقہ بتائیں۔ جن وجوہات کی بنا پر علماء اہل کتاب، انبیاء بنی اسرائیل کے قائل ہیں وہی محمد ﷺ میں بھی موجود ہیں۔ بلکہ آپ ﷺ میں خصائص نبوت اور دلائل رسالت تمام انبیاء سے زیادہ صاف اور روشن ہیں اور روایت کے لحاظ سے سب سے زیادہ صحیح اور شبہات سے پاک اور منزہ ہیں۔ اللہ نے حضرت محمد ﷺ کے ذریعے محبت اتحاد اور اخلاقیات کا ایک عظیم الشان ذخیرہ انسانوں کے لیے عطا کیا جس میں ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک، غلاموں کو معاف کرنا، حاجت مندوں کی امداد، شیریں کلامی، خوش اخلاقی، اتحاد و اتفاق، اخوت و محبت، صبر و تحمل، عفو و درگزر، منہ پر مدح و ستائش کی مخالفت، لعنت کرنے کی ممانعت، عدل و انصاف، سخت گیری کی ممانعت، غمخواری و غم گساری کی تلقین، جھگڑا و فساد اور بغض کی ممانعت، باہم مصالحت کرانا، دورخی چال کی ممانعت، وعدہ خلافی اور فریب و دھوکہ کی ممانعت اور اسی طرح کے بے شمار اہم معاملات کے بارے میں ان گنت تعلیمات شامل ہیں (۲)

یہودیت، نصرانیت و اسلام کی تعلیمات اور نظریہ توحید:

یہودیت و نصرانیت اور اسلام میں عقیدہ توحید پر مکمل یقین و اتفاق ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن و احادیث نبوی میں ہر قدم پر اخلاقیات کو بھی بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اگر ہم یہودی و عیسائی معلمین کی تعلیمات پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ ان میں اگرچہ انسان کے تمام احوال اور کیفیات کا احاطہ مکمل طور پر تو نہیں کیا لیکن ان معلمین نے اپنے زمانہ اور اپنے قوم کے حالات کو سامنے رکھ کر اخلاقی اصلاحات کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور ان میں سے چند اصولوں کو سب سے زیادہ اہمیت دے کر ہر جگہ اپنی تعلیم میں نمایاں کیا ہے۔ حضرت موسیٰ کے صحیفہ تورات میں سب سے زیادہ اہمیت احکام عشرہ کو دی۔ یعنی وہ دس احکام جو بنی اسرائیل کو کوہ سینا کے دامن میں سنائے گئے تھے ان دس احکام میں سے پہلا حکم توحید، دوسرا تصویر اور مجسمہ بنانے کی ممانعت، تیسرا خدا کے نام کی جھوٹی قسم کھانے کی اور چوتھا سبت کے دن آرام کرنے کی ہدایت پر مشتمل ہے باقی اخلاقی احکام صرف چھ ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ (۳)

1۔ تو ماں باپ کو عزت دے، جو ماں باپ کی نافرمانی کرے، قتل کر دیا جائے۔

2۔ تو خون مت کر

3۔ تو زنا مت کر

4۔ تو چوری مت کر

5۔ تو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے

6۔ تو اپنے پڑوسی کی جورو، اس کے غلام، اس کی لونڈی، اس کے بیل، اس کے گدھے اور اس کی کسی چیز پر جو تیرے پڑوسی کی ہے لالچ مت کر۔

خروج باب ۲۲ اور ۲۳ میں قانونی احکام کے ساتھ ساتھ دو تین باتیں اور ہیں۔

یعنی بیوہ، مسافر اور یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم اور جھوٹی گواہی کی مخالفت کی گئی ہے۔

1۔ تم چوری نہ کرو، نہ جھوٹا معاملہ کرو۔

2۔ تم میرا نام لے کر جھوٹی قسم نہ کھاؤ۔

3۔ تو اپنے پڑوسی سے دغابازی نہ کر۔

4۔ تو حکومت میں بے انصافی نہ کر، غریب اور امیر کو نہ دیکھ، بلکہ انصاف سے عدالت کر۔

5۔ تو عیب جوؤں کی مانند اپنی قوم میں آیا جایا نہ کر اور اپنے بھائی کے خوان پر کمر نہ باندھ۔

6۔ اپنے بھائی کے خلاف بغض دل میں نہ رکھ۔

7۔ اپنی قوم کے فرزندوں سے بدلہ نہ لے اور نہ ان کی طرف سے کینہ رکھ۔

8۔ تو بہرے کو مت کوس اور جس سے اندھے کو ٹھوکر لگے۔ اس کے آگے نہ رکھ۔

9۔ اگر کوئی مسافر تمہاری زمین پر تمہارے ساتھ سکونت کرے تو اس کو مت ستانا بلکہ مسافر کو جو تمہارے ساتھ رہتا ہے ایسا جانو جیسے وہ تم جیسا ہے اور اس کو اتنا پیار کرو جتنا تم اپنی ذات سے پیار کرتے ہو۔

10۔ تم حکومت کرنے میں، پیمائش کرنے میں، تولنے میں اور ناپنے میں بے انصافی نہ کرو۔

غرض کہ تورات اور انجیل میں راست بازی، رحم دلی، دوستی، اخوت، اتحاد، محبت، صلح جوئی، صبر، عفوو درگزر، ظلم سے باز رہنے، ریا سے بچنے، عیب نہ لگانے، دشمنوں کو پیار اور معاف کرنے وغیرہ کی ممانعت کر کے کہا گیا ہے کہ جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں پہلے تم وہ سب کچھ لوگوں کے ساتھ کرو۔ یہ تعلیمات جو تورات و انجیل میں ہیں اس سے مقصود یہودیوں اور عیسائیوں میں اخلاقی توازن کو قائم کر کے ان کی اصل روح و معانی کو جلوہ گر کرنا تھا۔

بائبل میں بہت سے ارشادات ایسے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ باہم مل جل کر اتحاد سے رہنا ہی انسانوں کے لیے فائدہ مند ہے اور گناہ جہنم میں جانے کا سبب ہے۔ عیسائیوں نے جو نجات کا ذریعہ کفارہ کو ٹھہرالیا ہے۔ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ارشادات گرامی کے بالکل خلاف ہے انہوں نے اپنے پیروکاروں سے بھی آپس میں اتحاد، محبت سے رہنے اور عفوو درگزر کی تلقین کی تھی۔ اور بنی نوع انسان کو آپس میں امن و محبت کے ساتھ رہنے اور ایک دوسرے کی لغزشوں کو معاف کرنے کا

حکم دیا تھا۔ چنانچہ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو اس طرح کی تعلیم دی:

''مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں، جو حلیم ہیں، راست بازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں، رحمدل ہیں، جو پاک دل ہیں جو صلح کرواتے ہیں اور جو راستبازی کی خاطر ستائے گئے۔ ''(۴)

ایک اور جگہ کہا:

''پس تم جو چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں، وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو، کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے۔''(۵)

''تم اپنے آدمیوں کے قصوروں کو معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف کرے گا۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تمہیں معاف نہ کرے گا۔''(۶)

''اس وقت پطرس نے پاس آ کر اس سے کہا اے خداوند اگر میرا بھائی میرا گناہ کرتا رہے تو میں کتنی بار اسے معاف کروں، کیا سات بار؟ یسوع نے اسے کہا میں نے تجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ سات بار۔۔۔۔ بلکہ سات بار سے ستر بار تک''(۷)

قیامت کا عقیدہ

''فرشتے بدکاروں کو اس کی بادشاہی میں جمع کریں گے۔ اور ان کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے۔ وہاں رونا اور دانت پیسنا ہو گا۔ اس وقت راست باز لوگ اپنے باپ کی بادشاہی میں آفتاب کی مانند چمکیں گے۔''(۸)

پڑوسیوں سے حسن سلوک کی تعلیم بائبل میں اس طرح ہے:

''تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھو اور اپنے دشمنوں سے عداوت لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے بھی محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لیے دعا کرو۔''(۹)

حکم خدا کے باطلوں کے لیے مسیح نے کہا:

''تم لوگ خدا کے حکم کو باطل کرتے ہو۔ اور اپنے گھڑے ہوئے قوانین برقرار رکھتے ہو۔ خدا نے تو رات میں حکم دیا تھا کہ ماں باپ کی عزت کرو اور جو کوئی ماں باپ کو برا کہے جان سے مارا جائے۔''(۱۰)

انفاق فی سبیل اللہ مذہب اسلام کا خاصہ ہے۔ حضرت مسیح کی اس بارے میں تعلیم یہ ہے

''ایک دولت مند شخص مسیحؑ کے پاس آیا اور پوچھا اے نیک استاد! میں کون سا نیا کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔

حضرت مسیحؑ نے جواب دیا: ''اگر تو کامل ہونا چاہے تو جا کر سب کچھ جو تیرا ہے بیچ ڈال اور محتاجوں کو دے دے، تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا۔'' (۱۱)

مندرجہ بالا حوالہ جات انجیل سے بہت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم اور تعلیمات اسلامی عقیدہ توحید اور نیک اعمال کے بارے میں ایک جیسی تھیں۔ مگر جیسے جیسے زمانہ اور ادوار گردش کرتے رہے، ویسے ہی ان کی تعلیمات میں بھی آمیزش ہوتی گئی۔ اور بالآخر حضرت عیسیٰؑ جو تعلیمات بنی نوانسان کے لیے لائے تھے وہ مسخ ہو کر رہ گئیں۔ اور آج یہ حال ہے کہ کہیں پر بھی عیسائیت اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے جبکہ اس کے برعکس اسلام جیسے آج سے چودہ سو سال پہلے تھا بالکل اسی طرح آج بھی موجود و محفوظ ہے۔ اسلام کا اپنی اصل شکل میں موجود رہنا ہی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ دین برحق اور سچا ہے اور باقی ادیان کو منسوخ کرنے والا ہے اور یہی دین ذریعہ نجات ہوگا۔ ڈریپر نے اپنی کتاب معرکۃ المذہب و سائنس کے صفحہ۔ 53-54 پر لکھا ہے۔

''فاتح اور کامیاب جماعت کے ساتھ جو بھی شریک ہوا اسے بڑے بڑے عہدے اور مرتبے ملے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا دار لوگ جنہیں مذہب کی ذرہ برابر بھی فکر نہ تھی مسیحیت کے سب سے زیادہ جوشیلے حامی بن گئے۔ چونکہ وہ بظاہر عیسائی لیکن بباطن مشرک و بت پرست تھے۔ لہٰذا ان کے اثر کی وجہ سے عیسائیت میں بت پرستی و شرک کے عناصر کی آمیزش شامل ہوگئی۔'' (۱۲)

دنیا میں جتنے بھی مذاہب و ادیان ہیں سب کے ماننے والے خدا (GOD) اور بھگوان کی شکل میں کسی نہ کسی کی عبادت کرتے ہیں۔ مسیحی حضرت عیسیٰؑ کو ابن خدا اور حضرت مریم کو اللہ کا شریک سمجھتے ہیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ ساتھ مریمؑ کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ کیتھولک گرجاؤں میں ان کی قد آدم تصویریں لگی ہوئی ہیں۔ عیسائیوں کا خدا کے بارے میں عقیدہ ہے کہ

''مسیح، مریم اور خدا تینوں منفرداً اور مجمعاً خدا ہیں۔ اور یہی نظریہ ان کی بنیادی غلطی ہے۔ کیونکہ جو شخص کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے کا محتاج ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔'' (۱۳)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیش گوئی پہلے ہی کر دی تھی کہ دنیا میں عیسائی مال و دولت کے متمتع رہیں گے اور فرمایا تھا کہ؛ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ کے خلاف جھوٹ کا اقرار کرتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے۔ ہاں دنیا میں ان کے لیے کچھ حصہ ہے پھر ان کی بازگشت ہماری جانب ہے۔ عام لوگ جب دنیا میں نصاریٰ کی کثرت دولت اور فراوانی زر و مال کو دیکھتے ہیں تو رشک کرتے ہوئے حیران ہوتے ہیں کہ اس سہہ تن پرست قوم پر اللہ تعالیٰ کا اس قدر افضال و الطاف کیوں مگر اللہ تعالیٰ

کے فرمان سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ یہ نہ لطف وکرم ہے اور نہ فضل بلکہ یہ متاع الدنیا ہے اور جس کے ساتھ فلاح ونجات سے محرومی کا پیغام بھی دے دیا گیا ہے اب یہ بھی ممکن ہے کہ کم بین اور کوتاہ نظر لوگ اس دولت مندی کی تمنا کرنے لگیں، لیکن کوئی بھی خردمند انسان ایسے مال و دولت لینے پر راضی نہ ہوگا جس کے ساتھ فلاح ونجات کی نفی لگی ہو۔ جہاں تک نصاریٰ کا تعلق ہے قرآن میں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ اہل ایمان سے محبت میں قریب تر وہی لوگ ہیں جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔عراق وشام کے عیسائیوں، نجاشی، اکیدر، عدی بن حاتم، ابومریم عنانی وغیرہ کا حکمران ملک کا مطیع اسلام ہو جانا اسی پیشگوئی کے تحت تھا۔آج بھی انگلستان، جرمنی اور امریکہ میں جس قدر اشاعت وترقی اسلام ہو رہی ہے۔ یہ خدائی کرشمہ ہے۔آج دنیا پر ثابت ہو گیا ہے کہ ہر ایک مذہب کی صداقت معیار اور اس کی سچائی کی دلیل صرف توحید پر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام وہ واحد دین ہے جس نے توحید کو مکمل طور پر بیان کیا ہے۔عقیدہ توحید کی صداقت کے بارے میں قرآن پاک میں ارشادات باری تعالیٰ ہیں۔

''اور تجھ سے پہلے ہم نے بھی رسول بھیجے اسے یہی وحی کی کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں لہٰذا تم سب میری عبادت کرو۔'' (۱۴)

''اللہ ہی کی عبادت کرو اور اللہ کی عبادت میں کسی شے کی ذرا بھی ملاوٹ، آمیزش اور شرک نہ کرو۔'' (۱۵)

''اللہ کے سوا لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ ایک مکھی بھی تو نہیں بنا سکیں گے خواہ وہ سب مل جل کر ہی کوشش کریں۔اور مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ان لوگوں نے تو اللہ کو، اللہ کی قدر وشان کے مطابق جانا ہی نہیں۔بے شک تمام قدرت والا تو صرف اللہ ہی ہے'' (۱۷)

''کیا وہ زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان کے دل سمجھنے والے، ان کے کان سننے والے ہو جاتے۔ ہاں آنکھیں بے نور نہ ہوتیں۔بلکہ وہ دل جو سینہ کے اندر ہیں بے نور ہو جایا کرتے ہیں۔'' (۱۸)

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے توحید کو مکمل بیان کرنے میں توحید فی العبادت، توحید فی الاستعانت، توحید فی الذات، توحید فی الصفات کے الگ الگ عنوانات قائم کیے۔اور ہر ایک عنوان کے تحت اللہ تعالیٰ کے کلام اور نبی ﷺ کے ارشاد سے ان مسائل کو محکم وقوی بنایا۔توحید سے متعلق قرآن پاک میں مزید ارشادات باری تعالیٰ ہیں۔

''مت پکارو اللہ کے سوا کسی اور کو جو نہ تجھے نفع دے سکے اور نہ نقصان پہنچا سکے۔سو اگر تو نے ایسا کیا تو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو تکلیف پہنچائے تو اللہ کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے۔اور اگر تم سے

بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو روکنے والا کوئی نہیں ہے۔‘‘(۱۹)

’’اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا اور کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں۔‘‘(۲۰)

’’اللہ اس گناہ کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے۔ اس گناہ کے علاوہ جس کو چاہے گا معاف کرے گا۔‘‘(۲۱)

ان آیات سے واضح ہو رہا ہے کہ بہترین امر یہی ہے کہ سب کو اللہ کی واحدانیت کی طرف بلایا جائے اور خود بھی اس پر کاربند رہا جائے۔ رسول ﷺ سے قبل جو عام انبیاء و رسل مبعوث کیے گئے ہیں وہ صرف اور صرف یہی تعلیم لائے کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور شرک سے بچا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے جب معاذ بن جبل کو اہل یمن کی طرف روانہ کیا تھا تو تاکید کی تھی کہ پہلی بات دعوت توحید سے ہی شروع کرنا۔ یہی وہ موضوع ہے کہ جس کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے خود اپنی اور اپنے فرشتوں کی شہادت اور اہل علم کی شہادتیں اس پر پیش کیں اور نبی کائنات پر نازل ہونے والی کتاب کا اصل اور حقیقی موضوع ہی توحید ہے یعنی قرآن پاک تو سراسر توحید ہی توحید ہے۔(۲۲)

غیر مسلمین کے ساتھ حضور ﷺ کا اشتراک و باہمی اتحاد

رسول اکرم کے اولین مخاطبین جس علمی و روحانی افلاس اور تنگ فکری کے ماحول میں پلے بڑھے تھے وہ آپ کے تعلیمی و تربیتی عمل کے لیے ہرگز سازگار نہ تھا۔ چنانچہ دوستی کے جواب میں دشمنی، خیر خواہی کے جواب میں پتھر، اور کلمہ حق کے جواب میں گالیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان حالات میں رسول ﷺ نے لوگوں کے سماجی و قومی رجحانات اور نفسیاتی اثرات کو مد نظر رکھتے ہوئے دعوت و تعلیم و تربیت کے ایسے اسالیب اختیار فرمائے جن سے ان کے دل و دماغ پر چھائے حسد و نفرت اور عداوت و عناد کے بادل چھٹ گئے۔ غیر مسلمین و مخالفین کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا طرز عمل قرآن کی اس حکیمانہ ہدایت کا علمی مظہر تھا جس میں قرآن نے بدی، مخالفت اور دشمنی کے خاتمے کا حل بتایا ہے۔

’’بھلائی اور برائی دونوں برابر نہیں، تم برائی کو اس چیز سے دفع کرو جو زیادہ بہتر ہے تو تم دیکھو گے کہ وہی جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہے گویا وہ ایک سرگرم دوست بن گیا ہے۔(۲۳)

قرآن کریم کی اسی ہدایت کی تاثیر تھی جس نے بدترین جانی دشمنوں کو سرگرم دوست بنا دیا۔ ثمامہ بن اثالؓ یمامہ کے رئیس اور اسلام کے سرگرم دشمن تھے ایک رات نجد کے راستے پر صحابہ کرامؓ کے ہاتھ لگ گئے، گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے اور

مسجد نبویؐ میں ایک ستون سے باندھ دیے گئے۔ نبی اکرم ﷺ نماز کے لیے تشریف لائے تو ان سے دریافت کیا۔ ثمامہ تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔

انہوں نے کہا؛ ''اگر قتل کرنا چاہیں تو آپ ایک خونی مجرم کو قتل کریں گے اور اگر معاف کر دیں تو آپ کا یہ احسان ایک احسان شناس کی گردن پر ہوگا۔ اور اگر مال کی خواہش ہو تو جتنا کہیں گے حاضر کیا جائے گا۔ یہ سن کر آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر چلے گئے۔ دوسرے دن بھی انہوں نے اس سوال کا یہی جواب دیا۔ تیسرے دن بھی یہی گفتگو ہوتی رہی تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کی رسی کھول کر انہیں رہا کر دیا۔ ثمامہ رسیوں سے تو آزاد ہو گیا مگر سچائی کی جو زنجیر ان کے پاؤں میں پڑ گئی تھی اس سے رہا نہ ہو سکے۔ نبی ﷺ کے حسن سلوک اور عفو کا ان پر یہ اثر ہوا کہ مسجد سے نکل کر ایک درخت کی آڑ میں غسل کیا پھر مسجد میں آئے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اور عرض کیا؛

> ''اے اللہ کے رسول ﷺ روئے زمین پر آج سے قبل آپ کے چہرے سے زیادہ کوئی چہرہ مجھے مبغوض نہ تھا لیکن آج یہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آج سے پہلے آپ کے دین سے زیادہ مجھے کسی دین سے عداوت نہ تھی لیکن آج وہ میرے لیے تمام ادیان سے عزیز تر ہے۔ مجھے آپ کے شہر سے زیادہ کسی شہر سے دشمنی نہ تھی مگر آج یہ شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ خوبصورت نظر آتا ہے۔'' (۲۴)

اسی مضمون کا ایک واقعہ حضرت صفوان کا بھی ہے جو مسلمان ہونے سے پہلے اسلام کے سخت دشمن تھے۔ فتح مکہ کے کچھ عرصہ بعد اسلام لائے۔ نبی کرم ﷺ نے تالیف قلب کی خاطر انہیں تین سو اونٹ عنایت فرمائے، خود ان کا بیان ہے کہ پہلے آپ میرے نزدیک مبغوض ترین شخص تھے لیکن اس فیاضی سے محبوب ترین شخص بن گئے۔ (۲۵)

حضرت انس سے راویت ہے کہ

> ''ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے کثیر تعداد میں بکریوں کا مطالبہ کیا۔ آپ نے اسے بکریاں عطا کیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس آ کر کہنے لگا۔ ''اے میری قوم کے لوگو! مسلمان ہو جاؤ محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ پھر محتاجی کا ڈر نہیں رہتا۔'' (۲۶)

حضور ﷺ نے یہودیوں جیسی مخذول و مقہور قوم کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کیا کہ یہودی بھی مسلمانوں کی طرح ایک قوم سمجھی جائے گی۔ جو کوئی ان سے لڑے مسلمان ان کو مدد دیں گے۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی نفع رسانی نیکی کے ہوں گے۔

تاریخ انسانی میں کوئی معاشرہ، کوئی تمدن اور کوئی قوم ایسی نہیں گزری جو مذہب سے کلیتاً بے نیاز رہی ہو۔ مذہب کے بغیر انسان اخلاقی حیثیت سے تباہ ہو کر مادی وسائل کے استعمال میں بھی وہ توازن برقرار نہیں رکھ سکتا۔ جو فلاح وخوشحالی کے لیے ناگزیر ہے۔ یہ بھی ایک تاریخی اور ابدی حقیقت ہے کہ مذہب کے حوالے سے ایک خالق و مالک و معبود و برحق، خدا کی ہستی کا شعور انسان کی فطرت میں شامل ہے اور غلبہ واختیار صرف اور صرف دین اسلام کے لیے ہے۔ یہ دین کا تقاضہ بھی ہے اور اللہ کا فرمان بھی کہ اب سربلندی صرف اسلام کو حاصل ہونی چاہیئے۔ اور اس کے لیے دیگر اقوام و مذاہب کے ساتھ مذہبی رواداری پر مبنی وہ راستہ اختیار کیا جائے جو پر امن بقائے باہم اور غیر جانبداری پر مبنی ہو اور اس کے لیے قرآن پاک نے امت مسلمہ کو ایک اہم اور مضبوط و متوازن ضابطہ عطا کیا ہے۔ اللہ بنی نوع انسان سے فرماتا ہے۔

"دین کے معاملے میں کوئی جبر اور زبردستی نہیں ہے۔" (۲۷)

"تمہارے لیے تمہارا دین اور ہمارے لیے ہمارا دین" (۲۸)

"مومنو! جو لوگ اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں ان کے معبودوں کو برا نہ کہو۔" (۲۹)

"جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی ہیں یا عیسائی اگر وہ خدا اور روز قیامت پر ایمان لا کر نیک عمل کریں گے تو صلہ پائیں گے۔" (۳۰)

اسلام کی نظر میں تمام انسان، انسانیت کے اعتبار سے برابر ہیں، رنگ ونسل، علاقے اور آبادی کی بنیاد پر فرق و امتیاز اسلام کے نزدیک کسی طرح بھی روا نہیں ہے کیونکہ قرآن کی سورۃ حجرات کی آیت نمبر 13 میں اللہ پاک نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اے انسانو! ہم نے تم کو ایک عورت اور ایک مرد سے پیدا کیا ہے تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اور بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معتبر اور پیارا وہی ہے جو سب سے زیادہ باادب اور متقی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب انسانوں کے دلوں اور سینوں سے ہر لمحہ باخبر رہتا ہے۔ اسی طرح سے حضرت محمد ﷺ نے آخری حج کے موقع پر جو خطبہ دیا تھا وہ دنیا کے تمام انسانوں کے حقوق کے لیے عالمی منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں صاف صاف کہہ دیا گیا تھا کہ:

"اے لوگو! بے شک تم سب کا پروردگار ایک ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہے (آدم علیہ السلام) اور خبردار کسی عربی کو عجمی پر اور کسی کو عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے نہ کالے پر سرخ رنگ والا نہ سرخ رنگ پر کالے رنگ والا غالب ہے اور فضیلت کا معیار اخلاق فاصلہ میں رنگ ونسل نہیں ہیں۔ یعنی فوقیت صرف اس کو حاصل ہے جو زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے۔" (۳۱)

ارشادات رسول ﷺ ہیں:۔

''ایک انسان پر دوسرے انسان کا مال و دولت خون اور عزت حرام کردی گئی ہے۔'' (۳۲)

مذہب اسلام میں غیر مسلمین کے حقوق:

مذہب اسلام کے مخالفین ہر طرف یہ تاثر پھیلانا چاہتے ہیں کہ اسلام کے نظریہ حیات اور طرز معاشرت میں غیر مسلموں کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ حالانکہ ایسا کوئی فلسفہ شریعت محمدی میں پایا نہیں جاتا جہاں بنی نوع انسان کے ساتھ ظلم و جبر کیا جائے خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو اس کے برعکس اسلامی معاشرہ تو اولادِ آدم کی فلاح و بہبود کی ضمانت ہے اس معاشرہ میں جس طرح ایک مسلمان کی جان، مال، عزت و آبرو کی حرمت ہے اسی طرح ایک غیر مسلم کی جان، مال، اور عصمت محفوظ ہے اقوام عالم کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے کہ انسان کو امن و آشتی اگر ملی ہے تو وہ صرف اسلامی معاشرہ ہے اور اس کی واضح دلیل اسلامی ریاست پر ذمیوں کے حقوق ہیں جو کہ شریعت اسلامی نے عائد کیے ہیں۔

ذمیوں کے حقوق کی ادائیگی میں دانستہ اور بلا عذر کوتاہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت اور غداری کے مترادف ہوگی۔ اہل ذمہ کے یہ حقوق کم سے کم ہیں ان میں ذرا سی بھی کمی کرنے کا کسی اسلامی مملکت کو کوئی حق نہیں ہے ان سے زیادہ جو چاہے دے مگر ان میں سے کوئی حق کم کرنے کی مجاز نہیں۔ اسلام اپنے فاتحین کے مقابلے میں اپنے مفتوحین کی حیثیت کو نمایاں رکھنا چاہتا ہے۔ اسلامی ریاست نے اپنے مفتوحین کو جو حقوق جن ضمانتوں کے ساتھ دیئے ہیں اور اسلام کے پابند مسلمانوں نے جس دیانت و امانت کے ساتھ ان کو ادا کیا ہے دنیا کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں مل سکتی چہ جائکہ ان پر کوئی اعتراض کیا جا سکے۔ حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''اگر کبھی ایسا ہو کہ کسی قوم سے تمہاری جنگ ہو پھر وہ تمہارے سامنے آ کر اپنی اور اپنے بال بچوں کی جانیں بچانے کے لیے اپنا مال دینے پر تیار ہو جائیں اور تم ان سے صلح کر لو تو ایسی صورت میں جس چیز پر ان سے تمہاری صلح ہو اس سے زیادہ کچھ نہ لینا کیونکہ وہ تمہارے لیے جائز نہیں۔'' (۳۳)

> ''خبردار رہو! جو شخص کسی معاہد ذمی پر ظلم کرے گا یا از روئے معاہدہ اس کے جو حقوق ہیں ان کے اندر کمی کرے گا یا اس پر اس کی برداشت سے زیادہ بار ڈالے گا یا اس سے اس کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز طلب کرے گا تو بروز قیامت میں خود اس شخص کے خلاف مدعی بنوں گا۔'' (۳۴)

اسی اصول کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے نجران، آئیلہ، اذروعات، حجر اور دوسرے جن علاقوں اور قبیلوں کے

ساتھ صلح کی ان سب کو ان کی زمینوں اور جائیدادوں، صنعتوں، تجارتوں پر بدستور بحال رہنے دیا اور صرف وہ جزیہ اور خراج ان سے وصول کرنے پر اکتفا فرمایا جس پر ان سے معاہدہ ہوا تھا پھر اسی اصول پر خلفائے راشدین نے بھی عمل کیا۔

عراق، شام، الجزائر، مصر، آرمیبیا غرض جہاں جہاں بھی کسی شہر اور کسی بستی کے لوگوں نے صلح کے طریقے پر اپنے آپ کو اسلامی حکومت کے حوالے کیا ان کی املاک بدستور ان کے قبضے میں رہنے دی گئیں۔ اور مال صلح یعنی جزیہ اور اخراج کے سوا کوئی چیز کبھی وصول نہ کی گئی۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بعض اہم مصلحتوں کی بنا پر نجران میں جس قدر زرعی اور سکنی جائداد تھی اس کے بدلے میں نہ صرف اتنی ہی جائداد دوسری جگہ اس کو دی گئی بلکہ حضرت عمرؓ نے اپنے شام وعراق کے گورنروں کے نام فرمانِ عام لکھا کہ جس کے علاقے میں بھی وہ جا کر آباد ہوں "فراخ دلی کے ساتھ افتدہ زمینوں میں سے ان کو دیں" (۳۵)

غیر مسلم رعایا کے حقوق کی پہلی اہم تاریخی دستاویز:

رحمت عالم ﷺ کے زمانہ میں قریب قریب پورا جزیرہ العرب زیر نگین ہو چکا تھا، غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے سب سے پہلا معاملہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا، ان کو آپ ﷺ نے جو حقوق دیئے وہ اب تک تاریخوں میں محفوظ ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں ان کا مذہب ان کی زمینیں ان کا مال اور ان کے حاضر و غائب، ان کے قافلے، ان کے مقابر، ان کی مورتیاں، اللہ کی امان اور اس کے رسول کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی۔ اور نہ مورتیاں بگاڑی جائیں گی۔ کوئی اس اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کینسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے نہ ہٹایا جائے گا۔ اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا۔ ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا۔ نہ ان سے فوجی خدمت لی جائے گی اور نہ ان پر عشر لگایا جائے گا اور نہ اسلامی فوج ان کی سرزمین کو پامال کرے گی، ان میں سے جو شخص اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے گا تو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہوگا۔ ان میں سے جو شخص سود کھائے گا، وہ میری ضمانت سے بری ہے، اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے اس کے ایفا کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد النبی ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ یہاں تک کہ اس بارہ میں خدا کا کوئی دوسرا حکم نازل نہ ہو۔ جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے۔ ان کے ساتھ جو شرائط عائد کی گئی ہیں ان کی پابندی کریں گے، ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (۲۶)

1۔ ان کی جان محفوظ رہے گی۔

2۔ ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضہ میں رہے گا۔

3۔ ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہ کی جائے گی، مذہبی عہدیدار اپنے اپنے عہدہ پر برقرار رہیں گے۔

4۔ صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔

5۔ ان کی کسی چیز پر قبضہ نہ کیا جائے گا۔

6۔ ان سے فوجی خدمات نہ لی جائیں گی۔

7۔ اور نہ پیداوار کا عشر لیا جائے گا۔

8۔ ان کے ملک میں فوج نہ بھیجی جائے گی۔

9۔ ان کے معاملات ومقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا۔

10۔ ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے پائے گا۔

11۔ سودخوری کی اجازت نہ ہوگی۔

12۔ کوئی ناکردہ گناہ کسی مجرم کے بدلہ میں نہ پکڑا جائے گا۔

13۔ اور نہ کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔

مندرجہ بالا حقوق مذہب اسلام کی وسعت وکشادگی اور عدل وانصاف کا بہترین نمونہ ہیں۔ان حقوق میں زندگی کی وہ تمام بنیادی ضرورتیں آ گئی ہیں جو ایک محکوم کے حقوق کے بہترین تحفظ اور اس کی باعزت زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہیں۔عصر جدید کی مہذب حکومتیں کسی بھی فرد کو اس سے زیادہ تحفظ اور حقوق دے ہی نہیں سکتیں۔

عالمی اتحاد اور یگانگت وہم آہنگی کی اہمیت وضرورت

مذہب اسلام امن سلامتی اور سکون کا مذہب ہے اس لیے اسلام دنیا میں امن وامان' اخوت ومحبت اور اتحاد وتعاون کا خواہاں ہے دین اسلام نے دنیا میں اجتماعی امن وامان' عالمی اتحاد ویگانگت وہم آہنگی کی اہمیت وضرورت کے قیام کے لیے ایک ایسا بہترین اور موثر نظام تجویز کیا ہے جس کے نفاذ سے قدرتی اور حیرت انگیز طور پر معاشرہ امن وامان سے مالا مال ہو جاتا ہے۔چنانچہ اس مقصد کے لیے اسلام نے دنیا میں پائے جانے والے سات بڑے جرائم پر یعنی (1) قتل (2) چوری (3) ڈکیتی (4) زنا (5) زنا کی تہمت (6) شراب پینا (7) قبولیت اسلام کے بعد مرتد ہونا۔عبرتناک سزائیں مقرر کی ہیں یہ تمام

جرائم ہی پوری دنیا میں فتنہ وفساد کی جڑ اور امن وامان کو تہہ وبالا کرنے کی بنیاد ہیں۔ اسلامی حکومت میں ان میں سے کسی جرم کے ثابت ہونے کے بعد کسی بھی شخص کو رتبے یار نگ ونسل کی بنا پر سزا میں کمی کا کوئی حق حاصل نہیں ہے حتیٰ کہ امیر المومنین بھی اپنی سزا میں تخفیف نہیں کر سکتا۔

آج کی دنیا کو جس سلامتی کی سخت ضرورت ہے۔ اسلام اسی سلامتی کا نام ہے قدیم زمانے میں کہا جاتا تھا کہ خوں ریزی کو خوں ریزی ختم کرتی ہے لیکن اسلام نے آکر اس تصور کو مسترد کر دیا ہے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جس کے ماننے والے صرف عبادت گاہوں میں کچھ وقت گزار لینے کو بھی کافی نہیں سمجھتے بلکہ اس کا دائرہ انسان کی ایک ایک حرکت وعمل تک وسیع ہے، جو صرف بندے اور خدا کے درمیان تعلق قائم نہیں کرتا بلکہ باہم انسانوں کے درمیان بھی تعلقات کو استوار کرتا ہے اور دشموں سے بھی پیار کی تلقین کرتا ہے، اس دین کی بھی خصوصیت ہے کہ وہ پوری انسانیت کو ایک امت تصور کرتا ہے سارے انسانوں کو اللہ کی مخلوق گردانتا ہے۔ اور اس کا دین کا دارومدار اس ذات پاک پر ہے جو ساری کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔ قرآن پاک کی سورۃ المائدہ میں ایک مقام پر اسلام کو ''سبیل السلام'' یعنی امن وسلامتی کا راستہ کہا گیا ہے۔ یعنی مذہبی جارحیت سے اسلام کو کوئی واسطہ وتعلق نہیں ہے اسلام دہشت کا نہیں امن وسلامتی کا مذہب ہے نفرت کا نہیں محبت کا مذہب ہے اسلام ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے۔ اور اس معاملے میں مسلمان اور غیر مسلمان کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ قرآن پاک جس عظیم ہستی پر نازل ہوا اس کا فرمان ہے کہ

> ''اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو دکھ پہنچائے تا تو قیامت کے دن اس مسلمان کے خلاف میں غیر مسلم کی طرف سے کھڑا ہوں گا۔''

حضور ﷺ جب تہجد کے وقت عبادت کے لیے بیدار ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ

> ''اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں''

اس طرح قرآن پاک کی سورۃ الانفال میں تمام مسلمانوں کو حکم ہوا:

> ''دیکھ اگر دشمن صلح کی طرف جھکیں تو چاہیے کہ تم بھی اس کی طرف جھک جاؤ اور ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھو جو سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔'' (۳۷)

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب جنگ بدر کی فتح کے بعد مسلمانوں سے جزیرہ عرب متاثر ہونے لگا تھا تاہم اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ جب کبھی دشمن صلح اور امن وآشتی کی طرف مائل ہوں تو تم کو بھی چاہیے کہ بلا تامل آمادہ ہو جاؤ۔ اگر اس کی نیت میں فتور ہو تو اس کی ذرا بھی فکر نہ کرو کیوں کہ اسلام کو صلح وامن اس قدر عزیز ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ دشمن منافقت

سے کام لے رہا ہے امن کی پیشکش کو قبول کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ آج جبکہ پوری دنیا نفرت وشقاوت کے دہانے پر بیٹھی ہوئی ہے اسلام کی اس گراں قدر تعلیم کو پھیلانے اور عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اسلام کی پوری تاریخ دشمنوں اور غیر مسلموں کے ساتھ صلح وامن واخوت، رواداری اور اتحاد سے بھری ہوئی ہے۔ اس کا ادراک غیر مسلمین کو بخوبی ہے۔ اسلام کو تلوار کے زور پر پھیلنے والا مذہب کہنے والے سخت غلطی پر ہیں کیونکہ جب عراق کے خلاف جنگ کرنے کے لیے امریکی اور اتحادی فوجیں خلیج میں خاص طور پر سعودی عرب کے بعض مقامات پر اتریں تو محض دو سال کے اندر اندر یہ کرشمہ ہوا کہ دو ہزار فوجیوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اور یہ اس وقت ہوا جب عراق پر بمباری جاری تھی اور اتحادی اور غیر مسلم فوجی مہلک اور جدید ہتھیاروں سے لیس تھے اور کوئی تلوار ان کے سامنے نہیں لٹک رہی تھی تو پھر وہ اسلام میں کیوں داخل ہو گئے؟ آج بھی ہر روز افریقہ، یورپ اور امریکہ میں ہزاروں لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں وہاں کون گولہ بارود اور تلواریں چلا رہا ہے۔ اللہ نے کیوں کہ کہہ دیا ہے کہ غالب دین صرف اسلام ہے تو انشاء اللہ ایک دن تمام عالم پر اسی کا غلبہ ہوگا۔

اتحاد یگانگت اور صلح جوئی اقوام عالم کی ترقی وسلامتی کی ضمانت:

اس کائنات کی ہر شے اتحاد واتفاق اور ہم آہنگی سے قائم ودائم ہے یہ وہ لڑی ہے جس سے اس کائنات کا ذرہ ذرہ مربوط ہے۔ کیوں کہ منفرد اشیاء جب ایک خاص تناسب سے مل جائیں تو ایک نئی چیز وجود میں آتی ہے اسی طرح اتحاد وہم آہنگی اقوام کی راہیں روشن رکھنے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ انفرادی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دینے والی اقوام ہمیشہ زندہ وپائندہ رہتی ہیں کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جو کوئی زمین والوں پر مہربان ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تمام مہربانیاں اس پر نچھاور ہو جاتی ہیں۔ جب کوئی قوم دوسری قوم کی محبت میں گم ہو جاتی ہے تو اس کا اپنا ذاتی مفاد کہیں دور چلا جاتا ہے۔ غرور وتکبر کے خود ساختہ معبود سرنگوں ہو جاتے ہیں اور یہی وہ منزل ومقام ہے جہاں پر سب انسان ایک برابر ہو جاتے ہیں اور نہ کوئی بندہ رہتا ہے نہ کوئی بندہ نواز۔ لیکن افسوس کہ اس حقیقت کی گہرائی کو سمجھنے کے بجائے تمام اقوام عالم اس نفسانفسی اور خود غرضی کا شکار ہیں جس کا نمونہ روز اول شیطان نے پیش کیا تھا۔ اس میں حسد کا مادہ بھی شامل تھا کہ وہ اپنی ذات سے آگے کسی کو برداشت نہ کرسکا تو زندہ درگور ہو گیا۔ آج جو اقوام عالم اس کی پیروی کرتے ہوئے صفات انسانیت کھو بیٹھی ہیں وہ بھی تباہی وبربادی کے دہانے پر ہیں۔ جہاں نظر اٹھتی ہے وہیں قتل وغارت گری نظر آتی ہے کہیں فلسطین میں آزادی کے متوالے قید ہیں کہیں کشمیر، بوسنیا اور چیچنیا میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ ذات، زبان، فرقے اور صوبائیت کا گھناؤنا

کھیل کھیلنے والے شیطانوں نے انسان کو جانور سے بھی بدتر سمجھ لیا ہے۔ ایسے میں فقط خدا کا سہارا ہی ان شیطانوں سے چھٹکارے کا باعث بن سکتا ہے۔ ان تمام مصائب و آلام کو دیکھتے ہوئے اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ تاکید کر رہا ہے کہ تم لوگ ایک ایسے عقیدے پر مسلمانوں سے اتفاق کرلو جس کے صحیح ہونے پر تم بھی انکار نہیں کر سکتے، کیونکہ جو انبیاء تم پر اتارے گئے، ان کا بھی یہی عقیدہ تھا اور تمہاری اپنی کتب مقدسہ میں بھی اس کی تعلیم موجود ہے اور اللہ کی جن آیات کو تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، جس کی حقانیت پر تم خود گواہی دیتے ہو اس کو جان بوجھ کر نفس اور شیطان کی شرارت کی وجہ سے مت جھٹلاؤ۔ دل کی کدورتوں کو مٹا کر صلح جوئی کی طرف ہاتھ بڑھاؤ، کیونکہ یہی اتحاد و یگانگت اور صلح جوئی تمہاری ترقی اور سلامتی کی ضامن ہو سکتی ہے۔

بنی نوع انسان پر اللہ تعالیٰ کے یوں تو بے شمار احسانات ہیں اور اتنی نعمتیں عطا کی گئی ہیں اگر ہم اس کا شکر ادا کرنا شروع کریں تو زندگی ختم ہو جائے گی پر پھر بھی اس ذات برحق کا حق ادا نہ ہوگا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے ایک خاص نعمت : ''ودیعت محبت اتحاد'' ہے۔ یعنی اللہ کی ذات نے ہی انسانوں کے دلوں سے آپس کی دشمنیوں اور نفرتوں کا خاتمہ کیا لوگوں کے دلوں میں نفاق اور رنجشوں کے بدلے الفت، محبت، اتحاد، یگانگت، اخوت کے جذبات کو پیدا کیا، اس طرح صدیوں کے دشمن دوست بن گئے، دوریاں قربتوں میں بدل گئیں، نفرتوں نے محبتوں کا روپ دھار لیا اور کدورتوں نے اخوت کا جامہ پہن لیا۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے تمام لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ تم میں سے ہر کوئی دوسرے کے لیے آئینے کی طرح ہے اگر اس میں کوئی خرابی نظر آئے تو اس میں نقص نکالنے کے بجائے دور کرنے کی کوشش کرنا ہی انسانیت اور اسلام ہے۔

غرض کہ مذہب اسلام ہی دین توحید، دین تمدن، دین عمل، دین غیر متعصب، دین محبت، اخلاق حسنہ کا معلم، رحم و عدل کا آئینہ، علم و علماء کا حامی، بانی اخوت، بانی مساوات، بانی اتحاد، قومیت سے بالاتر، فیض رساں، ہدایت الہیہ، دین تقویٰ، دین، الصدق اور دین حسن جمال ہے، اور توحید اس کی جان ہے۔ اس لیے آج اگر تمام مذاہب عالم کی اقوام صرف عقیدہ توحید پر ہی باہم متحد و متفق ہو جائیں تو یہی عقیدہ تمام اقوام عالم کو انسانیت کی راہ پر لا سکتا ہے۔ اور کسی بھی قوم کی رگوں میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا کر زندۂ جاویداں کر سکتا ہے۔ کیوں کہ مذہب اسلام میں ہر دور، ہر زمانے اور ہر عہد کے بدلتے ہوئے حالات اور چیلنجز کا سامنا کرنے کی پوری قوت و طاقت موجود ہے۔ یہ تمام مذاہب پر غالب تھا، غالب ہے اور غالب رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام غیر مسلمین کو عقیدہ توحید کی اصل روح کو سمجھنے اور تمام منافی توحید امور و اعمال سے بچنے کی توفیق و صلاحیت عطا فرمائے۔ (آمین)

☆

بنائے اپنی حکمت سے زمین و آسمان تو نے
دکھائے اپنی قدرت کے ہمیں کیا کیا نشاں تو نے

دلوں کو معرفت کے نُور سے روشن کیا تو نے
دکھایا بے نشاں ہو کر ہمیں اپنا نشاں تو نے

اَثر تیری عطاؤں پر نہیں پڑتا خطاؤں کا
جسے پیدا کیا، اس کو دیا ہے آب و ناں تو نے

تیرے دربار سے مجھ کو یہی انعام کیا کم ہے
کیا اپنی ستائش میں مجھے رطب اللساں تو نے

☆☆☆☆☆

حواشی

۱۔ سورۃ العمران: ۶۴

۲۔ سیرت النبیؐ، علامہ شبلی نعمانی، ۱۹۹۰، قرآن محل، کراچی، ص ۱۲۷۔۱۲۸

۳۔ متی ۱۵، آیت نمبر ا تا ۱۰

۴۔ خروج باب ۲۰

۵۔ انجیل متی باب ۷: ۱۰ تا ۴۱

۶۔ انجیل متی باب ۶: ۹: ۱۵

۷۔ متی باب ۱۸: ۲۱

۸۔ متی باب ۱۳: ۴۱ تا ۴۳۔

۹۔ انجیل متی باب ۱۵ : ۴۳۔۴۴۔

۱۰۔ متی مرقس ۷: ۱۴، ۱۵

۱۱۔ انجیل متی باب ۱۹: ۲۔

۱۲۔ بحوالہ ماذا خسر العالم با خطاط المسلمین ۷۵۔

۱۳۔ الارشاد الجدید، ڈاکٹر محمود زکریا، آفسٹ پریس کراچی، مارچ ۲۰۰۲ء ص ۴۳ : ۴۴

۱۴۔ سورۃ الانبیاء: ۲۵

۱۵۔ سورۃ الزخرف: ۴۵

۱۶۔ سورۃ النساء: ۳۶

۱۷۔ سورۃ السجدہ : ۷۳، ۷۴

۱۸۔ سورۃ الحج: ۴۶:

۱۹۔ سورۃ یونس: ۱۰۶: ۱۰۷

۲۰۔ سورۃ الاحقاف: ۵

۲۱۔ سورۃ النساء: ۱۱۶

۲۲۔ رحمت للعالمین، قاضی محمد سلیمان، مکتبہ عبدالرحمان، لاہور، ۲۰۰۰، ص ۳۰۵۔۳۵۱

۲۳۔ سورۃ حم السجدہ: ۳۴

۲۴۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر رقم الحدیث ۱۷/۴

۲۵۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم الحدیث ۲۳/۳

۲۶۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۷۔ سورۃ البقرہ: ۸۰

۲۸۔ سورۃ الکفرون: ٦

۲۹۔ سورۃ الانعام: ۱۰۸

۳۰۔ سورۃ البقر: ٦۲

۳۱۔ خطبہ حجۃ الوداع، سیرت المصطفیٰ محمد ادریس، لاہور، ۲۹۸۳، الفرید پرنٹر۔ ص ۱۴۸

۳۲۔ رواہ احمد، مجمع الزوائد ۳ ۳٦٦ق

۳۳۔ ابوداؤد، ابن ماجہ

۳۴۔ ابوداؤد، ابن ماجہ

۳۵۔ کتاب الاموال، لابی عبید ص: ۱۸۹

۳٦۔ فتوح البلدان بلاذری ص: ۷۲ ،مطبوعہ مصر و کتاب اخراج از امام ابو یوسف

۳۷۔ سورۃ الانفال: ٦۱

”قل یاھل الکتاب تعالوالی کلمۃ سوآء بیننا وبینکم “

کے حوالے سے دورجدید میں بین المذاہب عالمی اتحادویگانگت وہم آہنگی کاتصوراور اس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اوراسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

مسزنسرین وسیم

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش — اورظلمت رات کی سیماب پاہوجائے گی
پھر دلوں کویاد آجائے گا پیغام سجود — پھرجبیں خاک حرم سے آشناہوجائے گی
شب گریزاں ہوگی آخرجلوۂ خورشید سے — یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان اکثراپنے عیوب سے بے خبراوردوسروں کوالزام دینے میں جری ہوتا ہے چنانچہ اپنی نظرپرفریب کاشہتیرتواسے نظرنہیں آتالیکن دوسروں کی آنکھ کاتنکاتلاش کرنے میں یکایک اس کی اندھی آنکھ خوردبین بن جاتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام امن کاداعی،صداقت کاعلمبرداراورانسانیت کاپیغامبرہے۔اس کی نگاہ میں نوع انسانی کاہر فردمساوات ومرتبہ کامستحق ہے۔وہ رنگ ونسل کے عیوب سے پاک ہے۔اسلام انسانیت کوسنوارنے کے لیے اس دنیامیں واردہواہے۔مسلمانوں کارب العالمین ہے۔اس کابڑاوصف یہ ہے کہ وہ رحمٰن ورحیم ہے۔اس کے کلام کاسرعنوان ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔اس کی پہلی سورۃ ہی بسم اللہ کے بعدالحمدللہ رب العالمین۔الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتی ہے۔اس کی تین سوسے زائدآیات میں اس کی صفت رحمت کاذکرہے۔مسلمان اس کے سامنے سرتسلیم خم کرنے والے ہیں،وہ رحیمی وکریمی سے انحراف اپنے ایمان میں نقصان سمجھتے ہیں ان کاعقیدہ ہی یہ ہے کہ وہ دنیاکے لیے رحمت ہیں،اس لیے کہ بھی کہ وہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروہیں۔

اسلام دین رحمت ہے،اس لیے کہ انسانیت کی تکمیل کے لیے جتنے فضائل اخلاق کی ضرورت ہوسکتی ہے،ان سب کی تعلیم ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی،اوران پرخودعمل کرکے دکھایا،ایمان،تزکیہ نفس،زہد،تقویٰ،عفت،

پاکبازی، دیانت داری، شرم، رحم، عدل، عہد کی پابندی، احسان، عفو درگزر، خوداری، شجاعت، استقامت، حق گوئی، استغناء، محبت اور شفقت وغیرہ کی جو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیمات ہوسکتی ہیں وہ آپ ﷺ کے ذریعہ ہم کو ملیں اور جتنے رزائل ہو سکتے ہیں ان سب کی مذمت اور ممانعت کی گئی ہے۔ان تعلیمات کے بعد یہ کہنے میں فخر ہوتا ہے کہ اسلام کا رب، رب المسلمین ہی نہیں، بلکہ رب العالمین ہے، اور اس کا رسول رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رحمۃ اللعالمین ہے۔ اگر کوئی اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے گریز کرے تو یا اس کا یہ مذہبی تعصب ہے یا اسلام کی تعلیمات سے ناواقفیت اس کے بیچ میں حائل ہے یا وہ غلط رائے قائم کرنے کی منفی ذہنیت میں مبتلا ہے۔

''ہمارا اصلی مسلک تو یہ ہے کہ ہم انسانیت کو سنوارنے کے لیے اس دنیا میں، ہمارا رب، رب العالمین ہے، وہ ذوالرحمہ ہے، خیر الراحمین ہے، وہ کریم ہے۔ وہ حلیم ہے، وہ حفیظ ہے، وہ ستار ہے، وہ غفار ہے، وہ ذوالجلال والاکرام ہے، ہم اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں، تو پھر رحیمی، کریمی، حلیمی، ستاری سے انحراف کرنا اپنے ایمان میں خلل ڈالنا ہے، ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہم دنیا کے لیے رحمت اس لیے بھی ہیں کہ ہم رحمت اللعالمین کے پیرو ہیں۔''

یورپ کے متعصب ناقدین روز روشن کی طرح آشکارا حقیقت کو کذب وافتراء کے روپ میں اسلام کی ایسی خود ساختہ تصویر پیش کرتے ہیں کہ خونریزی، غارت گری اور بدامنی کا خونیں منظر نگاہ کے سامنے پھر جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے پردہ اور برہنہ لونڈیوں کی قطاریں کھڑی ہیں۔ کہیں ٹوٹی ہوئی صلیبوں کے انبار دکھائی دیتے ہیں، کسی جگہ زنار کا ڈھیر دکھائی دیتا ہے۔ مندر ویران اور گرجے مسمار ہیں۔ نہ برہمن کو کہیں امن ہے نہ کلیسا کے راہب کے لیے امن، نہ عورتیں محفوظ ہیں نہ بچے مامون۔ کچھ قتل کر دیئے جاتے ہیں جو باقی بچ جاتے ہیں وہ ناک میں نکیل ڈلوائے حبشی سرداروں کے کوڑے کھانے نخاس کی طرف گھسٹتے دکھائی دیتے ہیں، جہاں انسانیت عظمیٰ دو ٹکوں میں فروخت کی جاتی ہے۔(۱)

عصر حاضر کا تقاضا

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے، جو پوری دنیا اور ہر زمانہ کے لیے شمع ہدایت بن کر آیا ہے۔ اسلام کا بنیادی مقصد ایک ایسے عالمگیر معاشرہ کی تشکیل ہے جو روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا مظہر ہو۔ جس کے افراد نہ صرف یہ کہ نیکو کار ہوں بلکہ نیکی اور بھلائی کے فروغ کے لیے کوشاں ہوں۔ بدی سے اجتناب کرتے ہوں اور دوسروں کو بھی برائی سے بچنے کی تلقین کرتے ہوں۔ ایسے معاشرہ کے افراد جہاں کہیں بھی ہوں گے اور جس زمانے میں بھی ہوں گے ''خیر اُمت''، یعنی اچھی امت کہلائیں

گے اور ایسے افراد زمانے اور حالات کے تقاضوں کے پیش نظر جو نظام بھی اپنائیں گے وہ یقیناً اسلامی نظام ہوگا کیونکہ اس نظام کے اساسی اصول قرآن وسنت سے مستنبط ہوں گے اور نظام کو چلانے والے خود بھی قرآن وسنت (شریعت) کے پابند ہوں گے۔(۲)

قرآن کریم کہتا ہے دنیا میں کوئی مذہب بھی ایسا نہیں ہوا ہے جس نے ایک ہی دین پر اکٹھے رہنے اور تفرقہ و اختلاف سے بچنے کی تعلیم نہ دی ہو۔ سب کی تعلیم یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا دین بچھڑے ہوئے انسانوں کو جمع کر دینے کے لیے ہے۔ الگ الگ کر دینے کے لیے نہیں ہے۔ پس ایک پروردگار عالم کی بندگی و نیاز میں سب متحد ہو جاؤ اور تفرقہ و مخاصمت کی جگہ باہمی محبت و یکجہتی کی راہ اختیار کرو۔

وان هذه امتكم امته واحدة وانا ربكم فاتقون .(۳)

اور دیکھو یہ تمہاری امت فی الحقیقت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں، پس (میری عبودیت و نیاز کی راہ میں تم سب ایک ہو جاؤ) اور نافرمانی سے بچو۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ اللہ نے تمہیں ایک ہی جامہ انسانیت دیا تھا لیکن تم نے طرح طرح کے بھیس اور نام اختیار کر لیے اور رشتہ انسانیت کی وحدت سینکڑوں ٹکڑوں میں بکھر گئی تمہاری نسلیں بہت سی ہیں، اس لیے تم نسل کے نام پر ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ہو۔ تمہارے وطن بہت سے بن گئے ہیں، اس لیے اختلاف وطن کے بعد ایک دوسرے سے لڑ رہے ہو، تمہاری قومیتیں بے شمار ہیں۔ اس لیے ہر قوم دوسری سے دست وگریباں ہو رہی ہے۔ تمہارے رنگ یکساں نہیں اور یہ بھی باہمی نفرت وعناد کا بڑا ذریعہ بن گیا ہے۔ تمہاری بولیاں مختلف ہیں اور یہ بھی ایک دوسرے سے جدا رہنے کی بڑی حجت بن گئی ہے۔ پھر ان کے علاوہ، امیر، فقیر، نوکر و آقا، وضیع وشریف، ضعیف وقوی، ادنیٰ واعلیٰ بے شمار اختلاف پیدا کر لیے گئے ہیں اور سب کی منشاء یہی ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ اور ایک دوسرے سے نفرت کرتے رہو، ایسی صورت میں بتلاؤ وہ رشتہ کون سا رشتہ ہے جو اتنے اختلافات رکھنے پر بھی انسانوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دے اور انسانیت کا بچھڑا ہوا گھرانہ باہمی اتحاد و یگانگت سے از سر نو آباد ہو جائے۔

وہ (قرآن) کہتا ہے صرف ایک ہی رشتہ باقی رہ گیا ہے اور وہ ''خدا پرستی'' کا مقدس رشتہ ہے۔ تم کتنے ہی الگ الگ ہو گئے ہو، لیکن تمہارے خدا الگ الگ نہیں ہو سکتے۔ تم سب ایک ہی پروردگار کے بندے ہو۔ تم سب کی بندگی و نیاز کے لیے ایک ہی معبود کی چوکھٹ ہے۔ تمہاری کوئی نسل ہو، تمہارا کوئی وطن ہو، تمہاری کوئی قومیت ہو، تم کسی درجے میں اور کسی حلقہ کے انسان ہو لیکن جب ایک ہی پروردگار کے آگے سر نیاز جھکا دو گے تو یہ آسمانی رشتہ تمہارے ارضی اختلافات مٹا دے گا

اور تم محسوس کرو گے کہ تمام دنیا تمہارا وطن ہے اور تم سب ایک ہی رب العالمین کی عیال ہو۔(۴)

قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمته سواء بیننا و بینکم ...(الخ) (۵)

کہہ دیجئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں مگر اللہ کی اور نہ اس کا شریک ٹھہرائیں کسی کو اور نہ بنائے کوئی کسی کو رب سوائے اللہ تعالیٰ کے، پھر اگر وہ نہ قبول کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان (حکم کے تابع) ہیں۔

شان نزول:

مفسرین نے لکھا ہے کہ نجران کا ایک وفد مدینہ آیا اور اس کی ملاقات یہودیوں سے ہوئی۔ان دونوں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ایک مناظرہ ہوا۔عیسائی حضرت ابراہیم السلام کو نصرانی ثابت کرتے اور یہودی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہودی قرار دیتے اور اپنے مذہب کو ان کے مذہب کے قریب قرار دیتے۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دونوں گروہوں سے حضرت ابراہیم اور ان کے دین کا کوئی تعلق نہیں۔''

ابراہیم علیہ السلام تو ہر طرف سے کٹ کر اللہ تعالیٰ ہی کے ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے، میں ان کے دین کا پیروکار ہوں۔لہٰذا تم سب ابراہیم علیہ السلام کے دین یعنی اسلام کا اتباع کرو۔تو یہودی بولے آپ ﷺ تو یہ چاہتے ہیں جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ کو رب بنالیا اسی طرح ہم بھی آپ ﷺ کو رب بنالیں۔عیسائی یہ کہنے لگے آپ ﷺ یہ چاہتے ہیں جیسے یہودیوں نے جو بات عزیز کے بارے میں کہی تھی وہی ہم آپ ﷺ کے متعلق ہیں۔''اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(۶)

عقیدہ توحید عالمگیر اتحاد کی بنیاد ہے

اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کو دعوت دینے کا خواہش مند ہو جو عقائد و نظریات میں اس سے مختلف ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ جماعت کو صرف اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہو۔جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو ایسے مسئلہ کی طرف دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر وہ دعوت نامہ درج ذیل ہے:

" بسم اللّٰه الرحمن الرحیم ، من محمدٍ عبداللّٰہ ورسولہ الٰی ہرقل عظیم لروم ۔ سلام علٰی من اتبع الھُدی ۔ اما بعد فانی ادعوک بدعایة الاسلام اسلم تسلم یُوتک اللّٰہ اجرہ مرتین فان تولیت فان علیک الم الیریسین ۔ یااھل الکتاب تعالوا الٰی کلمته سوآء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرک به شیاء ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰہ (۷)

"میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جونہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی جانب ہے۔ سلامتی ہو اس شخص کے لیے جو راہ ہدایت کی پیروی کرے بعد اس کے میں تجھے اسلام کے بلاوے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لا تو سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اجر دے گا اور اگر تو اعراض کرے گا تو تجھ پر ان سب کسانوں کا وبال ہوگا جو تیری رعایا ہیں۔ اے اہل کتاب : ایک ایسی بات پر آ کر جمع ہو جاؤ جو ہم تم دونوں میں برابر ہے یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ شریک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں کو رب بنائیں۔"

مشترکہ نکات پر اتحاد و اتفاق کی دعوت

قل یا اھل الکتب کا خطاب اگرچہ یہود نصاریٰ دونوں سے یکساں ہے۔ لیکن اسی سورۃ میں نصاریٰ چونکہ خاص طور پر مخاطب ہیں اس وجہ سے روئے سخن ان کی طرف زیادہ ہے۔

لفظ سواء کی تحقیق

سواء کے معنی وسط کے ہیں۔ جو چیز دو جماعتوں کے بیچوں بیچ (درمیان میں ہوگی وہ دونوں میں یکساں مشترک، مسلم اور جانی پہچانی ہوئی ہوگی۔ توحید کے متعلق قرآن مجید کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان یکساں مشترک و مسلم ہے۔ قرآن کریم نے اسی مشترک کلمہ کو بنیاد قرار دے کر ان سے بحث کا آغاز کیا ہے کہ جب توحید ہمارے اور تمہارے درمیان ایک مشترکہ حقیقت ہے تو موازنہ کرو کہ اس قدر مشترک کے معیار پر قرآن کریم اور اسلام پورے اترتے ہیں یا یہودیت اور نصرانیت؟

اہل کتاب آسمانی صحیفوں کے حامل ہونے کے سبب سے توحید کی تعلیم سے اچھی طرح آشنا بھی تھے اور اس کے

علمبردار ہونے کے مدعی بھی تھے۔ ان کے صحیفوں میں نہایت واضح الفاظ میں توحید کی تعلیم موجود تھی۔ قرآن کریم نے ان کو دعوت دی کہ یہ بات ارہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی کی بندگی کی جائے ، نہ اس کا کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب ٹھہرائے پھر اس مسلم و مشترک حقیقت کے برخلاف تم نے خدا کی عبادت میں دوسروں کو شریک کیوں بنا رکھا ہے اور اپنے احبار و رہبان اور فقیہوں ،صوفیوں کو ''اربابا من دون اللہ'' کا درجہ کیوں دے دیا۔ اسی نقطہ سے بحث کا آغاز کیا ہے اور پھر بتدریج اس کے تقاضے اور لوازم واضح فرمائے ہیں اور جو چیزیں اس کے تقاضوں کے خلاف اہل کتاب میں پیدا ہوگئی تھیں ان کی تردید فرمائی ہے۔ اولاً یہ بات کہ توحید بنیادی طور پر ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان ایک مشترک حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو شخص بھی توراۃ اور انجیل پر نگاہ رکھتا ہے۔ وہ اس سے اچھی طرح واقف ہے۔

انجیلوں میں توحید کے شواہد

انجیل سے کچھ حوالے یہاں ہم پیش کرتے ہیں۔ اس لیے کہ توحید کے معاملے میں سب سے زیادہ گمراہی نصاریٰ کو پیش آئی ہے۔ اور آیت میں بھی درحقیقت جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں، روئے سخن سے بھی انہیں (نصاریٰ) کی طرف۔

''یسوع نے جواب میں اس سے کہا۔ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اسی کی بندگی کر۔'' (۸) ''یسوع نے جوابدیا کہ اول (حکم) یہ ہے اے اسرائیل سن! خداوند ہمارا ایک ہی خداوند ہے'' (۹) اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحدہ برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔'' (۱۰) اس نے اُس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی بات کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے۔'' (۱۱) انجیل کے اس ٹکڑے کا ترجمہ بعض دوسرے نسخوں میں مختلف ہے، اگرچہ غلط یہ بھی ہے لیکن اس میں نسبتاً وضاحت ہے۔ ملاحظہ ہو: ''تو مجھے نیک کیوں ٹھہراتا ہے، نیک تو ایک ہی ہے اور وہ اللہ ہے۔'' یہ فقرہ بھی دراصل یوں ہے: ''تو مجھے پاک کیوں ٹھہراتا ہے۔ پاک تو ایک ہی ہے اور وہ اللہ ہے۔''

عالمی مذاہب کے درمیان افتراق کا سبب

توحید کی ان واضح تعلیمات کی موجودگی میں اہل کتاب سے قرآن کا یہ مقابلہ کتنا معقول ہے کہ وہ بھی ان نصوص کی روشنی میں اپنے عقائد کا جائزہ لیں اور جو باتیں ان کے بالکل خلاف محض بدعات و متشابہات کی پیروی کر کے، انہوں نے اپنے عقائد میں شامل کر لی ہیں، ان سے اپنے عقائد کو پاک کریں۔ پھر آخر میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ اگر یہ لوگ اپنے ہی نبیوں اور صحیفوں کی تعلیمات سے اعراض کرتے ہیں تو تم یہ واضح کر دو کہ ہم تو ان حقائق سے اعراض کرنے والے نہیں ہیں،

ہم تو اپنے آپ کو اسی رب واحد کے حوالے کرتے ہیں اور یہی حقیقت اصل اسلام ہے (۱۲) اس آیت میں یہ بات جو آئی ہے کہ ''ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے۔''

یہاں توجہ اس طرف دلائی گئی ہے کہ بنیادی عقیدہ (خدا کا ایک ہونا) یا اپنے کو مسلم ماننا، جس پر ہم دونوں متفق ہیں۔ ایسی چیز جو ہم سب کو ایک کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ آگے چل کر اپنے تصرف اور تحریف سے اس کی حقیقت بدل نہ ڈالیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ جس طرح زبان سے مسلم و موحد کہتے ہو۔ حقیقتاً اور عملاً بھی اپنے کو تنہا خدائے وحدہٗ لاشریک لہ، کے سپرد کرو، نہ اس کے سوا کسی کی بندگی کرو، نہ اس کی صفات خاصہ میں کسی کو شریک ٹھہراؤ، نہ کسی اور عالم، فقیر، پیر، پیغمبر کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو صرف ربقدیر کے ساتھ کیا جانا چاہیئے۔ مثلاً کسی کو اس کا بیٹا، پوتا، بنانا یا نصوص شریعت سے قطع نظر کر کے محض کسی کے حلال و حرام کردینے پر اشیاء کی حلت و حرمت کا مدار رکھنا، یہود نصاریٰ کے مشائخ جو کچھ اپنی طرف سے مسئلہ بنا دیتے خواہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہہ دیتے اسی کو سند سمجھتے، کتب سماویہ سے کچھ سروکار نہ رکھا تھا، محض احبار و رہبان کے احکام پر چلتے تھے اور ان کا حال یہ تھا کہ تھوڑا سا مال یا جاہی فائدہ دیکھا اور حکم شریعت کو بدڈالا۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیت:

اتخذوا احبار ھم و رھبانھم .(۱۳)

کسی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۴ میں فرمایا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو روپیہ لے کر احکام شریعہ ار اخبار الھیہ کو بدل ڈالتے ہیں۔ ادھر عوام نے انہیں خدائی کا مرتبہ دے رکھا ہے جو غلط سلط کہہ دیں وہی ان کے نزدیک حجت ہے۔ اس طرح یہ علماء و مشائخ نذرانے وصول کرنے اور سیادت و قیادت قائم رکھنے کے لیے عوام کو مکرو فریب کے جال میں پھنسا کر راہ حق سے روکتے رہتے ہیں۔ غرضیکہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصاریٰ کے دعویٰ توحید کے ساتھ اشتراک کا سبب یہ ہے کہ وہ بھی زبان و بیان کی حد تک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے تھے۔ (۱۴)

آیہ کریمہ کے آخر میں یہ بات بھی واضح فرمادی کہ اگر یہ کتاب توحید کی اس مشترک حقیقت کو بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، تو تم اُن کو صاف صاف سنا دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں۔ یہ ''گواہ'' رہو گے کے الفاظ بطور اظہار برأت ہیں۔ یعنی سن رکھو اور اس بات کے گواہ رہو کہ ہم نے تمہیں پوری وضاحت کے ساتھ سنا دیا تھا۔ اب کل کو خدا کے حضور ساری ذمہ داری تمہاری ہے۔ ہم اپنا فرض ادا کر چکے ہیں۔ ''بانا مسلمون'' سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ یہی توحید اس سپردگی اور حوالگی کی روح ہے جس سے اسلام عبارت ہے اور جو اصل مطلوب و مقصود ہے۔ جس کو یہ توحید حاصل نہیں کہ اس کو اسلام حاصل نہیں اور جس کو اسلام حاصل نہیں اس کو خدا حاصل نہیں۔ (۱۵)

تاریخ مذاہب

تاریخ مذاہب وادیان اتنی ہی قدیم ہے جتنی وجود کائنات کی حقیقت اس لیے کہ سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام جہاں نسل انسانی کے ظاہری اور معنوی مبداء کی حیثیت رکھتے ہیں وہاں مقام عبدیت وعبودیت کے بھی بظاہر مبداء اور مرکز تسلیم کیے جاتے ہیں۔ تاریخ ادیان عالم اور سلسلہ مذاہب پر مادی حیثیت سے نظر ڈالیں تو واضح طور پر ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر زمانے میں کسی نہ کسی نوعیت وحیثیت سے قادر مطلق کو تسلیم کیا گیا ہے اور انسانی زندگی کا کوئی دور ایسا نہیں جو معبود کے تصور سے خالی رہا ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :" ولکل قوم هاد " یعنی اللہ تعالی نے ہر قوم میں انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنے ہادی ورہبر معبوث فرمائے۔(۱۶) یہ موضوع بڑا اہم اور تحقیق طلب ہے جس کا مال کار دین حنیف اور اسلام کی محفوظ حیثیت اور اس پر عمل انسانی فلاح وبہبود اور دنیوی واخروی زندگی کے لیے بے حد اہم ہے۔

تعریف مذہب

A.B.Tylor کی مختصر ترین تعریف کے مطابق:

''مذہب روحانی موجودات پر عقیدہ کا نام ہے۔'' تب بھی یہ تعریف ان موجودات کی ماہیت اور ہر ایک فرقہ کے لیے اس عقیدہ کی اصل اور جواز کے سوال کو پیدا کرتی ہے۔''(۱۷)

اس اعتبار سے مذہب کو اعتقاد کی اس قوت کا نام دیا گیا، جس سے انسان کو اندرونی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور اسی مذہب کو ان صداقتوں کا مجموعہ قرار دیا گیا۔ جن میں وہ قوت ہوتی ہے جو انسانی کردار میں انقلاب برپا کر دیتی ہیں۔ بشرطیکہ انہیں دل کی گہرائیوں سے قبول کیا جائے اور ان پر غور وفکر کرتے ہوئے انہیں سمجھا جائے۔''(۱۸)

دنیا کے ادیان و مذاہب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مذہب کی ابتداء کے بارے میں واضح نظریات (تصورات) پائے جاتے ہیں۔

تعارف مذہب

اس تصور کی روح سے انسان بتدریج کی ایک اعلیٰ ہستی کے تصور تک پہنچا جس کی ابتداء آباؤ اجداد کی محبت سے ہوئی، اس کے ساتھ ساتھ مظاہر فطرت کی طرف وہ راغب ہوا اور ان کی پرستش شروع کی۔ ڈر یا محبت کی وجہ سے اور جو شے اچھی لگی اس کے آگے سر جھکا دیا۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ ان خداؤں کی تعداد کم ہونے لگی اور صرف ایک خدا کا تصور باقی رہ گیا، جو ہر شے کا خالق و مالک تصور کیا گیا۔ الہامی مذاہب کے علاوہ اکثر مذاہب کا نظریہ اسی تصور پر قائم ہے۔

اس نقطہ نظر سے مذہب کا تصور یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس زمین پر اپنا نائب بنا کر بھیجا تو اس کی دیگر ضروریات کے ساتھ ساتھ اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اصول بھی اسے بتادے اور پھر ہر دور میں اس کا اہتمام کیا گیا کہ انسانوں کو زندگی گزارنے کے لیے ہر طرح کی ہدایات بھی میسر ہوں۔ یہ ہدایات یکساں تھیں اور ہر دور کی ضروریات پوری کرنے کی ان میں صلاحیت موجود تھی۔ بلکہ ہر دور میں اس کی ضرورت کے مطابق ہدایات فراہم کی گئی گویا مذہب کا یہ نظریہ قدیم ہے اور اس کی رُو سے خدائے واحد کی عبادت سے مذہب کی ابتداء ہوئی اور پھر لوگ گمراہی میں مبتلا ہوئے شرک وکفر کی راہ اختیار کی، مذہبی تصور کے اس نظریہ کو اب تو مغربی محققین بھی تسلیم کرتے ہیں۔

پروفیسر شمٹ (Sshimdt) اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ انسان کا ابتدائی تصور مذہبی ہی تھا اور اس کا اعلیٰ ترین ہستی کے بارے میں جو تصور پایا جاتا ہے وہ توحیدی تھا اور اس طرح اس عقیدہ سے جس مذہب نے جنم لیا وہ خدائے واحد کی ذات پر عقیدے کا مذہب تھا۔" (۱۹)

سر ولیم میور (مصنف لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لکھتا ہے:

"جہاں تک بحیثیت مسلمان ہمارے مذہب کے آغاز کا تصور اور اسلام کے نظریہ دین کا تعلق ہے یہ بات سب پر روشن ہے کہ وہ مذہب کی جامع تر تعریف پیش کرتا ہے اس کے نزدیک دین ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کی طرف سے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) اس کے نزدیک دین ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کی طرف سے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) کی صورت میں دیا گیا ہے۔"

جس میں زندگی کے مادی، روحانی دونوں شعبوں سے متعلق مکمل اور واضح احکامات دیئے گئے ہیں۔ مذہب کے اس مکمل اور جامع نظریئے نے مذاہب عالم کو متاثر کیا اور اپنے پیروؤں کو کشمکش حیات میں قوت عطا کی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوا اور اس کے ساتھ ہی یہ اہتمام بھی کر دیا گیا کہ اب مذہب کی تکمیل ہو چکی، اب اس میں تحریف نہیں کی جاسکے گی۔ جس کی وجہ سے اب قیامت تک انبیاء کا سلسلہ تمام ہوا اور اس مذہب میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرے۔

اہم عالمی مذاہب

اس وقت دنیا میں جتنے بھی مذاہب پائے جاتے ہیں ان کی تقسیم کی دو بنیادیں ہیں:

(الف) الہامی مذاہب: جن کی تعلیمات خالق کائنات کی طرف سے ودیعت کی گئی ہیں۔

(ب) غیر الہامی مذاہب: جن کی تعلیمات اور اصول انسانوں کے اپنے وضع کردہ ہوں، پھر ان ہر کو دو میں مزید اس طرح تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک تو وہ مذاہب ہیں جن کی ترویج واشاعت کے لیے ان کے ماننے والے ہر وقت سرگرم عمل رہتے ہیں۔ یعنی (تبلیغی مذاہب) اس میں کئی ایک الہامی اور غیر الہامی مذاہب شامل ہیں، اور دوسری تقسیم ان مذاہب کی ہے جن کی تبلیغ نہیں کی جاتی بلکہ کسی خاص نسل یا علاقے تک محدود کیا جاتا ہے۔ ان میں بھی کئی ایک الہامی اور غیر الہامی مذاہب شامل ہیں۔ گویا مذاہب عالم کو عام طور سے چار اقسام میں متعارف کرایا جا سکتا ہے۔

الہامی اور غیر الہامی مذاہب کی امتیازی خصوصیات

(1) الہامی مذاہب اصلاً ایک خدا کے تصور پر مبنی ہیں لیکن غیر الہامی اس کے پابند نہیں، یہاں تک بعض سرے سے اللہ تعالیٰ کے تصور سے بھی عاری ہیں۔

(2) الہامی مذاہب پیغمبروں کے قائل ہیں، غیر الہامی نہیں۔

(3) الہامی مذاہب کا اصل منبع و سرچشمہ کتب سماوی ہیں، غیر الہامی مذاہب میں یہ ضروری نہیں۔

(4) الہامی مذاہب اپنی تعلیمات یا عملی تاریخ کے باعث تبلیغی ہیں اور غیر الہامی اپنی اصل تعلیمات کے مطابق تبلیغی نہیں۔

(5) الہامی مذاہب کی تعلیمات معین اور واضح ہیں لیکن غیر الہامی مذاہب کی تعلیما غیر معین اور لچکدار ہیں۔

(6) الہامی مذاہب کی تعلیمات کلی اور اپنی اصل کی بنا پر دینی اور دنیاوی زندگی پر کم وبیش حاوی ہیں۔ لیکن غیر الہامی مذاہب کی تعلیمات جزوی ہیں یعنی یا تو صرف روحانی زندگی سے متعلق ہیں مثلاً تاؤمت یا دنیوی زندگی سے متعلق مثلاً کنفیوشی مت (۲۱)

الہامی مذاہب

وہ مذاہب جن کی تعلیمات کی بنیاد وحی ہے اور الہامی مذاہب کی تعریف میں آتے ہیں۔ ان مذاہب کی تعلیمات بلکہ ان کا نظریہ حیات اس خالق کائنات کا تفویض کردہ ہوتا ہے۔ جس نے جب اس دنیا میں پہلا انسانی جوڑا بھیجا تو اس بات

سے بھی آگاہ کردیا کہ تمہیں زندگی گزارنے کے لیے جن اصول وقواعد کی ضرورت پڑے گی وہ میری طرف سے تم تک پہنچیں گے فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے

قلنا اهبطوا منها جميعا فاما ياتينكم منى هدى فمن تبع هداى فلا خوف عليهم و لا هم يحزنون (۲۲)

ہم نے کہا یہاں سے اترو پس تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آتی رہے گی، پس جو میری ہدایت پر عمل کریں گے انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

خالق کائنات نے ہر قوم کی ہدایت کے لیے اپنے برگزیدہ بندوں کو وقتاً فوقتاً بھیجا۔ ان سب نے اسی الہامی نظریہ حیات پر لوگوں کو زندگی گزارنے کی تلقین کی، ان برگزیدہ ہستیوں کے سلسلہ کی سب سے پہلی کڑی۔ یعنی سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخری کڑی نبی کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان دونوں کے درمیان ایک لاکھ سے زائد ایسی برگزیدہ ہستیاں گزریں جن میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ معروف ہستیاں ہیں جن کے پیش کردہ نظریہ حیات پر آج بھی کروڑوں انسان عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اسی لیے ہمارے نظریہ کی رو سے تمام الہامی مذاہب ایک ہی طرح کی تعلیم دیتے رہے اسلام بھی انہی تعلیمات کو بطریق احسن پیش کرتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانوں نے تعلیمات میں ردوبدل کر کے انہیں اپنی مرضیات کے تابع کرنے کی کوشش کی، لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان تمام مذاہب کی تکمیل کر دی اور اب قوانین کا جو مجموعہ اصلاح انسانیت کے لیے دیا گیا اس کی حفاظت کا مکمل انتظام بھی کر دیا گیا فرمایا:

انا نحن نزلنا الزكر وانا له لحفظون .(۲۳)

بے شک اس ذکر یعنی (قرآن کریم) کو ہم نے ہی نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

جملہ مذاہب سے عقیدت واحترام کا حکم

دیگر الہامی مذاہب کے سلسلے میں یہ واضح کر دیا گیا کہ:

" والذين يومنون بما انزل اليک وما انزل من قبلک(۲۴)

(اللہ سے ڈرنے والے) وہ لوگ ہیں جو کچھ آپ (ﷺ) پر (اے محمد ﷺ) اتارا اور جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کیا گیا اس پر ایمان لاتے ہیں۔

اس آیت ربانی کی رو سے تمام الہامی مذاہب پر ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ خالق کائنات کی طرف سے ہدایت انسانی کے لیے نازل کی گئی تھیں ان مذاہب میں اہم حسب ذیل ہیں۔

مذہب یہودیت اوراس کی عالمگیر تعلیمات

یہودی نسلی اعتبار سے بنی اسرائیل ہیں۔اسرائیل عبرانی زبان سے ماخوذ ہے جس کے معنی ''اللہ کے بندے'' کے ہیں۔یہود کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد۔حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے،جن سے یہود کے بارہ قبیلے بنے اوران میں بکثرت انبیاء ورسل ہوئے۔یہود کو عرب میں اس کی گزشتہ تاریخ اور علم و مذہب سے وابستگی کی وجہ سے ایک خاص مقام حاصل تھا۔بنی اسرائیل اور یہود دونوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے احکامات الٰہی کی تبلیغ کے لیے اس قوم کو مامور کیا اوراسے دنیا جہان پر فضیلت بخشی جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یابنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العلمین (۲۵)

یعنی امت محمدیہ سے پہلے افضل العالمین ہونے کی یہ فضیلت بنواسرائیل کو حاصل تھی جوانہوں نے معصیت الٰہی کا ارتکاب کر کے گنوائی اورامت محمدیہ کو ''خیرامتہ'' کے لقب سے نوازا گیا۔کیونکہ انعامات الٰہی کسی خاص نسل کے ساتھ وابستہ نہیں ہیں، بلکہ یہ ایمان اورعمل کی بنیاد پر ملتے ہیں اورایمان وعمل سے محرومی پر اللہ تعالیٰ سلب کر لیتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانہ میں یہ لوگ کنعان سے مصر منتقل ہوئے اور مذہب سے روگردانی کرتے ہی قبطیوں کے غلام بن گئے اورذلت کی زندگی گزارنا ان کا مقدر بن گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جوانہیں فرعون مصر کے پنجے سے چھڑا کر لائے لیکن غلامی سے نجات ملتے ہی پھر بدعہدی، ناشکری اورفساد کی باتیں کرتے رہے،جس کی پاداش میں انہیں وقتاً فوقتاً تباہیوں کا سامنا کرنا پڑا،غرضیکہ تاریخ یہودیت مسلسل عروج وزوال کی داستان ہے(۲۶)

ابراہیم اے نیومن یہودیت پر اپنے مضمون میں لکھتا ہے: ''یہودیت ایک ایسا مذہب ہے جس پر ایک چھوٹی قوم یعنی یہودی قوم اعتقادرکھتی ہے جو دوسری جنگ عظیم سے پہلے اپنی عددی ترقی کی انتہا پر تھی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ سے زیادہ نہ تھی اوراب گھٹ کر ایک کروڑ یا ایک کروڑ دس لاکھ ہوگئی ہے جوایک مجنوں ٹولی کا نتیجہ ہے جواس مذہب اور یہودی قوم کا صفایا کرنا چاہتی تھی۔(۲۷)

Encyclopedia of Religion Ethics کا مقالہ نگار لکھتا ہے۔''یہودیت دواصولوں پر مبنی ہے،خدا

کی وحدانیت اور بنی اسرائیل کی پسندیدہ اور منتخب امت ہونا، یہودیت بت پرستی اور متعدد خداؤں کی پوجا یعنی شرک کو مسترد کرتی ہے وہ ایک رب العالمین پر عقیدہ رکھتی ہے" (۲۸)

یہودی مذہب کی تعلیمات

یہودیوں کی مقدس کتاب "تورات" ہے جسے بعد میں انہوں نے اپنی مرضی کے مطابق بدل ڈالا۔ یوم السبت یعنی ہفتہ کا دن یہودیوں کے لیے بڑی اہمیت رکھتا۔ حضرت موسیٰ کے احکام عشرہ Ten-Commandments جو انہیں طور سینا پر عطا ہوئے یہودی مذہب کی بنیاد ہے۔ یہ احکام عشری مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) خدا کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہ بنانا۔ (۲) کسی جاندار کی صورت نہ بنانا اور نہ اسے سجدہ کرنا (۳) خدا کے نام کی تعظیم کرنا، بے فائدہ اس کا نام نہ لینا (۴) سبت کے دن کی تعظیم کرنا، چھ دن کام اور ساتویں دن کوئی کام نہ کرنا۔ (۵) خون نہ بہانا (۶) ماں باپ کی عزت کرنا۔ (۷) زنا نہ کرنا۔ (۸) چوری نہ کرنا۔ (۹) اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا۔ (۱۰) اپنے پڑوسی کے مکان، بیوی، خادم، خادمہ، مویشی اور چیز کی طرف لالچ کی نگاہ نہ ڈالنا۔

یہ احکامات عشرہ سادہ تھے اور ان پر عمل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ خدا کی وحدانیت کو قائم کیا جاتا اور ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کی جاتی جس میں انسان کی عزت اور پڑوسی کے حقوق کی حفاظت ہوتی۔

یہودیوں کی اجتماعی حالت:

توریت کے احکام اور خدا کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی بنا پر یہودی دنیاوی اقتدار سے محروم اور غضب الٰہی میں مبتلا ہو گئے۔

وضربت علیهم الذلته والمسکنة . وباء وبغضب من اللّٰهط (۲۹)

ان پر ذلت و بے چارگی طاری کی گئی اور وہ خدا کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔

سب سے زیادہ انبیاء اسی قوم میں مبعوث ہوئے، جن میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے جلیل القدر فرمانروا بھی تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور یہودیت کے عروج کا انتہائی دور تھا۔ لیکن کبھی بھی عددی اعتبار سے یہ دنیا کی آبادی میں قابل ذکر نہ رہے۔

مذہب عیسائیت اور اس کی عالمگیر تعلیمات

عیسائیت کی تعریف یہ کی جاتی ہے: "کہ وہ ایک اخلاقی، تاریخی عالمگیر توحید پرست اور نجات دہندہ مذہب ہے

جس میں خدا اور بندے کے تعلقات کا درمیانی واسطہ خداوند یسوع مسیح کی ذات اور کارنامہ ہے'' (۳۰)

لیکن آگے مقالہ نگار عیسائیت کو توحید پرست کے علاوہ تثلیث پرست بھی قرار دیتا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''عیسائیت میں خدا کا تصور نہ صرف توحید پرستی ہے، بلکہ تثلیث عیسائیت کی ابتدا یہودیت سے ہوئی۔ جب یہودی اپنے اعمال کی بنا پر انتہائی زوال کو پہنچ چکے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نجات و اصلاح کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی قدرت سے بغیر باپ کے حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے فلسطین کے ایک گاؤں بیت اللحم میں پیدا فرمایا۔''

آپ نے مختلف معجزات اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ یہودیوں کو یہ سمجھایا کہ دین کی کامیابی صرف احکام الٰہی کی پیروی کرنے میں ہے، آپ کے ایک وعظ کے الفاظ ہیں:

''مبارک ہیں وہ جن کی روحیں غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت ان ہی کی ہے، مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیونکہ زمین کے وہی وارث ہوں گے، مبارک ہیں وہ جو غمگین ہیں کیونکہ وہ اطمینان پائیں گے، مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا، مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں، کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے'' (۳۲)

عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائبل دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ''عہدنامہ قدیم'' Old Testament کا ہے۔ جس میں ۳۹ کتابیں معہ توریت کے شامل ہیں اور دوسرا حصہ ''عہدنامہ جدید'' New Testament کا ہے۔

عیسائیت کی بنیادیں یہودیت پر قائم ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق بھی اسی قدیم مذہب سے تھا۔ اس لیے بنیادی طور پر عیسائیت اور یہودیت کی تعلیمات میں اختلاف نہیں ہے، اور جس طرح توریت یہودیوں کی مذہبی کتاب ہے اسی طرح عیسائیوں کے مذہب میں بھی شامل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات مختلف رسالوں کی شکل میں تحریر لائی گئیں۔ جن چار تحریروں کو مستند سمجھا گیا اور جنہیں بائبل میں شامل کیا گیا وہ یہ ہیں۔ انجیل متی Mathew، مرقس Mark، لوقا Luke اور یوحنا John یہ رسالے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں یا سینٹ پال کے مریدوں کے ترتیب دیئے ہوئے ہیں۔ ان رسالوں کے قدیم ترین نسخے یونانی زبان میں محفوظ ہیں۔، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تحریر میں نہیں آئے تھے بلکہ ان کے بعد لکھے گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا کی واحدنیت اور رسولوں پر ایمان لانے کی تعلیم دی تھی، آپ نے دنیاوی اعمال کو

جزاوسزا کا پابند قرار دیا تھا اور لوگوں کو اس دن سے ڈرایا تھا جس دن ان کے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔ آپ نے اس بات پر زور دیا تھا کہ لوگ قناعت اور صبر کی زندگی بسر کریں، دوسروں کو اپنی ذات سے نقصان نہ پہنچائیں، دولت کے پیچھے نہ بھاگیں اور اپنے خالق کے سامنے عجز وانکساری کا اظہار کریں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ سیدھی سادھی تعلیمات جلد ہی فراموش کردی گئیں۔

توحید فی التثلیث

عیسائیت کا بنیادی عقیدہ تثلیث ہے جس میں باپ بیٹا اور روح القدس شامل ہیں۔ ہم اس جگہ اس عقیدے کی وہ تشریح پیش کرتے ہیں جو عیسائیوں کے یہاں سب سے زیادہ مقبول عام ہوتی ہے۔:

''تثلیث کے عیسائی نظریئے کو ان الفاظ میں اچھی طرح تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ کہ باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے اور روح القدس خدا ہے لیکن یہ مل کر تین خدا نہیں ہیں''۔

بلکہ ایک ہی خدا ہیں۔ اس لیے کہ عیسائی نظریئے کے مطابق ہم جس طرح ان تینوں میں سے ہر ایک اقنوم کو خدا اور آقا سمجھنے پر مجبور ہیں اسی طرح ہمیں کیتھولک مذہب نے اس بات کی بھی ممانعت کردی ہے کہ ہم ان کو تین خدا یا تین آقا سمجھنے لگیں۔'' (۳۳)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب باپ' بیٹا اور روح القدس میں سے ہر ایک کو خدا مان لیا گیا تو خدا ایک کہاں رہا؟ وہ تو لازماً تین ہوگئے۔ یہی وہ سوال ہے جو عیسائیت کی ابتدا سے لے کر اب تک ایک چیستاں بنا رہا ہے۔ عیسائیوں کے بڑے بڑے مفکرین نے نئے نئے انداز سے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی اور اسی بنیاد پر بے شمار فرقے نمودار ہوئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس سوال کا کوئی معقول جواب سامنے نہیں آسکا۔ (۳۴)

ایک گروہ رومن کیتھولک اس میں مقدس مریم کے اضافے کے حق میں ہے' انجیل ان کی مذہبی کتاب ہے۔ آج عیسائیت کے تین بڑے فرقے ہیں یعنی نمبر ۱۔ مشرقی تقلید پسند' نمبر ۲۔ رومن کیتھولک اور نمبر ۳ پروٹسٹنٹ۔ سب سے بڑا فرقہ رومن کیتھولک ہے جس کے رہنما ''پاپائے روم'' ہیں۔ (۳۵)

غیر الہامی مذاہب

ہر وہ نظام حیات جس کی بنیاد احکام الٰہی پر نہ ہو غیر الہامی مذاہب کے زمرہ میں شامل ہے' خواہ اس پر عمل کرنے والوں کی تعداد کروڑوں میں لاکھوں میں ہزاروں میں یا سینکڑوں میں ہی کیوں نہ ہو اہمیت اپنی جگہ ان کی ہے اس لحاظ سے ہم

غیر الہامی مذاہب کی تعداد کا تعین تو نہیں کر سکتے' لیکن یہاں مختصراً ان کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے جن کا اثر ایک عرصہ تک انسانی معاشرہ پر رہا۔ ان میں دنیا کی قدیم ترین تہذیبیں حمورابی' کسدی' آشوری' سمیری ہوں' افریقی قبائل کے عقائد ونظریات ہوں یا جنوب مشرق ایشیا کے زرتشتی' ہندومت' بدھ مت کا ذکر سب غیر الہامی مذاہب کے زمرے میں آتے ہیں۔ یہاں صرف معروف غیر الہامی مذاہب کا مختصر ذکر کیا جارہا ہے۔

(الف) زرتشتی مذہب

زرتشتی مذہب کی تاریخی حیثیت مورخین 6 ہزار سے دو ہزار قبل مسیح متعین کرتے ہیں۔ اس مذہب کے بانی زرتشت اعظم نے خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہوکر یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ مصائب کہاں سے آتے ہیں۔ ایک مرتبہ سورج کو غروب ہوتا دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچے کہ دنیا اندھیرے میں اُجالے کا سنگم ہے اسی کو خیر وشر کا نام دیا گیا اور دو خداؤں کے تصور نے جنم لیا۔ خدائے خیر اور شر خدائے خیر یعنی اہورامزدا کی سات صفات پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (یہ سات صفات مل کر ''امینا اسپنا'' کہلاتی ہیں۔ جن کے مجسمے اور تصویریں بنائی جاتی تھی) جنوب مشرقی اشیاء میں زرتشت کے پیروکار'' پارسی کہلاتے ہیں۔ یہ حضرات حیات بعد الممات' حساب اعمال اور جنت دوزخ کے قائل ہیں۔ زرتشتی مذہب میں پاک وصاف رہنا' محنت مشقت سے روزی کمانا اور غریبوں کی مدد کرنا نیک آدمی کی پہچان ہے' سستی و کاہلی اور بے کاری قابل نفرت ہے اور ایسا شخص جہنمی ہے۔ پارسی اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کرتے' اس لیے اس مذہب کے پیروکاروں میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا' اب یہ مذہب ہندوستان کے کچھ علاقوں خصوصاً گجرات' ممبئ اور پاکستان میں کراچی تک محدود ہے۔

(ب) ہندومت

ہندومت اگر چہ دنیا کے قدیم مذاہب میں سے ہے' اصطلاحی اور عملی زبان میں مذہب کی جو تعریف ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ'' ہندو مذہب'' کیا ہے؟ اور کن بنیادی عقائد پر یقین رکھنا ہے' اس مذہب کے ماننے والوں کے لیے لازمی ہے۔ کیونکہ یہودیت' نصرانیت اور اسلام کی طرح نہ تو اس کے کسی پیغمبر کا وجود ہے نہ کسی ایک الہامی کتاب کا اور نہ کسی معین عقیدہ کا۔

چنانچہ جان کلارک آرچر John Clark Archur ہندو مذہب پر اپنے پر مغز مقالہ میں لکھتا ہے:

''ہندو مذہب اپنے ابہام کے لحاظ سے اول تو عہد حجر کی ایک نشانی ہے یہ اتنا قدیم ہے۔''(۳۶)

تاریخی اعتبار سے اسے ساڑھے تین ہزار سالہ قدیم مذہب کہا جاسکتا ہے۔ ویدیں اس کی مقدس کتب ہیں' جن کے

ساتھ اپنشد، پران، گیتا اور سماجی قوانین کے مجموعے ساشتر بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں "تری مورتی" اس کا بنیادی عقیدہ ہے، جس کے تحت تین خداؤں کا تصور کیا جاتا ہے۔ کائنات کا خالق کائنات کی بقا کا ذمہ دار اور کائنات کی تباہی و بربادی کا سبب، جسے برہما، وشنو اور شیو کا نام دیا جاتا ہے۔ ہندو عقیدہ کے مطابق تمام بڑے بڑے مصلحین وشنو کے اوتار تھے اور ابھی ایک اوتار باقی ہے ان کی تعداد دس بتائی جاتی ہے جسے "دشا اوتار" کا نظریہ کہا جاتا ہے۔ آج ہندو بھارت کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں۔

(ج) بدھ مت

بدھ مذہب کے بانی گوتم ہیں جن کا لقب ساکھیامنی تھا جو بعد میں بدھ کے نام سے موسوم ہوئے، یہ کپلا وستو کے مقام پر جو نیپال کے جنوب میں واقع ہے پانچویں صدی قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ (۳۷)

بدھ مذہب کی غایت یہ ہے کہ انسان اسی دنیوی زندگی میں نروان حاصل کرے۔ نروان نفس کی اس حالت مطمئنہ کا نام ہے جس میں دنیوی افکار و آلام کا دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس مذہب کی تعلیمات انتہائی سادہ تھیں۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اخلاقی تعلیمات پر مبنی ایک ایسا نظام حیات اس مذہب کی بنیاد تھا جس کا مقصد انسان کو ہندو مذہب کے نظریہ تناسخ سے نجات دلانا تھا۔ لیکن بدھا کی وفات کے بعد اس مذہب میں کافی تبدیلی کر دی گئی۔ اس کے گروہ بن گئے، مہاراجہ اشوکا نے اس مذہب کی اشاعت و ترویج نہ صرف جنوب مشرقی ایشیاء تک محدود رکھی بلکہ بین الاقوامی سطح پر اس کو متعارف کرایا اور آج اس کے پیروکار بیرون ملک میں زیادہ ہیں۔

بقول لی بان: "ابتدائی بدھ مذہب محض ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاق تھا لیکن بتدریج بدھ مذہب باضابطہ مذہب بن گیا اور اس میں بھی دیوتا اور رسوم و اعمال و عبادت و فلسفہ شامل ہو گئے اور برہمنی مذہب کی طرح بدھ مذہب میں فرقے ہو گئے اور بدھ کی مورت بن گئی۔" (۳۸)

قصہ مختصر یہ تو چند اہم اور بڑے غیر الہامی مذاہب کا ذکر تھا، ان کے ساتھ ساتھ اسی خطہ میں جینی، کنفیوشس، تاؤ اور شنتو جیسے مذاہب کی بھی اپنی جگہ اہمیت رہی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مذاہب اپنی اہمیت کھوتے رہے اور آج ان میں سے کئی ایک ایسے ہیں کہ جن کے ماننے والوں کو کوئی خاص عددی اہمیت نہیں دی جا سکتی۔

مذہب اسلام کی عالمگیر تعلیمات

اسلام کا مرکزی اور بنیادی عقیدہ توحید ہے۔ جس کے متعلق قرآن کریم کا نظریہ ہے کہ وہ ایک پرانی یعنی ازلی و

بدی حقیقت ہے جوتمام انبیاء سابق کی تعلیمات کی روح تھی۔اس لیے کلام اللہ کی شہادت ہے:

(۱) هو اجتبكم وما جعل عليكم في الدين من حرج ط ملته ابيكم ابراهيم ط هو سمكم المسلمين لا(۳۹)

"تمہارے لیے دین میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔جوتمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین (ملت) ہے اور اسی (اللہ تعالیٰ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔"

(۲) قل انني هدٰنیْ ربی . الی صراط مستقیم دینا قیما ملته ابراهیم حنیفا ج وما کان من المشرکین .(۴۰)

"کہہ دیجئے کہ میرے اللہ نے میری ہدایت صراط مستقیم کی طرف کی ہے جو دین قیم ہے۔جوملت دین ابراہیم ہے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔"

(۳) ومن يرغب عن ملته ابراهيم الامن سفه نفسه .(۴۱)

"جوشخص ملت (دین) ابراہیم سے روگردانی کرے وہ اپنی ذات کو ہلکا بناتا ہے۔"

توحید کا مرکزی تصور اسلام کی اساس ہے اور یہی اساس اس کو کفار اور مشرکین سے جدا کرتی ہے اسی لیے جوادیان سابقہ عقیدہ توحید پرمبنی تھے جیسا کہ عیسائیت اور موسویت کا حال ہے۔باوجود تحریف عقیدہ توحید کے ان میں اسلام سے ایک حد تک مماثلت تھی۔شاید یہی وجہ ہے کہ مذاہب عالم کے جاننے والے علماء جب مذاہب کی اصولی تقسیم کرتے ہیں،تو وہ اسلام،عیسائیت اور موسویت کو توحیدی مذہب میں داخل کرتے ہیں۔یہاں تک کہ عیسائی پادری بھی یہی کہتے ہیں۔چنانچہ Bathman لکھتے ہیں:

"خدا کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں،اسلام،عیسائیت اور یہودیت کی طرح ایک خالص توحیدی مذہب ہے۔یہ تینوں مذاہب ایک خدا کو تسلیم کرتے ہیں،لیکن ہر ایک میں خدا کی ایک مختلف صفت پر زور دیا گیا ہے۔"(۴۲)

اسلام کا بنیادی تقاضا توحید،رسالت اور عقیدہ آخرت ہے،جن کے ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی کیا جاتا ہے کہ دن رات میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہونا سال بھر میں ایک ماہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر روزہ رکھنا،یعنی دن بھر کھانے پینے اور نفسیاتی خواہشات سے پرہیز،استطاعت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا،زندگی میں ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنا اور بوقت ضرورت اس کے نام پر زندگی قربان کردینا ضروری ہے۔اس طرح کے نظریہ حیات کو اپنا کر ہر انسان اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔خواہ وہ کسی بھی نسل یا ملک سے ہو،وہ کسی بھی رنگ کا مالک یا معاشرے میں اس کا کوئی بھی

مقام ہوا اس لیے کہ اہل ایمان کی پہچان ان کا رشتہ ایمان ہے۔

انما المومنون اخوة .(۴۳) بے شک سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

ان کی قومیت کے عناصر ہی الگ ہیں، ان کی ملت کی ترکیب ہی جدا ہے، اسی لیے شاعر مشرق علامہ اقبال نے فرمایا:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر ○ خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ (۴۴)

ظہور اسلام کے وقت دنیا میں جو مذاہب موجود تھے انہوں نے کبھی مذہبی اختلاف سے بالاتر رہ کر صرف انسانیت کی بنیاد پر بنی نوع انسان کو متحد ہونے کی دعوت نہیں دی تھی، بلکہ ان مذہبوں کے ماننے والے ایک دوسرے سے نہ صرف نفرت ہی کرتے تھے بلکہ مذہب کے نام پر دوسروں کو تکلیف پہنچانے کو ایک قسم کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ بھی سمجھتے تھے۔ اسلام نے انسانیت کی بنیاد پر تمام انسانوں کو یگانگت کا نعرہ بلند کر کے بنی نوع انسان کے روبرو ایک نئی راہ کھول دی تھی۔

اسلام نے اپنی دعوت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر قائم کی لیکن اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا یہ اسلامی تصور مذہب سے کہیں زیادہ بنی نوع انسان اور انسانی معاشرہ کی اصلاح اور استحکام کے خیال پر مبنی تھا، اور اسلام اللہ تعالی کی وحدانیت کا قرار کرانے کے بعد انسان کے ذہن کو اس طرح جاننا چاہتا تھا کہ جب پوری کائنات کا خالق اور مالک ایک ہی ہے تو اس کے نام پر مخلوق کے درمیان نفرت اختلافات اور کشیدگی کا وجود باقی نہیں رہنا چاہیئے۔

سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجتہ الوداع کے متعلق یہ کہا جائے کہ آسمان نے روز و شب کی ہزار کروٹیں بدل لیں لیکن احترام انسانیت کے لیے اس سے زیادہ پر درد اور پر خلوص آواز نہیں سنی، تو یقیناً اس میں کوئی مبالغہ نہ ہو گا۔ آج دنیا میں ہر طرف حقوق انسانی کا چرچا ہے لیکن کون نہیں جانتا کہ یہ سب باتیں نقاب کے مانند ہیں، جن کے نیچے دنیا کے گوشے گوشے میں قدر حریت اور شرف انسانیت کی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ تہذیب حاضر پر ظلم و ستم کے نئے نئے طریقے ایجاد کیے ہیں اور یہ طریقے ایسے ہولناک ہیں جس کی مثال تاریخ عالم کا کوئی تاریک سے تاریک صفحہ پیش نہیں کر سکتا۔ جو قومیں حقوق انسانی کی پاسبانی کے بلند و بانگ دعوے کر رہی ہیں وہی انسانیت کا خون چوسنے میں پیش پیش ہیں۔

خطبہ حجتہ الوداع نہ کسی سیاسی مصلحت کا نتیجہ تھا نہ کسی وقتی جذبہ کی پیداوار، یہ اللہ تعالیٰ کے اخری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی رعایا کے نام آخری پیغام تھا۔ جس میں یہ بتایا گیا کہ انسانیت کی بقا کا راز انسانیت میں مضمر ہے۔ دوسری طرف اعلان خداوندی ہوا:

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى .(۴۵)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔''

اسلام ہی بین الاقوامی مذہب ہے

مذہب اسلام تبلیغی ہے پروفیسر میکس طر کی مشہور تقسیم کے لحاظ سے مذاہب عالم کے منجملہ عیسائیت، بدھ مت اور اسلام تبلیغی مذاہب ہیں، لیکن بدھ مت اور عیسائیت کے بارے میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ اپنی اصلی تعلیمات اور تاریخ کے مطابق یہ تبلیغی نہیں، اس کے برخلاف اسلام قرآن وحدیث کی تعلیمات اور اپنی تاریخ کی بنا پر ایک تبلیغی مذہب ہے۔ چنانچہ قرآن کریم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتا ہے:

وما ارسلنک الا رحمته للعلمین. (۴۶)

''ہم نے آپ (ﷺ) کو دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

تمام مذاہب عالم میں عیسائیوں کو چھوڑ کر صرف مسلمان ہی ایک عالمگیر قوم ہیں، چنانچہ ایک عیسائی ایڈورڈ جرجی لکھتا ہے:

''اسٹیج دنیا کا عمومی جغرافیہ ہے، جس میں زمین کے تمام براعظم شامل ہیں۔ زمانہ ساتویں صدی عیسوی کے بعد کی تاریخ ہے۔ ڈرامے کے افراد اور شخصیتیں بنی نوع انسان کی مختلف ومتعدد نسلیں ہیں، عرب، ایران، ترک، یورپی، منگولی، حبشی، ہندو، انڈونیشی، سیاہ فام اور گورے ہر روغن والے، عنوان اگرچہ عربوں کا ہے۔ لیکن اصل کردار ہمیشہ خود اسلام نے ادا کیا ہے۔ اگر اسلام کی چہار گونہ (زمان مکان، نسل اور زبان کے) کوئی معنی ہیں تو وہ یہی کہ اللہ تعالیٰ کے دین نے دنیا کی اجتماعی زندگی میں ایک زبردست کردار ادا کیا اور انسانیت نواز حصہ لیا ہے'' (۴۷)

کائنات میں کئی طرح سے ہم آہنگی و یک رنگی ہے، ہم آہنگی کا کمال دیکھئے کہ ہر دل ایک منٹ میں ۷۰، ۷۲ دفعہ دھڑک رہا ہے۔ ہر پھیپھڑا ایک دقیقے میں سولہ سے سترہ دفعہ سانس لے رہا ہے۔ پانی کی سطح ہر جگہ برابر ہے۔ ہوا ہر مقام پر پانی سے ہلکی ہے۔ الغرض بہار و خزاں، موت وحیات اور گردش نجوم وشمس وغیرہ میں ایک زبردست تناسب، حیرت انگیز ہم آہنگی اور ایک ایمان افروز یکسانیت پائی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

ماتری فی خلق الرحمن من تفوت ط فارجع البصر هل تری من فطور (۴۸)

''اللہ رحمٰن کی تخلیق میں کوئی بے ضابطگی یا فقدان ہم آہنگی نظر نہیں آئے گی۔ دوبارہ (نظریں ڈال کر) دیکھ کیا تمہیں کوئی شگاف بھی نظر آ رہا ہے۔''

قدیم دنیا کے جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ نسل انسانی کی تمام اصلی اور بڑی نسلوں کی نمائندہ ہے۔

چنانچہ جب ہم قدیم دنیا کے مذہبی فرقوں کی نسلی تقسیم پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلم اقوام میں سامی نسل، آریائی نسل اور منگولی نسل کے اکثریتی علاقے داخل ہیں اور ان کی آزاد سلطنتیں ان تینوں بنیادی نسلوں کی نمائندہ ہیں۔ مسلمانوں کی یہ خصوصیت ایسی ہے جو دنیا کے دیگر مذاہب کے پیروؤں کو حاصل نہیں۔ اس کی وجہ سے مسلمان ان تینوں نسلوں کی ممیز خصوصیات کے جامع ہیں اور ان کی تہذیب وتاریخ کو ایسی رنگارنگی وہم آہنگی ملی ہے جو انہیں زمان ومکان کے تغیرات میں باقی رہنے اور اسلامی تہذیب کی بنیادی یکسانیت کو برقرار رکھنے میں بڑی مدد دیتی ہے۔

مذاہب عالم میں اسلام اپنے مخصوص نظریے کے باعث جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ جس کے امتیازی اور مخصوص پہلوؤں میں سے دو پہلوؤں کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے جو اس کی مرکزیت اور استحکام کا اصلی ذریعہ رہے ہیں۔

دنیا کے دیگر مذاہب کے برخلاف اسلام کا مرکز محفوظ رہا اور اس پر کبھی بھی دیگر مذاہب کا تسلط قائم نہ ہوسکا۔ اسی طرح اس کی کتاب کی زبان (عربی) کی حیثیت سے محفوظ ہے اور حج کے فریضہ کے ذریعے اس سرزمین اور اس کی زبان سے مسلمان عالم کے باہمی روابط اور ہم آہنگی کو باقی رکھا گیا ہے۔ اس طرح اسلام اپنے ماننے والوں کو نہ صرف ایک مکمل ضابطہ حیات عطا کرتا ہے بلکہ اس محفوظ ضابطہ حیات کے سیاسی تقاضے کی تقویت کے لیے انہیں ایک محفوظ مرکز بھی عطا کرتا ہے۔

اسلام کے عالمگیر قوانین کی فطری ہم آہنگی

اسلامی نظریہ حیات کی بڑی طاقت اس کی سادگی اور فطرت کے عین مطابق ہونا ہے۔ عقیدہ توحید (جو اسلام کی اساس ہے) سے زیادہ سادہ اور فطری عقیدہ ناقابل تصور ہے۔ یہ معمولی سمجھ بوجھ کے آدمی کے لیے بھی اسی طرح قابل فہم ہے جس طرح اعلیٰ دماغ مفکر اور فلسفی کے لیے اس عقیدہ کی صحت اور سچائی کے قائل کے لیے اس عقیدہ کے پیغامبر کی صداقت کا اقرار ایک طبعی نتیجہ ہے۔ اسلامی عقیدے کے یہ دو اجزائے ترکیبی (توحید ورسالت) نہایت مختصر اور سادہ ہیں۔ عقیدہ سے آگے بڑھ کر دوسرے درجہ پر اعمال مذہبی میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہیں۔ جو اپنے معنی اور غایت میں کوئی ابہام اور پیچیدگی نہیں رکھتے اور عقیدہ کی طرح ایک عالم اور عامی دونوں کے لیے قابل فہم ہیں۔

بنیادی عقائد اور بنیادی اعمال وفرائض مذہبی کی یہ ہم آہنگی اور سادگی دیگر مذاہب عالم میں نہیں پائی جاتی۔

اسلام کی اسی سادگی کے بارے میں ایک عیسائی ایڈورڈ عطیہ کی شہادت یہ ہے:

”وہ چٹان جس پر اسلام کھڑا ہے، جنت کی وہ واحد کلید جو اسلام کے پیروؤں کے لیے ضروری ہے وہ قرآن کریم ہے۔ یہ ایک سادہ اور عملی مذہب ہے جس کے اصولوں میں ناممکنات کو حاصل کرنا داخل نہیں

بلکہ ان چیزوں کا حصول کافی ہے جو کم سے کم تعلیم وتربیت یافتہ آدمی کے بھی بس میں ہوں۔'' (۴۹)

یہی سادگی اسلام کی وہ معجزانہ طاقت تھی جس نے نہ صرف دنیا کے جدید ترین مذہب (سکھ مذہب) کو متاثر کیا بلکہ قدیم مذاہب کو بھی متاثر کیا ہے۔ چنانچہ جہاں تک عیسائیت کا تعلق ہے خود عیسائی اور مغربی مصنفین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ عہد اصلاح کی مساعی اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کی معارف پروری اور حکمت نوازی کی شرمندۂ احسان ہیں لیکن دوسرے مذاہب بھی اسلام کے اس فیضان سے محروم نہیں۔ جس کی جھلک درج ذیل ہے۔:

آپ کہہ دیں! اے الہامی کتاب کے ماننے والو! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں اور اس کا کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم اللہ کو چھوڑ کر اپنے ہی میں سے کسی کو رب نہ بنا لیں۔ اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو اس پر سر تسلیم خم کر چکے۔

ایک اور آیت قرآن کریم میں دو جگہ بہت خفیف لفظی فرق سے دہرائی گئی ہے۔

ان الذین امنوا والذین هادو والنصاری والصابین امن باللہ والیوم لاخر و عمل صالحا فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون (۵۰)

''یعنی جو لوگ ایمان لائے (پیغمبر السلام ﷺ پر) اور جو لوگ یہودی ہیں نیز عیسائی اور صابی مذاہب والے غرض جو بھی اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک کام کرے تو ایسوں کو اجر ان کے رب کے پاس ملے گا اور ان پر کوئی خوف کی وجہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

ڈاکٹر محمد حمیدؒ مندرجہ بالا آیات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''صلح کل، اعتدال پسندی اور انتہائی وسعت قلبی کی اس عجیب وغریب تعلیم میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ یہودی، عیسائی اور صابی اور دیگر مذاہب کے لیے اپنے اپنے مذہب کو ترک کریں۔ بلکہ اپنے اپنے الہامی مذہب ہی کی تجدید کرتے ہوئے چند بنیادی امور پر عمل کریں، یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا، مرنے کے بعد حساب کتاب کا یقین کرنا اور زندگی بھر عمل صالح کرنا یہ اجر ملنے اور خوف سے بچنے کے لیے کافی ہے۔ حقیقت میں یہ ایک طرح سے ایک بنیادی مذہب مرتب کرنا تھا اور اسی بنیاد پر مذہب کو۔''

ان الدین عند اللہ الاسلام . (۵۱) بے شک دین ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکم برقراری۔ اور ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه . (۵۲) اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سوا اس سے ہرگز

قبول نہ ہوگا کہا گیا۔

ان آیات میں اسلام نے مذاہب عالم کو دعوت دی اور آج بھی وہ دعوت باقی ہے کہ اپنے ہاں کے اصلی مذاہب پر رجوع کرو بعد کے زمانہ کے حذف واضافہ سے باز آجاؤ اور توحید و قیامت اور عمل صالح مابہ الاشتراک امر پر انضمام نہیں، تو وفاق کرلو مذہب کی اصل تعلیم کو مانیں تو پھر اصول کی حد تک اختلاف ہے ہی نہیں اور چونکہ بلا استثناء ہر جگہ اور ہر مذہب وملت میں ایک آخری تسکین دہندہ کی بشارت و پیشین گوئی موجود ہے اس لیے اپنے مذہب کی کامل تعمیل میں اس کی اطاعت بھی آتی ہے۔ یوں بھی نجات کے اس طریقہ سے، استدلال کے لیے نبی عربی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہی میں پیش کرنا انہی کے لیے ضروری ہوگا۔ اس طرح مذہبی تعصب کی مصیبت سے انسان کو نجات مل جاتی ہے اور لا اکراہ فی الدین (سورۃ البقرہ) ایک ایسا سنہری اصول تھا جو اس سے پہلے کہنا چاہیے کہ سنا ہی نہیں گیا تھا۔ (۵۳)

تعلیمات نبوی ﷺ میں مذہبی اعتدال پسندی اور روشن خیالی کی اہمیت

علامہ سید سلمان ندوی، محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں مذہبی اعتدال پسندی کی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''یہود توراۃ کے سوا کچھ نہیں مانتے، عیسائی توراۃ کے احکام نہیں مانتے، لیکن اس کی اخلاقی نصیحتوں کو قبول کرتے ہیں، تاہم انجیل سے پہلے کی دوسری زبانوں اور ملکوں کی آسمانی کتابوں کی نسبت مسلمانوں کی طرح ادب اور احتیاط کا پہلو بھی اختیار نہیں کرتے۔ پارسی اوستا کے باہر خدا کے کلام ہونے کا شبہہ بھی نہیں کر سکتے اور برہمن ویدوں کے باہر خدا کے فیضان کا تصور بھی نہیں کر سکتے، لیکن قرآن کریم پر ایمان لانے والا مجبور ہے کہ صحیفہ ابراہیم، تورات، زبور اور انجیل کو اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر یقین کرے اور دوسری اگلی آسمانی کتابوں کی جن میں آسمانی تعلیمات کی خصوصیتیں پائی جاتی ہوں، تکذیب نہ کرے کہ ان کا کتب الٰہی ہونا ممکن ہے۔''

عالمی مذاہب سے اتحاد قائم کرنے اور رواداری اختیار کرنے کا حکم

حقیقت میں اسلام کی یہ تعلیم دنیا کی مہتم بالشان تعلیمات میں سے ہے، جس کا وجود کسی دوسرے مذہب میں نہ تھا، یہ رواداری بے تعصبی اور عام انسانی اخوت کی سب سے بڑی تعلیم ہے، یہودی اپنی کتاب کو چھوڑ کر تمام دوسری آسمانی کتابوں

سے انکار کر کے بھی نجات کا منتظر رہ سکتا ہے۔ عیسائی تورات اور تمام دوسرے صحیفوں کا انکار کر کے بھی آسمانی بادشاہی کا متوقع ہوسکتا ہے، پارسی اوستا کے سوا دوسری ربانی کتابوں کو باطل مان کر بھی مینو جنت کا استحقاق پیدا کر سکتا ہے۔ ہندو اپنے ویدوں کے سوا دنیا کی تمام آسمانی کتابوں کو دجل وفریب مان کر بھی آواگون سے نجات حاصل کر سکتا ہے، بودھ مت والے اپنے سوا تمام دنیا کی وحیوں کا انکار کر کے بھی نروان کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں، مگر مسلمان جب تک قرآن کریم کے ساتھ تمام دنیا کی آسمانی کتابوں کو منجانب اللہ نہ تسلیم کرے جنت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

یہ تعلیم صرف نظریہ کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ عملاً اس پر اسلامی حکومت کے قوانین اور احکام مبنی ہیں، یہودیوں کی نظر میں صرف دو ہی قومیں ہیں، بنی اسرائیل اور غیر بنی اسرائیل یا اسرائیل کا گھرانہ، اور غیر قومیں یا مختون اور غیر مختون اور ان ہی دونوں تقسیموں پر ان کے قانون کی بنیاد ہے، عیسائیوں میں مذہبی حیثیت مسیحی یہود اور بت پرست گو کہ تین قومیں مانی جاتی ہیں مگر چونکہ ان کے مذہب میں قانون نہیں ہے، اس لیے وہ اکثر امور میں رومن لا، کے پیرو رہے ہیں لیکن رومن عیسائیوں میں بھی ملکی حیثیت سے دو ہی تقسیمیں ہیں، رومی اور غیر رومی۔ ایک رومی ملک میں غیر رومی کا کوئی حق نہیں کہ رومی حکومت کے لیے اور غیر رومی غلامی کے لیے پیدا ہوا ہے، پارسیوں میں نژادان، ایران اور بیرونی لوگ دنیا کی دو ہی حیثیتیں ہیں، ہندوؤں میں اونچی ذاتیں اور اچھوت قوموں کی دو ہی صورتیں ہیں۔

مگر اسلام کے گزشتہ عقیدہ کی بنا پر آنحضرت ﷺ نے قانونی حیثیت سے دنیا کی قوموں کو چار طبقوں میں تقسیم فرمایا، اور ان کے علیحدہ علیحدہ حقوق قرار دیئے، جن پر اسلام کی تیرہ صدیوں میں برابر عمل ہوتا رہا۔ یہ تقسیمیں حسب ذیل ہیں:

(۱) جو قرآن کریم اور دوسری آسمانی کتابوں کو کتب الٰہی یقین کرتے ہیں، ان میں سے ہر ایک دوسرے کا بھائی اور ہر اچھائی اور برائی میں ایک دوسرے کا شریک ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم نے دنیا میں امن وامان اور مسلمانوں میں مذہبی اعتدال پسندی کے پیدا کرنے میں کتنا عظیم الشان حصہ لیا ہے۔ یہی وہ نظریہ تھا جس نے مسلمانوں کو اپنے مذہبی عقائد وشریعت کی سخت پیروی کے باوجود دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ مشارکت اور میل جول کے لیے آمادہ کیا، اور مجوسیوں، صابیوں، یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر مختلف ملکوں میں ان ملکوں کے مناسب مختلف تمدنوں کی بنیاد رکھنے کی ان میں قوت پیدا کی۔

(۲) اہل کتاب یعنی ان کتابوں کے پیرو جن کے نام قرآن کریم میں مذکور ہیں یا یوں کہو کہ جو قرآن کریم کو گو آسمانی کتاب نہیں مانتے، مگر ان کتابوں میں سے جن کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے کسی کو وہ آسمانی کتاب مانتے ہیں، وہ اپنی حفاظت کا مالی ٹیکس (جزیہ) ادا کر کے اسلامی حکومتوں کی حدود میں رہ سکتے ہیں۔ ان کے معابد اور مذہبی عمارتیں

محفوظ رہتی ہیں، ان کو اپنے مذہب پر مجبور نہیں کیا جاتا، ان کی جان و مال عزت و آبرو کے مسلمان محافظ ہوتے ہیں، ان کی عورتوں سے مسلمان نکاح کر سکتے ہیں، اور ان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور کھا سکتے ہیں، ان کا جائز کھانا وہ کھا سکتے ہیں اور وہ اپنا کھانا ان کو کھلا سکتے ہیں۔

(۳) شبہ اہل الکتاب، یعنی وہ لوگ جو قرآن کریم اور تورات و انجیل و زبور کو نہیں مانتے، مگر وہ خود ان کے علاوہ کسی آسمانی کتاب پر ایمان لانے کے مدعی ہیں، جیسے صابی جو ایک آسمانی کتاب رکھنے کے دعویٰ کے باوجود ستاروں کو پوجتے تھے، اور مجوسی یعنی پارسی جو ایک آسمانی کتاب رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ساتھ ہی سورج، آگ اور دیگر مظاہر قدرت کی پرستش کرتے ہیں، ترکستان اور سندھ کی فتح کے موقع پر علمائے اسلام نے انہی پر قیاس کر کے ہندوؤں اور بودھوں وغیرہ کو بھی اسی صنف میں داخل کیا، مسلمان ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے اور ان کا ذبیح نہیں کھا سکتے، ان دو باتوں کے علاوہ اہل کتاب کے بقیہ تمام حقوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا کیے ہیں، وہ اسلامی حکومتوں میں ادائے جزیہ کے بعد ہر قسم کے ملکی حقوق میں شریک ہیں، ان کی جان و مال و آبرو اور ان کے معبدوں کی حفاظت اسلامی حکومتوں کا فرض ہے۔

(۴) کفار مشرکین، یعنی وہ لوگ جن کے پاس نہ کوئی آسمانی کتاب ہے اور نہ وہ کسی دین الٰہی کی طرف منسوب ہیں۔(۵۴)

میثاق مدینہ عالمی مذاہب کے درمیان اتحاد کا نمونہ

ہجرت مدینہ یکم ھجری کے بعد رسالت ماب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود مدینہ کے ساتھ تاریخ ساز معاہدہ ''میثاق مدینہ'' کیا جو غیر مسلم رعایا کے ساتھ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا معاہدہ ہے۔ یہ معاہدہ مذہبی اعتدال پسندی اور فراخ دلی کی ایک ایسی مثال ہے جس پر دنیا فخر کر سکتی ہے۔ موجودہ دور کی اقوام متحدہ بھی فریقین میں اس سے بہتر اور اعتدال پسندی، روشن خیالی پر مبنی معاہدہ نہیں کرا سکتی۔

''میثاق مدینہ'' انسانیت کے تاجدار مذہبی اعتدال پسندی کے علمبردار، محسن انسانیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت اور حسن تدبر کا مثالی اور تاریخی شاہکار ہے۔ جس سے اسلامی سوسائٹی کے مقاصد، پرامن بقائے باہمی، مثالی مذہبی اعتدال پسندی، قیام امن اور انسانی اقدار کے تحفظ میں بھرپور مدد ملی۔ ایک عظیم الشان ریاست کی تاسیس اور تنظیم و تدبیر، سرکار دو عالم کا وہ کارنامہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔

اس تاریخی معاہدہ کی بدولت غیر مسلموں اور مختلف المذاہب افراد اقوام کے حقوق وفرائض اور مذہبی آزادی اوراعتدال پسندی، روشن خیالی کا اصول وضع ہوا، چنانچہ یہود مدینہ اور دیگر غیر مسلم اقلیتوں کو مذہبی رواداری پر مبنی اس تاریخی صحیفہ کی بدولت مندرجہ ذیل حقوق ومراعات حاصل ہوئیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی حفاظت وضمانت ہر فریق کو حاصل ہے۔

(۲) امت کے غیر مسلم ممبروں کو بھی مسلمانوں کی طرح سیاسی اور مذہبی حقوق حاصل ہیں، امت کے ہر گروہ کو مکمل مذہبی آزادی اور اندرونی خودمختاری حاصل ہے۔

(۳) امت کے دشمنوں سے مسلم اور غیر مسلم دونوں مل کر جنگ کریں گے اور مشترکہ طور پر اخراجات جنگ برداشت کریں گے، مسلم اور غیر مسلم دونوں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہیں۔(۵۵)

نامور عرب محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں: ''یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرہ میں قائم کیا جس سے شرکاء معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا، انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔''(۵۶)

''یہودیوں کے ساتھ مذہبی اعتدال پسندی، روشن خیالی، آزادی اور ان کے حقوق کے تحفظ کی یہ تاریخ ساز دُستاویز اور اس کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں۔ مذہبی اعتدال پسندی، امن وسلامتی، آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہے۔''(۵۷)

اسلام سارے طبقات انسانی کے لیے رحمت بن کر آیا تھا، اس نے غیر مسلم رعایا کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا اور ان کو اتنے حقوق دیئے جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی، آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قریب قریب پورا جزیرۃ العرب زیر نگیں ہو چکا تھا۔ غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے سب سے پہلا معاملہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا، ان کو آپ نے جو حقوق دیئے وہ اب تک تاریخوں میں محفوظ ہیں، جن کو میں بعینہ نقل کرتی ہوں۔

''نجران اور ان کے اطراف کے باشندوں کی جانیں ان کا مذہب ان کی زمینیں ان کا مال ان کے حاضر و غائب، ان کے وفد، ان کے قاصد، ان کی مورتیاں، اللہ تعالیٰ کی امان اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت میں ہیں، ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور نہ ان کے حقوق میں کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی، اور نہ مورتیاں بگاڑی جائیں گی، کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کیلسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے، نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا، ان کا زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا، نہ ان کو ظلم

کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہوگا، ان سے جو شخص سود کھائے گا وہ میرے ضمانت سے بری ہے۔'' (۵۸)

اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے اس کے ایفا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی امان اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے، یہاں تک کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی دوسرا حکم نازل نہ ہو، جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے، ان کے ساتھ جو شرائط کے گئے ہیں ان کی پابندی کریں گے، ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ اس معاہدے سے حسب ذیل حقوق متعین ہوتے ہیں:

(1) ان کی جان محفوظ رہے گی۔

(2) ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضہ میں رہے گا۔

(3) ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہ کی جائے گی، مذہبی عہدے دار اپنے اپنے عہدہ پر برقرار ہیں گے۔

(4) صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا (5) ان کی کسی چیز پر قبضہ نہ کیا جائے گا۔

(6) ان سے فوجی خدمت نہ لی جائے گی (7) اور نہ پیداوار کا عشر لیا جائے گا۔

(8) ان کے ملک میں فوج نہ بھیجی جائے گی۔ (9) ان کے معاملات و مقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا۔

(10) ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے پائے گا۔ (11) سود خوری کی اجازت نہ ہوگی۔

(12) کوئی ناکردہ گناہ کسی مجرم کے بدلہ میں نہ پکڑا جائے گا (13) اور نہ کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔

اس زمانہ کی مذہبی حکومتیں اس سے زیادہ حقوق اور کیا دے سکتی ہیں، ان میں وہ ساری چیزیں آ گئی ہیں جو ایک محکوم حقوق کے تحفظ اور اس کی باعزت زندگی کے لیے ضروری ہیں، اس سے زیادہ حقوق خود اپنی حکومت بھی نہ دے سکتی، اس نام نہاد جمہوریت اور آزادی و مساوات کے دور میں غیر مذہب اور غیر قوم کے محکوموں کو جو حقوق حاصل ہیں، ان پر یورپ کی حکومت قوموں کی تاریخ خود شاہد ہے۔

اسی زمانہ کے لگ بھگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ سنائی کے قریب واقع راہب خانہ سینٹ کتھیرین کے راہبوں کو، بلکہ سارے عیسائیوں کو سند نامہ حقوق Charter عطا فرمایا۔ جس کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا ہے کہ دنیا کی تاریخ روشن خیالی اور رواداری کی جو اشرف ترین یادگاریں پیش کر سکتی ہے یہ ان میں سے ایک ہے۔ یہ دستاویز، جسے مورخین اسلام نے حرف بحرف قلم بند کیا ہے، وسعت نظری، اعتدال پسندی اور روشن خیالی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ اس دستاویز کی رو سے عیسائیوں کو چند ایسی استثنائی مراعات حاصل ہوئیں جو انہیں اپنے ہم مذہب حکمرانوں کے تحت بھی نصیب نہ ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ اس دستاویز میں جو احکام مندرج ہیں، اگر کوئی مسلمان ان کی خلاف

ورزی کرے گا یا ان سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا تو اسے معاہدہ الٰہی سے روگردانی کرنے والا، اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والا اور اس کے دین کی تذلیل کرنے والا تصور کیا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیوں کی حفاظت، ان کے گرجوں اور ان کے پادریوں کے مکانوں کی پاسبانی اور انہیں ہر طرح کے گزند سے بچانے کی ذمہ داری اپنی ذات پر بھی اور اپنے متبعین پر بھی عائد کی۔ عیسائیوں سے یہ وعدہ لیا گیا کہ (۱) ان پر کوئی ناجائز ٹیکس نہ لگائے جائیں گے۔ (۲) ان کا کوئی پادری اپنے علاقے سے نہ نکالا جائے۔ (۳) کسی عیسائی کو اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (۴) کسی راہب کو اس کے راہب خانے سے خارج نہ کیا جائے گا اور (۶) کسی زائر کو سفر زیارت سے نہ روکا جائے گا۔ (۷) ان کو اس کی بھی ضمانت دی گئی کہ مسجدیں یا مسلمانوں کے رہنے کے مکان بنانے کے لیے کوئی گرجا مسمار نہ کیا جائے۔ (۸) جن عیسائی عورتوں نے مسلمانوں سے شادی کر رکھی تھی، ان کو یقین دلایا گیا کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مجاز ہوں گی اور اس بارے میں ان پر کوئی جبر و اکراہ نہ کیا جائے گا۔ (۹) اگر عیسائیوں کو اپنے گرجاؤں یا خانقاہوں کی مرمت کے لیے یا اپنے مذہب کے کسی اور امر کے بارے میں امداد کی ضرورت ہوگی تو مسلمان انہیں امداد دیں گے۔ (۱۰) اس امداد کو ان کے مذہب میں شریک ہونے سے تعبیر نہ کیا جائے گا۔ بلکہ اسے حاجت مندوں کی حاجت براری اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احکامات کی اطاعت سمجھا جائے گا جو عیسائیوں کے حق میں صادر کیے گئے تھے۔ (۱۱) اگر مسلمان کسی بیرونی عیسائی طاقت سے برسر جنگ ہوں گے تو مسلمانوں کی حدود کے اندر رہنے والے کسی عیسائی سے اس کے مذہب کی بنا پر حقارت کا برتاؤ نہ کیا جائے گا۔ اگر کوئی مسلمان کسی عیسائی سے ایسا برتاؤ کرے گا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا مرتکب تصور ہوگا۔ (۱۲) جو شخص بدی کا بدلہ بدی سے دینے کی طاقت رکھتا ہو، لیکن اس کے باوجود عفو کے خدائی اصول کی نہ صرف تلقین کرے بلکہ اس پر عمل بھی کرے، اس کی سیرت سے متعلق ہوگا۔ جو شخص بدی کا بدلہ بدی سے دینے کی طاقت رکھتا ہو، لیکن اس کے باوجود عفو کے خدائی اصول کی نہ صرف تلقین کرے گا بلکہ اس پر عمل بھی کرے، اس کی سیرت سے متعلق انسانوں کے دل میں ہمیشہ عظمت و بزرگی کا خیال پیدا ہوا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رئیس مملکت اور رعایا کی جان و آزادی کے محافظ کی حیثیت سے عدل کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجرم کو اس کے جرم کی پوری پوری سزا دیتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور معلم اسلام کی حیثیت سے اپنے بدترین دشمنوں سے بھی نرمی اور رحم کا سلوک کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں وہ افضل ترین صفات جن کا تصور انسان کرسکتا ہے۔ یعنی عدل اور رحم مجتمع تھیں۔ (۵۹)

اس تاریخی اور ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے یورپ کا مشہور مورخ ایڈورڈ گبین Edward Gibbon لکھتا ہے:

''عیسائی رعایا کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تامل ان کے جان و مال کا تحفظ، پیشہ کی آزادی اور مذہبی رواداری کی ضمانت دی۔''(۶۰)

اس موقعہ پر آپ ﷺ نے مشرکین مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا: تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

صرف یہی نہیں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے رواداری اور عام معافی کے اس مثالی اعلان کے ساتھ امن کے قیام اور استحکام کے لیے مندرجہ ذیل ہدایات جاری فرمائی تھیں۔(۱) جو کوئی ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے (۲) جو کوئی خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔(۳) جو کوئی اپنے گھر میں بیٹھا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔(۴) جو کوئی ابوسفیان کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔(۵) جو کوئی حکیم بن حزام کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے (۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔(۶۱)

مشہور ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد! ''فتح مکہ'' کے موقعہ پر محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مثالی عفو و درگزر اور اعتدال پسندی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جانی دشمنوں کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انتہائی کریم النفسی اور اعتدال پسندی کا عہد جدید کی دعویدار تہذیب و تمدن کی حکومتوں کی ان شرمناک عیارانہ چالوں سے مقابلہ کیا جائے جو انہوں نے 1914ء کی عالم سوز جنگ میں ایک دوسرے کو سامان خورد و نوش سے محروم کرنے کے لیے استعمال کیں، تو اس کی قدر و وقعت بدرجہا بڑھ جاتی ہے۔''(۶۲)

اہل مغرب (یورپ و امریکہ) کی دہشت گردی کے بدلتے تصورات اور امت مسلمہ!

عصر حاضر میں بدامنی و دہشت گردی ایک سنگین مسئلہ ہے۔ دہشت گردی کے واقعات میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بیشتر اسلامی ممالک کے عوام بدامنی اور عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کو برق صرف ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر ہی نہیں گری تھی بلکہ اس کی زد میں پوری دنیا کا امن و امان آ گیا ہے۔ یہ واقعہ خصوصاً مسلم امہ کے لیے ایک ایسے سانحے کی شکل میں ہے جس کے برے اثرات رہ رہ کر سامنے آ رہے ہیں۔

جو شواہد نامہ برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور جو ۷۰ نکات پر مشتمل ہے وہ ناقابل اعتبار ہے۔ اس رپورٹ کے پہلے ہی پیراگراف میں اعتراف ہے:

''یہ دستاویز اسامہ بن لادن کے خلاف مقدمے کو کسی قانونی عدالت میں پیش کرنے کے لائق بناتی نظر نہیں آتی۔''

معروف تجزیہ نگار رابرٹ فسک نے اسی تناظر میں لکھا ہے: ''امریکیوں کو اسے شرق اوسط میں منوانے میں سخت وقت پیش آ رہی ہے۔ اس کا امکان نہیں ہے کہ برطانوی حکومت کی دستاویز جس میں گیارہ ستمبر کی ہلاکتوں کی ذمہ داری اسامہ بن لادن پر ثابت کی گئی ہے۔ عرب دنیا کو مغرب کی دہشت گردی کے خلاف جنگ پر مجتمع کر سکے۔ مذکورہ دستاویز میں 70 میں سے صرف 9 نکات اس واقعے کی تفتیش کی صورت حال کیا ہے۔ یہ جاننے کے لیے دیکھیے گئے: ''اب تک 19 مردہ ہائی جیکروں سے ملنے والے سراغوں پر 540 تفتیشی انٹرویو کیے گئے ہیں۔ ۴۳۸۷ ہزار ۴ سو عدالتی سمن جاری ہوئے ہیں اور ۵۰۰ افراد کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اور یہ وہ ہے جو امریکہ کی حدود کے اندر ہوا۔ دیگر ۲۵ ملکوں سے مزید پچاس افراد گرفتار کیے گئے ہیں تاہم ہائی جیکروں اور اسامہ بن لادن کے درمیان کوئی ٹھوس رابطہ عوام کے سامنے آنا ابھی باقی ہے۔'' (۶۳)

اس تناظر میں یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ گیارہ ستمبر کا واقعہ ایک ڈھال تھا جسے سامنے رکھ کر بین الاقوامی طاقتوں نے اپنے کھیل کا آغاز کیا ہے ورنہ درحقیقت بات وہ نہیں جو بیان کی جارہی ہے۔

امت مسلمہ کو آج جس مسئلے کا سب سے زیادہ سامنا ہے وہ دہشت گردی ہے۔ پوری دنیا میں اس وقت یہ کیفیت ہے کہ ہر مسلمان کو مشکوک نظروں سے دیکھا جارہا ہے اور خود اسلام کو (نعوذ باللہ) دہشت گردی کا مذہب قرار دے دیا گیا ہے۔ اور جو زیادہ مصلحت پسند بننے کی کوشش کرتا ہے وہ بھی اس قدر ضرور کہتا ہے کہ اسلام تو امن و آشتی کا مذہب ہے مگر بعض مسلمان دہشت گردی میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود مسلمان سب سے زیادہ دہشت گردی کا شکار ہیں۔ اس موقع پر مسلم امہ سب سے پہلی ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ مغرب سے مرعوبیت کی بجائے جہاد کا اسلامی تصور پوری قوت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرے اور جہاد کے عمل کو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق جاری کریں اور ان تمام خارجی عناصر کو جو اسلامی تعلیمات کا حصہ نہیں ہیں اپنی زندگیوں سے خارج کریں۔

دوسرے یہ کہ پہلے مرحلے میں یہ طے کیا جائے کہ دہشت گردی، وہ دوسرے کے نزدیک مجاہد حریت ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں جب ڈک چینی جیسے سیاستدان نیلسن منڈیلا کو دہشت گرد قرار دے رہے تھے اس وقت امریکی حکومت اسامہ بن لادن اور اس کے ساتھیوں کو جنگ آزادی کے سپاہی قرار دے کر ان کی تعریف کر رہی تھی۔ فلسطین کے رہنما یاسر عرفات دہشت گرد تھے، آئرلینڈ کی سن فین (sein fein) کے جس پر آدمس بھی جنوبی افریقہ کے نیلسن منڈیلا کی طرح دہشت گرد تھے اور اب وہ بڑے عظیم مدبر اور رہنما ہیں۔ کم از کم تین اسرائیلی وزیر اعظم یا تو اپنے اعتراف کے مطابق دہشت گرد تھے، یا ان پر دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث ہونے کا الزام قانونی طور پر لگایا جا سکتا تھا۔ (۶۴)

قومی وبین الاقوامی اتحاد کی تعلیم اور فرقہ واریت کی ممانعت

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اتحاد واتفاق کی دعوت دی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

المومن للمومن کا البنیان لیشد بعضہ بعضاہ . (۶۵)

"مسلمان مسلمان کے لیے ایک مکان کی مانند ہے اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے۔"

مسلمانوں کے مابین اتحاد واتفاق کی ضرورت کو ہادی برحق ﷺ نے اس طرح سے واضح فرمایا:

یر اللّٰہ ع لی الجماعتہ و من شذ شد فی النار . (۶۶)

"اللہ کی تائید وحمایت جماعت کے ساتھ ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ آگ میں گرا۔"

جسد ملت میں فرقہ پرستی اور تفرقہ بازی کا زہر اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ نہ صرف اس کے خطرناک مضمرات کا کماحقہ احساس وادراک ہر شخص کے لیے ضروری ہے بلکہ اس کے تدارک اور ازالے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے درمیان سے نفرت، بغض، نفاق اور انتشار کا قلع قمع کر کے باہمی محبت اخوت ویگانگت، ہم آہنگی اور اتحاد بین المسلمین کو فروغ دینے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں کہ اسی میں ہماری بقاء اور فلاح مضمر ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔

واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا ط (۶۷)

"اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہونا۔"

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

ان الذین فرقوا دینھم و کانو شیعاً لست منھم فی شئی (۶۸)

"بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی گروہ ہو گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔"

اسلام وحدت نسلی انسانی کا داعی ہے۔ تفریق بین الناس کا شدید مخالف ہے، قومی، لسانی اور نسلی امتیازات کو جڑ سے کاٹتا ہے۔ نسل انسانی کی وحدت کا نظریہ پیش کرتا ہے جس پر امن کی عمارت کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ ہمارے چاروں طرف جارحیت پسند طاقتیں صف آرا ہیں، لیکن امت مسلمہ میں باہمی اتحاد و یکجہتی کا مکمل فقدان پایا جا رہا ہے، اگر ہم نے عالمی نظام اور جارحیت پسند قوتوں کا مقابلہ کرنا ہے تو پھر امت مسلمہ میں اتحاد و یکجہتی کا ہونا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

انما المومنون اخوۃ (۶۹) تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔

بقول علامہ اقبالؒ:

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں ○ موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

عالمی مذاہب واقوام کومشترکہ نکات پر اتحاد کی دعوت

ہمارا فرض تو یقیناً یہ ہے کہ دین حق کی دعوت دوسروں تک پہنچائی جائے، مگر کسی کو مجبور کرنے کی قطعی اجازت نہیں۔
قرآن کریم کی اس آیت پر غور کیجئے:

ولوشاء ربک لا من فی الارض کہلم جمیعاً افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین. (۷۰)

''اگر آپ ﷺ کا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں سب کے سب ایمان لے آتے۔ کیا آپ لوگوں کو اس بات پر مجبور کریں گے کہ وہ مسلمان ہوجائیں۔''

جب اللہ کے رسول ﷺ کے لیے یہ حکم ہے تو ہم کون ہوتے ہیں، دین کے بارے میں زبردستی کرنے والے۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات یہی ہیں کہ دین کے بارے میں جبر وتشدد کی قطعاً اجازت نہیں۔ تبلیغ اسلام ضروری ہے لیکن کس انداز سے، آیت قرآنی پر غور کیجئے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمتہ و الموعظتہ الحسنتہ و جادلھم بالتی ھی احسن . (۷)

''آپ ﷺ حکمت اور عمدہ نصیحتوں کے ذریعہ (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلایئے اور ان سے اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔''

اسلام محبت و پیار کا مذہب ہے، آشتی اور شانتی کا مذہب ہے، اسلام سب کا مذہب ہے، ہاں یہ سب کا ہے اور سب اس کے ہیں۔ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کا یہ تصور دیا ہے کہ وہ رحمٰن ورحیم ہے۔ مہربان ہے، بہت ہی مہربان، رب العالمین۔ (۷۲) جہانوں کا پالنے والا، اس نے اپنے لیے رحم وکرم کو طے کرلیا۔ (۷۳) اپنے بندوں کے سارے گناہ معاف کردیتا ہے۔ (۷۴) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ تصور دیا کہ کسی فرقے یا جماعت کے لیے نہیں بلکہ سارے انسانوں کے لیے تشریف لائے ہیں۔ (۷۵) سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ (۷۶) اور قرآن حکیم نے اپنے لیے یہ تصور دیا کہ سارے انسانوں کے لیے نازل ہوا ہے، اس میں سارے انسانوں کے لیے صحت ونصیحت اور ہدایت ورحمت ہے۔ (۷۷) قرآن کریم کے ان تصورات میں سارے انسانوں کے لیے بڑی کشش ہے۔ ان تصورات میں عالم گیریت ہے۔ یہ تصورات سارے جہاں کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ ہم قرآن کریم کی روشنی میں دنیا کو امن کا گہوارہ بنا سکتے ہیں وہ دنیا جو آج بے چین ومضطرب ہے۔ جہاں ظلم ہی ظلم ہے۔ پیار نہیں، پریم نہیں، محبت نہیں، سہار نہیں، ہر آنکھ محبت کو ترس رہی ہے۔ رواداری اور محبت کا جذبہ جب پیدا ہوسکتا ہے جب انسان سے پیار ہو۔ قرآن کریم نے بتایا کہ انسانی جان کتنی عظیم ہے، بہت عظیم، جس نے ایک انسان کو قتل کیا گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کردیا۔ قرآن کریم کی آواز کان لگا کر سنیئے۔ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے

بدلے یا زمین میں فساد کیا بغیر تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا، اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب جانوں کو زندہ رکھا۔(۷۸) ایک اور جگہ فرمایا: جس جان کی اللہ تعالیٰ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو۔(۷۹) قرآن کریم میں بار بار فرمایا گیا: اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔(۸۰) اس لیے تم بھی فساد کو نہ چاہو۔(۸۱) قرآن حکیم نے انسانوں کو ایک طرف فساد سے روکا اور دوسری طرف عفو درگزر برداشت اور رواداری کا سبق سکھایا، کس پیار سے یا انداز سے سمجھایا۔ ''اور نیکی و بدی برابر نہیں، برائی کو بھلائی سے ٹالو تو پھر دیکھنا کہ تم میں اور اس میں جسے تم سے دشمنی تھی ایسی محبت ہو جائے گی۔ جیسے جگری دوست۔'' (۸۲)

اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنایا اور آپ ﷺ سے بار بار فرمایا: تو تم (بدخواہوں اور دشمنوں) کو چھوڑ دو اور درگزر کرو۔(۸۳) اے محبوب (ﷺ)! معاف کرنا اپنی عادت بنالو اور بھلائی کا حکم دو۔(۸۴) لوگوں سے اچھی بات کہو۔(۸۵) اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت فرمائی اور آپ ﷺ نے سب انسانوں کی تربیت فرمائی آپ ﷺ نے انسان کا احترام کیا اور انسانوں کی بات کی۔ آپ ﷺ کی باتیں سن سن کر انسان حیران ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی زیر معاہدہ غیر مسلم کو قتل کیا، جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔(۸۶) جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔(۸۷) تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔(۸۸) تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اور لوگوں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔(۸۹) لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو تا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔(۹۰) آپس میں ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور سب مل کر اللہ کے بندے ہو جاؤ اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔(۹۱) آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: ''مجھے میرے رب نے حکم دیا کہ جو کوئی مجھ پر ظلم کرے میں اسے قدرت انتقام کے باوجود معاف کر دوں، جو مجھ سے قطع تعلق کرے میں اسے ملاؤں، جو مجھے محروم رکھے، میں اسے عطا کروں۔ غضب اور خوشنودی دونوں حالتوں میں حق گوئی کو شیوہ بناؤں۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ مشرکین مکہ کے حق میں بددعا فرمائیں، ارشاد فرمایا: ''میں رحمت ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کے لیے بھیجا گیا۔''

پنڈت گوپال کرشن تعلیمات نبوی ﷺ کے اثرات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ بھی آپ ﷺ ہی کی کرپا (مہربانی) تھی کہ عرب کے ظالم لٹیرے علی اوصاف والے ''مہنت'' اور''

سوامی" بن گئے۔ اور آپ ﷺ نے عربوں میں وہ جوہر پیدا کر دیا۔ جو ایک ہی سے (وقت) میں آدمی کی آتما (روح) کی سدھار کا کام بھی کرے اور اسے جرنیل، کمانڈر اور چیف جسٹس بھی بنا دے۔" (۹۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نوع انسانی کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے ہر حکم و عمل میں اعتدال پسندی و روشن خیالی، عفو، محبت و اخوت ٹپکتی ہے۔ "میثاق مدینہ" اس کی صرف ایک مثال ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس پر تفصیل سے اپنی کتابوں عہد نبوی میں نظام حکمرانی۔ (۹۳) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی۔ (۹۴) خطبات بہاولپور۔ (۹۵) مسلمانوں کا نظام مملکت (۹۶) میں لکھا ہے۔ اس کے علاوہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (۹۷) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود و حجاز (۹۸) حیات محمد (۹۹) میں بھی یہ موضوع زیر بحث آیا ہے۔ میں اسکا خلاصہ پیش کر رہی ہوں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ "میثاق مدینہ" دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے۔ یہ تاریخ ساز میثاق واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے پہلے حصہ میں ۲۳ دفعات ہیں اور دوسرے میں ۲۴۔ پہلا حصہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور حقوق و فرائض کی نشاندہی کرتا ہے جبکہ دوسرا حصہ اہل اسلام اور دیگر اہل مدینہ کے باہمی تعلقات، حقوق و فرائض اور دیگر امور کی وضاحت کرتا ہے۔ "میثاق مدینہ" میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ غیر مسلم یہودیوں کو مکمل مذہبی آزادی ہوگی، ایک دفعہ کے الفاظ یہ ہیں! مسلمانوں کے لیے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کے لیے یہودیوں کا دین ہے۔ یعنی مدینے میں جتنے لوگ بھی بستے تھے ان کو دینی، عدالتی اور قانونی آزادی کا اطمینان دلایا گیا ہے "میثاق مدینہ" کی دفعہ ۲۵ کے تحت یہود مدینہ اور انصار و مہاجرین (اسلامی برادری) ایک امت (سیاسی وحدت) متصور ہوں گے، یہودی اپنے دین پر رہنے کے مجاز ہیں اور مسلمان اپنے دین پر۔ اس تاریخ ساز معاہدہ کی بدولت مذہبی آزادی اور اعتدال پسندی کا اصول وضع ہوا، نیز جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد و تعاون ہو سکتا ہے ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔ قبائلی عصبیت و قومیت کا خاتمہ ہوا اور عالمگیر برادری کا قیام عمل میں آیا، غیر مسلموں اور مختلف المذاہب افراد و اقوام کے حقوق و فرائض اور مذہبی آزادی اور اعتدال پسندی کا اصول وضع ہوا چنانچہ یہود مدینہ اور دیگر غیر مسلم اقلیتوں کو مذہبی اعتدال پسندی پر مبنی اس تاریخی دستاویز کی بدولت مندرجہ ذیل حقوق و مراعات حاصل ہوئیں:

(۱) اللہ کی حفاظت و ضمانت ہر فریق کو حاصل ہے۔ (۲) امت کے غیر مسلم ممبروں کو بھی مسلمانوں کی طرح سیاسی اور مذہبی حقوق حاصل ہیں۔ امت کے ہر گروہ کو مکمل مذہبی آزادی اور اندرونی خود مختاری حاصل ہے۔ (۳) امت کے دشمنوں سے مسلم اور غیر مسلم دونوں مل کر جنگ کریں گے اور مشترکہ طور پر اخراجات جنگ برداشت کریں گے۔ مسلم اور غیر مسلم

دونوں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہیں (۱۰۰) عرب محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں :

"یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرہ میں قائم کیا، جس سے شرکا معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا، انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔ اموال کو تحفظ ملا شہر امن کا گہوارہ بنا۔" (۱۰۱)

مولانا حامد الانصاری غازی لکھتے ہیں، یہودیوں کے ساتھ مذہبی روشن خیالی، آزادی اور ان کے حقوق کے تحفظ کی یہ تاریخ ساز دستاویز اور اس کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں مذہبی، اعتدال پسندی، امن وسلامتی، آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہے۔ یہ معاہدہ ان لوگوں کے ساتھ کیا گیا جو قرآن کی زبان میں ظلم اور گناہ کی راہ میں تیز رو تھے، جھوٹ کے عادی، حرام کھانے عادی، سودخور، سرمایہ دار غریبوں کا مال ناحق ہضم کرنے والے تھے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ کے بعد بھی اس قوم کو مزید رعایتیں دیں۔ بدنام اور بدکردار یہودیوں نے ہر رعایت کو نظر انداز کر دیا۔ (۱۰۲)

"صلح حدیبیہ" عالمی اتحاد کے لیے روشن خیالی و اعتدال پسندی کا نمونہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب جو مسلم انٹرنیشنل لاء کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے صلح حدیبیہ پر بہت سی کتب جن میں الواثائق السیاسیۃ ۔ (۱۰۳) بھی شامل ہے کا خلاصہ لکھا ہے میں اسی کو پیش کر رہی ہوں۔ یہی وہ صلح حدیبیہ ہے جسے عہد نبوی کی سیاست خارجہ کا شاہکار کہنا چاہیے۔ اس معاہدے کا متن عربی ماخذوں میں کہیں تو پورا پورا کہیں جستہ جستہ ملتا ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے :

(۱) تیرے نام سے اے اللہ، (۲) یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد بن عبد اللہ اور سہیل بن عمرو میں طے ہوا۔ (۳) ان دونوں نے اس بات پر صلح کر لی ہے کہ دس سال تک جنگ روک دی جائے اس دوران میں لوگ امن سے رہیں۔ اور ایک دوسرے سے رکے رہیں۔ (۴) یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو حج یا عمرے یا تجارت کے لیے مکہ آئے، تو اس کی جان و مال کو امان ہوگی اور قریش کا جو شخص تجارت کے لیے مصر یا شام (بروایت ابوعبید عراق یا شام) جاتے ہوئے مدینے سے گزرے تو اسے جان و مال کی امان حاصل ہوگی۔ (۵) یہ کہ قریش کا جو شخص اپنے ولی (سرپرست) کی اجازت بغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا تو آپ ﷺ اسے ان کے سپرد کر دیں گے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں جو شخص قریش کے پاس آ جائے گا وہ اُسے آپ ﷺ کے سپرد نہیں کریں گے۔ (۶) یہ کہ ہم م باہم سینے پر طرح بند رہیں گے۔ (جن میں

سے کوئی غداری داخل نہ ہو سکے گی) اور نہ تو خفیہ کسی دوسرے کو مدد دی جائے گی نہ علانیہ خود خلاف عہد وفا کریں گے۔ (۷) یہ کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے، وہ بھی ایسا کر سکے گا اور جو قریش کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہوا چاہتا ہے وہ بھی ایسا کر سکے گا۔ (اس پر قبائل خزاعہ نے اٹھ کر کہا کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے اور ذمہ داری میں شریک ہوتے ہیں اور بنی بکر نے کہا کہ ہم قریش کے معاہدے اور ذمہ داری میں شریک ہوتے ہیں) (۸) یہ کہ تو اس سال ہمارے پاس سے واپس چلا جائے گا۔ اور ہمارے ہاں مکہ نہ آئے گا البتہ سال آئندہ ہم باہر چلے جائیں گے اور تیسرے ساتھی وہاں (مکے میں) داخل ہو کر تین راتیں ٹھہر سکیں گے۔ تیرے ساتھ سوار کا ہتھیار ہوگا۔ یعنی تلوار میان میں پڑی ہوئی۔ اس کے سوا کوئی اور ہتھیار لے کر تو وہاں نہ آ سکے گا۔ (۹) یہ کہ یہ قربانی کے جانور وہیں رہیں گے جہاں ہم نے ان کو پایا، (یعنی حدیبیہ میں) اور ان کو حلال کر دیا جائے گا۔ اور ان کو ہمارے پاس (مکہ قربانی کے لیے) نہیں لایا جائے گا۔ اور صراحت کی جاتی ہے، ہمارے اور تمہارے حقوق اور واجبات برابر کے ہوں گے۔ (۱۰۴) ان دونوں معاہدوں سے تعلیمات نبوی ﷺ کا جو پہلو نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے وہ ہے برداشت، رواداری اور اللہ تعالیٰ کے لیے دشمن سے اچھا سلوک کرنا، تاکہ وہ اسلام کی جانب مائل ہو یہ دونوں معاہدے ایسے ہیں جن کی نظیر نہ دنیا پیش کر سکی ہے نہ پیش کر سکے گی۔

عالمی اتحاد کے فروغ کے لیے انتقام سے گریز

مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے جا رہے تھے، اس سے متاثر ہو کر ایک صحابی نے عرض کیا کہ ان دشمنوں کے حق میں بددعا فرمائیں یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ (۱۰۵) ایک دوسرے موقع پر چند صحابیوں نے دشمنوں کے لیے اسی قسم کی بات کہی تو فرمایا میں دنیا کے لیے لعنت نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (۱۰۶) مکہ میں جن دنوں مسلمانوں پر مظالم ہو رہے تھے، تو سخت قحط پڑا، لوگ ہڈی اور مردار کھانے لگے، آپ ﷺ کے شدید دشمن ابو سفیان نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ محمد ﷺ! تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اللہ سے دعا کرو کہ یہ مصیبت جاتی رہے، آپ ﷺ نے فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کو دور کر دیا۔ (۱۰۷) طائف میں، جب آپ ﷺ کی دعوت پہنچی تو وہاں کے لوگوں نے مبلغین اسلام پر بڑے مظالم ڈھائے۔ ان کو بکثرت ہلاک کیا۔ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ ان کے حق میں بددعا کیجئے، آپ ﷺ ہاتھ اٹھاتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ بددعا فرما رہے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے: ''خداوند! ثقیف (اہل طائف) کو اسلام نصیب ہو، اور یہ دعا قبول ہو کر رہی۔ (۱۰۸) اسی طرح آپ ﷺ سے ''اوس'' کے قبیلہ کے لیے دعا کرنے کو کہا گیا۔ تو آپ ﷺ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی: خداوند! ان کو ہدایت کر (۱۰۹)

ان ایذا رسانیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا شبلی تحریر فرماتے ہیں: "دنیا کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں کہ نامانوس اور اجنبی صدائیں بہ رغبت سن لی گئی ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو سینکڑوں برس تک قوم کی نفرت اور دہشت کا سامنا رہا۔ یونان دنیا کی شائستگی کا معلم اول ہے تاہم اسی حکمت کدہ میں سقراط کو زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کو دارورسن کا منظر پیش کیا۔ اس بنا پر عرب اور قریش نے جو کچھ کیا وہ سلسلہ واقعات کی غیر معمولی کڑی نہ تھی لیکن غور طلب یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟ سقراط زہر کا پیالہ پی کر فنا ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے مخالفت سے تنگ آ کر قیامت خیز طوفان کی استدعا کی اور دنیا کا ایک بڑا حصہ دریا برباد ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیس چالیس شخصیتوں کی مختصر جماعت پیدا کر کے براویت نصاریٰ سولی پر چڑھ گئے۔ لیکن سرور کائنات ﷺ کا فرض ان سب سے بالاتر تھا۔ خباب ابن الارت نے جب قریش کی ایذا رسانی سے تنگ ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ﷺ ان کے حق میں بددعا کیوں نہیں فرماتے تو آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ تم سے پہلے وہ لوگ گزر چکے ہیں جن کے سر پر آرے چلائے جاتے رہے اور چیر ڈالے جاتے تھے، تاہم وہ اپنے فرض سے باز نہ آئے خدا اس کام کو پورا کرے گا یہاں تک کہ شتر سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا۔ اور اس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہو گا کیا یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری نہیں ہوئی

(۱۰۰) ایک ہندو منور ہر لال دل اظہار حقیقت اور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

آقا جو محمد ﷺ ہے عرب اور عجم کا ۔۔۔ بے مثل نمونہ ہے مروت کا کرم کا
حاصل ہے جنہیں تیرے غلاموں کی غلامی ۔۔۔ لیتے نہیں وہ نام کبھی قیصر و جم کا
کہتے ہیں جسے اہل جہاں احمد مرسل ۔۔۔ دریا ہے وہ الفت کا وہ منبع ہے کرم کا
کیا دل سے بیاں ہو تیرے اخلاق کی توصیف ۔۔۔ عالم ہوا مداح تیرے لطف و کرم کا

عہد نبوی ﷺ کے آغاز پر عرب قبائل میں انتقام در انتقام کا سلسلہ جاری تھا۔ ایران و یونان کی ہزار سالہ کشمکش بھی یہی بتاتی ہے۔ ہندوستان میں برہمنی اور بدھ مت کی کشاکش بھی ایسی چیز تھی، اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے جانثاروں پر ہر قسم کا ظلم وستم روا رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے جب اصلاح کی بہی خوانہ دعوت دی تو اس کا جواب عربوں نے جسمانی وروحانی تکالیف دے کر دیا۔ آپ ﷺ کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کی جائیدادیں زبردستی چھین لی گئیں۔ جب برسوں کی غیر منقطع کشمکش کے بعد مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا تو کیا اس دور کے رواج کے مطابق مکہ میں قتل عام نامناسب تھا؟ آپ ﷺ نے اس عظیم الشان موقع پر انتقام در انتقام کے سلسلہ کو اس اعلان

کے ساتھ بند کر دیا۔

" لا تشریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء " (۱۱۱)

"جاؤ تم سب آزاد ہو تم پر کوئی الزام باقی نہیں۔"

اس صدائے بازگشت کا گونجنا ابھی بند نہیں ہوا تھا کہ مکے والوں کے دل پگھل گئے اور مکہ کی ایسی کایا پلٹی کہ مکہ والوں کو اپنی شکست کا بھی کبھی ملال تک نہ ہوا، اور یہی مکہ والے اپنے سابق دشمن کے سب سے زیادہ تابعدار معاون اور ساتھی بن گئے۔ (۱۱۲)

آج بھی پوری دنیا کو بالعموم اور امت مسلمہ کو بالخصوص اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی قائم کرنے کے لیے انتقام در انتقام کے سلسلہ کو روکنا ہوگا۔ ایک یہودی کے بدلے 100 فلسطینیوں کو مارنے یا ایک ہندو کے بدلے سینکڑوں کشمیریوں کو شہید کرنے یا ایک سرب کے بدلے سینکڑوں بوسنیاؤں کو تہہ تیغ کرنے یا ایک صدام کی خاطر پورے عراق کو تباہی جیسے انتقام در انتقام کے سلسلے دنیا کیلئے مثالی عالمی نظام اور New World Order کی تشکیل نہیں کر سکتے۔ اس کیلئے تو اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے صبر و برداشت، معافی اور درگزر کو اختیار کرنا ہوگا، ورنہ نسل در نسل انتقام در انتقام کی درندگی کبھی نہیں رکے گی۔

صلح و امن سلامتی کے معاہدات

آج دنیا کو بھی صلح حدیبیہ جیسے اسالیب سے امن و سلامتی کی طرف سفر طے کرنا ہے۔ میثاق مدینہ کے معاہدات کی طرح رنگ و نسل، اور مذاہب کے فرقوں سے بالاتر آئین بنانے ہوں گے اور دوسری قوموں کے ساتھ باہمی احترام پر مبنی صلح و سلامتی کے معاہدات کے ذریعہ مسلمانوں کے حقوق، تحفظ کو یقینی بنانا امت مسلمہ کا فرض اولین ہے۔

مذہبی رواداری اور برداشت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ دنیا کے دیگر مذاہب جھوٹے اور ان کے ماننے والے جہنمی ہیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق لامذہبی اور خود پرستی کو چھوڑ کر دنیا کا ہر مذہب سچا اور خدا کی طرف لے جانے والا ہے۔ بشرطیکہ اس مذہب کی ابتدائی اصلیت میں غلط رسم و رواج سے حذف و اضافے نہ ہو گئے ہوں، اور یہ کہ دنیا کا کوئی ملک اور امت ایسی نہیں جہاں خدا کے پیغمبر نہ آئے ہوں اور سچا مذہب نہ پھیلا چکے ہوں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان ارسلنک بالحق بشیر اونذیر او ان من امتہ الا خلا فیھا نذیر ۔ (۱۱۳)

بے شک ہم نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

آپ ﷺ نے صلح کل، رواداری اور وسعت قلبی کی اس تعلیم میں کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ یہودی، عیسائی، صابی اور

دیگر مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذاہب کو ترک کردیں بلکہ قران پاک میں ارشاد ہوا:

ان الذین امنوا والذین هادو والنصاریٰ والصابین من امن بالله والیوم الاخر وعمل صالحا فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحذنون (۱۱۴)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تبلیغ تو یہ ہے کہ اسلام سابقہ مذاہب کی تکمیل وتجدید ہی ہے اوران سے جدا کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ دور جدید میں عالمی اتحاد ویگانگت اور ہم آہنگی کے لیے ضروری ہے کہ اس پر عمل کرنے والے انسان دوسرے کی نہ تو تحقیر کرتے ہوں اور نہ ہی بانیان مذاہب کی بے حرمتی کے مرتکب ہوتے ہوں۔ اپنے اپنے عقیدے پر عمل کرتے ہوئے استدلال کے ذریعے دوسروں کو قائل کرنے کی کوشش ضرور کرسکتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

اپنے رب کی طرف لوگوں کو حکمت اور اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے، اوران سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔(۱۱۵)

لیکن دوسروں کے مذاہب کی تحقیر نہ ہوتی ہو۔ جیسا کہ قران کریم میں حکم ہے:

ولا تسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدوا بغیر علم ط (۱۱۶)

اور گالی مت دوان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

تجاویز

(۱) امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ تمام مسلمان ممالک مل کر ایک ایسا ادارہ قائم کریں جس میں باہمی اختلافات ختم کرکے بین الاقوامی سطح پر عالم اسلام کے مسائل اور اختلافات کو نمٹانے کے لیے "ورلڈ اسلامک کورٹ آف جسٹس" قائم کی جائے جس میں اقوام متحدہ کی قراردادوں اور بین الاقوامی قوانین کے ضابطوں پر عملدرآمد کا انتظام کرنے کے بجائے اسلامی بین الاقوامی قانون کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔

(۲) تمام اسلامی ممالک کے حکمران اسمبلیوں کے ارکان سیاسی و مذہبی جماعتوں کے عہدیداران و ارکان اور علماء و مشائخ عظام اور دانشوران اپنی ذمہ داریاں پوری کریں کہ (OIC) آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کو صحیح معنوں میں (U-N-O) اقوام متحدہ کے مقابلے میں اور مقابلے کی تنظیم بنانے کی ممکنہ سعی کریں اوراس کا نیا نام (M.N.O) مسلم نیشنز آرگنائزیشن یا (M.U.O) مسلم امہ آرگنائزیشن رکھیں اور سالانہ یا ششماہی کانفرنسوں

کا انعقاد کریں، آپس میں ڈائیلاگ کریں تا کہ مسلم ممالک میں قوت واتحاد پیدا کر سکیں۔

(۳) امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ پوری دنیا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمی پیغام سے ادعو بالحکمۃ کے اسلوب سے آگاہ کریں۔

(۴) اجتماعی طور پر پوری دنیا کو ایک ایسی تنظیم بنانے کی دعوت دے جو مذہبی رواداری، برداشت، اتحاد، اخوت، عدل وانصاف پر مبنی عالم کو نظام کو منظم کرے اور انسانیت کی رنگ ونسل زبان ووطن اور مذہب وعقیدہ کے تعصبات سے بالاتر ہو کر خدمت کرے۔

(۵) علم مومن کی میراث ہے۔ اس لیے اس کو جہاں سے ممکن ہو حاصل کر لینا ضروری ہے۔ وقت کا تقاضہ ہے کہ سائنس وٹیکنالوجی علوم کے لیے محنت کی جائے، کیونکہ دور جدید میں جدید علوم کی تدریس کے بغیر تصور جہانگیری وجہانبانی خام خیالی ہے۔ حکومت وقت کو جدید دور کے جدید تقاضوں کی طرف توجہ دیتے ہوئے ایسے ادارے قائم کرنے چاہئیں جہاں وقت کی پکار کے تحت جدید سائنس وتکنیکی علوم وفنون کی تدریس کا خاطر خواہ انتظام ہو۔ امت مسلمہ کو اکبر الٰہ آبادی کے اس مشورے پر عمل کرنا چاہیے:

وہ باتیں جن سے قومیں ہو رہی ہیں نامور سیکھو	اٹھو تہذیب سیکھو صنعتیں سیکھو ہنر سیکھو
بڑھاؤ تجربے اطراف دنیا میں سفر سیکھو	خواص خشک و تر سیکھو علوم بحر وبر سیکھو
خدا کے واسطے اے نوجوانو ہوش میں آؤ	دلوں میں اپنے غیرت کو جگہ دو جوش میں آؤ

دنیائے اسلام کو ایسے قائد کی ضرورت ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفاء راشدینؓ کی اتباع سنت کی اتباع کرتے ہوئے امت مسلمہ کو رشتہ اخوت اتحاد ویگانگت کی لڑی میں پرو کر روئے زمین پر اعلیٰ مقام دلا سکے۔ آج دنیا ایسی عالمگیری برادری کی متلاشی ہے جس میں آدمی آدمی کے درمیان امتیاز نہ رہے، نسل اور رنگ کا فرق نہ رہے، جس میں امیر وغریب، حاکم ومحکوم، شاہ گدا سب کو یکساں حقوق ومراعات حاصل ہوں۔ جس میں تمام انسانوں میں اخوت اور بھائی چارگی کا قیام عمل میں آئے، تمام انسانوں میں اتفاق واتحاد، امن ودوستی، رواداری اور صلح قائم رہے اور کوئی فرد کسی کے حقوق پامال نہ کر سکے۔ اس سلسلے میں اقوام عالم کو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی، جو سرتاپا انسانیت کے رہنما اور فطرت انسانی کے ترجمان ہیں۔ (۱۱۷)

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ ونور عرشہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

حواشی وحوالہ جات

١۔ رسول اکرم ﷺ کی رواداری، ڈاکٹر حافظ محمد ثانی فضلی سنز اردو بازار کراچی، ۱۹۹۸ء، ص ۲۷۸۔۲۷۹
٢۔ سید راشد علی، تعارف سیاسیات، کراچی، رہبر پبلشرز، ۱۹۹۱ء، ص ۱۴۰
٣۔ القرآن، سورۂ ممنون، آیت ۵۲
٤۔ قرآن نمبر، سیارہ ڈائجسٹ، مصنف مولانا عبدالکلام آزاد، ص ۸۶۴
٥۔ القرآن، سورۂ آل عمران، آیت ۶۴
٦۔ تفسیر مظہری (اردو) ج ۲، ص ۲۵۸، ملخص ابن کثیر، ج ۲ ص ۴۷
٧۔ صحیح بخاری شریف، تفسیر معارف القرآن، ج ۲، ص ۸۷
٨۔ لوقا ۴:۸
٩۔ مرقس ۱۲: ۲۹۔۳۰
١٠۔ یوحنا ۱۷:۳
١١۔ انجیل متی Methew ۱۹:۱۷
١٢۔ تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، ج ۲، ص ۱۱۳
١٣۔ القرآن، سورۂ توبہ، آیت ۔۳۱
١٤۔ فضل الباری شرح صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۳۱
١٥۔ تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، ج ۲، ص ۱۱۴
١٦۔ القرآن، سورۂ الرعد، آیت ۷
١٧۔ Encyclopaedia of Reiligion Ethicsv-,P.263
١٨۔ Clark Waeter Houston-19,The Psychology of Religion
١٩۔ Schimidt P-W The origin & Growth of Religin
٢٠۔ اسلام قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں کی نظر میں، مصنف محمد انوار اختر ص ۲۷
٢١۔ مذاہب عالم، مصنف احمد عبداللہ المسدوسی، ص ۲۴
٢٢۔ القران، سورۂ بقرہ، آیت ۳۸
٢٣۔ القرآن، سورۂ الحجر، آیت ۹
٢٤۔ القرآن، سورۂ بقرہ، آیت ۴

۲۵۔ القرآن،سورۂ بقرہ،آیت ۴۷

۲۶۔ ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ،ڈاکٹر عبدالرشید،ص ۲۶

۲۷۔ The Great Religions of the Modern World-P-224-ـ

۲۸۔ مذاہب عالم،احمد عبداللہ المسدوسی،ص ۲۸۷۰

۲۹۔ القرآن،سورۂ بقرہ،آیت ۶۱

۳۰۔ Encyclopaedia of Reiligion Ethics-v-1,P -581

۳۱۔ Encyclopaedia of Reiligion Ethics-v-1,p-596

۳۲۔ مذہب عالم،احمد عبداللہ المسدوسی،ص ۱۴۱

۳۳۔ Encyclopaedia of Birtanica v-22,p479

۳۴۔ بائیبل سے قرآن تک،محمد تقی عثمانی،ج ۱،ص ۵

۳۵۔ ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ،ڈاکٹر عبدالرشید،ص ۲۷

۳۶۔ مذاہب عالم،احمد عبداللہ المسدوسی،ص ۲۳۷

۳۷۔ تمدن ہند،مصنفہ لی بان،ترجمہ سید علی بلگرامی،مطبع شمسی آگرہ

۳۸۔ تاریخ ہند،ج ۱،ص ۲۹ اور تمدن ہند،ص ۲۶۹

۳۹۔ القرآن،سورۂ الحج،آیت ۷۸

۴۰۔ القرآن،سورۂ انعام،آیت ۱۶۱

۴۱۔ القرآن،سورۂ بقرہ،آیت ۱۳۰

۴۲۔ p-47 Bridge to Islam

۴۳۔ القرآن،سورۂ حجرات،آیت ۱۰

۴۴۔ بانگ درا،ڈاکٹر محمد اقبال،شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

۴۵۔ القرآن،سورۂ المائدہ،آیت ۳

۴۶۔ القرآن،سورۂ انبیاء آیت ۱۰۷

۴۷۔ The Great rellgions of the modern world P-324

۴۸۔ القرآن،سورہ ملک،آیت ۳

۴۹۔ - The Arabs p-29

۵۰۔ القرآن، سورۂ بقرہ۔

۵۱۔ القرآن، سورۂ آل عمران، آیت ۱۹

۵۲۔ القرآن، رسول آل عمران، آیت ۵۸

۵۳۔ محمد حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ۲۲۹۔۲۳۰

۵۴۔ سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ مکتبہ مدینہ لاہور، ۱۴۰۴ھ/۴/۲۱۰،۲۱۲

۵۵۔ برکات احمد، رسول اکرم ﷺ اور یہود حجاز، (مترجم ڈاکٹر مشیر الحق ندوی) مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۸۹ء، ص ۸۲

۵۶۔ حسین ہیکل، حیا؟ محمد ﷺ (عربی) مطبعۃ النہضۃ العصریۃ، القاہرہ، ۱۹۴۷

۵۷۔ حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت، مکتبہ عالیہ لاہور، ۱۹۸۷، ص ۳۶۴

۵۸۔ البلاذری، فتوح البلدان، دار النشر القاہرہ، ۱۹۵۷، ص ۲۷ نیز دیکھئے: محمد حمید اللہ، لوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی ﷺ مطبعۃ الجنۃ التالیف والترجمہ، القاہرہ، ۱۹۴۱، ص ۸۰۔۸۱

۵۹۔ امیر علی، روح اسلام، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۲، ص ۱۷۹۔۱۸۰

۶۰۔ Gibbon,Edword the declin and fall of the roman empire .every mans edition .vol:v,p269-596

۶۱۔ محمد سلیمان منصور پوری، رحمت اللعالمین، دار الاشاعت کراچی، ۱۴۱۱ھ، ۱۲۹/۱

۶۲۔ سوامی لکشمن پرشاد، عرب کا چاند، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ص ۳۵۳ طبع پنجم

۶۳۔ اکانومسٹ ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۱ء، ص ۵۲

۶۴۔ ماہنامہ محدث، نومبر ۲۰۰۱، ص ۴۷

۶۵۔ صحیح بخاری، المظالم باب نصر المظلوم ح حدیث ۲۴۴۶

۶۶۔ سنن ترمذی، باب فی الزوم الجماعۃ

۶۷۔ القرآن، سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۳

۶۸۔ القرآن، سورۂ انعام، آیت ۱۵۹

۶۹۔ القرآن، سورۂ حجرات، آیت ۱۰

۷۰۔ القرآن، سورۂ یونس آیت ۱۶۴

۷۱۔ القرآن، سورۂ النحل، آیت ۱۶۴

۷۲۔ القرآن، سورۂ الفاتحہ آیت ۱۔۲

۷۳۔ القرآن، سورۂ الانعام، آیت ۵۴

۷۴۔ القرآن، سورۃ الزمر، آیت ۵۳

۷۵۔ القرآن، سورۃ سباء، آیت ۲۸

۷۶۔ القرآن، سورۃ انبیاء، آیت ۱۰۷

۷۷۔ القرآن، سورۃ یونس، آیت ۵۷

۷۸۔ القرآن، سورۃ المائدہ، آیت ۳۲

۷۹۔ القرآن، سورۃ الانعام، آیت ۱۵۱

۸۰۔ القرآن، سورۃ المائدہ، آیت ۶۴

۸۱۔ القرآن، سورۃ البقرہ، آیت ۲۰۵

۸۲۔ القرآن کریم

۸۳۔ القرآن، سورۃ البقرہ، آیت ۱۰۹

۸۴۔ القرآن، سورۃ الاعراف، آیت ۱۹۹

۸۵۔ القرآن، سورۃ البقرہ، آیت ۸۳

۸۶۔ صحیح بخاری، ابوعبداللہ بن محمد بن اسماعیل البخاری، ج ۲، ص ۱۰۲۱

۸۷۔ ایضاً، ج ۲ ص ۸۸۹

۸۸۔ سنن ترمذی، محمد بن عیسیٰ الترمذی، ج ۲ ص ۱۴

۸۹۔ مسند احمد بن حنبل، مطبوعہ بیروت، ج ۳، ص ۲۷۳

۹۰۔ سنن ترمذی محمد بن عیسیٰ الترمذی، ج ۲، ص ۵۴، سنن ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، م طبوعہ کراچی، ۳۲۱

۹۱۔ صحیح بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، ج ۲، ص ۸۹۶

۹۲۔ سرور کونین اغیار کی نظر میں، شبیر احمد شاہ، کتاب مرکز گوجرانوالہ، ۱۹۹۰ء، ص ۱۷

۹۳۔ عہد نبوی ﷺ مین نظم حکمرانی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اردو اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۷۶

۹۴۔ رسول اللہ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، دالاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۲۵۵

۹۵۔ خطبات بہاولپور، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص ۲۳۶

۹۶۔ مسلمانوں کا نظم مملکت، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۱۸۔۱۴۷

۹۷۔ اردو دائرہ معارف اسلام، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۹۸۶ء، ج ۱۹، ص ۱۶۱

۹۸۔ رسول اکرم ﷺ اور یہود حجاز مکتبہ عالیہ، لاہور ۱۹۸۹ء

۹۹۔ حیات محمد ﷺ، محمد حسین ہیکل، مطبعۃ النھضۃ العصریہ، ۱۹۴۷ء، ص ۲۲۷

۱۰۰۔ مندرجہ بالا مذکورہ کتب سے ماخوذ ہے

۱۰۱۔ حیات محمد ﷺ، محمد حسین ہیکل، ص ۲۲۷

۱۰۲۔ اسلام کا نظام حکومت، مولانا حامد الانصاری، غازی الفیصل ناشران وتاجران اردو بازار، لاہور، ص ۳۶۲

۱۰۳۔ الوثائق السیاسیۃ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مطبوعہ مصر، ۱۳۶۰ھ

۱۰۴۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی ڈاکٹر محمد حمید اللہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور، ص ۱۲۶ تا ۱۲۸، مزید دیکھئے ماخذ ہائے متن، تفسیر طبری، ج ۲۶، ص ۶۱، سیرۃ ابن ہشام، ص ۷۴۷ تا ۷۵۸، طبقات ابن سعد، ج ۱، حصہ دوم، ص ۴۷، ج ۲، حصہ ۱، ص ۷۰ تا ۷۱، تاریخ طبری، ص ۱۵۴۶ تا ۱۵۴۷، فصل حدیبیہ، تاریخ ابن کثیر، ج ۴، ص ۱۶۸ تا ۱۶۹، تاریخ ابن الاثیر، ج ۲، ص ۱۵۶، سیرۃ حلبی ج ۳، ص ۲۳، کتاب الاموال، الابی عبید، ص ۴۴۱ تا ۴۴۴، صحیح مسلم کتاب الجہاد و فتوح البلدان بلاذری، ص ۳۶، تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الخراج لابی یوسف ۱۲۹، کنز العمال، ج ۵، نمبر ۵۵۳۴

۱۰۵۔ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی، جل ۲ ص ۳۷۸ اور صحیح بخاری باب بعثۃ النبی

۱۰۶۔ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۳۷۸، مشکوۃ المصابیح باب اخلاق النبی ﷺ

۱۰۷۔ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۳۷۹

۱۰۸۔ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۳۷۹، اور طبقات ابن سعد، غزوہ طائف

۱۰۹۔ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۳۸۸، صحیح مسلم مناقب اوس

۱۱۰۔ سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی، ج ۲، ص ۲۳۸، ۲۳۹

۱۱۱۔ ابن ہشام، م، ن، ص ۶۶۰، ج ۴

۱۱۲۔ ابن القیم، زاد المعاد، ج ۳، ص ۴۴۴

۱۱۳۔ القرآن، سورۂ فاطر، آیت ۶۴

۱۱۴۔ القرآن، سورۂ بقرہ، آیت ۶۴

۱۱۵۔ القرآن، سورۂ نحل، آیت ۱۲۵

۱۱۶۔ القرآن، سورۂ الانعام، آیت ۱۰۸

۱۱۷۔ القرآن سورۂ محسن انسانیت اور انسانی حقوق، ڈاکٹر محمد ثانی، دار الاشاعت، کراچی ۱۹۹۹ء ص ۴۶۷

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور ضرورت اہمیت

(تعلیمات اسلامی اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں)

انیقہ ہما قیصر

اس قرآنی آیت کریمہ۔"قُل یٰاَھلَ الکِتٰبِ تعَالو"کی روشنی میں چند آیات کریمہ پیش کرنے کی جسارت کرتی ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ترجمہ:

1۔ اے ایمان والو معاملات کو پورا کرو۔(سورۃ مائدہ آیت نمبر 1)

2۔ اس قوم کی نفرت جس نے تم کو کعبہ سے روکا تھا تم کو ادھر کھینچ کر نہ لے جائے کہ تم بھی ان پر زیادتی کرنے لگو۔ (سورۃ مائدآیت نمبر2)

3۔ نیکی اور اللہ ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔اور گناہ وسرکشی میں مدد نہ دو۔(سورۃ مائدہ آیت 2)

4۔ اے رسول کہہ دیجیے،ایمان لایا میں ان پر جو نازل فرمائی ہیں اللہ نے کتابیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں انصاف کروں تمھارے درمیان۔اللہ ہی ہمارا رب ہے۔تمھارا بھی رب ہے۔ہمارے لئے ہیں ہمارے عمل۔اور تمھارے لیے ہیں تمھارے عمل۔کوئی جھگڑا نہیں ہمارے اور تمھارے درمیان۔اللہ جمع کرے گا۔ہم سب کو اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔(سورۃ شوریٰ آیت نمبر 15)

5۔ اے ایمان والو۔اللہ کے واسطے قائم رہنے والے انصاف کے ساتھ سچی گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی عداوت تم کو بے انصافی کی طرف نہ کھینچ لے جائے عدل کیا کرو عدل ہی اللہ ترسی کے قریب تر ہے اللہ سے ڈرو وہ تمھارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔(سورۃ مائدہ آیت نمبر 8)

6۔ اے رسول ﷺ کہہ دیجیے کہ اے یہودیو اور اے عیسائیو۔اے کتاب والو آؤ ایک ایسی بات پر سمجھوتہ کریں جو ہمارے تمھارے لئے مساوی ہے اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔اللہ کا شریک کسی کو نہ بنائیں۔اللہ کے سوا کوئی انسان کسی کو اپنا رب نہ ٹھہرائے اگر یہ لوگ اس پیغام سے انکار کریں تب ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہنا ہم تو ان

حکموں کے ماننے والے ہیں۔(سورۃ آل عمران آیت نمبر 64)

7۔ دین کے معاملہ میں کسی پر کوئی دباؤ نہیں ہدایت اور گمراہی کو تو صاف الگ الگ واضح کر دیا گیا ہے۔(سورۃ بقرہ آیت نمبر 256)

8۔ اسی نے مقرر کیا ہے تمہارے لئے دین کا وہ طریقہ جس کی ہدایت کی تھی اس نے نوح کو اور یہی وہ دین ہے جسے وحی کیا ہے۔ہم نے (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری طرف اور وہ جس کا حکم دیا تھا ہم نے ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو وہ یہ ہے کہ قائم کرو دین کو اور نہ پھوٹ ڈالو اس میں۔ (سورۃ شوریٰ آیت نمبر 13)

9۔ ''تھے سب انسان ایک ہی امت'' (سورۃ البقرہ آیت نمبر 313)

10۔ ''اللہ نہیں پسند کرتا فساد کو'' (سورۃ البقرہ آیت نمبر 205)

یہ قرآن کریم کی چند آیات ہیں جن میں رواداری، بے تعصبی، ہم آہنگ اور یگانگت کی اعلیٰ تعلیم کے نمایاں ثبوت ہیں اور جو ہمارے اس مقالے کی اساس ہیں۔

انسانی زندگی کے بنیادی مسائل

غور و فکر اور عقل و شعور کے لحاظ سے انسانی زندگی میں ذیل کے بنیادی مسائل ہیں جن کا حل ہونا ضروری ہے۔

1۔ اس دنیا کا آغاز کیا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا؟

2۔ کیا ہماری زندگی کے بعد بھی کوئی اور زندگی ہے؟

3۔ اگر آخرت کی زندگی ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے؟

4۔ اس کائنات کی حقیقت کیا ہے؟

5۔ اس کائنات کو بنانے والی اور ایک خاص نظم و ضبط اور ترتیب سے چلانے والی کون سی ہستی کی صفات کیا ہیں۔؟

6۔ ان کا اس نظام کائنات سے اور اس ہستی سے کیا تعلق ہے؟

7۔ کیا قوانین طبعیہ کے علاوہ بھی اس کائنات میں کوئی اخلاقی قانون کارفرما ہے؟

8۔ انسان کی زندگی کا کیا مقصد ہے؟

9۔ انسان خود مختار ہے یا مجبور ہے یا کسی کے ماتحت ہے؟

10۔ کیا انسان کسی اور ہستی کے سامنے اپنے اعمال کے لئے جوابدہ ہے؟

ہر انسان کے ذہن میں ان سوالات میں سے کوئی نہ کوئی سوال کبھی کبھی سر اٹھاتا ہے اور وہ اس کے جواب کی تلاش میں غور وفکر کرتا ہے یہ وہ بنیادی سوالات ہیں جن کو حل کیے بغیر دنیا کا کوئی نظام نہیں چل سکتا۔ ان سوالوں کو حل کرنے کے لئے فلسفہ تمدن اور مذہب آگے آتے ہیں لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ ان میں سے کسی کا حل صحیح حقیقت پسندانہ اور قابل عمل نہیں ہے۔ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات دینے کے لئے ہر دور میں اہل فلسفہ اور اہل فکر لوگوں نے کوششیں کیں لیکن ان کی طرف سے پیش کردہ تمام حل افراط وتفریط کا شکار ہوتے رہے۔ دوسری طرف نہ ہی سائنس انسانی زندگی پر عقل کے تمام مسائل حل کردینے میں کامیاب رہی ہے ایسے حالات میں انسان اپنے مسائل کے حل کے لئے اور امن وخوشحالی کی زندگی بسر کرنے کے لئے روحانیات کی پناہ حاصل کرتا ہے جسے وہ مذہب کا نام دیتا ہے مذہب ہی وہ جائے پناہ ہے جس سے انسان کو مسرت و خوشحالی نصیب ہوتی ہے اور انسان کا اضطراب اطمینان میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

مذہب کی ضرورت واہمیت:

مذہب دراصل انسان کی سب سے اہم اور بنیادی ضرورت ہے یہی وجہ ہے کہ تاریخ انسانی میں کوئی معاشرہ کوئی تمدن اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو مذہب سے کلیتاً بے نیاز رہی ہو۔ انسانی تجربے نے یہ ثابت کردیا ہے کہ مذہب کو ترک کرنے سے نہ صرف یہ کہ وہ اخلاقی حیثیت سے تباہ ہو جاتا ہے بلکہ خود مادی وسائل کے استعمال میں بھی توازن برقرار نہیں رکھ سکتا جو فلاح وخوشحالی کے لئے ناگزیر ہیں۔

مذہب کی تعریف:

مذاہب عالم کی کثرت اور ان میں عقائد اور اعمال کے تنوع کی وجہ سے مذہب کی کوئی جامع تعریف کرنا مشکل ہے اس کی مختصر اور سادہ ترین تعریف ای۔ بی ٹیلر نے کی ہے!

''مذہب روحانی موجودات پر اعتقاد کا نام ہے''

دوسری جگہ پروفیسر وائٹ ہیڈ لکھتے ہیں!

مذہب اعتقاد کی اس قوت کا نام ہے جس سے انسان کو اندرونی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے مذہب ان ثقافتوں کے مجموعے کا نام ہے جن میں یہ قوت ہوتی ہے کہ وہ انسانی کردار میں انقلاب پیدا کریں۔ بشرطیکہ انہیں خلوص کے ساتھ قبول کیا جائے اور بصیرت کے ساتھ سمجھا جائے۔ (مذاہب عالم۔ ایک تقابلی مطالعہ: جناب ظفر آفاق لغاری)

انسانی زندگی میں مذہب کا حصہ:

انسانی زندگی مذہب کے بغیر ناقص اور نامکمل ہے اس کے بغیر شرف انسانیت کا تصور نہیں کیا جا سکتا مذہب سے عاری ہوکر انسان جانور بن جاتا ہے مذہب کی تعلیم اتنی فطری ہمہ گیر اور اس قدر حیات آفرین ہے کہ ان کے اکثر و بیشتر حصوں کو اپنائے بغیر ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا تصور مکمل نہیں ہوسکتا آج روس میں بھی مذہبی بیداری ترقی پسندی کی علامت سمجھی جاتی ہے اس کے باوجود اخلاقیات کی کچھ حدیں وہاں بھی ہیں مثلاً خواتین کا احترام، ماں کی عزت کی حفاظت، بہن کی عفت کا تحفظ، والدین کا احترام، ہمسائے کے حقوق کا خیال، غریبوں اور مسکینوں کی اعانت، سماج کے نادار طبقوں کو سہارا دینے کی آرزو وغیرہ۔ اور یہ سب وہ احساسات و جذبات ہیں جن کا سرچشمہ مذہب ہے انسان کے ان لطیف احساسات و جذبات کے دم قدم سے انسانیت کا بھرم قائم ہے مذہب انسانی فطرت کا حصہ ہے اور اسے کسی حالت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مذہب کی حیثیت انسانی رگوں میں دوڑنے والے خون کی طرح اہم ہے جس طرح ہماری زندگی اور بقاء کے لئے ہوا اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاریخ انسانی میں ابتدا سے آج تک مذہب کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے مذہب بیزاری یا مذہب دشمنی انسانی تاریخ میں ہمیں کہیں نہیں ملتی یہ صرف عہد جدید کا تحفہ ہے۔ آج بھی دنیا کی اکثریت مذہب پرست ہے انسانی زندگی میں مذہب کی اہمیت اس طرح واضح ہوتی ہے کہ اس سے افراد انسانی کے مابین اتحاد و اتفاق کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے کیونکہ اکثر مذاہب عالم کے بنیادی اعتقادات کا ماخذ ایک ہے اس سے انسانی زندگی کے اخلاقیات بہتر ہوتے ہیں ان سے ان کو ایک مشترکہ نصب العین مل جاتا ہے جو اتحاد ہم آہنگی اور یگانگت کا حامل بن کر نوع انسانیت کے امن اور خوش حالی کا ضامن بن سکتا ہے۔ سائنس اور عقل کی بناء پر آج انسان نے بے شمار ایجادات کر لی ہیں جن میں بعض کے ذریعے اس کو آرام و آسائش اور زندگی میں سہولت پیدا ہوگئی ہے۔ لیکن زیادہ تر ایجادات انسان کی تباہی کے لئے ہیں ایٹم بم، راکٹ، میزائل، زہریلی گیسیں اور اس طرح کی ہلاکت خیز اشیا ایجاد تو ہوگئی ہیں لیکن کا صحیح استعمال اور تعمیری کردار صرف مذہب سکھاتا ہے اور وہ فلاح انسانی کے لئے ان ایجادات سے کام لینے کی ہدایت نہ ہونے سے بہتر تھا لہٰذا یہ امر بالکل واضح ہے کہ انسانیت کی فلاح اگر مقصود ہے اور انسانی زندگی کی الجھی ہوئی گتھی کو سلجھانا ہے انسان کو ہلاکت و تباہی سے بچانا ہے اور مختلف انسانوں کے درمیان اخوت و محبت ہم آہنگی اور اتحاد پیدا کرنا ہے تو مذہب سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں جو ہمارے اس مسئلے کو حل کرنے میں مدد دے اس لئے ہمیشہ کی طرح آج بھی انسانی زندگی کو مذہب کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر انسانی زندگی کا تصور جنگل میں رہنے والے درندوں کی زندگی سے مختلف نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ تمام ضروریات جرائم کے خاتمے میں مدد و معاون ہوسکتی ہیں۔

مذہب کا تصور:

مذہبی نقطہ نظر کی رو سے جب انسان کو اس دنیا بھیجا گیا تو ساتھ ہی اس کی جسمانی ضروریات کی طرح اس کی روحانی ضروریات کا بھی سامان فراہم کیا گیا پہلا شخص جسے خدا نے بھیجا ہدایت یافتہ پیغمبر تھا اس کے بعد جب بھی لوگوں میں گمراہی پھیلی تو خدا نے پھر سے پیغمبر اور ہدایت نامے بھیجے جنہوں نے دنیا کو راہ ہدایت دکھائی گویا سب کا ماخذ ایک ہی رہا علم انسان کی جدید تحقیق کے بعض مغربی ماہرین بھی اب مذہبی نقطہ نظر کو ماننے پر مجبور ہو گئے ہیں پروفیسر شمٹ کے کہنے کے مطابق ا

''اب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ انسان کے ابتدائی تصور کی اعلیٰ ترین ہستی فی الحقیقت توحیدی اعتقاد کا خدائے واحد تھا اب انسان کا دینی عقیدہ جو اس سے ظہور پذیر ہوا وہ پوری طرح ایک توحیدی دین تھا''۔

Schimidt P.W. The origin and growth of religion.

عالمی اتحاد کیلئے بین المذاہب کے بنیادی تصورات:

مذاہب کی تعداد کا تعین بڑا دشوار ہے اس لئے کہ ابھی ہمیں پوری دنیا کے لوگوں کے صحیح حالات کا بھی پتہ نہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ اس وقت دنیا میں اگر لاکھوں نہیں تو ہزاروں مذاہب کے پیروکار موجود ہیں ان میں سے کچھ پیروکاروں کی تعداد کروڑوں تک پہنچتی ہے اور بعض مذاہب سو دو سو افراد کے قبیلوں تک محدود ہیں دنیا کے بڑے بڑے مذاہب سے ہم صرف ہندومت، بدھ مت، یہودیت، عیسائیت اور اسلام پہ گفتگو کریں گے۔ جناب ظفر آفاق انصاری کے مضمون ''مذاہب عالم کی روشنی میں''۔

ہندومت:

ہندومت کی تاریخ اور اس کے بنیادی عقائد کی نشاندہی نہ صرف غیر ہندو اہل علم بلکہ خود ہندوؤں کے لئے بھی ایک مشکل مسئلہ رہی ہے اس لئے کہ اس مذہب کے پیروکاروں میں سے ایک سے لے کر تیس کروڑ تک خداؤں کے ماننے والے پائے جاتے ہیں ہندوؤں کا مذہب بہت ہی قدیم ہے ہندومت کا آغاز اس وقت ہوا جب آریاؤں نے ہندوستان پر حملہ کیا آریاؤں کے حملے سے پہلے یہاں دراوڑی نسل کے لوگ آباد تھے جن کی عظیم الشان تہذیبوں کے نشان اب بھی موہنجوڈرو۔ ہڑپہ اور دیگر مقامات پر ملتے ہیں ان کے مذہب کے بارے میں ہماری معلومات قطعی نہیں ہیں آریاؤں کے حملے کے نتیجے کے طور پر یہ لوگ بڑی تعداد میں مارے گئے یا محکوم بنا لئے گئے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں اہم وید اپنشد مہا بھارت

اور رامائن ہیں۔ ہندومت میں دنیا اور اس کی عیش و آرام کو ترک کرنا روحانی ترقی کے لئے بڑا ضروری ہے لیکن اس کے باوجود ہندومت میں اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ انسان دنیا سے کنارہ کشی اختیار نہ بھی کرے اگر چہ اس صورت میں وہ بلند تر روحانی مدارج کا مستحق نہ ہوگا ایسے آدمی کے لئے چار مدارج مقرر کردیے ہیں۔

1۔ تحصیل علم کے لئے تقریباً 25 سال
2۔ گھر گرہستی کے لئے تقریباً 25 سال
3۔ غور وفکر کے لئے تقریباً 25 سال
4- پوجا پاٹ کے لئے تقریباً 25 سال

بدھ مت:

بدھ مت کا آغاز چھٹی صدی میں ہوا اس کے بانی گوتم بدھ جن کا اصل نام سکھیا منی تھا باوجود شاہی خاندان کا فرد ہونے کے دنیا کے عیش و آرام کو ترک کر کے ویرانوں کے سکوں میں غور وفکر اور ریاضتوں کے لئے نکل کھڑا ہوا مراقبے کی حالت میں انہیں عرفان حاصل ہوا۔ گوتم بدھ کی تعلیمات میں ہشت پہلوراہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے ہشت پہلوراہ سے مراد آٹھ چیزوں کی صحت ہے صحیح ایمان صحیح ارادہ صحیح گفتگو صحیح کردار صحیح معاشرت صحیح فکر صحیح انکسار صحیح مراقبہ

ان آٹھ چیزوں کے علاوہ بھی بدھ متوں پر پانچ چیزیں لازم قرار دی گئی ہیں۔

1۔ کسی ذی حیات شئے کو زندگی سے محروم نہ کیا جائے
2۔ کوئی چیز زبردستی یا دھوکے سے حاصل نہ کی جائے
3۔ جھوٹ نہ بولا جائے
4- منشیات سے پرہیز کیا جائے
5۔ جسم کو گناہوں سے بچایا جائے۔

ان کے علاوہ گوتم بدھ نے اپنی تعلیمات میں راہ اعتدال اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔

یہودیت:

یہودیت کی بنیاد دو عقائد پر ہے اول خدا کی واحدانیت دوئم بنی اسرائیل کا خدا کی منتخب اور مخصوص امت کا ہونا۔ تمام الہامی مذاہب میں خدا کی وحدانیت کا تصور موجود ہے یہودی اپنی نسل کے اعتبار سے بنی اسرائیل ہیں۔ اسرائیل عبرانی لفظ ہے جس کے معنی خدا کا بندہ اور یہ حضرت یعقوبؑ کا عبرانی زبان میں نام ہے اس طرح بنی اسرائیل حضرت یعقوبؑ کی اولاد ہیں یہودیوں کا یہ دعویٰ کہ وہ خدا کے منتخب اور چہیتے بندے ہیں اور خدا سے ان کا تعلق خصوصی نوعیت رکھتا ہے غلط سہی مگر بے بنیاد نہیں۔ خود قرآن نے کئی جگہ بنی اسرائیل کی فضیلت کا ذکر کیا ہے:

ترجمہ: ''اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمہیں دی تھیں پوری دنیا پر فضیلت بخشی'' (سورۃ البقرہ آیت 122)

اس فضیلت کا سبب کوئی نسلی یا تواراثی امتیاز نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ خدا نے بنی اسرائیل کو اسلام کی دعوت ساری دنیا تک پہنچانے کے فریضے پر مامور کیا تھا جس کی تعمیل وہ نہ کر پائی۔

موسیٰ بن میمون ایک یہودی فلسفی کے مطابق یہودیت کے عقائد مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ وجود خداوندی پر ایمان 2۔ اس کی وحدت پر ایمان 3۔ اس کے دائم ہونے پر ایمان

4۔ اس کے غیر مادی ہونے کا تصور 5۔ اس پر ایمان کہ عبادت صرف اس کی کی جائے

6۔ پیغمبر پر ایمان 7۔ اس پر ایمان کہ حضرت موسیٰؑ سب سے بڑے پیغمبر تھے۔

8۔ اس پر ایمان کہ تورات (زبانی وتحریری دونوں) حضرت موسیٰؑ کو کوہ سینا پر عطا کی گئی

9۔ اس پر ایمان کہ وہ ناقابل تغیر ہے۔ 10۔ اس پر ایمان کہ خدا علیم وخبیر ہے۔

11۔ یوم آخرت کی جزا وسزا اور حیات بعد موت پر ایمان۔ 12۔ مسیح کے آنے پر ایمان

13۔ مردوں کے جلائے جانے پر ایمان۔

عیسائیت:

موجودہ دنیا کی تیس فیصد آبادی عیسائی مذہب کی پیرو ہے اور اس اعتبار سے وہ بلحاظ آبادی دنیا کا سب سے بڑا مذہب عیسائی مذہب ہے عیسائی مذہب بھی درحقیقت ابراہیمی مذاہب کی شاخوں میں سے ایک ہے یہودیت سے بھی اس کا گہرا تعلق ہے یہودیوں میں مسیح کا تصور موجود تھا حضرت عیسیٰؑ آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل یروشلم کے قریب ایک مقام بیت اللحم میں کنواری مریمؑ کے بطن سے پیدا ہوئے تیس سال کی عمر میں آپ نے تبلیغ کا کام شروع کیا اور معجزات دکھائے یہود کے بااثر اور ذی علم طبقہ نے یہ سوچ کر کہ لوگ آپ کی تعلیمات سے متاثر نہ ہو جائیں۔ رومی گورنر کو اکسا کر بغاوت کے جرم میں گرفتار کروا کر صلیب کی سزا تجویز کروائی حضرت عیسیٰؑ کے بعد عیسائیت نے بڑی تیزی سے ترقی کی چوتھی صدی عیسوی کی ابتدا میں روم عیسائیت کا مرکز بن گیا اور قرون وسطیٰ میں پوپ کی قوت بادشاہوں سے بھی زیادہ ہو گئی عیسائی مذہب کے عقائد میں نمایاں چیز تثلیث (Trinity) کا عقیدہ ہے جس میں باپ بیٹا اور روح القدس شامل ہیں عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائبل ہے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی اور تعلیمات کے بارے میں تاریخی اعتبار سے بہت تھوڑا مواد موجود ہے۔

عام طور پر عیسائیت کو تین بڑے فرقوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔

1- مشرقی تقلید پسند 2- رومن کیتھولک 3- پروٹسٹینٹ

اس میں سب سے بڑا فرقہ رومن کیتھولک ہے جس کا مرکز روم اور راہنما پاپائے روم ہے مشرقی تقلید پسندی کا مرکز روس ہے اور پروٹسٹینٹ یورپ اور امریکہ میں پائے جاتے ہیں۔

اسلام:

اکثر لوگ اسلام کی ابتدا حضرت محمد ﷺ سے کرتے ہیں لیکن یہ درست نہیں اسلام وہی مذہب ہے جس کی تبلیغ واشاعت حضرت آدمؑ سے لے کر آنحضرت ﷺ تک ہر پیغمبر نے کی حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ وغیرہ سب درحقیقت مسلمان اور اسلام کے داعی تھے۔ اسلام کے لغوی معنی سلامتی کے ہیں اسلام خدا کی اطاعت کا دوسرا نام ہے انسان بھی اپنی زندگی کے ایک بڑے حصے میں خدا کا مطیع ہے اس کا جسم اس کا ذہن اس کی خواہشات سب اس قوانین کے ماتحت ہیں جو خدا نے مقرر کر دی ہیں لیکن انسانی زندگی کا ایک حصہ ایسا ہے جس کو خدا نے انسان کے ارادے اور شعور پر چھوڑ دیا ہے جو لوگ اپنی اس شعوری اور ارادی زندگی میں اسلام کی تعلیمات پر کاربند ہونے کا فیصلہ کریں انہیں مسلم کہا جاتا ہے اس اعتبار سے اسلام کسی خاندان یا ذات سے وابستہ نہیں ایک عقیدے اور نظریہ حیات کا نام ہے اور مسلم کا تعلق کسی بھی نسل سے ہو کسی بھی خطہ ارضی سے ہو اور وہ کوئی سی بھی زبان بولے اسلام جن چیزوں کے ماننے کا مطالبہ ہر انسان سے کرتا ہے ان میں اہم ترین تین ہیں۔

1۔ توحید پر ایمان 2۔ رسالت پر ایمان 3۔ آخرت پر ایمان

ان عقائد کے علاوہ اسلام جن عملی چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے ان میں پانچ وقت کی نماز سال میں ایک ماہ روزے عمر میں ایک بار حج، سالانہ زکوٰۃ اور جہاد فی سبیل اللہ کی ادائیگی شامل ہے۔

عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور:

تمام انسان خدا کی رعیت ہونے کی حیثیت سے سب کے حقوق یکساں سب کی حیثیت یکساں اور سب کے لئے مواقع یکساں کسی شخص کسی خاندان کسی طبقے کسی قوم کسی نسل کے لئے دوسرے انسانوں پر نہ کسی قسم کی برتری وفوقیت ہے اور نہ ہی امتیازی حقوق۔ اس طرح انسان پر انسان کی حاکمیت اور فضیلت کی جڑ کٹ جاتی ہے اور وہ تمام خرابیاں یک لخت دور ہو جاتی ہیں جو بادشاہی جاگیرداری اشتراکیت برہمیت امور پاپائیت اور آمریت سے پیدا ہوتی ہیں اور یہی یگانگت قبیلے قوم نسل وطن اور رنگ کے ان تعصبات کا بھی خاتمہ کر دیتی ہے۔ جس کی بدولت دنیا میں سب سے زیادہ خونریزیاں ہوتی ہیں اس نظریہ کے مطابق تمام زمین خدائی ملک ہے تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور خدا کے بندے ہیں اور فضیلت کی بنیاد نسل ونسب مال

ودولت یا رنگ کی سپیدی و سرخی پر نہیں بلکہ اخلاق و پاکیزگی اور خدا کے خوف پر ہے جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا اور متقی ہوگا وہی سب سے زیادہ افضل ہوگا جس طرح نصب العین ایک فرد کا نصب العین بن سکتا ہے اسی طرح ایک جماعت ایک قوم بلکہ نوع بشری کا نصب العین بن سکتا ہے اس میں سرے سے نفسانیت اور انفرادی یا اجتماعی خودغرضی کا وہ عنصر ہی موجود نہیں ہے جس کی طبعی خاصیت یہ ہے کہ انسانیت کو نسلوں، فرقوں، اور قوموں اور پھر افراد و اشخاص میں تقسیم کرتا ہے اور ان کے اندر ایک دوسرے کے خلاف مقابلے مزاحمت اور بغض وحسد کے جذبات ابھارتا ہے برعکس اس کے یہ نصب العین انسان کو اس ہستی کی طرف متوجہ کرتا ہے جس کے ساتھ تمام نوع بشری بلکہ تمام کائنات کا تعلق یکساں ہے اور جس کی طرف متوجہ ہو جانے کے بعد ہر جہت اور ہر حیثیت سے انسانی مقاصد میں ایسا اتحاد و اشتراک پیدا ہو جاتا ہے کہ لوگوں میں مقابلہ سبقت تو درکنار تعاون و موالات اخوت اور بھائی چارے کی روح پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان سب سے زیادہ جن چیز کا خواہش مند ہوتا ہے وہ امن وسکون، راحت واطمینان قلب ہے دوسری چیز جو انسان دنیا میں حاصل کرنا چاہتا ہے وہ خوشحالی ہے تاریخ گواہ ہے کہ بنی اسرائیل ہوں یا دور اول کے مسلمان یا کوئی اور قوم جب کبھی انہوں نے خلوص نیت کے ساتھ نیک اعمال کو اپنایا رحمتوں اور نعمتوں کے دروازے ان پر وا ہو گئے جس کے لئے تاریخ کے اوراق شاہد ہیں۔

عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کی ضرورت:

جدید دور میں ہمیں ورثے میں اسلام کا ایک بڑا محدود نظریہ ملا ہے حالانکہ اسلام نہ صرف روحانی تجربے کے وجدان کی نمو کرتا ہے بلکہ ایک مربوط سماجی اور اقتصادی نظام کی بھی تشکیل کرتا ہے جس کی بنیاد حق وانصاف پر ہو اور جس میں انسانی شخصیت سماج کے ساتھ ساتھ ہم آہنگ ہو کر ارتقاء پذیر ہو مگر ہم نے اسلام کو روحانی واردات تک محدود کر دیا ہے بلکہ روحانی واردات کو بھی صرف مذہبی رسوم پر محمول سمجھا ہم نے ان اصولوں کو قطعی طور پر نظر انداز کر دیا جو اسلام میں انسان کے سماجی اقتصادی اور اخلاقی رویے کو متعین کرنے کے لئے وضع کیے تھے اور اس طرح انسانی شخصیت کو تفاوات کی یلغار میں لخت لخت ہونے دیا۔

سب سے بڑی آویزش جس نے ہماری صلاحیتوں کو شل کر رکھا ہے وہ روایت اور جدیدیت کے درمیان ہے ایک طرف ہمارے شاندار ماضی کی روایات ہیں جن کے ساتھ ساتھ ہماری جذباتی وابستگی ہے دوسری طرف سائنس ٹیکنالوجی نفسیات اور نئی اقتصادی قوتوں کے روشن مینار ہیں جو ترقی اور نشوونما کا راستہ دکھاتے ہیں ہماری قومی شخصیت روایت اور جدیدیت کی اسی کشمکش میں دولخت ہوگئی ہے۔

عالمی اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ ہم ایک مثبت فکری رویے کو فروغ دیں تا کہ روحانی تجربے اور سائنس کے طریق میں ایک موزونیت اور ہم آہنگی پیدا ہو جائے اگر ہم روحانی تجربے کو انسان کی نفسیاتی ضروریات کے حوالے سے دیکھیں تو روحانی تجربے اور فکری تحقیق میں کوئی تضاد نظر نہیں آئے گا مذہبی رسوم روحانی تجربے کا ابتدائی مقام اس زاویہ نظر سے ذہنی تعصبات دور ہو جائیں گے اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں جس تجرباتی ذہن کی ضرورت ہے وہ ابھرے گا۔

انسان کی نفسیاتی ضرورتوں کا تجزیہ فطرت کے ساتھ ہم آہنگی کی نئی جمالیات کو جنم دے گا اور ایسے عالمی اتحاد کی تخلیق کرے گا جو توانا اور مثبت کردار کی حامل ہو ضرورت اس بات کی ہے کہ مہمل اور نامعقول رویوں کی تاریک قوتوں سے نجات حاصل کی جائے تا کہ روحانی تجربے کے نام پر بے خبر عوام کا استحصال روکا جاسکے جو خلاف شرع رسومات کی شکل میں کیا جاتا ہے اپنے اپنے مذہبی عقائد کی روشنی میں ایسی پاکیزہ فضا پیدا کی جائے جس سے لوگوں میں آگہی پیدا ہو اور اس بات کا شعور پیدا ہو کہ یہ خلاف شرع رسومات روحانی تجربے کا ذریعہ نہیں بلکہ عین حکم الٰہی ہے کیونکہ تمام مذاہب کا ماخذ ایک ہی ہے۔

ایک ہم آہنگ ماحول کی تکمیل میں ہم کئی داخلی اور خارجی مسائل سے دوچار ہیں داخلی طور پر مختلف لسانی و مذہبی گروہوں اور خارجی طور پر عالمگیر اقدار سے واسطہ ہے اس میں مثبت پہلو بھی ہیں اور منفی بھی دانشمندی اس میں ہے کہ مثبت پہلوؤں سے فائدہ اٹھایا جائے اور منفی پہلوؤں کا اثر تدبر و حکمت عملی سے زائل کیا جائے اور جو باتیں تعلقات میں کشیدگی پیدا کرتی ہیں ان سے حتی الامکان دور رہا جائے۔

یہودیت اور عیسائیت دونوں تہذیبیں ہر لحاظ سے بہت ترقی یافتہ ہیں سائنس اور ٹیکنالوجی میں جنگی ساز و سامان میں جنگی حکمت عملی میں باقی مذاہب ہر قسم کے نظم و نسق میں ان علوم و فنون کی تحصیل کے لئے ان کے دست نگر ہیں۔

باہمی مخاصمت سے اتحاد و یگانگت میں مزاحمت بڑھ جائے گی مگر اس ساری صورتحال پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے ایک دوسرے کے مذاہب کا احترام سب پر لازمی ہے تمام مذاہب میں تقریباً اخلاقیات کے معاملات یکساں ہیں تاریخ کے دھارے کو روکا نہیں جاسکتا۔

یہ مخاصمت آپس میں شدید دشمنی اور نفرت کو جنم دے گی اس لئے تمام مذاہب کو مشترکہ اقدار کی بنیاد پر مصالحانہ رویہ اختیار کرنا ہوگا تا کہ اس سے ٹیکنالوجی حاصل کر سکیں اور تمام مذاہب عالم انسانیت کی فلاح و بہبود ہی کے لئے کام کریں جو کہ تمام مذاہب کے عقائد کی روحانی بنیاد ہے اس لئے یہ ناگزیر ہے کہ ان کے مابین کچھ انسانی قدریں مشترک ہوں۔ یہ مشترک اقدار باہمی افہام و تفہیم کی بنیاد بن سکتی ہیں۔ آخر کار عالمی امن، اتحاد و سلامتی کے لیے ضروری ہے کہ سب ایک دوسرے کے وجود کو برابری کی سطح پر تسلیم کریں۔ اور آپس میں ہم آہنگی پیدا کریں۔ اس سلسلے میں پاکستان جدید تقاضوں کو مدنظر رکھتے

ہوئے اسلامی اصولوں پر سوسائٹی کی تعمیر نو کرے اور خارجہ تعلقات میں دانشمندی اور حکمت عملی سے کام لے تو یہ مذاہب کے درمیان ایک پل کا کام دے سکتی ہے۔

تعلیمات اسلامی اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

اسلام کو بدنام کرنے کے لیے اغیار نے بہت سے جھوٹے الزام اس پر لگائے ہیں اور بعض نا اہل مسلمانوں کے افعال کو تعلیم اسلام کا نتیجہ قرار دے کر مذہب اسلام کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا انہی میں ایک الزام یہ بھی ہے کہ اسلام ایک متعصب مذہب ہے۔ آیئے پہلے تعصب کے بارے میں تھوڑا سا جان لیں۔

1۔ تعصب کے معنی یہ ہیں کہ عطائے حقوق کے وقت کسی کو حق سے زیادہ دیا جائے اور کسی کو حق سے کم۔

2۔ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ دوسرے لوگوں کی آزادی عقل اور حریت مذہبی پر ناجائز بندشوں کا بار ڈالا جائے۔

3۔ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ اپنے مذہب کی برکات اور انوار کا مستحق خود اپنے ہی آپ کو سمجھا جائے اور دوسروں کو ان برکات وانوار سے دور رکھا جائے۔

الحمدللہ کہ اسلام کی تعلیم ان جملہ نقائص سے پاک ہے۔ قرآن عظیم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ تعصب کی ان تمام جملہ اقسام کو برا بتایا اور اپنے دامن تعلیم کو اس خارزار سے ہمیشہ بلند تر رکھا۔ اوپر کی چند آیات اس امر کی شاہد ہیں۔ کہ اسلام میں تعصب نام کی ہدایت نہیں کی گئی۔ اختلاف کی صورت میں اتنا کہا گیا "تم کو تمہارا دین اور ہم کو ہمارا دین" (الکفرون)

(الف)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعاون و تمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا اور حلف الفضول کے قائم کرنے سے قیام امن اور حفاظت نوع انسانی کی جدید سڑک تیار کر دی۔ اور ان منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں' اسی ملک کے باشندوں کو شریک انتظام کر لینے کے زریں اصول کا سبق دیا۔

(ب)۔ حجر اسود کے نصب کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جب مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں تو ان کو کیونکر مرکز واحد پر لا سکتے ہیں۔ نیز ثابت فرمایا کہ خدشہ جنگ کے ٹال دینے اور امن کو مستحکم رکھنے کے لیے جنگی طاقت کی نہیں بلکہ اعلیٰ دماغی قابلیت کی ضرورت ہے۔

(ج)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ استحکام امن کے لیے بین الاقوامی اصولوں کو طے کر لیا جائے تا کہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی ضرورت قائم رہے۔ اور سب کو تمدن اور

تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد واعانت ملتی رہے۔ میثاق مدینہ میں تفصیلاً درج ہے۔ ذیل میں چند ایک نکات بیان کیے جاتے ہیں۔

1۔ یہ تحریر ہے کہ محمد النبی ﷺ کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریش یا یثرب کے باشندے ہیں یا ان لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں اُن کے ساتھ شامل ہیں۔

2۔ یہ کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔

3۔ بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں۔

4۔ اور جو کوئی اس معاہدہ کرنے والی قوتوں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اُس کے خلاف سب کے سب مل کر کام کریں گے۔ مسلمان اُس کی نصرت کریں گے۔

5۔ معاہدہ اقوام کے باہمی تعلقات، باہمی خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسائی کے ہوں گے۔ ضرر اور گناہ کے نہ ہوں گے۔

6۔ جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔

7۔ یہودیوں کی دوست دار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔

8۔ کوئی شخص اپنے معاہدے کے ساتھ مخالفانہ کارروائی نہیں کرے گا۔

9۔ مظلوم کی امداد اور نصرت کی جائے گی۔

10۔ مدینے کے اندر کشت وخون کرنا اس معاہدہ کرنے والی سب قوتوں پر حرام ہوگا۔

اس معاہدے سے یہ آشکار ہو جاتا ہے کہ اسلام تلوار چلانے والا نہیں بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے والا مذہب ہے۔

(د) نصاریٰ کے ساتھ آپ ﷺ کا معاہدہ اسلام کی بے تعصبی، سیر چشمی اور کس قدر رواداری ظاہر کرتا ہے۔ ہمارے اس مضمون کو پڑھ کر شاید کوئی صاحب غزوات و دیگر سرایہ اسلام کا حوالہ دے اور حروب عرب کو تعصب دینی کی دلیل قرار دے لیکن درحقیقت ایسا کرنا تاریخ وعلل واقعات سے ناواقفیت پر مبنی ہو گا۔ یہ غزوات دراصل صرف آپ ﷺ کی قوم اور خاندان کے ساتھ ہوئیں۔ کیونکہ اسلام کی عداوت اور مخالفت میں آپ ﷺ ہی کی قوم نے سارا زور لگایا تھا اور انہیں سے لڑائیاں ہوئیں۔ لہٰذا یہ خاندانی جھگڑا کسی طرح تعصب دین کی دلیل نہیں کہا جا سکتا۔ اسلام کی جنگیں نہ اپنی تعلیم کی اشاعت کے لیے تھیں اور نہ دوسرے مذاہب کے لیے موجب اکراہ تھیں۔ رب

العالمین نے اسلامی حروب کے متعلق جو وجہ بیان کی ہیں وہ قرآن مجید میں موجود ہیں۔

ترجمہ! ''اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی مدافعت نہ کرتا اور بعض کے ذریعے بعض کو نہ ہٹا دیتا۔ تب صوامع اور بیع اور صلوٰۃ اور مساجد جن میں اللہ کا ذکر بہت کیا جاتا ہے۔ ضرور گرادی جاتیں اور اللہ تو اس کی مدد ضرور کرتا ہے۔ جو اللہ (کے مقاصد) کی مدد کرتا ہے۔ اور اللہ تو قوت والا غلبہ والا ہے۔'' (سورۃ حج)

آیت بالا ظاہر کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اس لیے دی گئی کہ وہ جملہ مذاہب کی آزادی کو قائم کردیں۔ بدامنی دور کردیں پارسیوں، عیسائیوں یہودیوں کی عبادت گاہوں اور مسلمانوں کی مسجدوں کو کوئی شخص نہ گرا سکے۔

پس ثابت ہو گیا کہ اسلام کی بنیادی تعلیم اختلاف نسل زبان اور رنگ پر نہیں بلکہ اس کی بنیادی حق شناسی پر ہے اور ہر شخص کو اس بارے میں بخوبی آزادی ہے۔ کہ وہ قرب رضوان الٰہی کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ سب انسانوں میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو اللہ کی تعظیم میں سب سے بڑھا ہوا ہے یہ اسلام ہی ہے۔ جو بندوں کو اللہ سے نزدیک قوموں کو قوموں کے قریب لا سکتا ہے۔ نفرت اور عداوت کی جگہ نصرت واخوت کو بیٹھا سکتا ہے آج پھر اُسی کی بات کی ضرورت ہے۔ کہ اقوام متحدہ کے سربراہان مذہب کے درمیان عالمی اتحاد یگانگت اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے مشترکہ تعلیمات اور آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں اپنی منزل کا تعین کریں۔ کہ کس طرح رسول ﷺ نے نسل وقومیت کی خصوصیتوں اور ملک ومقام کی حالتوں اور امیری وغریبی کے امتیازوں اور فاتح ومفتوح کے تفاوتوں، مختلف زبانوں مختلف رنگوں کے مابہ الامتیاز قطع نظر کر کے کس خوش اسلوبی سے سب کو دینی ہم آہنگی کے رشتے سے متحد ومتفق یکساں ومساوی ہم سطح وہم خیال ہم اعتقاد اور ہم آواز بنایا۔

اقوام متحدہ کے چارٹر میں اولیت دی جائے ''اپنے مذہب پر عمل کرو اور دوسرے کے مذہب کا احترام کرو'' یہی واحد حل ہے، دنیا میں امن قائم کرنے اور انسانی اطمینان وصلح وآشتی قائم کرنے کا۔

دور حاضر میں آج کا انسان ایک طرف تو متضاد، انتہا پسندانہ سیاسی، معاشی اور مذہبی افکار کے انتشار کا شکار ہو رہا ہے۔ تو دوسری طرف مشینی اور صنعتی آسائشوں نے اسے مادی لذت کا پرستار بنا دیا ہے۔ تیسری طرف تباہ کن اسلحہ نے پوری دنیا کو تباہی کے دھانے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے ان سب چیزوں نے مل کر آج کے انسان کو ذہنی سکون اور قلبی اطمینان سے محروم کر دیا ہے۔

آج دنیا جس امن وسکون، نجات وسلامتی، یگانگت اور یک جہتی کے حصول کے لیے مضطرب ہے وہ تعلیمات اسلام میں قرآن کے پیغام میں اور صاحب قرآن کے عملی نمونے میں موجود ہے۔

انگریزی کے مشہور نوبل یافتہ ادیب و نقاد جارج برنارڈ شا کے بقول!

''محمد ﷺ کو انسانیت کا نجات دہندہ کہنا چاہیے۔یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اگر آج کی دنیا کی لیڈری اور راہنمائی محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہوتی تو وہ ضرور دنیا کو اس کی مشکلات سے نکال کر امن و سلامتی سے دو چار کر دیتے۔صرف یہی نہیں کہ ماضی اور حال میں محمد ﷺ جیسے انسان کی مثال نہیں ملتی بلکہ مستقبل میں بھی اس قسم کے انسان کا تصور دشوار ہے۔'' (سیرت طیبہ مستشرقین کی نظر میں۔ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی)

عہد حاضر کے ایک مصنف ڈاکٹر ہارٹ نے تاریخ کی سو عظیم شخصیات میں حضور ﷺ کو سرفہرست رکھا اور وہ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''قارئین میں سے ممکن ہے کچھ لوگوں کو تعجب ہو کہ میں نے دنیا جہاں کی موثر شخصیات میں محمد ﷺ کو سر فہرست کیوں رکھا۔اور مجھ سے اس کا جواز طلب کر سکتے ہیں حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں صرف وہی ایک ایسے انسان تھے جو دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامیاب و کامران اور سرفراز ٹھہرے۔

HART,MH.THE 100(A RANKING OF THE MOST INFLUENTIAL PERSONS IN THE HISTORY .NEW YORK .P-337

عالمی اتحاد کے لیے لائحہ عمل:

گذشتہ پانچ سو سال سے اسلام کے چند مذہبی آقاؤں اور فرقہ پرستوں کا فکر جامد رہا ہے ایک زمانہ تھا جب یورپ کا فکر دنیائے اسلام سے کسب فیض کرتا تھا لیکن آج کی صورت حال کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ دنیائے اسلام روحانی طور پر یورپ کی طرف بڑھ رہی ہے۔اس حرکت میں بظاہر کچھ قباحت نہیں کیونکہ یورپی ثقافت فکری سطح پر دراصل اسلامی تمدن ہی کے بعض اہم پہلوؤں کی توسیع ہے۔

1) مغربی تہذیب کا ایک ظاہر چمکدار ہے۔اور ایک حقیقی باطن۔حقیقی باطن بڑی حد تک اسلامی ثقافت کی توسیع اور ترقی یافتہ صورت ہے۔

2) گذشتہ چند صدیوں کے دوران جب کہ اسلامی فکر جمود کا شکار رہا ہے یورپ نے سائنس اور حکمت میں حیرت انگیز ترقی کی ہے جسے ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔

3) بدلے ہوئے حالات میں اور انسانی فکر و تجربہ کی موجودہ ترقی کے پیش نظر مسلمانوں کی نئی نسل اسلام کی ایک تازہ تعبیر چاہتی ہے۔ تاکہ اسلام کے اندر نسل انسانی کے لیے جو پیغام موجود ہے اس کی تفہیم بڑھے۔

4) فکر اسلامی کی اس تشکیل نو میں فلسفہ۔ انسانی علم کے تازہ تر انکشافات، اجتہاد اور تشکیل نو کارفرما ہوتے ہیں۔

5) ہم انسانی فکر کی ترقی میں تعصب اور مرعوبیت سے پاک ناقدانہ رویہ اختیار کریں مسلمانوں کی نئی نسل کو جدید اور آئندہ انسانی علم و تجربہ کی طرف لاتعلقی، بے نیازی، تعصب یا احساس کمتری کا رویہ ہرگز نہیں اپنانا چاہیئے ان کا رویہ احتیاط' ذمہ داری' حریت اور مثبت تنقید پر مبنی ہونا چاہیئے۔

تعلیمات اسلامی اور اسوہ رسول کے اثرات باہمی یک جہتی و یگانگت اور عالمی اتحاد پر اس طرح مرتب ہوتے ہیں کہ تمام انسانوں میں مساوات کا تصور ہو جاتا ہے یہ تعلیمات ہی انسانوں میں اخوت اور برابری قائم کر دیتی ہیں۔

اسلام کہتا ہے کہ تمام انسان بنی آدم ہیں اور اس لیے سب آپس میں برابر ہیں۔ باہمی یکجہتی ہی قوموں کو آپس میں لڑانے اور دنیا میں تباہی اور ہلاکت خیزی پیدا کرنے کی بجائے۔ صلح آشتی اور اخوت و محبت کا درس دیتی ہے۔ نوع انسانی کا اتحاد اسی میں مضمر ہے ورنہ ہماری دنیا کے مصنوعی امتیازات اس کو فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنالیتے۔

انسانیت کی یکجہتی و یگانگت کے لیے اتحاد و اشتراک ہی مستحکم بنیاد ہے۔ پاکستان کی حالیہ زلزلہ زدگان کی صورت حال کے لیے عالمی سطح پر احساس اور امداد باہمی اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (وما علینا الا البلاغ)

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیمات اسلامی اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

سنجیدہ حلیمہ بی بی

''اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ربوبیت کے تحت جس طرح ہر قوم کو اس کی جسمانی پرورش کیلئے خوراک بہم پہنچائی اسی طرح اس نے ہر ایک قوم میں اس کی روحانی اور اخلاقی نشو و نما اور ترقی کیلئے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو'' ایک اور جگہ ارشاد ہے ''اور یقیناً ہم نے ہر قوم کے لئے ایک رسول بھیجا۔'' (النحل ۱۶:۳۶)

تمام انبیاء علیہم السلام ایک ہی روحانی چشمے سے سیراب ہو کر ایک ہی دین کو لے کر آتے رہے ہیں۔ اس اصولی اور بنیادی دین کی آخری شکل اسلام ہے وہ اصولی اور بنیادی دین کیا ہے۔ توحید، عبادت اور معاملات۔ یہ وہ تین امور ہیں جن کی انبیاء علیہم السلام زمانہ کے تقاضے کے مطابق اپنی اپنی قوم میں تبلیغ و اشاعت کرتے رہے ہیں۔ اور یہی وہ امور ہیں جن پر تمام مذاہب حقہ کا اتفاق ہے جزئیات احکام میں ہر قوم و مذہب کی زمانی و مکانی خصوصیات کے سبب اختلاف ہو سکتا ہے لیکن دین کے اصل اصول میں سر مو اختلاف نہیں۔

بین المذاہب تعلق قرآن کی روشنی میں

اس نظریہ کو قرآن مجید میں اس طرح واضح کیا گیا ہے:

''اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کا نوحؑ کو حکم دیا گیا تھا اور جو ہم نے تیری طرف وحی کی اور جس کا ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کو حکم دیا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکوں پر وہ دین گراں ہے جس کی طرف تم ان کو بلاتے ہو۔ اللہ اپنے لئے جسے چاہتا ہے، چن لیتا ہے اور اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔'' (الشوریٰ ۱۳)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ محمد ﷺ کا دین وہی ہے جو نوحؑ کا تھا، ابراہیمؑ کا تھا۔ موسیٰؑ کا تھا عیسیٰؑ کا تھا۔ اسی

وحدت کو قرآن مجید نے ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''کہہ دیجئے، اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب بنائے اور اگر وہ پھر جائیں تو تم کہو گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔'' (الاعمران ۳:۶۴)

اگر تمام مذاہب کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ذات باری تعالیٰ کا عقیدہ تمام مذاہب میں امر مشترک ہے اللہ تعالیٰ نے اس امر مشترک کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے ''اور تجھ سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف ہم (یہی) وحی کرتے تھے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو میری ہی عبادت کرو۔'' (الانبیاء ۲۱:۲۵) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور یقیناً ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور جھوٹے معبودوں سے بچو۔'' (النحل ۱۶:۳۶)

مرور زمانہ سے پچھلی نسلوں نے اپنی تحریفات سے اس دین میں تفرقے پیدا کر دیئے اور دین کی صحیح شکل بگاڑ دی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے کر دیا اور (کئی) فرقے ہو گئے۔ تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ان کا معاملہ اللہ کی طرف ہے پھر وہ ان کو بتائے گا جو وہ کرتے تھے''۔ (الانعام ۶:۱۵۹)

سورۃ المومنون میں وحدت دین کا مضمون ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ''اور کہ یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ سے ڈرو۔'' (المومنون ۲۳:۵۲)

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسولوں کی جماعت ایک ہی جماعت ہے حدیث میں اس نظریہ کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا میں سب لوگوں سے عیسیٰ ابن مریم سے دنیا اور آخرت میں قریب ہوں اور تمام انبیاء آپس میں بھائی بھائی ہیں کہ ان کی مائیں جدا جدا ہیں اور دین ایک ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو اسی راہ پر چلنے کی ہدایت فرمائی جس پر پہلے انبیاء علیہم السلام گامزن تھے قرآن مجید میں ارشاد ہے ''یہ وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی، سو ان کی ھدایت کی پیروی کرو۔'' (الانعام ۶:۹۰)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ''اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے کھول کر بیان کر دے اور تم کو ان کی راہیں دکھا دے جو تم سے

پہلے تھے'' (النساء۴:۲۶)

یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ رسول ﷺ کو اسی راہ پر چلنے کا حکم ہوا جس پر پہلے انبیاء علیہم السلام چلے اور یہ وہی راہ ہے جو بنی نوع انسان کی فلاح کی ضامن ہے۔ قرآن مجید میں وہی تعلیم ہے جس کی تبلیغ مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء علیہم السلام نے دی وہی تعلیم اعجازی رنگ میں قرآن میں بیان کردی گئی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے'' تجھے کچھ نہیں کہا جاتا مگر وہی جو مجھ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا۔'' (حم السجدہ ۴۱:۴۳)

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول کریم ﷺ کو وہی تعلیم دی گئی جو پہلے پیغمبروں کو دی گئی۔ ان معنوں میں رسول کریم ﷺ کوئی نئی بات لے کر اس دنیا میں نہیں آئے بلکہ پرانی تعلیم اور دعوت کا اعلان اور تکرار کرتے رہے جو دنیا سے بٹ چکی تھی یا مختلف مذاہب کے پیروکاروں نے تحریف سے اس دعوت کی حقیقت کو مسخ کر دیا تھا قرآن مجید میں اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا گیا ہے

''اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ یہودی یا نصرانی تو تم پالو گے راہ کہہ دے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے اختیار کی راہ ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا۔ اور نہ تھا شرک کرنے والوں میں سے۔ تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاق اور یعقوبؑ اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے۔ ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی اور ہم اسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں۔'' (البقرہ۲:۱۳۵،۱۳۶)

حضرت ابراہیمؑ وہ عظیم نبی ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں تقریباً ستر مرتبہ آیا ہے۔ دنیا کے تین بڑے مذاہب (اہل کتاب) مسلمان، یہودی اور عیسائی ان کے لئے بے پناہ عزت واحترام رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ دین حق کے پہلے علمبردار تھے اس لئے قرآن مجید میں دین ابراہیم کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے ارشاد ہے:

''آپ ﷺ فرما دیجیئے سچ فرمایا اللہ نے پس تم اتباع کرو دین ابراہیم کی جو ایک ہی کا ہو رہا تھا اور نہ تھا شرک کرنے والوں میں سے۔'' (ال عمران۳:۹۵)

''اور اس سے بہتر کس کا دین ہو سکتا ہو گا جس نے پیشانی رکھی اللہ کے حکم پر اور نیک کاموں میں لگا ہوا ہے اور چلا دین ابراہیم پر جو ایک ہی طرف کا تھا اور اللہ نے بنالیا ابراہیم کو خالص دوست'' (النساء۴:۱۲۵)

''تو کہہ دے مجھ کو سمجھائی میرے رب نے راہ سیدھی دین صحیح ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور

نہ تھا شرک والوں میں'' (الانعام ۱۶۱:۶)

دین اسلام نے پہلے مذاہب کی بٹی ہوئی تعلیم کو تفصیل اور تکمیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے اس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔

''آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارا دین اسلام ہونے پر راضی ہوا'' (۳:۵۰)

مذہب اسلام کا رویہ دوسرے مذاہب کے بارے میں
(مسلمانوں اور اھل کتاب کے درمیان چند مشترکہ خصوصیات واقدار)

حضرت ابراہیمؑ کو ایک ہی ماننے کے علاوہ بھی بہت سے عقائد اور اقدار مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان مشترک ہیں۔قران مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ

''اور جھگڑا نہ کرو اہل کتاب سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو مگر جو ان میں بے انصاف ہیں اور یوں کہہ کہ ہم مانتے ہیں جو اترا ہم کو اور اترا تم کو اور بندگی ہماری اور تمہاری ایک ہی تو ہے اور ہم اسی کے حکم پر چلتے ہیں۔'' (۲۹:۴۶)

اہل کتاب اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کل کائنات کا پیدا کرنے والا خدا ہے وہ سب کا مالک ورازق ہے وہ زندگی بعداز موت پر یقین رکھتے ہیں جنت، جہنم اور فرشتوں پر اور اس بات پر کہ خدا نے کائنات کو اور انسان کو کسی خاص مقصد کے لئے پیدا فرمایا ہے وہ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور محمد ﷺ کے علاوہ تمام پیغمبروں نوحؑ، ابراہیمؑ، یوسفؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ پر ایمان رکھتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی ۔سب نے مان لیا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے اور کہہ اٹھے کہ ہم نے سنا اور قبول کیا تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (بقرہ۲:۲۸۵)

قرآن مجید میں اہل کتاب کو خاص انعام سے نوازا گیا ہے۔ارشاد ہے:

''وہ سب برابر ہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدہ کرتے ہیں ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور حکم کرتے ہیں اچھی بات کا اور منع

کرتے ہیں برے کاموں سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں پر اور وہی لوگ نیک بخت ہیں اور جو کچھ کریں گے وہ لوگ نیک کام، اس کی ہرگز ناقدری نہ ہوگی اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی۔"

(ال عمران ۳:۱۱۳، ۱۱۵)

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"تو پائے گا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے لئے ان لوگوں کو جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں یہ اس واسطے کہ ان میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب سنتے ہیں جو اترا رسول پر تو تو دیکھے گا ان کی آنکھوں کو کہ ابلتی ہیں آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ انہوں نے پہچان لیا سچائی کو۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے۔ پس لکھ دیجئے ہم کو ماننے والوں کے ساتھ۔" (المائدہ ۵:۸۲:۸۳)

قرآن مجید میں واضح طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ پہلی کتابوں تورات وانجیل میں مسلمانوں کو کسی بھی قسم کے شک و شبہ میں پڑنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ہم نے نازل کی تورات کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ اس پر فیصلہ کرتے تھے پیغمبر جو کہ اللہ کے حکم بردار تھے یہود کے لئے اور فیصلہ کرتے تھے درویش اور عالم اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر" (المائدہ ۵:۴۴)

"اور پیچھے بھیجا ہم نے انہی کے قدموں پر عیسیٰؑ بن مریمؑ کو جو تصدیق کرنے والا تھا تورات کا جو پہلے سے موجود تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور تصدیق کرتی تھی اپنے سے اگلی کتاب تورات کی اور ہدایت ونصیحت تھی ڈرنے والوں کے لئے" (المائدہ ۵:۴۶)

قرآن پاک ان سابقہ کتابوں پر تصدیق کرنے والی کتاب ہے، ارشاد ہے:

"اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب سچی تصدیق کرنے والی سابقہ کتابوں کی اور ان کے مضامین نگہبان ہیں سو تو حکم کر ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا۔ ہر ایک کو تم میں سے دیا ہم نے ایک دستور اور راہ اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر کر دیتا لیکن تم کو آزمانا چاہتا ہے اپنے دیئے ہوئے حکموں میں سو دوڑ کر لو خوبیاں، اللہ کے پاس تم سب کو پہنچنا ہے پھر جتا دے گا جس بات میں تم کو اختلاف تھا۔" (المائدہ ۵:۴۸)

مسلمان حضرت عیسیٰؑ پر، ان کے تمام معجزات پر اور تعلیم پر یمان رکھتے ہیں اور اس بات پر کہ وہ انسانیت کو بچانے کے لئے دنیا میں واپس آئیں گے۔ حضرت محمد ﷺ نے وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ عیسیٰؑ معجزانہ طور پر آخری وقت دنیا میں واپس آئیں گے، امن، انصاف اور خوشیاں قائم کرنے کے لئے۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کو ایک مذہب پر متحد ہوتے ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم وعدہ ہے اور بلاشبہ یہ پورا ہوگا۔

قرآن مجید میں مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہوں کا احترام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

''ہمارا رب اللہ ہے اور اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے توڈھائے جاتے تکیے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں نام پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت اور اللہ مقرر مدد کرے گا اس کی جو مدد کرے گا اس کی بے شک اللہ زبردست ہے زور والا'' (الحج: ۴۵)

یہودیوں یا اہل کتاب میں سے کسی کے ساتھ سماجی روابط قائم رکھنا، انسانی حوالوں سے تعلقات کو فروغ دینا ان کا ذبیحہ کھانا مخصوص حالات میں ان کی خواتین کے ساتھ شادی کرنا، کوئی گروہ قدرتی آفت یا کسی مصیبت کا شکار ہو جائے تو اس کی مدد کو پہنچنا ایک مطلوب چیز ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''آج حلال ہوئیں تم کو سب ستھری چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے۔ اور حلال ہیں تم کو مسلمان پاک دامن عورتیں اور ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے۔ جب تم ان کو مہر ادا کر دو نکاح میں لاتے ہوئے۔ نہ کہ تم مستی نکالنے والے ہو اور نہ چھپی آشنائی کرنے والے اور جو منکر ہوا ایمان سے تو اس کی محنت ضائع ہوئی اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں سے ہوگا۔'' (المائدہ ۵:۵)

دین میں جبر نہیں

اسلام کسی دوسرے مذہب کے پیروکار کو جبراً مسلمان بنانے کا حامی نہیں۔ اس کا واضح اعلان کر دیا گیا ''دین میں جبر نہیں، ہدایت کی راہ گمراہی سے واضح ہو چکی ہے'' (البقرہ ۲:۲۵۶) ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا ''پھر امن کے لئے ہم نے مقرر کر دی ایک راہ بندگی کی کہ وہ اسی طرح کرتے ہیں بندگی، سو چاہئے تجھ سے جھگڑا نہ کریں اس کام میں اور تو بلایا جائے اپنے رب کی طرف، بے شک تو ہے سیدھی راہ پر سوجھ والا'' (الحج ۲۲:۶۷)

یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ تبلیغ حکمت اور دانائی کے ساتھ کرنی چاہئے ارشاد ہے ''اپنے رب کے راستہ کی طرف

دانائی اور اچھی اچھی باتوں کے ذریعے بلاؤ اور پسندیدہ طریقے سے بحث کرو‘‘ (النحل ۱۲۵)

مذاہب کے باطل معبودوں کو بھی برا بھلا کہنے کی ممانعت کی گئی ہے ’’جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں ان کو گالی گلوچ اور برا بھلا نہ کہو، یہ لوگ بھی نادانی سے خدا کو برا کہنے لگیں گے‘‘ (انعام ۶:۱۰۸)

مشترکہ ہم آہنگی اسلام کی ایک اعلیٰ خوبی

نزول قرآن کے پہلے تیرہ سالوں کے دوران مسلمان ایک اقلیت کی حیثیت سے کفار مکہ کے ظلم وستم برداشت کرتے رہے اس کے باوجود پرامن طریقے سے زندگی گزارتے رہے اور کفار کو بھی امن کی دعوت دیتے رہے۔ مسلمانوں کی طرف سے ہر مرحلے اور ہر سطح پر مذہبی رواداری کا بھرپور مظاہرہ کیا گیا۔ افراد معاشرہ کے ذہنوں کی اس طرح تطہیر کی گئی کہ ان میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا خود غرضی، ہٹ دھرمی اور ضد کی جگہ باہمی رواداری، محبت، یگانگت اور اخوت نے لے لی۔ مسلم معاشرے میں غیر مسلموں کو پوری مذہبی آزادی دی گئی انہیں اپنے عقائد کے مطابق عبادت کرنے کا حق دیا گیا۔ مشترک امور پر انہیں تعاون اور اشتراک عمل کی دعوت دی گئی۔ ذہنی اور قلبی فاصلے کم ہوئے اور بھائی چارے کی ایک ایسی فضا تیار ہوئی جو عالمی سطح پر قیام امن کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اسلام کی ابتدائی تاریخ میں ایسے دو معاہدے بہت اہمیت رکھتے ہیں جو دوسرے مذاہب کے لئے برداشت اور احترام کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

میثاق مدینہ

میثاق مدینہ ایک اہم تاریخی دستاویز ہے اسے نئی اسلامی مملکت کے دستور کی حیثیت حاصل ہے۔ جملہ فریقوں کو اسے تسلیم کرنے پر رضامند کر لینا رسول کریم ﷺ کی زبردست سیاسی حکمت عملی کا نتیجہ تھا یہ ایک معاہدہ تھا جس کے ذریعے مدینہ کے اہم طبقات کو مدینہ کے مشترکہ دفاع کا پابند کر لیا گیا۔ معاہدہ کے شرکاء میں یہودی بھی شامل تھے اس معاہدے کی رو سے ہر قبیلے کے مقدمات ومعاملات انہی کے قوانین ورواج کے مطابق طے ہوں گے۔

اگر مدینے پر کوئی بیرونی دشمن حملہ آور ہوگا تو مسلمان اور یہود مل کر مداخلت کریں گے مدینے کا کوئی فریق (مسلمان اور یہودی) کسی بیرونی قبیلے سے براہ راست معاہدہ کرنے کا مجاز نہ ہوگا مدینے کے باہر کوئی جنگ ہوئی تو کسی کو اس میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ مدینے کے تمام نزاعی امور کا آخری فیصلہ حضور ﷺ صادر فرمائیں گے۔

یہودیوں کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی

اس معاہدے کی رو سے جدید سیاسی اصطلاح میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ مدینے میں دولت مشترکہ (Common Wealth) قائم ہوگئی اور مسلمانوں کو داخلی طور پر سکون و اطمینان میسر آ گیا اور دعوت اسلام کو اسقدر فروغ اور مقبولیت نصیب ہوئی کہ عبداللہ بن سلام جیسے اکابرین یہود بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضور ﷺ کو موقع ملا کہ آپ ﷺ مضافات مدینہ میں آباد دیگر قبائل کے ساتھ بھی سفارتی سطح پر گفت و شنید کو آگے بڑھا سکیں اور کفار مکہ کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک سازگار فضا قائم کر سکیں۔ میثاق مدینہ داخلی استحکام کی بنیاد بنا جس نے تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑے۔ اسی طرح رسول اکرم ﷺ غیر مسلموں کو مسجد میں ٹھہراتے ان کو اُن کے طریقے پر مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دیتے۔ ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا وفد مدینہ آیا۔ حضورؐ کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا وہی وقت ان کی نماز کا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں ان کے طریقے پر نماز پڑھنے کی مکمل آزادی دی۔

اس کے علاوہ تحریک اسلامی کی تاریخ میں معاہدہ حدیبیہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کے نتیجے میں حالات کے دھارے نے ایک اہم ترین موڑ مڑا۔ غداری و بغاوت کے جرم میں جلاوطن شدہ یہود اور کفار کے اتحاد نے پیچیدہ مسائل پیدا کیے۔ مگر حضور ﷺ کی سیاسی بصیرت اور انتہائی معراج کمال سے درجہ اول کی معاند اور برسر جنگ طاقت کو آسانی سے مصالحت پر تیار کر لیا گیا۔ اور اس کے ہاتھ کئی برس کے لئے باندھ دیئے گئے۔ یہ وہ تاریخی معاہدہ تھا جو اپنے نتائج کے اعتبار سے بجائے خود فتح عظیم کی حیثیت رکھتا تھا اور جس تک قریش کو لانے اور اس سلسلہ کے جملہ پُر پیچ مراحل کو طے کرنے میں حضور ﷺ نے ایسی سیاسی حکمت اور قائدانہ بصیرت کا مظاہرہ کیا جس سے بعد والوں کو قیامت تک رہنمائی ملتی رہے گی۔

بین المذاہب اتحاد و ہم آہنگی کے لئے امن کی ناگزیریت

دور چاہے کوئی بھی ہو انسان فطری طور پر امن پسند واقع ہوا ہے امن پسندی اور صلح جوئی اس کی فطرت میں شامل ہے تہذیب انسان کا ارتقاء انبیاء کی آمد، آسمانی رشد و ہدایت کے سلسلے مختلف مذاہب کا وجود، مصلحین قوم و ملت کی تبلیغ، دانش ورانِ عالم کی حکمت، قوانین اور اصولوں کا مدون ہونا، احترام آدمیت اور امن کی اسی خواہش کے مختلف مظاہر ہیں۔ وہ خود بھی جینا چاہتا ہے اور دوسروں کو بھی جینے کا حق دیتا ہے۔ جنگل کے کالے قانون کے پنجہ استبداد میں بھی پرامن فضا کی آرزو ہونٹوں پر جبر کے قفل پڑنے کے باوجود انسان کے دل میں مچلتی رہی لیکن ہر دور میں حضرت انسان ہی اس کی اپنی خواہش کا خون بھی کرتا رہا ہے۔

ظہور اسلام سے پہلے عالم انسانیت پر ظلم اور بربریت کی حکمرانی تھی۔ اولاد آدم جبر، تشدد اور ظلم کی چکی میں پس رہی تھی قوم پرستی کا عفریت امن عالم کو تباہ کر رہا تھا مذہبی رواداری، نام کی کوئی چیز رخ زیبا کے چراغ لے کر نکلنے سے بھی نہیں ملتی تھی ایک مذہب کئی کئی فرقوں میں بٹ چکا تھا۔ یہ فرقے باہم دست وگریباں رہتے۔ عیسائیت و یہودیت کا اصل چہرہ مسخ ہو چکا تھا مذہبی تعصب اپنی انتہا کو چھو رہا تھا۔ عیسائیت اور یہودیت کی تعلیمات فکری مغالطوں اور فلسفیانہ موشگافیوں کے سراب کی نذر ہو چکی تھیں۔ غرضیکہ زندگی بے مقصدیت کے الاؤ کا ایندھن بنی ہوئی تھی خواہش امن بھی اس الاؤ کی راکھ میں دب چکی تھی۔ امن کا لفظ لغتِ انسانی سے غائب ہو چکا تھا انسانی اور کائناتی تخلیق کے مقاصد کے حوالے سے پائے جانے والے جملہ نظریات معقولیت اور حقیقت سے کوسوں دور تھے۔ سیاسی اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے بربریت، درندگی اور استحصال کی ہر مشکل کو جائز قرار دے دیا گیا تھا۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو آج بھی وہی دور آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے آج بھی امن کی عدم موجودگی اتحاد ویگانگت کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے لیکن کائنات کا کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں جس کا حل دین اسلام نے نہ پیش کیا ہو۔

تاریکی کے اس دور میں حضور اکرم ﷺ نے نظریہ توحید کو اپنی انقلابی جدوجہد کا مرکزی نقطہ بنا کر دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کا آغاز کیا یہ جہاد ہر سطح پر کیا گیا اور استحصال کی ہر شکل کے خلاف کیا گیا غار حرا سے حجتہ الوداع تک خدائے وحدہ لاشریک کی حاکمیت کا اعلان ہوتا رہا اور وحدت الہ اور وحدت انسانی کا نظریہ پیش کر کے وہ بنیاد فراہم کر دی گئی اور وہ پلیٹ فارم مہیا کر دیا گیا۔ جس پر رنگ ونسل کے تمام امتیازات کو مٹا کر اولاد آدم کو اتحاد و یگانگت اور بھائی چارے کی لڑی میں پرو دیا جا سکتا ہے اور عالمی امن کے قیام کی تعبیر کو عملی صورت دی جا سکتی ہے۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اطراف واکناف میں مختلف فرماں رواؤں کو امن وسلامتی کے پرچم تلے آنے کی دعوت دی خطوط ارسال کئے اور سفارتی سطح پر سرگرمیوں کو تیز کر دیا گیا۔ ان خطوط کا مثبت ردعمل بھی ہوا اور منفی بھی اور ہمیشہ کے لئے عالم انسانیت کو رہنمائی کی مضبوط بنیادیں فراہم کر دی گئیں۔

حضور اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد خلفائے راشدین انسانیت کو اپنے عہد کے ظالم، جابر اور قہار حکمرانوں کے پنجہ استبداد سے نجات دلانے میں کامیاب ہوئے۔ قبائلی اور علاقائی عصبیتوں کو ختم کر کے پوری انسانیت کو گلے لگانے کی تعلیم دی گئی۔ خود نبی کریم ﷺ نے بڑے بڑے قبائل حتیٰ کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی (مسلمان کرنے کے بعد) نکاح کئے۔ یہ ذہنی کشادگی اور فراخدلی کئی ایک سیاسی اور معاشرتی فوائد کا باعث بنی اس سے کئی پرانی دشمنیاں ختم ہوئیں اور صلح وآشتی کے دروازے کھلتے گئے۔ ان دروازوں سے ہوائے خوشگوار کے جھونکے مسلسل سفر کرتے رہے اور انسان کو آسودہ لمحات کی

تلاش کی نئی نئی راہیں سمجھاتے رہے۔

نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ سے اسقدر عظیم، مذہبی رواداری، حکمت عملی اور قائدانہ بصیرت کی مثالیں عالم انسانیت کو پسماندگی، جہالت اور رنگ ونسل کے امتیازات سے نکال کر عالمی امن، محبت ویگانگت، ہم آہنگی اور راہ ھدایت پر گامزن کرتی ہیں۔

علامہ منظر احسن گیلانی لکھتے ہیں

''ہم اندازہ نہیں کر سکتے کہ ٹوٹی ہوئی انسانیت کو اس کے آخری جوڑنے والے نے جوڑنے میں اپنی سرگرمیوں کو کہاں تک پہنچا دیا انسانیت کے سب سے بڑے بہی خواہ ایسے ہی ہو سکتے ہیں''۔

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

فرح بتول۔کوئٹہ

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ وما کان الناس الامة واحدہ فاختلفوا

یعنی شروع میں لوگ ایک ہی امت تھے پھر ان میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے بالخصوص انبیاء کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ وان ھذہ امتکم امۃ و احدہ و انا ربکم فاتقون۔(۲)

اور تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس تم مجھ ہی سے ڈرو" گویا پہلے انسان یعنی حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک تمام انبیاء کرام ایک ہی امت ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سب کی تعلیمات بھی ایک ہی تھیں۔ چونکہ ابتدا میں انسان ترقی یافتہ نہ تھا اور ان کی آبادیاں اور قومیں دور دراز علاقوں میں آباد تھیں۔اور ان کے مابین میل جول کا کوئی ایسا آسان ذریعہ نہ تھا جس سے ان کے درمیان تعلقات استوار ہوتے۔لہٰذا ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ہر قوم اور ہر علاقہ انبیاء کرام مبعوث ہوئے اور انہوں نے لوگوں تک اللہ کے احکامات پہنچائے۔چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ " وَلِکُلِّ قوم ھاد"(۱۳:۷) یعنی ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوا ہے ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ "اِنَّ من امتہ لا خلا فیھا نزیر" (۳۵:۲۴) اور دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں متنبہ کرنے والا کوئی رسول نہ گزرا ہو۔اور چونکہ میل جول کے ذرائع میں کمی کے علاوہ تمدنی ارتقاء اس مرحلے تک نہیں پہنچا تھا کہ کسی طریقے سے وہ لوگ انبیاء کرام کی زندگیوں کو اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو محفوظ رکھ سکتے لہٰذا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں تحریف و تبدیل ہو جا اور کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انبیاء و رسل جو توحید کی تعلیمات لے کر آتے ہوئے خود انہی کو الوہید کا مقام دے کر ان کے بت تراش دیئے جاتے اور ان کی پوجا کی جانے لگی۔ان کے لائے ہوئے صحیفے اور کتابیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یا تو تحریف کر کے اتنی تبدیل کر دی جاتیں کہ ان کی اصل ہیئت ہی باقی نہ رہتی یا پھر کلیتاً گم کر دی جاتیں۔بت پرستی کی وجہ بیان کرتے ہوئے قصص البنبین کا مصنف لکھتا ہے کہ "و کان الناس امتہ واحدہ ابوھم ادم وربھم اللہ" (۴) یعنی لوگ ایک امت تھے۔ان کا باپ آدم اور ان کا رب اللہ تھا۔اس کے آگے لکھتا ہے کہ اس پر شیطان فکر مند ہو گیا کہ کیا یہ یونہی چلتا رہے گا کیا لوگ ہمیشہ یونہی اتفاق اور محبت سے رہیں گے۔

اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرتے رہیں گے؟ اور سب کے سب جنت میں جائیں گے اور میں دوزخ میں ڈالا جاؤں گا؟ نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا چنانچہ اس نے یہ چال چلی کہ کسی بزرگ کی وفات پر ان کے اعزاز واقربا کے پاس تعزیت کے لئے گیا اور ہمدردی جتاتے ہوئے کہنے لگا کہ اگر تم اپنے بزرگوں سے محبت کرتے ہو اور ان کو ہمیشہ یونہی یاد رکھنا چاہتے ہو تو ان کی تصویر بنا کر رکھ لو۔ تمہیں ہمیشہ یاد رہیں گے یوں لوگوں نے اس کے بہکاوے میں آ کر پہلے تصویر بنائی جو بعد میں تمثیل اور پھر بت میں تبدیل ہوگئی اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کی پوجا کرنا شروع کر دی اور یوں شیطان اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگیا۔(۵) اس بات پر لوگوں میں اختلافات بھی پیدا ہوگئے اور لوگ دو سے زائد گروہوں میں تقسیم ہوگئے جن میں پھر تقسیم بڑھتی گئی ایک گروہ جو اصل دین پر قائم تھا اور دوسرا وہ جو شیطان کے بہکاوے میں آ گیا اور اپنے اجداد کی محبت میں افراط کا شکار ہوا۔ ان کے علاوہ چند گروہ اور بھی بن گئے کچھ لوگ جو بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہے اور کچھ وہ جو اپنے کام سے تعلق رکھنے والے تھے۔ لہٰذا ان کے آپس کے اختلافات کو ختم کرنے اور بھٹکے ہوؤں کو واپس راہ راست پر لانے کے لئے انبیاء کرام کو بھیجنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو لوگوں کو عذاب سے ڈرانے کے ساتھ ساتھ انہیں نیک کام کرنے پر انعامات کی خوشخبریاں بھی سناتے رہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہوتا ہے کہ:

"انا خلقنا الانسان من نطفةٍ امشاج نبتليه فجعلنه سميعاً بصيراً."

یعنی بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کیلئے پیدا کیا اور اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔"(۶)۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو شیطان کے مقابلے کے لئے عقل عطا فرمائی اور وقتاً فوقتاً ان کی رہنمائی کے لئے انبیاء کرام کا سلسلہ جاری رکھا تاکہ لوگ شیطان کے پھندے میں پھنسنے سے بچ سکیں۔ چنانچہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا کہ "انا هدينه السبيل اما شاكراً و اما كفوراً" یعنی ہم نے اسے راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل سے نواز کر ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے وقتاً فوقتاً اپنے برگزیدہ بندے بھیج کر انسان کو آزمائش کے لئے اس کرہ ارض پر ایک مدت معین تک کے لئے بسایا جس کی طوالت وہ خود جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے کہ "اے نبی اعلان کر دیں کہ تمہارے رب کی طرف سے بھیجی ہوئی ہدایت ہی برحق ہے پس جو چاہے اس کے سامنے سر جھکا دے اور جو چاہے روگردانی و انکار کا راستہ اختیار کرے۔"

یعنی حق و باطل کا اختیار انسان کے ہاتھ میں ہے۔ جو راستہ چاہے اختیار کرے۔ اس اختیار اور عقل عطا کرنے کے باوجود وقتاً فوقتاً انبیا کرام کو مبعوث کیا جاتا رہا۔ تاکہ کوئی یہ شکایت نہ کرے کہ ہماری طرف کوئی ہدایت نہیں پہنچی۔ یا ہمیں معلوم

نہیں ہو سکا کہ صحیح یا غلط کیا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حصول علم پر بہت زور دیا ہے کیونکہ علم ہدایت اور عقل کا وسیلہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا طلب العلم فریضه علی کل مسلم (ابن ماجہ بروایت حضرت انسؓ) یعنی حصول علم ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اہل دوزخ آپس میں ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور چھوٹے اپنے بڑوں کیلئے دوہرے عذاب کی درخواست کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وقالو ربنـا نـااطعنا سادتنا و كُبَرَ انافاضلو ناالسبيلا. ربنا اتهم ضعفين من العذاب والعنهم لعناً كبيرا ''(الاحزاب۔۸)

یعنی وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا سو انہوں نے ہم کو راستہ سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب ان کو دوہری سزا دیجئے۔ اور ان پر بڑی لعنت کیجئے۔''

اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ سب کے لئے دوگنا عذاب ہے لیکن تم جانتے نہیں ہو یعنی کھلی نشانیاں اور ہدایت و رہنمائی پاکبازی اور نزاکت و نفاست کے ساتھ گمراہ کن معاشرے میں گزارتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ایک مثال بنا کر پیش کرتا اور پیغمبری عطا کرتا ہے تا کہ یہ ثابت ہو سکے کہ صاف ستھری زندگی بسر کرنا اور اللہ کی اطاعت کرنا کوئی ناممکن یا مشکل بات نہیں۔ خود انبیاء کرام پہلے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایات پر عمل کر کے دکھاتے رہے پھر دوسروں کو دعوت دی کہ اصل ہدایت کی راہ یہ ہے اس طرف آؤ۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے کہ

''اے نبی ہم نے تمہارے پاس ایسی آیتیں بھیجی ہیں جن کا مطلب صاف اور واضح ہے اور ان سے انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو نافرمان ہیں۔'' (البقرہ:۴۲)

یعنی شروع ہی سے تمام انبیا کرام تقریباً ایک جیسے حالات سے سامنا کرتے رہے اور ایک ہی تعلیم دیتے رہے کہ صرف اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرو جو سب کو پیدا کرنے والا ہے۔

اس کائنات کو تخلیق کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے کائنات بنائی اور پھر اس دنیا میں انسانوں کو آباد کیا اور ان کے رہنے کے لئے مکمل انتظامات کئے۔ اور ظاہر ہے کہ آج تک جتنے بھی انبیا کرام گزرے ہیں وہ سب کے سب اسی کی طرف سے بھیجے گئے خواہ کروڑوں سال قبل آئے ہوں یا چند ہزار برس قبل ان سب کو ایک ہی ذات نے بھیجا اور ایک ہی مقصد کے لئے بھیجا کہ تمام انسان صرف اسی کی عبادت کریں اور اسی کے اطاعت گزار بنیں۔ لہٰذا تمام انبیاء و رسل ایک ہی طرح کی تعلیمات لے کر آتے رہے صرف وقت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق ان میں معمولی رد و بدل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ انسانی عقل نے اتنی ترقی اور عروج حاصل کر لیا کہ دنیا کے مختلف اور دور دراز علاقوں کے بسنے والے لوگوں کا آسانی

میل جول ہونے لگا اور تعلقات بڑھتے گئے۔ چنانچہ ڈیڑھ ہزار سال قبل اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اب پوری دنیا کے لوگوں کو متحد کر کے ایک امت اور ایک قوم بنا دیا جائے اور ان کے باہمی اختلافات کو ختم کر دیا جائے لہٰذا یہ ضرورت پوری کرنے کے لئے ایک نبی ایسا بھیجا گیا جو پوری دنیا کے لئے محبت' یگانگت' اتحاد و اتفاق اور یکجہتی کا پیغام لے کر آیا۔ یہ وہی نبی تھا جس کی بشارت گذشتہ انبیاء دیتے آئے تھے اور تمام اقوام عالم کو ان کا انتظار بھی تھا اسی نبی آخر الزماںؐ نے یہ درس دیا کہ اب پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کیا جاتا ہے اور اب صرف وہی دین اور وہی شریعت قابل قبول ہے جو میں لے کر آیا ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ان الدین عنداللہ الاسلام یعنی بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث مبارکہ کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

''والذی نفس محمد بیدہ لایسمع بی احدمن ھذہ الامۃ یھو دی ولا نصرانی ثمہ یموت ولم یومن بالذی ارسلت بہ الاکان من اصحاب النار''

''یعنی قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے میرے نبی ہونے کی خبر جس کسی انسان کو بھی پہنچے گی اور وہ اس دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے گا جو دین میں لے کر آیا ہوں تو وہ ضرور دوزخ والوں میں سے ہوگا چاہے یہودی ہو یا نصرانی۔'' (۷)

اس سخت وعید کے باوجود قرآن پاک میں یہ بھی ارشاد فرمایا گیا کہ لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں کوئی جبر نہیں (البقرہ)

یعنی یہ ضرورت تو محسوس کی گئی کہ اب تمام لوگ ایک امت بن کر اتحاد و اتفاق سے رہیں لیکن ان پر جبر نہیں کیا گیا۔ بلکہ صرف دعوت دے کر بلایا گیا کہ سب انسان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ اور اس دین کامل پر ایمان لے آئیں جو مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے سورہ المائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا

''یعنی آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔''

لیکن یہ دین اسلام وہ مذہب ہے جو اپنے پیروکاروں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ '' کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس کی ہدایت پر جو ہماری طرف اتاری گئی ہے اور جو ابراہیمؑ' اسماعیلؑ اسحاقؑ' یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ تعالیٰ کے مطیع فرمان ہیں۔ (۸)

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو متفق کر دیتا لیکن اس نے آزمائش کے لئے یہ اختیار انسانوں کے پاس رہنے دیا۔

صرف یہ وضاحت فرمادی کہ یہ دین اور اس کی تعلیمات ہیں تو وہی جو حضرت آدمؑ سے لے کر چلی آ رہی ہیں لیکن اس کا فرق یہ ہے کہ اب یہ تمام انسانوں کے لئے ہیں اور نا قابل تحریف ہیں۔ تا قیامت یہی تعلیمات اپنی اصل شکل میں باقی رہیں گی۔ سورہ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بیان کرے تمہارے واسطے اور چلائے تم کو پہلوں کی راہ اور معاف کرے تم کو اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔" (سورہ النساء آیت ۲۶)

حضرت شاہ ولی اللہ الفوز العظیم میں اعجاز القرآن کی وجوہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جس وقت سے قرآن کے جمال جہاں آرا نے غیب کی نقاب الٹی ہے اور آدمؑ کی اولاد کو اپنے سے روشناس کرایا ہے۔ اس کا برابر یہی دعویٰ رہا ہے کہ میں خداوند قدوس کا کلام ہوں اور جس طرح خدا کی زمین جیسی زمین اور خدا کے سورج جیسا سورج اور خدا کے آسمان جیسا آسمان پیدا کرنے سے دنیا عاجز ہے اسی طرح خدا کے قرآن جیسا قرآن بنانے سے بھی دنیا عاجز رہے گی۔

قل لئن اجمعت الانس والجن علیٰ اَنْ یّاتو بمثل هٰذا القرآنِ لایَاتُوْ نَ بمثلهٖ وَلَوْ کَانَ بِعْضُهم لِبَعْضٍ ظَهیراً.

یعنی قرآن کے مٹانے کی لوگ سازش کریں گے مگر ناکام ہونگے۔ مقابلہ کے جوش میں کٹ مریں گے اپنی مدد کے لئے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو دعوت دیں گے کوئی حیلہ کوئی تدبیر کوئی داؤ پیچ اٹھا نہ رکھیں گے۔ اپنے آپ کو اور دوسروں کو مصیبت میں ڈالیں گے سارے نقصانات اور مصائب کے باوجود قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت کا مثل بنالا ناممکن نہ ہوگا۔

لَا یَاتِیهِ الباطِلُ مَن بَیْنَ یَدَیهِ وَلاَ مِن خَلْفِه.(۹)

ان تمام انتظامات اور حفاظت کا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھنے کے باوجود مسلمانوں کو یہ بھی تنبیہہ بھی کی گئی ہے کہ "اے ایمان والو کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا کہ جن پر تم سے پہلے کتاب اتری لیکن زمانہ دراز گزر جانے پر ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ اس کو فراموش کر بیٹھے۔ (۱۰)

یہ آیت مبارکہ ثابت کرتی ہے کہ پہلے لوگوں پر بھی ایسی ہی کتابیں اتاری گئیں لیکن لوگوں نے ان کو بھلا دیا اور اپنی نفسانی خواہشات اور تن آسانی کے لئے ان میں ردو بدل کر دیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ایسا کامل دین اور جامع مذہب بھیجا جائے جو ہر قسم کے تغیر و تبدل سے پاک ہو۔ اور اس کی تعلیمات تمام اقوام عالم کے لئے یکساں اور قابل عمل ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ تمام ادیان سابق پر اس کو غالب کرے۔ (۱۱) اس دعوے کو بالکل مختصر عرصہ ہی گزرا تھا کہ سارا عرب نبی اکرم ﷺ کے قدموں کے نیچے آ گیا۔ (۱۱)

جس دین کی حقانیت آفتاب سے زیادہ روشن ہو اس میں زبردستی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسلام اپنے اسلوب

خاص میں تبلیغ وترغیب کا فیصلہ تو بے شک انجام دیتا ہے مگر دباؤ کا وہاں نام ونشان تک نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ابن جریرؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ بنی سالم بن عوف کے کوئی انصاری بزرگ جو خود مسلمان تھے مگر ان کے دولڑکے نصرانی تھے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ کیا مجھے یہ حق ہے کہ میں اپنے دونوں صاحبزادوں کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کروں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ (۱۲)

البتہ غیر مسلموں کے ساتھ صلح اور دوستی کا ہاتھ بڑھانے کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ. یعنی اگر دشمن صلح وسلامتی کا ہاتھ پھیلائیں تو تم بھی اپنا ہاتھ آگے کردو اور اللہ پر بھروسہ رکھو (۱۳) اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے کہ "اگر وہ جھکیں صلح کی طرف تو تو بھی جھک جا اسی طرح" (الانفال ۱۶)

ان آیات کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال واعمال سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں مکمل آزادی سے رہنے کا پورا حق دیا جائے۔ میثاق مدینہ بھی اسی کی ایک مثال ہے یہ دنیا کا پہلا تحریری معاہدہ ہے جو آج تک اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسلام مکمل امن وسلامتی کا پیامبر ہے۔ اس کے ساتھ ہی نبی اکرم ﷺ کے پاس مدینہ منورہ میں جو بیرونی ممالک سے وفود آتے انہیں آپؐ ان کے مذہبی طریقے کے مطابق عبادت کرنے کی مکمل اجازت دیتے۔ چنانچہ جب نجران سے نصارا کا وفد مدینہ حاضر ہوا تو آپؐ نے ان کی مہمانداری کی اور انہیں مسجد نبویؐ میں جگہ دی۔ جب ان کی عبادت کا وقت ہوا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی مرضی کے برخلاف انہیں مسجد نبویؐ کے اندر ہی نماز پڑھنے کی اجازت دی اس کے علاوہ مدینہ کے گردونواح میں آباد یہود ونصاریٰ جو میثاق مدینہ کے باوجود اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے تھے اور آپ کو آپؐ کے صحابہ کے ساتھ تنگ کرنے اور فتنہ وفساد برپا کرنے سے باز نہیں آتے تھے، ان کے ساتھ بھی آپؐ نے اپنا رویہ نہایت مشفقانہ رکھا حتیٰ کہ وہ یہودی عورت جو روزانہ آپؐ پر کوڑا کرکٹ پھینکتی تھی اس کی بیماری کی اطلاع ملتے ہی آپؐ اس کی عیادت کو گئے۔ اسی طرح ایک مرتبہ بازار سے کسی یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے۔

حسن معاشرت کے ساتھ ساتھ آپؐ غیر مسلموں سے بعض اوقات کسی بھی کام کے سلسلے میں امداد بھی حاصل کر لیا کرتے تھے۔ ہجرت مدینہ کے موقع پر نبی اکرمؐ نے قریش کے قبیلہ بنی ھذیل کے ایک آدمی کو اپنی رہبری کے لئے ساتھ لیا۔ احد میں ابوحتمہ بن حارث آپؐ کے رہبر تھے۔ غزوۂ حدیبیہ میں قبیلہ اسلم کا ایک آدمی رہبر تھا اس کے علاوہ نبی اکرمؐ نے جمیل اشجعی کو بیس صاع کے عوض خیبر کی طرف صحابہ کی رہبری کے لئے مقرر فرمایا جو بعد میں مسلمان ہو گئے۔ مدکور العذری ملک شام کے لئے رہبر تھے۔ (۱۴)

ابوالحکم ایک نصرانی طبیب تھا اور کئی قسم کے علاج جانتا تھا ایک اور نصرانی طبیب ابن رتال تھا جس پر حضرت امیر معاویہؓ اعتماد کرتے تھے۔ ابورمثہ رفاعہ رسول اکرمؐ کے زمانہ کا مشہور طبیب تھا اصابہ میں ہے کہ شمروں بن قباب الکعبی النجرانی طبی علاج کرتا تھا اور نبی اکرمؐ نے اس سے مسائل طبیہ میں مذاکرہ فرمایا۔ شمرول نے آپؐ کے گھٹنہ مبارک کو بوسہ دیا اور کہا ''اس ذات کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپ کو بھیجا ہے آپ تو مجھ سے زیادہ علم طب جانتے ہیں۔'' (۱۵)

ان مثالوں کے علاوہ بہت مشہور روایت ہے کہ جب اسیران بدر کی رہائی کا معاملہ آیا تو ان میں پڑھے لکھے قیدیوں کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ وہ مدینہ کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں گے تو انہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ (۱۶)

دین اسلام اس بات کا قائل ہے کہ تمام مخلوقات اللہ کا کنبہ ہیں اور اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس کی مخلوق سے محبت کرتے ہیں۔ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

الخلق عیال اللّٰہ فاحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الی عیالہ (بیہقی کتاب الاعیال)

یعنی ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے اور اللہ سب سے زیادہ محبت اسی سے کرتا ہے جو اللہ کی مخلوق کو سب سے زیادہ چاہتا ہے،، (۱۷)

اسلام نے تو رواداری اور بے تعصبی کی یہاں تک تعلیم دی ہے کہ اگرچہ شرک کو ''ظلم عظیم،، سے عبارت کیا گیا ہے لیکن پھر بھی یہ تعلیم دی ہے کہ مشرکوں کے بتوں کو بھی برا بھلا مت کہو، چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ وَلا تسبُّو الذین یَدْعُوْنَ من دونَ اللّٰہ یعنی ان کو برا بھلا مت کہو جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں (۱۸) اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ:

وَقُلَ الحق من ربکم فَمنْ شَاءَ فَلْیُوْ من وَمَن شَاءَ فَلْیَکْفُرْ

یعنی کہہ دیجئے کہ یہ سچائی تمہارے پروردگار کی جانب سے ہے اب جو چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے (۱۹)

یہ آیات مبارکہ ظاہر کرتی ہیں کہ اسلام سب کو دعوت تو دیتا ہے لیکن کسی پر جبر نہیں کرتا اور زبردستی قائل کرنے پر زور نہیں دیتا بلکہ انسان کی اپنی مرضی اور منشا پر چھوڑ دیتا ہے۔ اور یہ وضاحت بھی کر دیتا ہے کہ

انـا اَنْـزَ لنا عَلیکَ الکتاب للناس فَمنِ ھتدیٰ فَاَ نفُسِھِمْ وَمَنْ ضلَّ فَاِ نَّماَ یَضِلُّ عَلَیْھَا وَمَا اَنْتَ عَلَیْھِمْ بَوِکَیل۔

یعنی ہم نے آپؐ پر یہ کتاب لوگوں کے لئے اتاری ہے جو حق کو لئے ہوئے ہے۔ سو جو شخص راہ راست پر آئے گا تو اپنے نفع کے لئے اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کی گمراہی اسی پر پڑے گی اور آپؐ ان کے نگران مقرر نہیں کئے گئے۔ (۲۰)

اتنی کھلی وضاحت کرنے کے باوجود کہ جو اسلام قبول کرتا ہے اپنے ہی فائدہ کیلئے کرتا ہے۔ یہ کوشش بھی کی کہ کوئی گمراہ نہ رہے

زیادہ سے زیادہ لوگ ہدایت کی راہ پالیں چنانچہ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی حوالے سے یہ آیات بھی نازل کی گئیں کہ

"قُلْ آیاهْلَ الکتب تَعَالَوْ اِلیٰ کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَنَینا وبینکم اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰه وَلَا نُشْرِکَ به شَیأً وَّلا یتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْ بَا باً مِّنْ دوْنَ اللّٰه"

"یعنی کہہ دیجئے اے اہل کتاب آ ؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کا کسی اور کو اور نہ بنائے کوئی کسی کو رب سوائے اللہ کے پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔"

اس آیت میں یہود و نصاریٰ کو توحید کی دعوت دی اور فرمایا کہ "ایسی بات کی طرف آ ؤ جو ہمارے اور تمہارے نزدیک مسلم ہے ہم بھی مانتے ہیں اور تم بھی مانتے ہو۔ اور وہ یہ کہ ہم سب صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں نکلتا کہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اہل کتاب کے ساتھ مل کر جن باتوں میں ان کا اتفاق ہے اس پر غیر اقوام کو دعوت دیں یعنی اپنے اپنے دین پر رہتے ہوئے مل کر توحید کا کام کریں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے قرآن کسی قوم کو کفر پر باقی رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر لوگوں کو صرف توحید کی دعوت دی جائے اور وہ موحد ہو جائیں تو یہ توحید اللہ کے ہاں معتبر نہیں ہوگی جب تک کہ دین اسلام قبول نہ کریں یہ آخرت میں نجات کا باعث نہ ہوگی۔ یہ تو غیر اقوام کو دھوکہ دینا ہوا کہ تم توحید کی دعوت میں شریک ہو جاؤ اگر چہ اسلام قبول نہ کرو۔ رسول اللہؐ نے جب ملک روم ہرقل کو خط لکھا تو اس میں تحریر فرمایا "سلام علی من اتبع الھدی" یعنی جو ہدایت کا اتباع کرے اس پر اللہ کا سلام۔ پھر فرمایا "ترجمہ میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں تو اسلام قبول کر سلامت رہے گا اللہ تجھے دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔ اور اگر تو نے اعراض کیا تو تیرے اوپر تمام کاشتکاروں کا گناہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے تجھ پر تیرا گناہ تو ہوگا ہی تیری وجہ سے تیری مملکت کے جو باشندے اسلام قبول نہ کریں گے۔ ان کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا کیونکہ تو ان کو اسلام سے روکنے کا سبب بنے گا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنے اس مکتوب گرامی میں درج بالا آیت تحریر فرمائی (صحیح بخاری) گویا آنحضرتؐ نے اول اسلام کی دعوت دی پھر آیت بالا تحریر فرمائی جس سے واضح ہوتا ہے کہ آیت شریفہ کا مقصد اسلام ہی کی دعوت دینا مقصود ہے یہ مطلب نہیں کہ تم یہودیت اور نصرانیت پر باقی رہتے ہوئے ہمارے ساتھ مل کر دعوت توحید کا کام کرو۔ (۲۱)

چنانچہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ کوئی نئی دعوت یا نرالا دین لے کر نہیں آئے بلکہ اسی توحید کے داعی بن کر تشریف لائے تھے جس کی دعوت ہر نبی نے دی، نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انسانیت جو آج مختلف گروہوں سے بٹی ہوئی

ہے اور جس کے باعث گلشن ہستی جہنم زار بن کر رہ گیا ہے اس کے اتحاد کی حقیقی اور محکم بنیاد عقیدہ توحید ہی ہے جو دنیا کی ساری حقیقتوں سے واضح تر اور روشن ترین حقیقت ہے اور اسی پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی دعوت نبی اکرمؐ نے دی۔ اب اگر ہم ان مثالوں کو اصل مقصد سے ہٹ کر لیں گے تو پھر شہنشاہ اکبر کا دین الٰہی ہی وجود میں آئے گا۔ اصل تعلیمات کو اور ان کے مقصد کو ہم نہیں پاسکیں گے۔ چنانچہ مذہبی رواداری اور اتحاد و یکجہتی کے لئے جو مثالیں ہمیں نبی اکرمؐ کی سیرت طیبہ میں نظر آتی ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے تو ہم صحیح راستے پر رہتے ہوئے دیگر اقوام کی ہدایت کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں بصورت دیگر خود اپنی راہ سے بھی ہٹ جانے اور بھٹکنے کا اندیشہ ہے ان میں سے چند ایک تجاویز درج ذیل ہیں:۔

1۔ دوسری پر تنقید کرنے کی بجائے اپنے اخلاق و عادات کو صحیح اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالیں تا کہ محمد بن قاسم کی طرح دیگر اقوام مسلمانوں کے اخلاق سے خود بخود متاثر ہو کر اسلام کی طرف کشش محسوس کریں۔

2۔ مذہبی تہواروں پر دوسروں کی خوشی کا مکمل احترام کریں اور ان کے ساتھ مل کر ان کی خوشی میں شریک ہوں۔

3۔ قدرتی آفات میں دل کھول کر بلا تمیز مذہب صرف انسانیت کے ناطے دوسروں کی بھرپور مدد کریں۔

4۔ دیگر اقوام کے کسی بھی شعبے کے ماہرین سے ضرورت کے وقت بلا جھجک خدمات حاصل کریں اور اسی طرح انہیں بھی اپنی خدمات مہیا کریں۔

5۔ دیگر مذاہب پر بلا وجہ نکتہ چینی سے گریز کریں اور انہیں مکمل مذہبی آزادی دیں۔

6۔ عالمی سطح پر تمام مذاہب عالم کے علماء کو سال میں کم از کم ایک مرتبہ مل کر بیٹھنے اور اظہار خیال کا موقع دیں یعنی عالمی کانفرنس منعقد کریں تا کہ کم از کم اسلام کے بارے میں جو شکوک و شبہات دیگر اقوام کے دل میں پائے جاتے ہیں ان سے نجات ملے۔

7۔ علماء کرام اپنی تقاریر اور تحریروں کے ذریعے سے بھی یہ خدمات انجام دیں اور اسلام کا صحیح مفہوم دیگر اقوام پر واضح کریں۔

حوالہ جات

۱۔ سورہ یونس آیت نمبر ۱۹

۲۔ سورہ المومنون آیت نمبر ۵۲

۳۔ سعید ملک اسلام مسلمان اور دور حاضر دار التذکیر لاہور ص ۲۲۰ س ن

۴۔ ابوالحسن علی الحسینی الندوی قصص النبیین ۱۱ مجلس نشریات اسلامیہ کراچی ص ۱۰۔۱۵ س ن

۶۔ سورہ الدھر۔۶

۷۔ مولانا عاشق الٰہی دعوت فکر دارالاشاعت کراچی ص ۲۱ س ن

۸۔ البقرہ آیت ۱۳۶

عہد نبوی میں نظام حکمرانی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ اردو اکیڈمی کراچی ۱۹۸۷ء ص ۱۰۲ تا ۱۰۵

۱۰۔ سورہ الحدید ۱۶

۱۱۔ النساء آیت۔۲۶

۱۲۔ محمد ظفیر الدین مفتاحی اسلام کا نظام امن سعید کمپنی کراچی ۱۹۹۱ء ص ۱۳۹

۱۳۔ سورہ الانفال آیت نمبر ۸

۱۴۔ علامہ عبدالحیٔ کتانی دور نبوی کا نظام حکومت ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ

۱۵۔ ایضاً ایضاً کراچی ۱۹۹۱ء ص ۱۷۵

۱۶۔ مولانا شبلی نعمانی سیرت النبیؐ ۱۱ دارالاشاعت ۱۹۹۴ء ص ۲۲۴

۱۷۔ چوہدری غلام رسول اسلام اور مذاہب عالم تقابل ادیان ندیم پرنٹرز لاہور س ن ص ۲۸۸

۱۸۔ سورہ الانعام آیت ۱۰۸

۱۹۔ سورہ الکہف آیت ۲۹

۲۰۔ الزمر آیت نمبر۔۱۴۱

۲۱۔ مفتی محمد عاشق الٰہی انوار البیان فی کشف اسرار القرآن ۱۱ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۹۹۷ء ص ۷۸

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

بشریٰ بتول۔ کوئٹہ

دنیا میں موجودہ دور میں تین اہل کتاب اقوام موجود ہیں یعنی کہ مسلمان، عیسائی اور یہودی۔ ان تمام اقوام کے مذاہب میں جو قدریں مشترک ہیں ان میں سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان تینوں مذاہب کے انبیاء موجود ہیں۔ یعنی کہ اسلام کے لئے ہمارے نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ، عیسائیت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یہودیت کے پیروکاروں کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام تعلیمات لے کر آئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان تینوں مذاہب کے ماننے والوں کے پاس ان کی الہامی کتابیں موجود ہیں اور ان تینوں مذاہب کے ماننے والوں کے لئے ان کے انبیاء علیہم السلام مخصوص شریعت لے کر آئے۔

"وانزلنا الیک الکتب بالحق مصدقا لمابین یدیه من الکتب ومهیمنا". (المائدہ، ۴۸)

ترجمہ "اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب، تحقیق سچا کرتی اولیٰ کتابوں کو اور سب پر شامل"۔

یعنی کہ کتاب برحق قرآن مجید کے متعلق یہ اعلان کر کے "یہ دین حنیف کی کامل کتاب اور تورات اور انجیل کی اخلاقی، روحانی، معاشرتی اور ایمانی روایت کے سلسلے کی آخری کڑی ہے اور ان کتابوں کی محافظ اور تصدیق کرنے والی ہے۔

ان تمام باتوں کے جاننے سے پہلے یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ:۔

مذہب کیا ہے؟

لفظ مذہب کے لغوی معنی راستہ، طریقہ، ایمان، دھرم، عقیدہ، ملت، روشن رائے وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ اصطلاحی معنوں میں مذہب وہ راستہ ہے جو کہ کسی بھی ملت کو زندگی گزارنے کے لئے طریقہ مہیا کرتا ہے۔

مذہب کی تعریف مختلف مفکرین نے مختلف طریقے سے بیان کی ہے:

کانٹ کے مطابق: ہر فریضہ کو خدائی حکم سمجھنا مذہب ہے۔

ولیم جیمز کے مطابق: انفرادی اشخاص کے عالمِ انتہائی کے وہ جذبات، اعمال اور تجربات جن کی بابت وہ سمجھیں کہ ان کا رشتہ اس شے سے ہے جسے وہ اپنی دانست میں خدا کہتے ہیں۔ مذہب کہلاتے ہیں۔

برونائٹ ہیڈ کے مطابق: مذہب اعتقاد کی اس قوت کا نام ہے جس میں یہ قوت ہوتی ہے کہ وہ انسان اور انسانی کریکٹر میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے بشرطیکہ انہیں خلوص کے ساتھ قبول کیا جائے اور بصیرت کے ساتھ سمجھا جائے۔

قرآن پاک کے مطابق: مذہب ان ہدایات اور احکامات کا نام ہے جو وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے اپنے بندوں کے لئے بھیجے۔ جن پر گامزن ہو کر انسان اس دنیا اور آخرت کی زندگی کو بہتر بنا سکتا ہے

مذہب/عقیدے کی بنیادی اقسام:

مذہب/عقائد کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں:

1۔ اہل کتاب مذاہب

2۔ غیر اہل کتاب مذاہب

اہل کتاب مذاہب: وہ مذاہب جن کے ماننے والوں کے لئے اللہ پاک نے اپنی طرف سے مقرر کردہ اصول وضوابط کے تحت زندگی گذارنے کے لئے الہامی کتابیں نازل کی ہیں۔ ان الہامی کتابوں کے ماننے والے لوگ اہل کتاب کہلاتے ہیں۔ آج کے دور میں اہل کتاب اقوام جو موجود ہیں وہ مسلمان، عیسائی اور یہودی ہیں۔

غیر اہل کتاب مذاہب: ایسی اقوام کے مذاہب جن کے ماننے والوں کے لئے اللہ پاک کی طرف سے کئی الہامی کتاب نازل نہ کی گئی آج کے دور میں ویسے تو بہت سارے ایسے مذاہب ہیں مگر نمایاں طور پر مدھ مت، ہندومت اور پارسی وغیرہ موجود ہیں۔

مسلمانوں کے علاوہ اہل کتاب اقوام کے لئے احکامات ربانی:

توریت میں احکامات ربانی:

اب ہم ان تعلیمات کا ذکر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلی امتوں کے لئے نازل کی گئی تھیں اور یہی تعلیمات ہم پر بھی لاگو ہیں۔ توریت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیا احکامات دیئے گئے تھے اس کے بارے میں رب العزت کا ارشاد مبارک ہے کہ:

''اے محمد ﷺ ان سے کہو کہ آؤ میں تمھیں بتاؤں کہ تمہارے رب نے تمھارے اوپر کیا پابندیاں عائد کی ہیں

1۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

2۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

3۔ اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمھیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی دیں گے۔

4۔ اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہو یا چھپی ہوئی

5۔ کسی جان کو جسے اللہ نے محترم قرار دیا ہے، ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ (عدالتی چارہ جوئی کے بعد) یہ باتیں ہیں جس کی ہدایت اس نے تمھیں کیں۔ شاید کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔

6۔ اور تم یتیم کے مال کے نزدیک نہ جاؤ، مگر اس طرح کہ بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنے سن شعور کو پہنچ جائے

7۔ اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو، ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اتنا ہی بار رکھتے ہیں جیسا کہ اس کے امکان میں ہے

8۔ اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو، خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو۔

اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس راستے سے ہٹا کر تمھیں منتشر کر دیں گے۔ یہ وہ ہدایت ہے جو تمھارے رب نے تمھیں کی ہے شاید کہ تم تقویٰ اختیار کر سکو۔ غرضیکہ یہودی قوم نے جب تک ان احکامات کی پیروی کی وہ فرمانبردار قوم رہی اور اسی قوم کے لوگوں نے اپنے دین کی خاطر جان و مال کی قربانی بھی دی۔

انجیل میں احکامات ربانی:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بینات لے کر آیا ہوں اس بات کی تصدیق قرآن پاک کی سورۃ الزخرف کی آیت ۶۳، ۶۴ سے ہوتی ہے:

"ولما جآء عیسیٰ بالبینت قال قد جئتکم بالحکمة والا بین لکم بعض الذی تختلفون فیه. فاتقو الله واطیعون .ان الله هو ربی وربکم فاعبدوه ، هذا صراط مستقیم".

ترجمہ: "اور جب عیسیٰ صریح نشانیاں لئے ہوئے آیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ میں تم لوگوں کے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ تم پر بعض ان باتوں کی حقیقت کھول دوں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی میرا رب بھی ہے اور تمھارا رب بھی۔ اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔"

اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں دین موسوی کی تجدید کے لئے آیا ہوں اس بات کی تصدیق قرآن پاک کی سورۃ آل عمران کی اس آیت سے ہوتی ہے:

"ومصدقا لمابين يدی من التورة"۔

ترجمہ: "اور میں اس تعلیم وہدایت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں جو تورات میں سے اس وقت میرے زمانہ میں موجود ہے"۔

یعنی کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادۂ خدا ہونے کا ایک اور ثبوت ہے اگر وہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے نہ ہوتے اوا گروہ جھوٹے مدعی ہوتے تو خود ایک مستقل مذہب کی بناء ڈالتے اور اپنے کمالات کے زور پر سابق دین سے ہٹا کر اپنے ایجاد کردہ دین کی طرف لانے کی کوشش کرتے لیکن وہ تو اسی اصل دین کو مانتے رہے اور اسی تعلیم کو صحیح قرار دے کر لوگوں کو خدا کی طرف بلانے کا کام کرتے رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے بنیادی تین نکات تھے:

1۔ ایک یہ کہ اقتدار اعلیٰ جس کے مقابلہ میں بندگی کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے اور جس کی اطاعت پر اخلاق وتمدن کا پورا نظام قائم ہوتا ہے صرف اللہ کے لئے مختص تسلیم کیا جائے۔

2۔ دوسرے یہ کہ اس مقتدر اعلیٰ کے نمائندے کی حیثیت سے نبی کے حکم کی اطاعت کی جائے۔

3۔ تیسرے یہ کہ انسانی زندگی کو حلت وحرمت اور جواز وعدم کی پابندیوں سے جکڑنے والا قانون اور ضابطہ صرف اللہ کا ہو دوسروں کے عائد کردہ قوانین منسوخ کر دیئے جائیں۔

اس کے بعد سے مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کے درمیان اور خود مسیحیوں میں باہم جس قدر لڑائیاں ہوئی ہیں' ان میں اخلاق وانسانیت کے مبادی واصولوں کو بالائے طاق رکھ کر جنگ کے ایسے ایسے وحشیانہ طریقے اختیار کئے گئے کہ جن کے ہولناک ذکر سے تاریخ کے اوراق سیاہ ہیں۔ غیر مسیحی عقائد کو مٹانے کیلئے قوت کے استعمال کے ہر طریقے کو جائز قرار دیا گیا۔

غیر اہل کتاب مذاہب کی بنیادی تعلیمات

بدھ مت کی بنیادی تعلیمات: بدھ مت کے بانی گوتم بدھ کی تعلیمات کے مطابق یہ تھا کہ:۔

1۔ خدا پر ایمان لاؤ، اسی کی ہستی کا اقرار کرو کیونکہ وہی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔

2۔ ان کی تعلیمات میں رُوح پر ایمان، فرشتوں کے متعلق عقائد، قیامت اور حیات بعد الموت کے متعلق بھی تعلیمات موجود تھیں۔

3۔ اس کے علاوہ گوتم بدھ نے دنیادار لوگوں کو اخلاقی نصائح دیئے ہیں۔

ا۔ کسی جانور کو قتل نہ کریں۔

ب۔ نہ خود چوری کریں اور نہ کسی کو چرانے دیں۔

ج۔ زنا کاری نہ کریں۔

د۔ جھوٹ سے اجتناب کریں۔

ڈ۔ منشی اشیاء سے خود بھی پرہیز کریں اور دوسری کو بھی روکیں۔

ہندومت کی بنیادی تعلیمات:

ویدوں کے ابتدائی زمانہ میں آریا قوم توحید پر قائم تھی ایک ہی خدا کی عبادت کرتی تھی۔البیرونی نے اپنی مشہور کتاب میں لکھا ہے کہ خدا کے متعلق ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ واحد ہے، غیر فانی ہے، نہ اس کا کوئی آغاز ہے نہ انجام، وہ مختار مطلق، قادر مطلق، حکیم مطلق ہے، الحکم الحاکمین اور رب ہے وہ اپنی خسروی وسلطانی میں لاثانی ہے وہ نہ کسی سے مشابہ ہے نہ کوئی اس کے مشابہ۔جب ہندو قوم برصغیر میں داخل ہوئی تو اس کو بت پرست قوم کی ثقافت سے واسطہ پڑا تو آہستہ آہستہ ہندو قوم میں بھی بت پرستی اور مظاہر پرستی کا رواج عام ہو گیا اور بے شمار غیر ویدی رسوم ہندو دھرم کا جزو لاینفک بن گئیں۔

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

مذہب اسلام کی بنیاد اور فطرت انسانی:

تمام مذاہب کی بنیادی عمومی طور پر اور اسلام کی بنیاد خصوصی طور پر صلح وامن، اطاعت وفرماں برداری اور ظاہری وباطنی عیوب سے پاک ہونے پر مبنی ہے۔اسلام نے بتایا ہے کہ انسان کا چشمہ پیدائش گدلا نہیں، نہ گناہ اور بد خلقی اس کا مایہ خمیر ہے۔وہ اپنی خلقت میں سادہ اور پاک ہے اور اس کے اصل فطرت میں ہدایت اور صحیح الہام ودیعت ہے اور اسے اچھی سے اچھی راستی پر پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے کہ:۔

"لقد خلقنا الا نسان فی احسن تقویم".

ترجمہ: "اور ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے"۔(التین۔۴)

اسلام کی بنیاد اور فطرت انسانی کا ثبوت دیتی ہوئی یہ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ:

" مامن مولود الا یولد علی الفطرة فابواه لیھودانه او ینصرانه وبمجسانه (بخاری کتاب اجنائز)

ترجمہ "انسان کی فطری پیدائش سلامتی پر ہوتی ہے۔لیکن ماں باپ کی تربیت اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی وغیرہ بنا دیتی ہے"۔

ہم بین المذاہبی اتحاد کیوں قائم کرنا چاہتے ہیں؟

اس لئے کہ:۔قرآن پاک کی سورۃ شوریٰ میں ارشاد ربانی ہے کہ:۔

" شرع لکم من الدین ماوصے به نوحا والذی او حینا الیک وما وصینا به ابرھیم وموسیٰ و عیسیٰ ان اقیمو الدین ولاتتفرقو فیه "۔

"اس نے تمھارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی اب ہم نے تمھاری طرف کی ہے اور جس کی ہدایت ہم نے ابرہیم وموسیٰ اور عیسیٰ کو فرمائی۔اس تاکید کے ساتھ کہ اپنی زندگی میں اس دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ پیدا نہ کرو"۔

اور قرآن پاک کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳ میں ارشاد ربانی ہے کہ:

" کان الناس امة واحدة قف فبعث اللّٰه النبین مبشرین ومنذرین "۔

ترجمہ:"تھا لوگوں کا دین ایک، پھر بھیجے اللہ نے نبی خوشی اور ڈر سنانے"۔(ترجمہ از شاہ عبدالقادر محدث دہلوی)

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ دنیا میں آباد لوگوں میں سے ۳/۴ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والے ہیں کیونکہ جتنی بھی اہل کتاب اقوام موجود ہیں وہ تمام کے تمام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والی ہیں اس بات کی تصدیق قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات سے ہوتی ہے۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر ۶۵ میں ارشاد ربانی ہے کہ:

يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ۔"

ترجمہ "اے اہل کتاب! کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم پر اور تورات اور انجیل تو اتریں اس کے بعد"۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر ۶۷ میں ارشاد ربانی ہے کہ:

"ماکان ابراهیم لیھودیا ولانصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین "۔

ترجمہ "نہ تھا ابراہیم یہودی اور نہ تھا نصرانی لیکن تھا کہ ایک طرح کا حکم بردار اور نہ تھا شرک کرنے والا"

اور قرآن پاک میں سورۃ آل عمران آیت ۶۸ میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

"ان اولی الناس بابرھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین امنوا".

ترجمہ "ابراہیم سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ پیغمبر (آخر الزماں) اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں"۔

HOW IT WILL BE IMPLEMENTED

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کی ضرورت کی اہمیت کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب اسلام قیامت تک آنے والے لوگوں کی راہنمائی فراہم کرے گا تو ہمارا آج کا یہ مسئلہ بھی نبی پاک ﷺ کے اسوۂ سے راہنمائی لیتے ہوئے حل ہو سکتا ہے بلکہ اگر ہم مکمل طور پر نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کریں تو ایسے مسائل پیدا ہی نہ ہوں گے۔ اس سلسلے میں ویسے تو نبی پاک ﷺ کی پوری حیات طیبہ ہی ہمارے لئے نمونہ ہے مگر اگر ہم مندرجہ ذیل چند باتوں کو بھی اپنا لیں تو ہمارے مسائل حل ہو سکتے ہیں

1۔ اسلام کا نظریہ اخلاق:

اسلام نے اخلاقِ حسنہ پر بہت زور دیا ہے۔ اس کے ارکان ہی میں اخلاق فاضلہ کا راز مضمر ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ:۔ "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق"۔ ترجمہ "میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں"۔

نبی پاک ﷺ خود اخلاق فاضلہ کے مجسمہ تھے۔ اور آپ ﷺ نے معبوث ہوتے ہی اس فرض کی تکمیل شروع کر دی تھی آپ ﷺ صحابہ کو مکارم اخلاق کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ:

"اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا" (ترمذی)

ترجمہ "کامل الایمان وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں"۔

سارا قرآن مجید اخلاقی تعلیمات سے بھرپور ہے وہ ایک مکمل ضابطہ اخلاق ہے جس کی نظر انسانی ہستی کے پورے نظام پر ہے اور اس کے نفاذ میں اس نے وسیع، ہمہ گیر، مفصل، مکمل اور جامع دفعات کا لحاظ رکھا ہے۔

2۔ مذہبی رواداری:

رحمت عالم، ہادیٔ آخر و اعظم حضرت محمد ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دور / ساتویں صدی عیسوی کے اوائل

میں نجران اور کوہ سنائی کے قریب واقع راہب خانہ سینٹ کیتھرین کے راہبوں اور تمام عیسائی اقلیت کو ایک سند نامہ حقوق (CHARTER) عطا فرمایا۔ جس کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا کہ کہ دنیا کی تاریخ روشن خیالی، رواداری اور مذہبی آزادی کی جو اشرف ترین یادگاریں پیش کرسکتی ہے یہ ان میں سب سے منفرد اور مثالی ہے۔ معاہدہ کی رو سے عیسائیوں کو حسب ذیل حقوق عطا کیئے گئے:

☆ ان کی جان محفوظ رہے گی۔

☆ ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضے میں رہے گا۔

☆ ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہ کی جائے گی۔ مذہبی عہدے دار اپنے عہدوں پر برقرار رہیں گے۔

☆ صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔

☆ ان کے معاملات ومقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا۔

☆ ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے پائے گا۔

☆ کوئی ناکردہ گناہ کسی مجرم کے بدلے میں نہ پکڑا جائے گا اور نہ کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ امن دستاویز میں جو احکام مندرج ہیں اگر کوئی مسلمان ان کی خلاف ورزی کرے گا یا ان سے ناجائز فادہ اٹھائے گا تو اسے معاہدۂ الٰہی سے روگردانی کرنے والا، اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والا اور اس کے دین کی تذلیل کرنے والا تصور کیا جائے گا۔ آخر میں تحریر کیا گیا کہ اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے۔ اس کے ایفا کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد النبی کی ذمہ داری ہے، یہ دستاویز جسے مورخین نے حرف بہ حرف قلم بند کیا ہے، وسعت نظری، رواداری، مذہبی آزادی اور بنیادی حقوق کا حیرت انگیز نمونہ ہے جسے ہم آج بھی اپنی زندگیوں میں لاگو کرسکتے ہیں۔

3۔ انداز دعوت وتبلیغ:

نبی پاک ﷺ نے دعوت وتبلیغ اسلام کے سلسلے میں جو انداز اختیار کیا اس کے بارے میں اللہ پاک نے قرآن کریم کی سورۃ آل عمران کی آیت ۱۵۹ میں کچھ یوں بیان فرمایا ہے کہ:

"فبما رحمة من الله لنت لهم، ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك فاعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم في الامر، فاذا عزمت فتوكل على الله، ان الله يحب المتوكلين"۔

ترجمہ ’’سو کچھ اللہ کی مہر ہے۔ جو تو نرم دل ملا ان کو، اور اگر تو ہوتا سخت گو، اور سخت دل تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے، سو تو ان کے قصور معاف کر اور واسطے ان کے بخشش مانگ اور ان سے مشاورت لے کام میں۔ پھر جب ٹھہر چکا تو بھروسا کر اللہ پر۔ اللہ چاہتا ہے توکل والوں کو۔‘‘

اس کے علاوہ قرآن پاک کی سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۶۴ میں تبلیغ و دعوت کا ایک اہم اصول بھی بیان کر دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ:۔

اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کو دعوت دینے کا خواہش مند ہو جو عقائد و نظریات میں اس سے مختلف ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مختلف العقیدہ جماعت کو صرف اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہو۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو ایسے مسئلہ کی طرف دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر، وہ دعوت نامہ نقل کیا جاتا ہے:۔

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم ، من محمد عبداللّٰه ورسوله الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدىٰ اما بعد فاني ادعوک بدعاية الاسلام ،اسلمه تسلمه ،يوتک اللّٰه اجرک مرتين فان توليت فان عليک اثمه اليريسين ،ياهل امكتب تعالو الى كلمة سواء بيننو بينكم الا نعبدو الااللّٰه ولا نشرک به شياء ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰه‘‘

ترجمہ ’’میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی جانب ہو۔ سلامتی ہو اس شخص کے لئے جو راہ ہدایت کی پیروی کرے بعد اس کے میں تجھے اسلام کے بلاوے کی طرف دعوت دیتا ہوں اسلام کی پیروی کی تو سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اجر دے گا اور اگر اعراض کرے گا تو ان سب کسانوں کا وبال ہوگا جو تیری رعایا ہیں۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات پر آ کر جمع ہو جاؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ شریک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں کو رب بنائیں‘‘۔

4۔ اتحاد:

آج کی جدید دنیا جو دنیا کے global village ہونے کا تصور پیش کر رہی ہے تو یہ اسلام کے لحاظ سے تو کوئی نئی بات نہیں ہے اور اسلام تو ازل سے ہی کسی قسم کی جغرافیائی حدود میں انسانیت کو مستقل طور پر بانٹنے والی حدود کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ ایک عالمی انسانی برادری قائم کرنا چاہتا ہے جو ایک قانون کے تابع اور مرکز سے وابستہ ہیں اور جس میں انسانوں کو گروہوں میں تقسیم کرنے والی چیز نسل، رنگ، زبان اور وطنی حدود نہ ہوں بلکہ پوری انسانیت ایک خاندان بن جائے۔

حدیث میں پوری انسانیت کو عیال اللہ کہا گیا ہے:

" الخلق عیال اللّٰہ فاحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الی عیالہ ". (بیہقی)

ترجمہ "ساری مخلوق عیال اللہ ہے اور اللہ سب سے زیادہ محبت اس سے کرتا ہے جو عیال اللہ کو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے"۔

یعنی کہ اللہ پاک کی صفت ربوبیت کے تحت دنیا کی تمام قومیں خدا تعالیٰ کی عیال ہیں وہ سب کی خبر گیری کرتا ہے یعنی کہ وہ اپنی نعمتوں کی تقسیم، رزق کی تقسیم غرض یہ کہ تمام معاملات میں تمام انسانیت کو برابر سہولتیں مہیا کر رہا ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام پوری عالمی انسانی برادری کی تنظیم کا مدعی ہے۔

5۔ احترام آدمیت:

اسلام سلامتی کا مذہب ہونے کے باعث احترام آدمیت اور انسانی عظمت کا درس دیتا ہے یعنی کہ اسلام اپنے شہریوں کے جان و مال اور ناموس پر نہ خود ہاتھ ڈالے گا اور نہ کسی اور کو ڈالنے دے گا حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"پس یہ وہ مسلم ہے جس کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے تو خبردار اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی ضمانت میں غداری نہ کرو"۔ (بخاری)

صحیح مسلم میں بیان کردہ ایک حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ:

"مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی، اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی"۔

اسلام نہ صرف مسلمان کی جان و مال و عزت و آبرو کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے بلکہ غیر مسلم شہریوں کے باب میں بھی اصول یہ ہے: حضرت علیؑ کا قول ہے کہ:۔ جو جو کوئی ہمارا ذمی ہو اس کا خون ہمارے خون کی طرح اور اس کی دیت ہماری دیت کی طرح اور ان کا مال ہمارے مال کی طرح ہوں گے۔

اس طرح تمام شہریوں کی ذاتی ملکیت کی ضمانت دی گئی ہے اور اس سلسلے میں مسلم اور غیر مسلم کی تخصیص نہیں کی گئی۔

کتاب الخراج۔صفحہ ۳۷ میں یہ قول بیان کیا گیا ہے کہ:۔امام (حکومت) کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی ثابت قانونی حق کے بغیر کسی شخص کے قبضے سے اس کی کوئی شے نکالے۔

6۔ شخصی آزادی:

نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہر شخص کی انفرادی آزادی محفوظ ہوگی اور اس یہ ضمانت اس وقت تک حاصل رہے گی جب تک وہ اپنی آزادی کو دوسروں کی آزادی سلب کرنے یا جماعت (قوم) کے کسی حقیقی مفاد کو نقصان پہنچانے یا خطرے میں ڈالنے کے لئے استعمال نہیں کرتا۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کے خطبے کے دوران ایک شخص نے اپنے ہمسایوں کے بارے میں پوچھا جو شبے کی بناء پر گرفتار کر لئے گئے تھے۔آپ ﷺ نے دو مرتبہ سوال سن کر سکوت فرمایا تا کہ اگر گرفتاری کی کوئی معقول وجہ ہو تو معلوم ہو جائے اور جب کوئی چیز سامنے نہ آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے ہمسایوں کو رہا کر دو۔

شخصی آزادی کے بارے میں اسلام کا یہ اصول ہے کہ ''اسلام میں کوئی شخص بغیر عدل کے قید نہیں کیا جا سکتا (موطا)

7۔ رائے اور مسلک کی آزادی:

اسلام ہر شخص کو اپنی آزاد رائے رکھنے کی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ وہ اختلاف رائے کو خون ریزی اور فتنہ اور فتنہ وفساد کا ذریعہ نہ بنائے۔اس کی بہترین مثال وہ رویہ ہے جو حضرت علیؓ نے خوارج کے مقابلے میں اختیار فرمایا اور یاست کے وجود ہی کی نفی کرتے تھے۔حضرت علیؓ نے ان کو پیغام بھیجا کہ:۔''تم جہاں چاہو رہو اور ہمارے اور تمھارے درمیان شرط یہ ہے کہ تم خون ریزی اور رہزنی نہ اختیار کرو اور ظلم سے باز رہو''۔اسلام ہرگز پسند نہیں کرتا کہ دین کے معاملے میں جبر واکراہ سے کام لیا جائے''لا اکراہ فی الدین ''ترجمہ''دین کے معاملے میں زبردستی نہیں۔''(البقرہ،۲۵۶)

8۔ عدل وانصاف کا قیام

انسان اپنی ابتدائی تاریخ سے ذاتی مفاد کے لئے دوسروں پر زیادتیاں کرتا آیا ہے۔ایک انسان کو دوسرے انسان کی زیادتیوں سے بچانے کے لئے قوانین بنائے جاتے ہیں۔عدل وانصاف کی مجلسیں قائم ہوتی ہیں۔دنیا کے ہر مذہب میں عدل وانصاف سزا اور جزا وغیرہ کی تعلیم دی گئی ہے۔اگر بہ نظر غور دیکھا جائے تو تمام دنیا کے قوانین کا سرچشمہ مذہب ہے آہستہ آہستہ قوانین کی اشکال بدلتی رہیں اور وہ موجودہ شکل میں ہمارے سامنے ہیں۔مثال کے طور پر قتل کی سزا قتل تقریباً تمام مذاہب میں ہے اور آج تقریباً ساری دنیا یہ سزا رائج ہے اس سے کم تر سزا مقرر کرنے کا نتیجہ قتل وغارت میں زبردست اضافہ

کی شکل میں رونما ہوتا ہے۔اسی عدل وانصاف کو برقرار رکھنے کے لئے اسلامی ریاست ہر شہری کو بلا امتیاز خون ورنگ ونسل، نسب، زبان، پیشہ، معاشی مقام اور مذہب کے بے لاگ اور بے معاوضہ انصاف دینے اور ہر قسم کے ظلم وزیادتی سے بچانے کی ذمہ دار ہے۔

''اے لوگو! جو تم ایمان لائے ہو اللہ کے لئے کھڑے ہونے والے انصاف کے لئے گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ یہ تقویٰ سے قریب تر ہے اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو''۔

9۔ امن کا قیام:

عقیدہ توحید امن عالم کا ضامن ہے کیونکہ عقیدہ توحید عالمگیر اخوت، اتحاد، محبت، مساوات کو جنم دیتا ہے اور نفرت وعداوت وتعصب کو بالکل ختم کرتا ہے، جب دشمنی اور تعصب دنیا کی قوموں سے مٹ جائے تو دنیا میں امن قائم کرنا مشکل نہیں رہتا۔

10۔ انسانی فلاح وبہبود:

مذہب ہی ایک قوت ہے جو انسان کی روحانی اور مادی فلاح کا ضامن ہے اس نے ہی وہ اصول مقرر کئے ہیں جن پر چل کر انسان کامیابی وکامرانی سے ہم کنار ہوسکتا ہے۔

اگر مذہبی دنیا کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ہر مذہب میں عبادت الٰہی کا تصور پایا جاتا ہے۔دنیا میں جتنے مصلح اور نبی آئے ہیں ہر ایک نے عبادت الٰہی پر زور دیا ہے کیونکہ عبادت ہی وہ پانی ہے جس سے گناہوں کی آگ ٹھنڈی ہوتی ہے عبادت الٰہی صرف انسان کی رُوح اور دل کی پاکیزگی کا موجب ہی نہیں بلکہ اس کا سوسائٹی پر گہرا اثر پڑتا ہے کیونکہ عبادت انسان کے اخلاق سنوارتی ہے انسان میں ہمدردی اور اخوت کے جذبات پیدا کرتی ہے۔عبادت کے نتائج میں اخلاقی ارتقا اور فلاح ہے۔مادی فلاح کا تعلق انسان کی دنیاوی زندگی سے ہے یہی وجہ کہ ہر مذہب کی کتاب میں دنیاوی زندگی کو بہتر بنانے کیلئے اصول بیان فرمائے گئے ہیں۔غرض مذہب انسان کی مادی اور روحانی فلاح کا باعث ہے۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام انبیاء اور تمام سابقہ کتب الٰہیہ کا دین تو یہی اسلام تھا لیکن شریعت یعنی عبادت کے طریقے، معاشرت کے اصول، باہمی معاملات اور تعلقات کے قوانین، حلال وحرام اور جائز وناجائز کے حدود وغیرہ جیسے امور ہر قوم/امت کے وقت (دور) کی ضروریات کے اعتبار سے تبدیل ہوتی رہیں۔اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں اور مختلف قوموں کے حالات کے مطابق اپنے رسولوں کے پاس مختلف شریعتیں بھیجی تھیں اور جب تک دنیا نے تمدن اور اجتماعی زندگی کے وہ سارے وسائل پیدا

نہیں کر لیے کہ ساری دنیا کو ایک رسول اور ایک شریعت پر جمع کیا جس کی اس وقت تک اللہ تعالیٰ الگ الگ، شائستگی اور تہذیب واخلاق کی تعلیم وتربیت دیتے رہے اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بسا اوقات ایک ہی زمانے میں ایک سے زائد انبیاء مختلف خطہ ہائے ارضی میں دعوت حق کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ جب ان انبیاء کی تعلیم وتربیت سے قوموں کا اخلاقی شعور بیدار ہو گیا اور انسانی معاشرہ اور تمدن کے مادی وسائل اتنے ترقی کر چکے کہ اب ساری دنیا کے لئے ایک ہی رسول و نبی کی بعثت کا وقت آ پہنچا ہے تو اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کے ذریعے ساری انسانیت کو وہ مکمل نظام زندگی عطا فرمایا۔ جو تمام بنی نوع انسان کے مزاج اور حالات وضروریات کے مطابق ہے اب اسی نظام حیات پر عمل پیرا ہو کر خدا کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے۔ یعنی کہ دین تو وہی ہے جس کی طرف سلسلہ رسالت کی پہلی کڑی سے ہی انسانوں کو بلایا گیا یعنی کہ شریعت عطا کی گئی جو کہ اصل میں عقیدوں کی تقویم اور اعمال کی درستگی اور اخلاق کی تہذیب اور خاندانی زندگی کی بہتری اور ملکی سیاست کی استواری کے لئے وہ الٰہی قانون جو نبی سے ثابت ہو۔ غرضیکہ آج کے جدید دور میں بین المذاہبی اتحاد و یگانگت کی ضرورت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ جب ہم آج اس دنیا کے Global Village ہونے کا کہتے ہیں تو اس میں تمام لوگوں کو محبت و بھائی چارے سے رہ کر دوسرے لوگوں کو بھی قبول کرنا ہوگا کیونکہ اللہ نے تو خود ہی فرمادیا ہے کہ:

''اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنادیتا''۔ (المائدہ ۴۸)

اور امتوں کے لئے مختلف انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی خدا نے فرمادیا ہے کہ:

''اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول اس دعوت کے ساتھ اٹھایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو''۔ (النحل۔۳۶)

غرض یہی وہ رب کی واحدانیت کا سبق ہے جس کو لے کر انبیاء آئے اور اب اس دنیا کو اسلام کے امن وسلامتی کے پیغام کے تحت اور نبی پاک کے سکھائے گئے رواداری کے سبق کے تحت ایک دوسرے کو قبول کر کے محبت و یگانگت وہم آہنگی کا پیغام پوری دنیا کو پہنچا دینا ہے۔ آخر میں میری یہ دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں توفیق دے کہ ہم اس دنیا کو امن کا گہوارہ بنا سکیں۔

آمین ثم آمین

لہٰذا اس بحث کا حاصل کلام یہ ہے کہ: '' لنا اعمالنا و لکم اعمالکم لاحجتہ بیننا و بینکم ''

''ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمھارے اعمال تمھارے لئے، ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں'' (الشوریٰ۔۱۵)

حوالہ جات

1۔ Al Haj Hafiz Ghulam Sarwar, Translation of the Holy Quran, 2nd Edition, 1973, Printed by National Book Foundation.

2۔ اسرار الرحمٰن بخاری، اسلام اور مذہب عالم

3۔ اما ابوالعباس زین الدین احمد بن عبدالطیف الزبیدی، مختصر صحیح بخاری۔ جلد اول، دوم

4۔ حمید نسیم، تعارف الفرقان، جلد دوم، فضلی سنز کراچی

5۔ حافظ محمد ثانی ڈاکٹر، رسول اکرم کی رواداری، 1998، ISBN 9690441-051-7 فضلی سنز کراچی۔

6۔ خالد خان خلجی، قرآن کیا کہتا ہے۔

7۔ خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف و تالیف کراچی یونیورسٹی، کراچی۔

8۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، جلد اول

9۔ مولانا عبدالرحمٰن گیلانی، تیسرا القرآن، جلد اول، مکتبہ اسلام، لاہور۔

10۔ عبدالقادر محدث دہلوی، ترجمہ قرآنِ حکیم

11۔ فتح محمد جالندھری، ترجمہ قرآنِ کریم

12۔ سلمان حسین خان، اسلام جدید دور میں، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، نومبر 1995

13۔ فروغ احمد پروفیسر قرآن اور تعمیر سیرت، میٹرو پرنٹرز، لاہور۔

14۔ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی، قاموس القرآن، دارالاشاعت، کراچی

15۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، جلد اول

16۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، نصرانیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

17۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، یہودیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

18۔ علامہ عماد الدین ابنِ کثیر، تفسیر ابنِ کثیر، جلد اول

19۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ

20۔ محمد حسین ہیکل، حیات محمدؐ، مئی 1998، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور

22۔ ملک غلام مرتضیٰ انوار القرآن، جلد اول، جولائی، 1997، ملک سنز، لاہور

23۔ جاوید احمد غامدی، رسالہ دارالاشراق، والیم 15، مارچ 2005، لاہور

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت۔ تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

بلقیس ارشاد۔ اسلام آباد

مذہب کا مطالعہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اس کے مطالعہ سے انسان کی فکری صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے نفسیاتی اسرار ورموز سے آگاہی ہوتی ہے۔ رحمانی اور شیطانی قوتوں کی ازلی کشمکش سے شناسائی ہوتی ہے اور بالآخر جھوٹ وسچ، حق و باطل اور بھلائی وبرائی میں تمیز پیدا ہو جاتی ہے اور یہی تمیز وآگاہی شرف انسانی کی بنیاد ہے۔ مذہب کے مطالعہ کا سیرت نبوی ﷺ سے گہرا تعلق ہے۔ قرآن حکیم میں رسول کریم کا ایک نمایاں وصف بیان کیا گیا ہے۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کلمه ولو کره المشرکون!

"وہی ذات ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب ادیان پر غالب کرے اگرچہ مشرک برا مانیں"۔

مذہب کا مفہوم وتعریف

مذہب کا لغوی مطلب ہے چلنے کا راستہ یا زندگی گزارنے کا طریقہ، انگریزی میں مذہب کیلئے لفظ Religion بولا جاتا ہے جو لاطینی زبان سے ماخوذ ہے اس کے معنی ہیں۔ عقیدہ، نظریہ یا پوجا پاٹ کا نظام۔ قرآن پاک میں دین، منہاج اور سبیل کے الفاظ تقریباً مذہب کے ہم معنی استعمال ہوئے ہیں جن کا مشترک مطلب ہے "وہ راستہ جس پر چلا جائے"۔ مختصراً مذہب سے مراد "وہ ضابطہ حیات ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان دنیا اور آخرت میں فلاح یاب ہو سکے" مذہب کی تعریف مفکرین نے مختلف انداز میں کی ہے مثلاً ای۔ بی ٹائیلر کے مطابق

"Religion means the belief in spiritual beings" 2

پروفیسر وائٹ ہیڈ نے ان الفاظ میں مذہب کی تعریف کی ہے۔ "مذہب اعتقاد کی اس قوت کا نام ہے جس سے انسان کو باطنی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ مذہب ان صداقتوں کے مجموعے کا نام ہے جن میں یہ قوت ہوتی ہے کہ وہ انسانی کیریکٹر میں انقلاب پیدا کر دیں بشرطیکہ انہیں خلوص کے ساتھ قبول کیا جائے اور بصیرت کے ساتھ سمجھا جائے۔" (۳)

اسلامی نقطہ نظر سے مذہب ان ہدایات اور احکام کا نام ہے جو وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعے اپنے

بندوں کے لیے بھیجے جن پر عمل پیرا ہو کر انسان فلاح دارین حاصل کر سکتا ہے۔

مذہب کی ضرورت واہمیت

بنی نوانسان کی ہدایت وراہنمائی کے لیے ہر دور اور ہر قوم میں مذہب کی ضرورت رہی ہے قرآن حکیم میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ آغاز آفرینش سے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کی مذہبی اور روحانی ضروریات پوری کیں انہیں راہ مستقیم دکھانے کے لیے ہر دور اور ہر قوم میں اپنے مقرب بندے یعنی انبیاء اور رسول بھیجے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

"و لقد بعثنا فی کل امتہ رسولا ان اعبداللّٰہ"

ترجمہ :اور یقیناً ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے تا کہ اللہ کی عبادت کرو۔"

اس دنیا میں آنے والا ہر بچہ فطرت سلیم پر پیدا ہوتا ہے لیکن بعد میں ماحول اس کی فطری صلاحیتوں کو مسخ کر ڈالتا ہے وہ اصل راہ سے بھٹک جاتا ہے۔ اور عادات بد اپنا لیتا ہے لہٰذا اسے اپنی اصل کی طرف لانے اور صراط مستقیم پر ڈالنے کے لیے مذہب ہی واحد راستہ ہے۔

الہامی اور غیر الہامی مذاہب

مذاہب عالم کو الہامی اور غیر الہامی بنیاد پر تقسیم کیا گیا ہے۔ الہامی مذاہب سے مراد وہ ادیان ہیں جو اللہ اور اس کے رسولوں اور ان کی لائی ہوئی کتابوں پر یقین رکھتے ہیں ان میں یہودیت' عیسائیت اور اسلام شامل ہیں جبکہ غیر الہامی مذاہب سے مراد وہ مذاہب ہیں جو اپنی تعلیمات اور عقائد کو خدائے وحدہ لاشریک کی مقرر کردہ حدود اور ہدایت کے تابع نہیں سمجھتے۔ آریائی اور منگولی مذاہب مثلاً ہندومت' چین مت' بدھ مت' اور تاؤمت وغیرہ کا تعلق الہامی مذاہب سے ہے۔

الہامی مذاہب کا مختصر تعارف

یہودیت

یہودیت دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں سے ہے یہودیوں کے مطابق اس مذہب کا آغاز حضرت ابراہیمؑ سے ہوتا ہے جو دنیا کے تین بڑے سامی مذاہب کے روحانی پیشوا اور امام اللناس ہیں۔ عہد نامہ عتیق کے مطابق حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاق۔ حضرت اسحاق کے بیٹے حضرت یعقوب کی نسل اسرائیلی کہلائی۔ حضرت یعقوب کے سب سے بڑے بیٹے کا نام یہوداہ تھا۔ اس کے نام کی مناسبت سے ملک فلسطین کے ایک حصے کا نام یہوداہ پڑ گیا۔ یہوداور

بنی اسرائیل ایک ہی نسل کے لیے استعمال ہونے لگے۔ بعدازاں تمام بنی اسرائیل یہودی کہلانے لگے اور ان کا مذہب یہودیت مشہور ہوگیا۔

یہودی عقائد کی بنیاد خدا کی وحدانیت اور بنی اسرائیل کی فضیلت نیز اس نسل کے ساتھ خدا کے مخصوص تعلق پر ہے۔ یہودی عقیدہ کی رو سے دنیا خیر ہے اور انسان کو اس خیر کے حصول کا پورا پورا اختیار دیا گیا ہے۔ یہودیت کے مذہبی رسوم و شعائر میں ہر یہودی پر مذہباً فرض ہے کہ

1۔ وہ دن میں تین بار عبادت کرے۔

2۔ زندگی کی ہر نعمت کے لیے اظہار تشکر کرے۔

3۔ کتاب مقدس کی ہر روز تلاوت کرے۔ (۷)

یہودیت وہ مذہب ہے جس نے دنیا کو اجتماعی زندگی بسر کرنے کا ڈھنگ سکھایا اور انسانی تعلقات کی باہمی عمدگی پر زور دیا۔ یہودی عقائد کو ایک فلسفی موسیٰ بن میمون نے اس طرح بیان کیا ہے۔

1۔ خدا پر ایمان۔ 2۔ خدا کی وحدت پر ایمان

3۔ اس پر ایمان کہ عبادت صرف خدائے واحد کی ہی کی جائے۔ (۸)

عیسائیت

عیسائیت ایک بین الاقوامی مذہب ہے اس کے ماننے والے تعداد، سیاسی قوت اور معاشی اثر و رسوخ کے حوالے سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہودیت کی طرح عیسائیت بھی دراصل مذہب ابراہیمی کی ایک شاخ ہے۔ ابتدا میں عیسائیت یہودیت کا حصہ تھی۔ عیسائیت کا ظہور اس وقت ہوا جب یہودی قوم منتشر ہو چکی تھی۔ (۹)

حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کا مرکزی نقطہ خدا کی وحدانیت کا پرچار تھا۔ مگر بعد میں پولوس نامی ایک یہودی (جس کا نام سینٹ پال بھی بتایا جاتا ہے) نے حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات میں چند باطل عقائد شامل کر کے علیحدہ یعنی موجودہ عیسائیت کی بنیاد رکھی۔ پولوس نے عقیدہ تثلیث کی بنیاد رکھی اس عقیدے کے مطابق عیسائی مذہب میں خدا تین اقانیم Persons سے مرکب ہے باپ بیٹا اور روح القدس۔ خدا کی ذات جسے باپ کہتے ہیں خدا کی صفت کلام جسے' بیٹا اور خدا کی صفت حیات و محبت جسے روح القدس کہا جاتا ہے ان تین میں سے ہر ایک خدا اور تینوں مل کر تین خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے یعنی تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث۔ (۱۰) (تین میں ایک اور ایک میں تین)

اسلام

مذاہب عالم میں اسلام کو بہت اہمیت حاصل ہے۔عیسائیت کے بعد آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے۔اسلام دنیا کا قدیم ترین مذہب ہے کہ ابتدائے عالم سے لے کر آخری پیغمبر تک جتنے بھی انبیاء ورسل اللہ کی طرف سے پیغام حق کی اشاعت پر مامور ہوئے سب کا مذہب اسلام ہی تھا۔قدیم ترین ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام جدید ترین مذہب بھی ہے کہ اس کی تکمیل ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں ہوئی۔

اسلامی نظام کے بنیادی ارکان

1۔ خالق کائنات کی وحدت، قدرت اور ہمہ گیر محبت پر ایمان

2۔ نوع انسان میں باہمی اخوت ومحبت

3۔ حیات بعد الممات میں تمام انسانی اعمال کی بازپرس۔

اہل کتاب کون ہیں؟

مذاہب کے مختصر تعارف کے بعد ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ اہل کتاب کون ہیں؟ تو اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے انبیاء پر اللہ کی طرف سے کتابیں نازل ہوئیں۔قرآن مجید میں ان سے عام طور پر یہود ونصاریٰ مراد لیے گئے ہیں۔ قرآن کی بہت سی آیات میں اہل کتاب کو مختلف انداز میں خطاب کیا گیا ہے جیسے:

" یاهل کتاب لستم علی شی حتی تقیموا التوراة ' والانجیل ومآ انزل الیکم من ربکم !!

ترجمہ: اے اہل کتاب تم کسی مذہب پر نہیں جب تک کہ توراۃ اور انجیل اور اس کتاب پر نہ قائم ہو جاؤ جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

الہامی مذاہب کا مشترکہ عقیدہ توحید

توحید کا لفظی مطلب ہے ایک کرنا، شریعت اسلامی میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک یعنی یکتا اور یگانہ تسلیم کرنا جس کے ساتھ اس کی ذات اور افعال میں کوئی شریک نہیں۔عقیدہ توحید تمام مذاہب کا مشترکہ عقیدہ ہے اور تمام انبیاء ورسل نے عقیدہ توحید کی تعلیم دی ہے۔حضرت موسیٰ کی قوم کو ان الفاظ میں توحید کا درس دیا۔

" واذا اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ ." (۱۲)

ترجمہ :اور ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۸۳ میں اللہ تعالیٰ نے تورات کے "احکام عشرہ" بیان فرمائے ہیں جن میں پہلا حکم توحید الٰہی کا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے توحید کے بارے میں یوں بیان فرمایا:

" ما قلت لهم الا ما امرتنى به ان اعبدالله ربى وربكم " (۱۳)

ترجمہ :"اے پروردگار! میں نے تو انہیں وہی کچھ کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو، جو میرا اور تمہارا رب ہے۔"

نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ نے اپنی امت کو توحید کی دعوت ان الفاظ میں دی!

قل هو الله احد . الله الصمد . لم يلد ولم يولد . ولم لكن له كفوا احد .(۱۴)

ترجمہ: "کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ بیٹا اور کوئی بھی اس کا ثانی نہیں۔"

مندرجہ بالا آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عقیدہ توحید تمام مذاہب کی قدر مشترک ہے۔ الہامی مذاہب پر تبصرہ اور مشترکہ عقیدہ توحید پر بحث کرنے کے بعد آیئے اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں دور جدید میں بین المذاہب اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں۔

آیت کریمہ :قل یاهل الكتٰب تعالوالٰى قلمته سوآء بيننا وبينكم ....

ترجمہ : اے اہل کتاب آؤ اس چیز کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان متفقہ اور مسلمہ ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائے۔ اگر وہ نہ مانیں تو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔(۱۵)

اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کو مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کرنے اور عقیدہ توحید کو ماننے کی دعوت دی گئی ہے توحید باری تعالیٰ تو سب انبیاءؑ کی بنیادی تعلیم تھی لیکن یہود اور نصاریٰ نے اپنے نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں شریک کر لیا تھا۔

یہود نے حضرت عزیرؑ کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنا لیا تھا۔ قرآن پاک میں ہے۔

"یہودی کہتے ہیں کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ بے بنیاد باتیں ہیں جو یہ لوگ اگلے منکروں کی تقلید میں منہ سے نکالتے ہیں۔۔۔انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے۔"(۱۶)

زیر موضوع آیت میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ توحید الٰہی تو ان کا بھی بنیادی عقیدہ ہے اور مسلمانوں کا بھی تو کم از کم اہل کتاب کو عقیدہ توحید پر عمل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

"یاهل الکتب لاتغلو فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الاالحق انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ". (۱۷)

ترجمہ: اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو مت کرو اور اللہ کے بارے میں حق بات کہو۔ بے شک مسیح بن مریم اللہ کا رسول تھا۔

زیر بحث آیت کریمہ میں اہل کتاب کو براہ راست اسلام کی دعوت دینے کے بجائے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جو بنیادی عقائد اسلام اور ان کے درمیان مشترک ہیں ان پر ان سے اتحاد کر لیا جائے اگر اہل کتاب خالص عقیدہ توحید پر ایمان لے آتے تو ان کے عقائد بھی صاف ہو جاتے اور اس طرح وہ دین اسلام کو بھی مکمل طور پر اپنا لیتے۔

بین المذاہب اتحاد و یگانگت اسلام کی نظر میں

اسلام اور ان مذاہب میں جن کی بنیاد ہدایت الٰہی پر رکھی گئی ہے، خدا پر ایمان اور اس کی اطاعت و بندگی قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہے۔ دراصل تمام الہامی مذاہب توحید کی دعوت دیتے ہیں اور اخوت انسانی کے علمبردار ہیں۔ اسلام توحید الٰہی کا ہی نہیں وحدت آدم کا بھی داعی ہے۔ اسلام میں عقیدہ کا پرچار کرتا ہے کہ کائنات ایک خالق کی تخلیق اور ایک ہی حاکم و فرمانروا کے تابع حکم ہے اس عقیدے کا منطقی تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اسی ایک خدا کی بندگی و اطاعت کی تعلیم دینے کے لیے اپنے رسول بھیجے۔ اسلام اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ انسانیت کے لیے فلاح و نجات اور تعاون کی ایک ہی بنیاد ہے اور وہ ہے خدائے واحد پر ایمان اور اسی کی بندگی و اطاعت۔

اسلام نے آزادی، مساوات، رواداری اور بھائی چارہ کا جو تصور پیش کیا ہے اس کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق تمام انسان ایک خدا کی مخلوق ہونے کی حیثیت سے برابر ہیں۔ رنگ، نسل، زبان اور علاقے کی بنیاد پر پیدا ہونے والے اختلافات بالکل سطحی ہیں۔ قرآن حکیم نے سب اختلافات و امتیازات یوں جھٹلائے ہیں کہ

"لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے بے شک خدا سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز سے آگاہ ہے۔" (۱۸)

ایک اور جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہے "اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلائے۔" (۱۹)

مذکورہ بالا آیات قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل انسانی اپنی تمام تر رنگا رنگی اور اختلاف کے باوجود ایک ہی کنبہ ہے۔ اس کا ایک ہی خالق اور پروردگار ہے۔ اس لیے انہیں عالمی اتحاد و اخوت کے فروغ میں اپنا مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔

اسلام نے دیگر مذاہب کے عالم کے ساتھ پر امن بقائے باہمی کا رشتہ قائم کرنے کے لیے اہل کتاب کو آگے بڑھنے کی دعوت یوں دی۔یا اھل الکتب تعالوا الٰی کلمته سواء بیننا وبینکم ...

بنیادی تعلیم کے ساتھ مذہب کی مختلف شکلوں میں اتحاد واتفاق اور رواداری سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔ اسلام میں دوسرے مذاہب کے پیشواؤں اور بزرگوں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیاہ ے۔(۲۰)

دوسرے مذاہب کے ہادیان کو واضح کر دیا کہ اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ اور ہم انپر جواب دہ ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ اور تم خود ان پر جواب دہ ہو۔ ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں اور تمہارا ہمارے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں۔اللہ تمہیں اور ہمیں اکٹھا کرے گا۔(۲۱)

ان آیات سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ سابقہ شریعتیں اپنی اصلی شکل میں موجود ہیں یا اب بھی قابل عمل ہیں بلکہ ان آیات میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ آپ راہ راست پر ہیں۔آپ ﷺ صرف انہیں اسلام کی طرف دعوت دیں۔انہیں زبردستی مسلمان بنانے کے ذمہ دار نہیں۔اب یہ اہل کتاب کی ذمہ داری ہے کہ مشترکہ عقیدہ توحید کو تسلیم کرتے ہوئے مسلمانوں کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھائیں۔

اسلام نے اہل کتاب کے ساتھ اتحاد، اخوت اور رواداری کی اس حد تک کی تلقین کی ہے کہ ایک جگہ فرمایا کہ

''لایھدم لھم بیعته ولا یمنعون بن ضرب النوائیس الا فی اوقات الصلوة ولا من اخراج الصلیان فی یوم عیدھم''(۲۲)

ترجمہ:''یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانے نہ گرائے جائیں۔یہ لوگ ناقوس بجانے سے نہ روکے جائیں۔البتہ نماز کے اوقات مستثنٰی رہیں گے اور اپنی عید کے دن صلیب نکالنے سے نہ روکے جائیں۔''

مفتوحہ اقوام کے تعلق سے عربوں کا رویہ ہمیشہ رواداری اور لطف وکرم کا رہا۔مفتوحہ اقوام کی جان و مال کی حفاظت مسلمان کیا کرتے تھے۔ان کے قابل افراد کو مختلف فرائض منصبی پر فائز کرتے تھے۔عیسائیوں اور یہودیوں کو کبھی تنگ نہیں کیا گیا۔عیسائی اور یہودی مسلمانوں سے زیادہ مالدار رہے۔یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عربوں کی ابتدائی فتوحات میں مسلمانوں نے زبردستی یا بزور طاقت یہودیوں یا عیسائیوں کو مسلمان بنانے کی کوشش نہیں کی۔بلکہ یہود ونصاریٰ کو اس بات کی اجازت دی گئی وہ اپنے امور اپنے مذہبی قوانین کے مطابق انجام دیں۔اسلام کی بین الاقوامی اخوت ویگانگت اور بھائی چارے واتحاد کا یہ عالم ہے کہ غیر مسلم اہل کتاب یہود ونصاریٰ خواتین کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دی گئی اور ان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور

مسلمانوں کے لیے حلال قرار دیا۔

یہودیوں سے حضور ﷺ کا سلوک

نبی کریم ﷺ نوع انسانی کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کا ہر حکم و عمل، رواداری، عفو، محبت اور اخوت کا درس دیتا ہے۔ میثاق مدینہ آپ ﷺ کے اس طرز عمل کی ایک بہترین مثال ہے۔ میثاق مدینہ دنیا کا پہلا تحریری دستور ہے۔ یہ تاریخ ساز میثاق واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے پہلا حصہ میں مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور حقوق و فرائض کی نشاندہی کی گئی ہے جبکہ دوسرا حصہ اہل اسلام اور دیگر اہل مدینہ یعنی یہود کے باہمی تعلقات، حقوق و فرائض اور دوسرے امور کی وضاحت کرتا ہے۔ اس معاہدہ میں اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ غیر مسلم یہودیوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ میثاق کی دفعہ 25 کے تحت یہود مدینہ اور انصار و مہاجرین ایک امت سمجھی جائیں گی۔ اس معاہدہ کی بدولت یہود مدینہ کو دیگر غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ درج ذیل مراعات حاصل ہوئیں۔

1۔ اللہ کی حفاظت وضمانت ہر فریق کو حاصل ہے۔

2۔ امت کے غیر مسلم ممبروں کو بھی مسلمانوں کی طرح سیاسی اور مذہبی حقوق حاصل ہیں۔ امت کے ہر گروہ کو مکمل مذہبی اور اندرونی خودمختاری حاصل ہے۔ (۲۳)

اس تاریخ ساز معاہدہ کی بدولت بین المذاہب اتحاد، یگانگت، صلح اور رواداری کا اصول وضع ہوا اور یہ کہ جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد ہوسکتا تھا ان کی نشاندہی کی گئی۔

۷ ھ میں خیبر کی لڑائی ہوئی مسلمانوں نے یہودیوں کے جانوروں اور مال پر قبضہ کرلیا۔ اس واقعہ پر حضور ﷺ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا کہ "خدا نے تم لوگوں کو یہ جائز نہیں کہا کہ اہل کتاب کے گھروں میں گھس جاؤ مگر باجازت اور نہ یہ کہ ان کی عورتوں کو مارو نہ یہ کہ ان کے پھل کھاؤ الا یہ کہ جب کبھی وہ تم کو وہ ادا کریں جو ان پر فرض ہے۔" (۲۴)

عیسائیوں سے سلوک

عیسائیوں کے بارے میں مسلمانوں کا رویہ ہمیشہ دوستانہ رہا۔ قرآن نے بھی بہ نسبت دیگر غیر مسلموں کے انہیں بہتر قرار دیا۔ (۲۵)

عیسائیوں کے ساتھ اتحاد و رواداری کی بہترین مثال "معاہدہ نجران" ہے اس معاہدہ کی رو سے عیسائی اقلیت کو مذہبی رواداری کے صلہ میں جو حقوق و مراعات حاصل ہوئیں وہ درج ذیل ہیں:۔

1۔ ان کی جان محفوظ رہے گی۔

2۔ ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضہ میں رہیں گے۔

3۔ ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

4۔ صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہیں پہنچایا جائیگا۔

5۔ ان کے معاملات اور مقدمات میں پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔(۲۶)

6ھ میں سینائے مصر کے سینٹ کیتھرائن کے پادریوں سے جو معاہدہ کیا گیا اس میں یہ شقیں شامل ہیں کہ عیسائیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ کوئی بشپ اپنے منصب سے معزول نہیں کیا جائے گا نہ کسی کا مذہب بدلا جائے گا اور نہ کوئی گرجا منہدم کیا جائے گا۔ گرجوں کی مرمت کے لیے مسلمان مالی مدد کریں گے۔(۲۷)

نصاریٰ رسول اللہ ﷺ کے مہمان ہوتے تھے۔ اور آپ ﷺ خود ان کی خدمت انجام دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے یہاں سے ایک سفارت آئی، آپ ﷺ نے اس کو اپنا مہمان بنایا اور خود مہمانداری کے تمام کا انجام دینا چاہے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ خدمت ہم انجام دیں گے تو ارشاد فرمایا، ان لوگوں نے میرے دوستوں کی مدد کی ہے اس لیے میں خود ان کی خدمت کروں گا۔(۲۸)

بین المذاہب اتحاد و یگانگت کی ضرورت

اسلام اخوت اور محبت و یگانگت کا دین ہے اور وحدت ادیان کا داعی اور ایک عالمی نظام حیات کا حامل ہے۔ وہ خدا کے بندوں کی خدا کی مرضی کا تابع بنا کر اس کائنات میں ہم آہنگی پیدا کرنا چاہتا ہے اور یہی ہم آہنگی اس کائنات کا مقصد و منشا اور اس پورے نظام کا تقاضا ہے جیسے جیسے عیسائی دنیا کا ذہنی افق وسیع ہو رہا ہے اس کے مذہبی پیشوا اپنی مذہبی تعلیمات کا از سر نو تنقیدی جائزہ لے رہے ہیں خصوصاً وہ عقائد زیر غور آ رہے ہیں جن کی وجہ سے اسلام اور عیسائیت میں مغائرت پیدا کر کے ان کے درمیان نفرت کی وسیع خلیج حائل کر دی ہے۔ یہ نفرت و عناد بے بنیاد مغالطہ انگریزوں کی پیدا کردہ ہے جب بھی یہ مغالطے ختم ہوں گے عیسائیت اسلام سے قریب تر آ جائے گی۔ اسلام مسیحؑ کے بارے میں یہ واضح کرتا ہے کہ وہ خدا کے سچے بندے اور برگزیدہ پیغمبر تھے لیکن نہ وہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ربانی ہے:

”لقد کفر الذین قالو ان اللہ ھو المسیح ابن مریم ط وقال المسیح یبنی اسرائیل اعبدو اللہ ربی وربکم“(۲۹)

ترجمہ: بیشک وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہ اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا کہ بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو میرا اور تمہارا رب ہے۔

ریورنڈ رابسن کا یہ کہنا درست سمجھنا چاہیے کہ "اسلام میں توحید کے عقیدے کو ایسی کلیدی حیثیت حاصل ہے کہ جو تصور اور جو نظریہ بھی اس عقیدے کو ضعف پہنچاتا ہو وہ نہایت ناپسندیدہ اور ناقابل قبول ہے۔" (۳۰)

قرآن مجید اور عہد نامہ جدید میں کوئی مطابقت نہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں نے کلام الٰہی میں تحریف، تبدیلی کر ڈالی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں بڑے وثوق کے ساتھ حضرت مسیح کے اصل مشن اور منصب و مقام کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ (۳۱)

اگر اہل کتاب اس حقیقت کو جان لیں تو تعصب و عناد کی ساری دیواریں گر جائیں گی اور اسلام کا پیغام ان کیلئے اجنبی اور نامانوس نہیں رہے گا۔ پھر یہ ممکن ہو جائے گا کہ ایک خدا کی بندگی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے نیز آخرت میں جواب دہی کی بنیاد پر باہم تعاون و اشتراک کی راہ تلاش کی جاسکیں اور وحدت آدم اور عالمی بھائی چارہ کی بنیادیں استوار کی جاسکیں اور بالآخر الہامی مذاہب توحید و آخرت کی مشترکہ اساس پر اکٹھے ہو جائیں۔ (۳۲)

مسلمان قرآن کی اس دعوت کو آج بھی اسی طرح پیش کرتے ہیں اور توحید و آخرت کی بنیاد پر اتحاد کی ہر ممکن کوشش کا ان سے زیادہ خوشی کے ساتھ اور کوئی خیر مقدم نہیں کر سکتا۔ اسلام نسل آدم میں ہمہ پہلو یکسانیت اور ہم آہنگی پیدا نہیں کرنا چاہتا بلکہ اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ اولاد آدم میں جغرافیائی تقاضوں نے رنگ، زبان اور رہن سہن میں اختلاف پیدا کر دیا ہے اور یہ خالق کائنات کے حسن تخلیق کا شاہکار ہے کہ ایک ہی باپ کی اولاد میں اس نے اتنی رنگا رنگی اور بوقلمونی پیدا کر دی ہے لیکن جس طرح اس نے وحدت میں کثرت کی جلوہ گری کی ہے اسی طرح وہ کثرت کو وحدت کے احساس سے سرشار دیکھنا چاہتا ہے اور اس کی تعلیم یہی ہے کہ انسان کچھ بنیادی صداقتوں اور حقیقتوں پر متحد و متفق ہو جائیں ان میں سب سے بڑی سچائی وحدت الٰہی ہے کہ اس کی زمین و آسمان کا خالق و مالک ایک ہی ہے اور بنی نوع انسان تمام تر امتیازات اور رنگ و نسل علاقے اور زبان کے اختلافات کے باوجود صرف اسی ایک خالق کی مخلوق اور اسی ایک معبود کے بندے ہیں۔ گویا اس ساری بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وحدت الٰہی کا منطقی تقاضا اخوت انسانی اور بین الاقوامی بھائی چارہ ہے۔ (۳۳)

زیر بحث آیت کی اہمیت اور حقیقت دو صورتوں میں سامنے آتی ہے:

(۱) اسلامی نظریات کی رو سے (۲) دور جدید کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے۔

تو ہم تذبذب میں پڑ جاتے ہیں کہ ہم کس سمت کا رخ کریں آیا ہم اسلام کی حقانیت کی روشنی میں خود بھی عمل پیرا

ہوں اور دوسروں کو بھی دعوت دیں تو بات پھر اس طرح بنتی ہے کہ نفاق کی تمام حالتیں اور صورتیں یکسر بھلادی جائیں اور مشرق ومغرب کی تفریق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انسانی اقدار کے سامنے دم توڑ دے تو پھر معاشرہ اس طرح بنتا ہے کہ ہم صرف انسان رہ جاتے ہیں تو انسانی حیثیت سے ہم سب ایک ہیں، لہٰذا ہمیں اپنی تعمیر انسانی صورت میں یکجا ہو کر کرنی چاہیے تنہا اپنے دکھ کا رونا نہیں رونا چاہیے اگر مغرب میں کہیں کسی انسان کو کانٹا چبھ جائے تو جو درد اس کو محسوس ہوگا بعینہٖ اسی طرح وہ درد ہم مشرق والوں کو بھی محسوس ہونا چاہیے تو جناب اگر ہم اجتماعی صورت اختیار کرتے ہیں تو پھر ترقی کے راستے ہمارے لیے خود بخود کھل جائیں گے اور پھر کوئی طاقت ہمارے راستے میں روڑے نہیں اٹکا سکتی۔

آج جبکہ ہم پر زلزلہ کی صورت میں ایک قدرتی آفت نازل ہوئی ہے جس نے شہروں کے شہر صفحہ ہستی سے مٹا دیئے ہیں تو جونہی میڈیا نے یہ خبر نشر کی تو پوری دنیا متاثرین زلزلہ کی امداد کے لیے دوڑ پڑی۔ اقوام عالم نے اس کار خیر میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ اس صورت حال کو پیش نظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ عالمی اتحاد ناگزیر ہے۔ اس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم ایک ہی گھر کے افراد ہیں۔ مذہب تو کسی سے بیر رکھنا نہیں سکھاتا۔ مذہب کی تو یہ تعلیم ہے کہ جو تم اپنے لیے پسند کرو وہی دوسرے کے لیے کرو تو یوں آپس میں رشتہ اتحاد استوار ہوتا ہے۔

اسلام کا عالمی بھائی چارہ اور مفاہمت کا نظریہ دنیا کے لیے بالکل ہی نیا نہیں ہے اس وقت اس نظریہ کی اس قدر اہمیت اور ضرورت ہے کہ ہمارے تمام تر علاقائی، قومی اور بین الاقوامی تنازعات اور مسائل کا مثبت حل اسی میں پوشیدہ ہے۔ موجودہ دور آزادی، مساوات اور انسانی حقوق کے احترام کا دور ہے لیکن عالمی سطح پر انقلابی تبدیلیوں کے باوجود فرد کی عزت نفس اور انسانیت کا احترام نہیں ہو سکا۔

ہمارے آج کے دور کا انتہائی افسوسناک پہلو اور عظیم المیہ یہ ہے کہ ایک طرف تو ہم نے چاند ستاروں کو مسخر کرلیا ہے لیکن دوسری طرف رنگ ونسل کے قدیم جاہلانہ تعصبات آج بھی موجود ہیں دوسروں کو کم تر اور حقیر قرار دے کر ان پر اپنی بالادستی قائم کرنے کی مجنونانہ دوڑ بڑی شدت سے جاری ہے اس کی زندہ مثالیں، فلسطینیوں پر اسرائیل کے مظالم، افغانستان اور عراق کے خلاف جنگی کارروائیاں اور ایران کو ایسے ہی اقدام کی دھمکیاں ہیں۔

نوع انسانی کو تمام مشکلات ومصائب سے بچانے کا واحد راستہ ہے بین المذاہب اتحاد و مفاہمت کا فروغ۔ اس راہ پر چلتے ہوئے ہم جنگوں کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ خوشحالی، فارغ البالی اور امن وسلامتی کے ثمرات سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں اگر دنیا کے دو بڑے مذاہب عیسائیت اور اسلام توحید و آخرت کے بنیادی نظریئے پر متفق ہو جائیں اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرلیں۔

اسلام صرف توحید کا سبق ہی نہیں سکھاتا بلکہ اہل کتاب کے لیے اشتراک وعمل کی قرآنی دعوت آج بھی انہی بنیادوں پر قائم ہے۔ توحید اور آخرت کی متفقہ اور مشترکہ بنیادوں پر مذاہب کا تعاون نہ صرف دنیا کو دہریت، الحاد اور مادہ پرستی سے نجات دلا دے گا بلکہ تاریخ انسانی ایک نیا اور مثبت رخ اختیار کرے گی۔ مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ مذاہب عقائد کا یہ تعاون اخلاص پر مبنی ہو۔ اسلام کی وہ دعوت مفاہمت اور اتحاد و یگانگت جو عہد نبوی ﷺ میں اہل نجران کو دی گئی تھی[۳۴] آج بھی یہی ہے کہ

"قل یاهل الکتب تعالوا الٰی کلمته سوآء بیننا وبینکم ."

حوالہ جات

۱۔ الصف۔۹

۲۔ پروفیسر محمد نواز۔مذاہب عالم پولیمر پبلیکشنز اردو بازار لاہور۔ص۔ا

۳۔ ڈاکٹر سید حسن قادری۔فلسفہ،مذہب واخلاق۔ص۱۸۱

۴۔ النحل۔۳۶

۵۔ ایضاً۔پروفیسر نواز چوہدری۔ص۲۳۹

۶۔ ایضاً۔پروفیسر محمد نواز چوہدری۔ص۲۵۱

۷۔ ایضاً۔ص۲۵۴

۸۔ ایضاً۔ص۲۵۵

۹۔ ایضاً۔ص۳۱۱

۱۰۔ متولی یوسف جلی مترجم مولانا شمس تبریز خان مسیحیت علمی اور تاریخی حقائق کی روشنی میں۔ص۱۲۳

۱۱۔ المائدہ۔۶۸

۱۲۔ البقرہ۔۸۳

۱۳۔ البقرہ۔۸۳

۱۴۔ اخلاص۔۴۔ا

۱۵۔ آل عمران۔۶۴

۱۶۔ التوبہ۔۳۱۔۳۰

۱۷۔ النساء۔۱۷۱

۱۸۔ الحجرات۔۱۳

۱۹۔ النساء۔ا

۲۰۔ النساء۔ا

۲۰۔ الانعام۔۱۰۸

۲۱۔ الشوریٰ۔۱۵

۲۲۔ امام ابو یوسف۔کتاب الخراج۔ص،۱۴۳،۱۳۰بحوالہ السلام اور جدید دور کے مسائل،مولانا تقی امینی ص۳۳۵

۲۳۔ ڈاکٹر حمید اللہ،عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی۔اردو اکیڈمی کراچی ص۷۶

۲۴۔ مولانا شبلی نعمانی۔سیرت النبی ﷺ ص۔۵۸۲

۲۵۔ المائدہ۔۸۲

۲۶۔ راجہ محمد شریف۔حیات رسالت ماب۔زاہد اکیڈمی ص ۵۱۰-۱۱

۲۷۔ ایضاً۔شبلی نعمانی ص ۵۳۸

۲۸۔ خفاجی۔شرح الشفاء ج ۲ ص ۱۰۰

۲۹۔ المائدہ۔۷۲

۳۰۔ عبدالوحید خان۔عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں اسلامک پبلشرز لمیٹڈ لاہور ص ۲۸۵

۳۱۔ ایضاً ص ۲۸۳۔

۳۲۔ ایضاً۔ص ۸۷۔۲۸۶

۳۳۔ ایضاً ص ۹۴۔۲۹۳

۳۴۔ سیرت النبی ﷺ کامل مرتب ابن ہشام۔ترجمہ عبدالجلیل صدیقی۔شیخ غلام علی اینڈ سنز ص۔۷۱۔۶۷۰

قل یآھل الکتب تعالوا الی کلمة سوآء بیننا و بینکم

کے حوالے سے دور جدید میں

بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت

تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

مسز سلمیٰ بی بی۔ بھمبر

قال اللہ تعالیٰ

من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا (1)

''جس نے ایک انسانی جان کو بغیر کسی وجہ کے قتل کیا یا زمین میں بگاڑ پیدا کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے انسان کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔''

عصر حاضر اور بین المذاہب عالمی اتحاد

اس وقت پوری دنیا میں شدید بدامنی اور خلفشار ہے اتحاد بین المذاہب تقریباً مفقود ہے اور دنیا دن بدن اخلاقی انحطاط اور زوال کا شکار ہے۔

اللہ تعالیٰ ساری کائنات کے خالق اور مالک ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر نہ کسی مسلمان کو شک ہے نہ کسی عیسائی اور یہودی کو۔ لیکن اللہ کی یہ زمین اللہ کی مخلوق کی چیرہ دستیوں سے لہولہو ہے۔ (القران المائدہ۔۳۲)

چند شر پسند عناصر جن کا تعلق مختلف مذاہب معاشروں، عقیدوں اور ملکوں سے ہے زمین کے امن کو تباہ کر رہے ہیں اور بالکل اسلام سے قبل والی صورت حال پیدا ہو رہی ہے۔ سب انسان امن کے خواہشمند ہیں دنیا میں جہاں بھی انسان آباد ہیں وہ امن چاہتے ہیں۔

دنیا میں امن اور سکون کا واحد منبع مذہب ہے لیکن انسان نے اسی مذہب کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کر کے دنیا میں تصادم کی فضا پیدا کر دی ہے۔

اس وقت قانون بین الاقوامی مدون ہو چکا ہے مگر وہ قانون صرف کمزور ممالک پر لاگو ہوتا ہے قوی اور طاقتور ملک اس قانون کی تعبیر اپنی مرضی کے مطابق کر لیتے ہیں۔ لیکن یہ جبر عالمی امن کو تباہ کرنے کا سبب بنتا ہے۔ تاریخ عالم پر نگاہ ڈالیں تو ہمیں بے شمار واقعات عالمی سطح پر انتشار کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

1992ء میں بوسنیا نے الگ ہونے کا اعلان کر دیا۔ یوگوسلاویہ اور سربیا نئی مسلم ریاست بوسنیا کو قائم ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے چنانچہ انہوں نے سربوں کی پشت پناہی کی اور البانوی مسلمانوں کا قتل عام شروع کروادیا جس کے نتیجے میں تین لاکھ مسلمان ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

ایک وقت روس دنیا کا طاقتور ملک تھا اس نے اپنی توسیع پسندی کا نشانہ افغانستان کو بنایا لیکن بعد از خرابی بسیار 1988ء میں جنیوا معاہدے کے مطابق اسے افغانستان سے رخصت ہونا پڑا۔ اور اس توسیع پسندی میں روس کی معاشی حالت بگڑ گئی اور روس کی وحدت ٹوٹ گئی۔

1979ء میں ایران میں مذہبی انقلاب آیا۔ امریکہ کے لئے یہ بات قابل قبول نہ تھی اس نے عراق کی قیادت کو اعتماد میں لے کر ایران پر حملہ کروادیا۔ اس طرح 1980ء سے 1988ء تک دونوں ممالک جنگ میں الجھے رہے ایک طرف ایران کی ترقی رک گئی اور دوسری طرف عراق معاشی طور پر بدحال ہو گیا۔ ہندوستان میں سکھوں کو اعتماد کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے 1984ء میں انڈین آرمی نے گولڈن ٹمپل پر حملہ کیا اور جواباً مسز اندرا گاندھی سکھ محافظوں کے ہاتھوں قتل ہو گئی۔

دوسری طرف پوری دنیا غربت میں پس رہی ہے مقروض ممالک اپنی اصل رقم سے کئی گنا زیادہ سود ادا کر چکے ہیں لیکن ان کا قرضہ جوں کا توں ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ عالمی سطح پر یگانگت اور ہم آہنگی کا فقدان ہے اور اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت اور ہم آہنگی کی ضرورت اور اہمیت کو محسوس کیا جائے اور اس کے نفاذ کے لئے اقدامات کئے جائیں۔

عالمی اتحاد قائم کرنے میں موجود رکاوٹیں

موجودہ بدامنی کے اسباب کیا ہیں اس سوال کا جواب آسان نہیں ہر بدامنی کے پیچھے اسباب ہوتے ہیں اور ان سب اسباب میں بڑے اسباب درج ذیل ہو سکتے ہیں

1۔ بین المذاہب رواداری کا خاتمہ

2۔ عالمی سطح پر عدل کا فقدان

3۔ معاشی ناانصافی

4۔ بین المذاہب رواداری کا فقدان

عصر حاضر میں عالمی سطح پر بین المذاہب اتحاد اور رواداری تقریباً مفقود ہو چکی ہے کوئی ملک اپنے عقیدہ سے ہٹ کر دوسرے ملک کی بات جو اس کا ہم عقیدہ نہ ہو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، چاہے وہ ہندوستان ہو یا اسرائیل طاقتور ملک کمزور ممالک کی معمولی کوتاہی ہی معاف کرنے سے تیار نہیں۔ مغربی ممالک اور جی ایٹ ممالک جن کے پاس وافر وسائل ہیں ان کا فرض بنتا ہے کہ وہ پسماندہ ممالک کی سرپرستی کریں اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی کوتاہیوں سے درگزر کریں لیکن ایسا نہیں ہو رہا جس کی وجہ سے عالمی امن انتشار کا شکار ہے۔

عالمی سطح پر عدل کا فقدان

عالمی سطح پر بھی عدل کے پیمانے ایک جیسے نہیں سابق امریکی صدر لنڈن بی جانسن نے دنیا کے انسانوں کو امریکہ کا یہ پیغام دیا:۔

"ہم امن کی تلاش میں کبھی نہیں تھکیں گے"

سابق امریکی صدر مسٹر جانسن نے ایک بار کہا تھا:

- **"ہم جنگ سے گریز اس لئے نہیں کرتے کہ ہم بزدل ہیں بلکہ اس لئے کہ ہمیں جنگ سے نفرت ہے۔"**

ان بیانات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امریکہ امن کا کس قدر خواہاں ہے اور وہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہے۔ لیکن بقول علامہ اقبالؒ ہیں کواکب کچھ نظر آتے کچھ۔ اس طرح عالمی سطح پر عدل نہیں ہوگا تو پھر عالمی امن کیسے قائم ہو سکتا ہے۔

معاشی ناانصافی

جب عالمی سطح پر معاشی انصاف نہیں ہوگا اور عالمی طبقہ امیر اور غریب میں بٹا ہوا ہوگا وہاں لازمی طور پر معاشی محرومیوں کا شکار طبقہ اس طبقے کے خلاف جو معاشی سہولتوں سے آراستہ ہوگا شدید نفرت کا اظہار کرے گا اور اکثر و بیشتر نفرت کا اظہار کرنے کے لئے ایسے طریقے اپنائے جاتے ہیں جس سے عالمی امن کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

تیسری دنیا کے مسلم اور غیر مسلم ممالک جو معاشی طور پر مستحکم نہیں ہیں وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ مغربی قوتیں اپنے مالیاتی اداروں کے ذریعے ان کو مالیاتی بحران میں مبتلا کر کے انہیں غربت کی لکیر سے نیچے دھکیل رہی ہیں۔ اس کی وجہ سے

تیسری دنیا کے ممالک یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اس صورت حال سے کیسے نجات ہو سکتی ہے۔ ان ممالک میں یہ تاثر پیدا ہو رہا ہے کہ جو مالی امداد ان کو مل رہی ہے وہ رحمت نہیں بلکہ زحمت ہے قرض والی رقوم تیزی سے بڑھ رہی ہیں اور ان کی ادائیگی ان کے لئے مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہو رہی ہے۔

اس وقت دنیا بھر میں ایک ارب سے زائد لوگ غربت کی انتہائی سطح پر ہیں اور ان کی کسی طور پر بھی معاشی مدد نہیں ہو رہی۔ آئی ایم ایف دنیا کے تقریباً 75 ممالک کے معاشی فیصلے کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان ممالک میں مغربی دنیا کے خلاف شدید نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ جی ایٹ کا معاملہ بھی اسی طرح ہے اس گروپ کے قیام کا اصل مقصد ہے۔ دنیا کے اہم معاملات تو آپس میں مل بیٹھ کر یوں طے کیا جائے کہ اس کے نتیجے میں ان ممالک کا آپس میں کہیں تصادم نہ ہو۔ یہ معاملات کیا ہیں جن پر تصادم کا خطرہ ہو سکتا ہے یہ معاملات ہیں دنیا کے وسائل کی آپس جی ایٹ میں تقسیم۔ جب امیر ممالک کا رویہ غریب ممالک کے ساتھ ایسا ہو تو عالمی سطح پر کیسے یگانگت اور ہم آہنگی قائم ہو سکتی ہے۔

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیمات اسلامی اور سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

دور جدید مین بین المذاہب عالمی اتحاد اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صحیح طور پر عمل پیرا ہو جائیں۔ حضور ﷺ کی سیرت سے ہمیں اتحاد بین المذاہب اور رواداری کی رہنمائی ملتی ہے۔

اتحاد بین المذاہب عالمی سطح پر رواداری! عالمی اتحاد

اس وقت اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ رواداری اور بقول ڈاکٹر حمید اللہ، اتحاد بین المذاہب وفاق کی شکل میں قائم کیا جائے اور عالمی اتحاد دنیا سے غربت و افلاس، بدامنی اور جہالت کے خاتمہ کے لئے بھرپور کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسانی جان کو قابل احترام اور قابل عزت ٹھہرایا ہے وہ جان چاہے مسلمان کی ہو یا غیر مسلم کی۔

(بین الاقوامی واقعات ازھر منیر ۳۵۰)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیاھا فکانما احیاالناس جمیعا

جس نے کسی جان کو بغیر وجہ کے قتل کیا یا زمین میں فساد پیدا کیا گویا اس نے سب انسانوں کو قتل کیا اور جس نے انسان کو (سامان) حیات زندگی دی گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا اس آیت میں لفظ انسان سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اسلام کی نظر میں تمام جانیں (بشمول تمام مذاہب) قیمتی ہیں۔

اسی طرح سورہ المائدہ آیت نمبر ۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خیر اور تقویٰ کے کاموں میں باہم سب تعاون کرو اور گناہ اور شر کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون مت کرو اس آیت میں بھی و تعاونوا تمام انسانوں سے خطاب ہے اگر کوئی غیر مسلم بھی انسانیت کی بھلائی کا کام کرتا ہے تو اس سے تعاون کرو اور گناہ اور فساد کے کام میں کسی سے بھی تعاون نہ کرو چاہے وہ کام کرنے والا کتنا بڑا مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

قرآن مجید کی متعدد آیات کے مخاطب اہل کتاب ہیں کیونکہ تمام الہامی کتابیں (اگر اصلی شکل میں ہوں) سیدھے رستے کی طرف ہدایت دیتی ہیں۔

سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

القرآن المائدہ ۳۲:

قُلِ یااَھْلَ الکِتَاب تعالَوا الی کَلِمَةٍ سواءٍ بیننَا و بینکُمُ الاّ نَعْبُدَ الاّ اللّٰہِ و لا نشرِک بہٖ شیْأً وَلاَ یتخِذُ بَعضُنَا بعضاً ارباباًمِن دونِ اللّٰہ ....الخم (1)

کہہ دو اے اہل کتاب ایک سیدھی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کریں اور نہ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو رب (نفع نقصان کا مالک) نہ بنائیں۔

یعنی قرآن مجید نے تمام اہل کتاب کو یہ پیغام دیا کہ توحید خالص باہمی اتحاد برائے امن کا نقطہ اتصال ہوسکتا ہے اور اس پر عالمی وفاق بن سکتا ہے۔

سورہ الروم میں (آیت ۳۰) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو اللہ کے بنائے ہوئے کو بدلنا نہیں یہ سچا دین ہے''

موضع القرآن میں اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کسی کی جان مال کو ستانا عیب لگانا ہر کوئی برا جانتا ہے اس طرح اللہ کو یاد کرنا، غریب پر ترس کھانا، حق پورا ادا کرنا، دغا نہ کرنا ان کو سب اچھا جانتے ہیں اور اسی پر چلنا الدین القیم سچا دین ہے۔

قرآن مجید نے لفظ الناس استعمال کر کے یہ بات واضح کر دی کہ تمام انسانوں کو ایک فطرت پر پیدا کیا وہ فطرت خیر سے محبت اور شر سے نفرت ہے اگر کوئی اس کے خلاف چلتا ہے چاہے اس کا تعلق کسی مذہب سے بھی ہو وہ انسانی فطرت کے

خلاف چلتا ہے۔

بین المذاہب عالمی اتحاد اور حضور ﷺ

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تمام انسانیت کو باہمی رواداری اور عالمی امن کے اصول دیے۔ عالمی امن کے لئے میثاق مدینہ نافذ کیا جس میں اپنا تحفظ بھی تھا اور یہود جیسی سرکش قوم کا بھی یلیھو ددینھم کا جملہ امن عالم اور عالمی اتحاد کا سب سے بڑا ماٹو ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی خطوط

آپ ﷺ نے دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے غیر مسلم حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں یہ یقین دلایا کہ دنیا کا ہر مذہب سچا اور خدا کی طرف لے جانے والا ہے بشرطیکہ یہ مذہب اپنی اصل حالت پر ہو۔

آپ ﷺ نے کبھی کسی کو نہیں لکھا کہ یہودی جہنمی ہیں، عیسائیت جھوٹی ہے یا کسی اور مذہب کے بارے میں کہ اسے ترک کردو بلکہ قرآن مجید کی آیت (ال عمران ٦٢) خاص طور پر تحریر کی جس میں توحید خالص کی طرف سب کو دعوت دی۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ صلح کل، رواداری اور وسعت قلبی کی اس تعلیم میں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ یہودی، عیسائی اور صابی اپنے مذہب کو ترک کر دیں بلکہ اپنے الہامی مذہب کی تجدید کرتے ہوئے بنیادی امور پر عمل کریں۔ اسلام غیر مسلم رشتہ داروں سے بھی حسن سلوک کا اعلان کرتا ہے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر غیر مسلم رشتہ دار بیمار ہو جائے تو اس کے مسلمان رشتہ داروں کو اس کی عیادت کرنی چاہیے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتا تھا وہ بیمار ہوا آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے آپ ﷺ نے اسے دین کی دعوت دی جو اس نے قبول کرلی۔

حضرت عمرؓ کا ایک بستی پر گزر ہوا آپ نے دیکھا ایک یہودی نابینا بھیک مانگ رہا ہے آپ نے اس سے پوچھا ایسا کیوں کرر ہے ہو اس نے جواب دیا بوڑھا ہوں، غریب ہوں اور جزیہ بھی دینا ہے حضرت عمرؓ اسے گھر لائے گھر سے بھی دیا اور بیت المال سے بھی اسے ضرورت کی چیزیں دیں، ہارون الرشید کے دور میں حنا بن ماسویا جو عیسائی تھا۔ ناظم تعلیمات تھا اس طرح یہ بات ثابت ہوئی کہ مسلمانوں نے کبھی بھی رواداری اور اتحاد بین المذاہب سے روگردانی نہیں کی۔

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کی تجاویز:

عالمی امن اسی صورت میں قائم ہوسکتا ہے جب تمام دنیا کے لوگ درج ذیل اصولوں کو سامنے رکھیں:

= عالمی سطح پر عادلانہ سوچ

= عالمی سطح پر رواداری

= عالمی سطح پر خیر کے لئے تعاون

عالمی سطح پر عادلانہ سوچ

ہم سب کو عالمی سطح پر عدل اور انصاف کو سامنے رکھنا ہے اگر ہمارے عدل کے پیمانے مختلف ہوں گے تو دنیا میں عدل قائم نہیں ہوسکتا۔ وہ ممالک جن کو یہ سمجھا جاتا ہے کہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے وہ مرکزی کردار ادا کریں گے۔ ان کی سوچ عادلانہ نہیں ہے روس کے پاس جب قوت تھی تو وہ دنیا کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا تھا اور پھر اسی وجہ سے اس کی وحدت ٹوٹ گئی یہی حال جی ایٹ ممالک کا ہے امریکہ اسرائیل کی ہر جائز و ناجائز بات مانتا ہے جس کے نتیجے میں آج اسرائیل کے پاس چار سو سے زائد ایٹم بم ہیں بلکہ 1995ء میں وہ نیوٹران اور ہائیڈروجن بم بھی بنا چکا ہے اس کے پاس ایٹم بم استعمال کرنے کیلئے میزائلوں کی ایک بڑی کھیپ اور جرمنی کی ساختہ ڈولفن آبدوز بھی ہے امریکہ نے حال ہی میں اسرائیل کو سپر کمپیوٹر کرے۔ ٹو کے دس جدید پروگرام فراہم کئے جس سے ایٹمی اسلحہ بنانے کے اخراجات برائے نام رہ جاتے ہیں۔ اس طرح بڑی قوتیں اگر بعض ملکوں کو بے تحاشا جنگی سامان اور دیگر رعاتیں دیتیں رہیں تو عالمی امن کیلئے قائم ہوسکتا ہے۔

عالمی سطح پر رواداری

دنیا کے تمام ممالک کو عالمی سطح پر رواداری کا مظاہرہ کرنا ہوگا کوئی ملک اگر کوتاہی کرے تو اسے مذاکرات کے ذریعے سمجھا کر عالمی سطح پر رواداری کا مظاہرہ کرنا ہوگا اگر بڑے ملکوں کا رویہ تھانے داروں جیسا ہوگا تو عالمی امن قائم نہیں ہوگا۔

عالمی سطح پر خیر کے لئے تعاون

اس وقت دنیا میں نصف سے زیادہ آبادی غربت کا شکار ہے بیشمار ممالک کو پینے کا صاف پانی تک میسر نہیں وہ لوگ خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں اسی طرح بے شمار ملک تعلیمی سہولتوں سے محروم ہیں اگر عالمی سطح پر امیر ممالک مخلصانہ طور پر ان کی مدد کا فیصلہ کرلیں تو دنیا سے غربت و افلاس ختم ہوسکتی ہے۔ اور انسانی جانوں کا تحفظ ہوسکتا ہے۔ اسلام کسی حیوان

سے بھی اس کی سکونت نہیں چھینتا۔

اختتام

مختصر الفاظ میں ہم اگر اسلام کے اصولوں کے مطابق رواداری عدل وانصاف کا مظاہرہ کریں تو اتحاد بین المذاہب اور عالمی امن قائم ہوسکتا ہے۔

اتحاد بین المذاہب اور دلی دوستی

اسلام نے جہاں اتحاد بین المذاہب پر زور دیا ہے وہاں اتحاد کا پیمانہ بھی مقرر کر دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہود ونصاریٰ سے رواداری کا برتاؤ کیا جانا ضروری ہے۔مگر قلبی دوستی کی ممانعت ہے قلبی دوستی صرف مسلمانوں سے ہی ہونی چاہئے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ولن ترضیٰ عنک الیھود ولا النصریٰ حتیٰ تتبع ملتھم (البقرہ۱۲۰)

یا ایھاالذین اٰمَنُو الا تتخذوا الیھود والنصٰری اولیاء بعضھم اولیاء بعضٍ ومَنْ یتولھم منکم فانَّهٗ مِنھُمْ (المائدہ۵۱)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید اور اسلامی تعلیمات اور سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد بین المذاہب کے اصول پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں آمین ثم آمین۔

کتابیات

القرآن — تفہیم القرآن — معارف القرآن — تفسیر عثمانی — ضیاء القرآن

ابن کثیر	عمادالدین اسماعیل	تفسیر ابن کثیر	لاہور
ایضا	ایضا	البدایہ والنہایہ	القاہرہ
ابو۔یوسف	یعقوب بن ابراہیم	کتاب الخراج	مصر
البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل	صحیح بخاری	کراچی
الجاحظ	ابوعثمان عمر بن بحر	البیان والتبیین	بیروت
شیبہ	ابن ابی شیبہ	مصنف	بیروت
علی المتقی	علاء الدین	کنز العمال	بیروت
قطب	سید	اسلام میں عدل اجتماعی اردو	بیروت
قلعہ جی	محمد رواس ڈاکٹر	فقہ حضرت عمرؓ وابوبکر صدیقؓ اردو	لاہور
محمود	شیخ خالد	الخلافۃ الاسلامیہ	اسلام آباد
الماوردی	ابوالحسن	الاحکام السلطانیہ اردو	لاہور
مہدی	محمود	نساء حول الرسول ﷺ	ریاض
ندوی	ابوالحسن	اسلامی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر	لکھنؤ
الہاشمی	محمد طفیل ڈاکٹر	امام ابوحنیفہ کی مجلس تدوین فقہ	اسلام آباد
الہاشمی	ایضا	تدوین طبقات	لاہور

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت

مریم گل۔ملتان

قل یااھل الکتب تعاولو الی کلمته سوآء بیننا وبینکم

1۔ عالمی پس منظر

9/11 اور 7/7 کے بعد "The Clash Of Civilizations" کی گرما گرم بحث ایک مرتبہ پھر منظر عام پر آئی اور اب کی مرتبہ اس کا براہ راست نشانہ اسلام اور مسلم دنیا تھی۔ اخبارات، ٹی وی اور میڈیا کے دیگر شعبوں میں اس پر مباحث شروع ہو گئے۔ لامحالہ مسلم دنیا میں بھی اس پر ردعمل سامنے آیا اور تحریر وتقریر دونوں ذرائع سے اظہار خیال ہونے لگا۔ زیر نظر مضمون بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی محسوس ہوتا ہے:

آج کی دنیا میں لوگ Exclusivists, Inclusivists اور Pluralists and Relativists کی مختلف اقسام میں بٹ کر رہ گئے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ سیکولرازم کے بڑھتے ہوئے رجحانات لوگوں کی مذہب سے بے گانگی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں لیکن ان رجحانات کے باوجود آج دنیا کی مذہبی آبادی اتنی ہے کہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والوں کو اتنی آسانی سے پس پشت نہیں ڈالا جا سکتا۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا کی مذہبی آبادی کی صورت حال کچھ یوں ہے:

1۔	عیسائیت	1,955,229,000
2۔	اسلام	1,126,325,000
3۔	ہندومت	793,076,000
4۔	بدھ مت	325,275,000
5۔	سکھ مت	19,508,000
6۔	یہودیت	13,866,000
7۔	پارسی	191,000

اس بڑھتی ہوئی آبادی اور جمہوری قدروں کے فروغ کے پیش نظر تنہا کوئی ایک گروہ ساری دنیا کیلئے "New

"World Order" تشکیل دینے کی کامیاب کوشش نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی کسی بھی کوشش کے وہی نتائج برآمد ہوں گے جن کی لپیٹ میں آج کی مہذب دنیا ہے یا بالفاظ دیگر جنہیں دہشت گردی سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ انسانیت کا خون بے دریغ بہایا جا رہا ہے۔ خودکش حملوں کا کلچر فروغ پا رہا ہے۔ دنیا کی بڑھتی ہوئی بدامنی کو امن میں تبدیل کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے ورنہ کسی بھی سطح پر تہذیبی ارتقا کا تصور معدوم ہو کر رہ جائے گا۔

2۔ امن عالم اور اسلام

دنیا کا کوئی بھی مذہب بدامنی اور دہشت گردی کی تعلیم نہیں دیتا۔ یہاں بالخصوص اسلام کا تذکرہ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ یہ وہ دین ہے جس کا بنیادی نعرہ ہی امن ہے اور جس کا لفظی مفہوم ہی امن و سلامتی ہے جو "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده" کہہ کر اپنے پیروکاروں کی تعریف امن کے حوالے سے کرتا ہے مومن کا درجہ مسلم سے اعلیٰ وارفع ہے لہٰذا "المومن من امنه الناس بد ما لهم و اموالهم" فرمایا کہ مومن کو تمام لوگوں کے جان و مال کے تحفظ کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہے قطع نظر اس سے کہ ان کا رنگ نسل اور مذہب کیا ہے۔ المائدہ آیت نمبر 19 کی رو سے ایک آدمی کو ناحق قتل کرنا ایسا ہے جیسے سارے انسانوں کا قتل کرنا اور ایک بے گناہ انسان کی جان بچانا ایسا ہے کہ جیسے پوری انسانیت کو بچانا۔ یوں ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام میں قیام امن کی ضرورت و اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے اور یہی موجودہ حالات کا اولین تقاضا ہے۔

3۔ نظریۂ وحدت ادیان کا عمومی تصور

عمومی طور پر تصور وحدت ادیان کا مفہوم یہ ہے کہ سارے مذاہب سچے ہیں سبھی خدا تک پہنچانے والے ہیں اور سب کے سب آخرت کی فلاح و نجات کا یکساں کامیاب ذریعہ ہیں اس نظریہ کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ پرستش کا طریقہ چاہے جو ہو پرستش تو خدا کی ہی کی جاتی ہے سو تمام ادیان برابر سچے ہیں۔

4۔ نظریہ وحدت ادیان اور قرآن کا تصور

اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ اصل میں تمام انبیاء علیہم السلام جو پیغام لے کر آئے اس کے اساسی اصول مشترک تھے لیکن بعد میں سب بگاڑ کا شکار ہو گئے قرآن میں "ولو شآء الله لجعلکم امة واحدة" کہہ کر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو تم لوگوں کو ایک ہی امہ بنا دیتا لیکن مذاہب و ملل کا اختلاف اصل میں منشائے الٰہی ہے اور اس میں انسانوں کی آزمائش ہے لیکن اس اختلاف کے باوجود کچھ مشترکہ نکات ایسے ہیں جن پر تمام مذاہب کا اتحاد ممکن ہو سکتا ہے۔ قرآن میں اس حقیقت

کو بڑی وضاحت سے پیش کر دیا گیا ہے۔ سورۃ آل عمران آیت 64 کے مطابق:۔

" قل یاھل الکتب تعالو الی کلمة سو آہ بینن وبینکم الا نعبد الا اللّٰه ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰه فان تولو فقولو اشھدو بانا مسلمون"۔

یعنی" کہو اے اہل کتاب آ ؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑ لیں تو صاف کہہ دو گواہ ہو ہم تو مسلم (صرف خدا کی بندگی کرنے والے) ہیں۔"

یعنی ایک ایسے عقیدے پر ہم سے اتفاق کر لو جس پر ہم بھی ایمان لائے اور جس کے صحیح ہونے سے تم بھی انکار نہیں کر سکتے تمہارے اپنے انبیا سے یہی عقیدہ منقول ہے اور تمہاری اپنی کتب میں اس کی تعلیم موجود ہے۔ اور ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے

" ان الذین امنو والذین ھادو او النصاری والصابیین من امن اللّٰه والیوم لاخر وعمل صالحا فلھم اجر ھم عند ربھم "

یہاں یہ نہیں کیا گیا کہ یہودی، عیسائی صابی اور دیگر مذاہب کے لوگ کے اپنے اپنے مذاہب کو ترک کر دیں بلکہ اپنے الہامی مذہب ہی کی تجدید کرتے ہوئے چند بنیادی امور پر عمل کرنے کو کہا گیا ہے۔

سورۃ الحج آیت نمبر 40 کے حوالے سے عبادت کے تمام مقامات صاف طور پر اللہ کی عبادت کے مقامات تسلیم کئے گئے ہیں اور " ولا تسبو الذین یدعون من دون اللّٰه ". کہہ کر تمام مذاہب کا عزت واحترام کرنے کا پابند کر دیا گیا ہے اور ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ اسلام تمام مذاہب کی بنیاد کے اشتراک کا قائل ہے۔

بقول سید سلیمان ندوی:۔" اگر تمام مذاہب سابقہ اپنے اپنے اس اصل دین پر آ جائیں جس کی تعلیم ان کے پیغمبروں نے دی تھی تو وہ وہی دین ازلی ہوگا جس کا نام اسلام ہے اور نوحی، ابراہیمی، موسوی، عیسوی اور محمدی دینوں میں سوائے اجمال وتفصیل کے کوئی فرق نہ رہے گا"۔

یوں قرآن نہ صرف نظریہ وحدت ادیان کا قائل ہے بلکہ تمام مذاہب وملل کو اس کی طرف دعوت بھی دیتا ہے اور مزید پیش قدمی کرتے ہوئے عملی طور پر سورۃ لمائدہ آیت نمبر 5 کی رو سے اہل کتاب کے ساتھ کم از کم دو معاملات 1 شادی اور 2 ہم طعامی میں خصوصی تعلقات کو تسلیم بھی کرتا ہے۔

5۔ نظریہ وحدت ادیان اور اسوہ رسول ﷺ

☆ یہود مدینہ کے ساتھ طے پانے والا میثاق مدینہ بین المذاہب عالمی اتحاد کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔اس عہد نامہ میں فریقین کے لئے ایک دوسرے کی مدد کو لازم قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ عہد نامہ کسی ظالم یا گناہ گار کی حمایت نہ کرے گا۔

☆ فتح مکہ کے موقع پر" لاتثریب علیکم الیوم " فرما کر مشرکین کے لئے امان کا اعلان کر دیا گیا۔

☆ نجران کے عیسائیوں کے وفد سے نہ صرف معاہدہ کیا گیا بلکہ ان کو مسجد نبوی ﷺ میں نماز کی ادائیگی کی اجازت بھی دی گئی۔

☆ اہل یمن کی طرف ارسال کردہ گرامی نامہ میں فرمایا "جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر باقی رہنا چاہے اسے اس کے دین سے چھڑانے کے لئے کسی قسم کے فتنہ یا آزمائش میں مبتلا نہ کیا جائے گا۔"

☆ آپ ﷺ نے اطراف میں جو دعوتی خطوط ارسال فرمائے ان میں ایک سے زیادہ خطوط میں 'یاھل الکتب تعالو الی کلمة سوآہ بیننا و بینکم ' کی دعوت دی گئی یوں اسوہ رسول ﷺ سے بھی اس نظریہ کی تائید ہوئی ہے۔

6۔ بین المذاہب عالمی اتحاد ہم آہنگی و یکجہتی کے لئے بنیادی شرط

ہمیں اپنے اصل نصب العین پر قائم رہتے ہوئے یہ اتحاد کرنا ہوگا اور دین کے معاملے میں کسی بھی سودے بازی سے اجتناب کرنا ہوگا یہ ایک ایسا اتحاد ہوگا جس میں برابری کے پہلو کو مدنظر رکھا جائے گا۔کسی کی تذلیل یا کسی کی فضلیت کا دعویٰ اس اتحاد میں نہیں ہوگا ہمیں اپنی اپنی سابقہ شناختوں کو مٹائے بغیر ایک نئی شناخت کے ساتھ رہنا ہوگا۔

☆ بقول سید مودودی: "اگر باہمی تعاون کی عملی بنیاد صرف یہی ہے کہ مغربی تہذیب کو قبول کیا جائے اور اسلام کو جیسا ہم سمجھتے ہیں مسترد کر دیا جائے تو دراصل ملنے کیلئے کوئی بنیاد رہتی ہی نہیں لیکن اگر تعاون برابری کی سطح پر مطلوب ہے تو چشم ما روشن دل ماشاد"۔

☆ اس عالمی اتحاد میں ہمیں " لا اکــراہ فــی الــدیــن" کے مصداق عدم اکراہ کی پالیسی اپنانی ہوگی اور " ودو الوتدھن فید ھنون" (القلم۔۹) کی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے عدم مداہنت کو یقینی بنانا ہوگا۔

☆ آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی میں قریش کے کئی وفود نے دین کے معاملے میں حضور ﷺ سے سودے بازی کرنا

چاہی لیکن آپ ﷺ اپنے جائز مؤقف سے ذرا برابر بھی نہ ہٹے۔

1۔ عالمی امن کے لئے ضروری

ایٹمی اسلحے کی دوڑ جو اعلانیہ یا ڈھکے چھپے ساری دنیا میں پائی جاتی ہے یقیناً عالمی امن کے لئے ایک مستقل خطرہ ہے اور اس پر دنیا کی سپر طاقتوں کی متعصبانہ اور جانبدارانہ پالیسیاں جلتی پر تیل کا کام کر رہی ہیں انسانی زندگی میں امن کی ضرورت اور مذاہب کی اہمیت کے پیش نظر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ موجودہ دور میں صرف اور صرف مذہب ہی وہ پر امن ذریعہ ہے جو لوگوں کو کسی پر امن پلیٹ فارم پر جمع کر سکتا ہے۔

2۔ بین الممالک خوشگوار تعلقات

کوئی بھی قوم معاشرے سے کٹ کر تنہا اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی۔ دوسری اقوام کے ساتھ اپنے خوشگوار تعلقات استوار کرنے ہی ہوں گے اس ضرورت کے پیش نظر بھی ہمیں آج کے دور میں بین المذاہب عالمی اتحاد کی اشد ضرورت ہے اور اس سلسلے میں ہمیں عدوان، طغیان، فساد اور اسراف سے اجتناب کی بنیادی پالیسی اپنانی ہوگی۔

3۔ سیکولرازم کے بڑھتے ہوئے رجحانات کا سد باب

رواداری کے سائے میں سکولرازم کا پودا ایک تناور درخت بنتا جا رہا ہے یہ تصور تیزی سے جڑیں پکڑتا جا رہا ہے کہ صرف ایک سیکولر سٹیٹ میں ہی اپنے گھر سے باہر تمام شہری بلا امتیاز ایک جیسے ہو سکتے ہیں لیکن اگر ہم مختلف شناختوں کو تسلیم کر کے ان کا احترام کرنے کے لئے تیار رہیں تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں کہ گھروں میں پناہ لیں اور سمجھیں کہ باہر ہم صرف اسی صورت میں جا سکتے ہیں کہ جب ہم سیکولر ہوں اگر رواداری پر مبنی تعلیمات کا بین المذاہب عالمی اتحاد کی صورت میں عملی تجربہ کیا جائے تو اس تصورات کا سد باب موثر انداز میں کیا جا سکتا ہے۔

4۔ انفرادی و اجتماعی ترقی

آج کا دور اعصابی جنگ کا دور ہے جب تک عالمی اتحاد کے ذریعے اعصابی کشمکش کے اس دور میں امن کی یقین دہانی نہ ہو جائے انسان انفرادی و اجتماعی کسی بھی سطح پر جدید دور کے چیلنجز کا مقابلہ نہیں کر سکے گا سو انفرادی و اجتماعی سطح پر ترقی کے لئے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس اتحاد کی ضرورت بڑھ رہی ہے۔

7۔ بین المذاہب عالمی اتحاد کے لئے مطلوبہ عملی اقدامات

1۔ بین المذاہب مکالمے کا اہتمام:

آج کے دور میں اس مکالمے کا اہتمام بہت شدت اختیار کر گیا ہے اس سلسلے میں باقاعدہ ادارے قائم کیے جانے چاہئیں اور مختلف فورمز پر لوگوں کو اکٹھا کرنا چاہیے ہمیں اپنے اپنے معاشروں سے بہترین شرکائے مکالمہ کا انتخاب کرنا ہوگا یہ ایک بہت کٹھن مرحلہ ہوگا اور ممکن ہے کہ ہم ان مسائل کا کوئی حل نہ نکال سکیں لیکن اس طرح ہم عالمی اتحاد کے لئے مشترکہ نکات ضرور دریافت کر سکتے ہیں۔ باہم متنازعہ مسائل پر " تعالو الی کلمة سواء بیننا و بینکم " کے مصداق ہمیں مشترکہ نکات سے اپنی بات کا آغاز کرنا ہوگا اور " ولا تسبو الذین یدعون من دو ن اللہ " کے ابدی قانون کے اندر رہ کر حکمت، موعظہ حسنہ، جدال احسن کی پالیسی اپناتے ہوئے اپنے اپنے موقف پر بات کرنی ہوگی۔

2۔ مختلف مذاہب کے بارے میں عملی و تحقیقی رویہ اپنانا

بجائے لگی بندھی تقلید یا تنقید کے ہمیں خود تلاش حقیقت کی کوشش کرنی چاہیے کسی بھی مذہب کو محض اس بنا پر رد کر دینا کہ وہ ہمارے مروجہ رجحانات کے خلاف بات کرتا ہے معقول بات نہ ہوگی۔ اس کے برعکس ہمیں اس میدان میں علمی و تحقیقی رویہ اپنانا چاہیے۔ اس وقت اسلام کے حوالے سے دنیا کے بڑے مذاہب میں اختلاف کا سب سے بڑا موضوع نبوت محمدی ﷺ ہے لیکن سوائے تنقید کے west کی طرف سے اور کسی علمی و تحقیقی کوشش کا پتہ نہیں چلتا ہے ہمارے بہت سے اختلافی مسائل غیر جانبدارانہ تحقیق سے حل ہو سکتے ہیں اور اسی کی مخلصانہ کوشش بھی ہمیں کرنا ہوگی۔

3۔ مختلف مسائل میں زمانی و مکانی عنصر کا لحاظ

ہمیں اپنی تمام پالیسیوں پر اندھا دھند عمل کرنے کی بجائے ان کے زمانی و مکانی پہلو کو ملحوظ رکھنا ہوگا اور ان سب کا از سر نو جائزہ لینا ہوگا بالخصوص آج کے دور میں جبکہ اسلام ایک غالب یا نظریے کے طور پر دنیا میں رائج نہیں اور اس کے پیروکار تعلیم، سیاست اور معیشت غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں دنیا سے بہت پیچھے ہیں۔

4۔ غیر مسلموں سے عدم موالات پر مبنی تعلیمات کی صحیح وضاحت

" لا یتخذ المومنون الکفرین اولیاء " اور " لا تتخذ و الیھود و النصری اولیاء " اور عدم موالات پر مبنی احکامات ہر دور میں اسلام کے خلاف پراپیگنڈا کا موثر ترین ذریعہ رہے ہیں، سو آج کے دور میں بھی انہیں بہت سی دوسری

چیزوں کے ساتھ ملا کر اسلام پر تنقید کا بازار گرم کر رکھا ہوتا ہے لیکن اگر زمانوی و مکانوی تناظر سے ان احکامات کا جائزہ لیا جائے تو ہر تصویر کا دوسرا رُخ نظر آئے گا یقیناً ہر نیک تحریک کے بانی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی تحریک کے قیام اور بقا اور مقصد حفاظت کی خاطر اس تحریک کے پیروؤں کو اس کے ان مخالفوں کے میل جول، راز داری اور رفاقت سے روک دے جو زور یا سازش سے اس کے مٹانے اور برباد کر دینے کے درپے ہوں خصوصاً ایسے وقت میں جب اس تحریک کو تیغ و خنجر اور فوج و لشکر سے مٹا دینے کی کوششیں ہو رہی ہوں۔ ہمیں ایسے معاملات میں اپنے نقطہ نظر کو بڑی وضاحت کیساتھ دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔

5۔ داخلی سطح پر اتحاد

"ید اللہ علی الجماعة" کے مصداق ہم عالمی سطح پر اتحاد تبھی قائم کر سکتے ہیں جب ہم داخلی سطح پر اپنے تمام تر اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے متحد ہو جائیں ہمیں Fundamental، Liberal اور Enlightened moderate کی ٹولیوں میں بٹنے کے بجائے حنیفاً مسلماً کی پالیسی اختیار کرنی ہوگی۔

6۔ ہر مذہبی کمیونٹی کی کامل داخلی خودمختاری

ولیحکم اهل الانجیل بما انزل اللّٰه فیه

یعنی "انجیل والوں کو چاہیے کہ اس چیز کے مطابق احکام دیا کریں جو اللہ نے انجیل میں نازل کی ہے"۔

قرآن میں یہ عجیب و غریب اصول ملتا ہے کہ ہر مذہبی کمیونٹی کو کامل داخلی خودمختاری دی جائے کہ نہ صرف عقائد کی آزادی ہو اور اپنی عبادات اپنی طرز پر کر سکیں بلکہ اپنے ہی قانون، اپنے ہی ججوں کے ذریعہ اپنے مقدمات کا فیصلہ بھی کرائیں۔ غیر مسلموں کو عہد نبوی ﷺ میں یہی خودمختاری حاصل تھی دور جدید میں بھی ہمیں انہی اصولوں کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت ہے۔

7۔ اہم اصطلاحات کا مشترک مفہوم

ہمارے باہمی اختلاف کا ایک اور اہم سبب کئی اہم اصطلاحات کے مشترک مفہوم ہونا ہے کسی ایک مکتب فکر میں ایک اصطلاح سے جو مراد لیا جاتا ہے دوسرے کے ہاں اس کی Perception بالکل مختلف ہے ان میں سے کچھ قدیم اصطلاحات ہیں مثلاً جہاد، رواداری وغیرہ اور کچھ دور جدید کی پیداوار ہیں مثلاً سیکولرازم، دہشت گردی وغیرہ

☆بقول جان ووَل:۔ ''ہماری اصطلاحات قدیم ہیں اگر ان کا درست استعمال کرنا ہے تو ان کا مشترک مفہوم ہمیں طے کرنا چاہیے مثلاً رواداری کا مطلب ہے کہ میں تم سے بہتر ہوں لیکن میں تمھارے وجود کو گوارا کرلوں گا۔''
اس کے برعکس ہمارے ہاں رواداری کا مفہوم بالکل مختلف ہے دور جدید میں بھی ایسی کئی اصطلاحات وجہ نزاع بنی ہوئی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم باہم مل کر ان اصطلاحات کا کوئی مشترک مفہوم متعین کریں۔

8۔ اسلام کی صحیح منظر کشی

کئی صدیوں کی مسلسل تنقید اور مسلمانوں کی بے عملی نے لوگوں کے سامنے اسلام کی غلط تصویر پیش کی ہے غیر مسلموں کے ہاں راس کو ایک جنگ وجدال پر مبنی دین سمجھا جاتا ہے جس کی سزائیں وحشیانہ ہیں جس میں عورت کا مصرف محض جسمانی ہے اور جو اپنے مخالف عقیدہ رکھنے والوں کو نیست ونابود کرنے کا حکم دیتا ہے۔
☆بقول Philip K.H Hitti:۔ ''اسلام نے ثابت کردکھایا ہے کہ جسے دنیا تسلیم کرتی آئی ہے یہ ایک جنگجویانہ سیاست پر مبنی دین ہے''۔ اگر ایک گروہ انسانی ایک بڑے مذہب کے بارے میں اس نقطہ نظر کا حامل ہے تو پھر بین المذاہب عالمی اتحاد کا تصور بہت مشکل ہو جاتا ہے لہٰذا اسلام کے بارے میں کئے جانے والے منفی پروپیگنڈا کے مقابلے میں اس کی صحیح منظر کشی دور جدید میں کسی بھی اتحاد کے لئے ناگزیر ہے۔

8۔ بین المذاہب عالمی اتحاد اور امۃ مسلمہ کے چند بنیادی تحفظات

ا۔ حضور ﷺ کی حیثیت کا تعین:

مغرب میں جتنی تنقید حضور ﷺ پر کی گئی ہے کسی اور مذہب کے ہادی و بانی پر نہیں کی گئی۔ بین المذاہب عالمی اتحاد میں حضور ﷺ کی حیثیت متعین کرنا سب سے اہم مسئلہ ہے یہودی اور عیسائی آپ ﷺ کو اللہ کا پیغمبر نہیں مانتے جبکہ اسلام کہتا ہے'' لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین''۔
مزید فرمایا۔'' من یطع الرسول فقد اطاع اللہ''.
کوئی شخص اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار نہ کرے اور آپ ﷺ سے قلبی لگاؤ نہ محسوس کرے۔ ایسی صورت حال میں عدم اکراہ کے احکامات کے پیش نظر ہم دیگر مذاہب کو آپ ﷺ کی نبوت کے اقرار پر مجبور تو نہیں کر سکتے لیکن آپ ﷺ کا عزت واحترام ہماری دینی حمیت کا لازمی جزو ہے۔ قابل احترام شخصیات کو محترم

جاننا ہر معاشرے میں ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ جہاں سفیر کی ایذا رسانی جنگ کا سبب بن سکتی ہے تو وہاں اللہ کا رسول اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اگر کوئی قوم اسے کسی کی صحیح حیثیت سے تسلیم نہیں بھی کوئی تو کم از کم اس کا احترام کریں وہاں دوسروں کو بھی اس بات کا پابند ہونا پڑھے گا کہ آنحضرت ﷺ کی شان میں کوئی گستاخی نہ ہو۔

☆ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسالت آپ ﷺ نے لوگوں کو امان دی مگر چار افراد جو اہانت رسول ﷺ و دشنام طرازی کے مرتکب تھے انہیں امان نہیں دی گئی اور وہ واجب القتل قرار پائے۔"

یوں آنحضرات ﷺ کی عزت و ناموس کا تحفظ اس عالمی اتحاد میں مسلمانوں کا ایک بنیادی تحفظ ہوگا جس کو سب شرکا کو تسلیم کرنا چاہیے۔

2۔ فریضہ تبلیغ کی ادائیگی

بین المذاہب عالمی اتحاد کا یہ مطلب ہرگز نہ ہوگا کہ ہم ابلاغ حق سے بری الذمہ ہو جائیں۔ قرآن میں ہے

"کنتم خیر امة اخر جت للناس تامرون با معروف وتنهون عن المنكر "(آل عمران۔۱۱۰)اور

"ولتكن منكم امه يدعون الى الخيريا مرون بالمعروف وينهون عن المنكر (آل عمران۔۱۰۴)

کہہ کر اللہ تعالیٰ نے امۃ مسلمہ کو ابلاغ کے حق کا مکلّف بنایا ہے۔ بین المذاہب عالمی اتحاد میں چند مشترکہ امور پر اتحاد کے باوجود فریضہ تبلیغ ہم پر سے ساقط نہیں ہوتا۔ یاد رہے کہ یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہی ہے جس کے ذریعے افراد کی کردار سازی کی جاسکتی ہے اور پر امن بنیادوں پر بین المذاہب اتحاد میں یہ چیز بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ جدید دور کی جدید حالات کے مطابق ہمیں اپنی دعوتی و تبلیغی سرگرمیاں انجام دینی ہوں گی اور کسی بھی بین المذاہبی اتحاد میں اس فرض کی ادائیگی کے حق کو تسلیم کرنا ہمارا بنیادی تحفظ ہوگا۔

3۔ فریضہ جہاد کی ادائیگی

آج تک اسلام کے جن تصورات کو سب سے زیادہ مسخ کر کے پیش کیا جاتا رہا ہے ان میں سے سرفہرست جہاد ہے۔ حالانکہ جہاد کا اصل فلسفہ دنیا کو فساد سے پاک کرنا ہے ہمیں جہاد اور قتال کے فرق کو واضح کرتے ہوئے جہاد کے صحیح تصور کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا اور

" اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا " (الحج. ۳۹)

"قاتلو فی سبیل اللّٰه الذين يقاتلو نكم و لا تعتدو ا"(القره. ۱۹۰)

"والفتنة اشد من القتل"(البقره. ۱۹۱)

کی تعلیمات کو مدنظر رکھتے ہوئے نہ صرف اپنے اس فرض کی ادائیگی کرنا ہوگی بلکہ اصل فلسفہ جہاد اور فلسفہ قتال سے اہل دنیا کو روشناس کروانا ہوگا۔ یادرہے کہ بین المذاہب عالمی اتحاد ہمیں ہمارے فرائض سے غافل نہ کرے اور تمام شرکائے اتحاد کو اس سلسلے میں ہمارے بنیادی تحفظات کی حفاظت کی یقین دہانی کروانی ہوگی۔

9۔ حاصل کلام

بین الاقوامی حالات نے آج جو رخ اختیار کرلیا ہے اس کے مطابق آج دنیا میں انسانوں کا چند بنیادی اصولوں پر متحد ہو جانا ہے ضروری ہے اور اگر یہ اتحاد مذہب کی بنیادی پر ہو تو اس سے زیادہ پرامن راستہ اور کوئی نہیں ہے اس لئے کہ کسی بھی مذہب کی بنیادی تعلیمات فتنہ وفساد پر مبنی نہیں ہیں یہی وہ حقیقت ہے جس کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن

" قل یاهل الکتاب تعالو الی کلمة سواء بیننا و بینکم ".

کی دعوت دیتا ہے اور اسی دعوت کو قبول کرلینا مستقبل میں امن عالم کے لئے ناگزیر ہے۔

مصادر و مراجع

1۔ کون کیا ہے، لاہور: ڈوگر پبلشرز اُردو بازار، 2004، ص 258
2۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب ای الاسلام افضل
3۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الترمذی، کتاب الایمان
4۔ اصلاحی، مولانا صدرالدین، اسلام ایک نظر میں، اسلامک پبلی کیشنز ۱۹۹۹ء ص ۲۹۰، لاہور
5۔ المائدہ 48/5
6۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن۔ س۔ن، ج (1) ص 262
7۔ البقرہ 62/2
8۔ محمد حمیداللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، کراچی، دارالشاعت، 1987 ص 229
9۔ الانعام 109/6
10۔ ندوی، سید سلیمان، سیرت النبیؐ، حذیفہ اکیڈمی، س۔ن، حصہ چہارم ص 614
11۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، لاہور، ادارہ اسلامیات، 1994، ج (1) ص 339
12۔ ایضاً، ج (2) ص 278
13۔ ایضاً، ج (1) ص 400
14۔ القاسم، ابوعبید، کتاب الاموال (مترجم: عبدالرحمٰن طاہر سواتی)، اسلام آباد: تحقیقاتِ اسلامی، س۔ن، ج (1) ص 136
15۔ محمد حمیداللہ، ڈاکٹر، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدہ، مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر، 1956 ص 50
16۔ خورشید احمد، پروفیسر، Islam and the west، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 1967 پر سید مودودی کا دیباچہ، ص 7
17۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، حوالہ مذکور، ج (1) ص 181
18۔ ابوسلیمان، عبدالحمید، اسلام اور بین الاقوامی تعلقات منظر اور پس منظر، لاہور، فیمس بکس، 1991 ص 256
19۔ خورشید احمد پروفیسر، احیائے اسلام، مرتب، ابراہیم ابوربیع، مترجم: مسلم سجاد، اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، 1998 ص 128
20۔ النحل 125/16
21۔ آل عمران 28/3
22۔ البقرۃ 190/2
23۔ ندوی، سید سلیمان، سیرت النبیؐ، حوالہ مذکورہ، حصہ ششم، ص 256
24۔ محمد حمیداللہ، ڈاکٹر، خطباتِ بہاولپور، اسلام آباد، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، 1985 ص 371
25۔ بحوالہ، خورشید احمد پروفیسر، احیائے اسلام، حوالہ مذکور، ص 146
26۔ Hitti, Philip K.H, History of the Arabs, Hong Kong,1970, Page 117
27۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب حب الرسولؐ فی الایمان النساء 80/4
28۔ علی بن ابی بکر الہیثمی / مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دارالمعارف بیروت، 1986، 167/6

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت اور ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت تعلیمات اسلام کی روشنی میں

عفت طاہرہ۔لاہور

عالمی پس منظر

تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلم عالمی سیاست کثیر قطبی اور کثیر التہذیبی ہوگئی ہے۔جدیدیت مغربیت سے ممتاز اور منفرد ہے۔تہذیبوں کی بنیاد پر عالمی اتحاد فروغ پا رہا ہے بین الاقوامیت' اتحاد و یگانگت حقیقت پسندانہ نظریہ کے تحت فروغ پا رہے ہیں۔نظریات اور سپر پاور تعلقات کی بنیاد پر قائم اتحادوں اور صف بندیوں کی جگہ ثقافتی اور تہذیبی بنیادوں پر اتحاد اور صف بندیاں قائم ہو رہی ہیں۔نئی عالمی سرحدیں ثقافتی' نسلی' مذہبی تہذیبی سرحدوں کے ساتھ تیزی سے وجود میں آرہی ہیں اور گلوبل پالیٹکس میں مرکزی خطوط کی حیثیت اختیار کر رہی ہیں۔" (۱)

انسان کی مادیت پرستی عروج کی بلندیوں کو چھو رہی ہے بین الاقوامی تعلقات سیاسی' دفاعی' معاشی مفادات کی رو میں بہہ رہے ہیں اور انہی مفادات نے امن کی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں۔نتیجتاً انسانیت بھوک' جہالت' افلاس' جنگ' بیماری جیسی پگڈنڈیوں پر سسک رہی ہے اور دہشت گردی' انتہا پسندی اور فرقہ واریت جیسے ناسور نمو پا رہے ہیں۔ایسے میں ان مسائل کو حل کرنے کی بجائے وار ٹیکنالوجی کو ترجیحی بنیادوں پر وسعت دی جا رہی ہے۔دنیا کے پسماندہ ممالک اپنے وسائل کو اپنے عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کی بجائے اسلحے کے بیوپاریوں کے حوالے کر رہے ہیں اور اسی دوڑ میں انسان اپنی حیثیت کھو چکا ہے۔بقول اقبال

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

ایسے میں بین المذاہب عالمی اتحاد بذریعہ باہمی مفاہمت' نسیم باد صبح کا ایک جھونکا ہے جو پورے عالم انسانیت میں امن کی فضا کی طرف ایک مثبت پیش قدمی ہوگی۔

بین المذاہب عالمی اتحاد۔۔۔قرآن اورعہد رسالت

قرآن کے متفرق مضامین بین المذاہب اتحادوہم آہنگی کی نشاندہی کرتے ہیں اور حضور اکرمﷺ کا دوراس کا علمی ثبوت فراہم کرتا ہے اوراس کی چیدہ چیدہ مثالیں درج ذیل ہیں۔ وفد نجران مدینہ میں آیا تو اس کی ملاقات یہودیوں سے ہوئی اور حضرت ابراہیمؑ کے متعلق دونوں فریق کا مناظرہ ہوگیا۔ عیسائیوں نے کہا کہ ابراہیمؑ نصرانی تھے جبکہ یہودیوں نے انہیں یہودی کہا تو نبی کریمﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ تو اللہ کے فرمانبردار تھے اور میں ان کے دین پر ہوں۔ لہٰذا تم سب ابراہیمؑ کے دین یعنی اسلام کا اتباع کرو' یہودی بولے آپ تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم بھی عیسائیوں کی طرح آپ کو حضرت عیسیٰؑ کی جگہ اپنا رب بنالیں اسی طرح کی بحث عیسائیوں نے بھی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر"قل یا ھل الکتب تعالو الی کلمتہ سواءم"نازل کی۔ (۲)

نبیﷺ نے دوسرے انبیاء سے منفرد انداز میں اسلام کو کل دنیا کا مذہب واحد کہہ کر پیش کیا اور رسولﷺ کے مختلف قوموں اور مذہبوں کے سرکردگان کے پاس مراسلات کی روانگی"وما ارسلنک الا کافتہ للناس بشیرا ونذیرا" اس انفرادیت کی نشاندہی کرتی ہے۔ (۳)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے سے پہنچ کر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ مختلف جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کرلیا جائے تا کہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی وحدت قائم رہے اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد واعانت ملتی رہے۔" (۴) اوراس کے نتیجے مختلف مذاہب کی حامل اقوام کا رنگا رنگ امتزاج میثاق مدینہ کی صورت میں عمل میں آیا۔

بین المذاہب ہم آہنگی واتحاد کے اصول

اسلام کا دامن بین المذاہب ہم آہنگی کے سلسلے میں وسیع ہے۔ اس کے نزدیک اگر برسر جنگ قوم بھی صلح و مصالحت کے لیے ہاتھ بڑھائے تو جب تک اس سے مسلمانوں کو شدید نقصان نہ ہو یا اس میں کوئی کھلا فریب نظر نہ آتا ہو اس وقت تک خیر مقدم کرنا ضروری ہے لیکن اس کے لیے چند اصولی باتوں کے لحاظ کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

1۔ "کسی مذہب کے عقائد ونظریات کی معقول طریقے سے غلطیاں ظاہر کرنا اوراس کی کمزوریوں پر تحقیق کی بنیاد پر معقول انداز سے تنقید کرنا اور کسی کے بڑوں اور پیشواؤں کے بارے میں تحقیر آمیز اور دل آزار گفتگو کرنا دو الگ الگ چیزیں ہیں" (۵)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبو اللّٰہ عدوا بغیر علم۔ " (٦)

2۔ اسلام میں امن کی خاطر برابری کی بنیاد پر مسلمانوں اور اسلام کے وقار کو قائم رکھتے ہوئے' جھکاؤ ظاہر کیے بغیر اور اپنی کسی کمزوری کا تاثر دیئے بغیر اگر اہل کتاب سے معاہدہ کیا جائے تو اس کی اجازت اور مثالیں موجود ہیں۔ لیکن " کچھ لو کچھ دو" کا معاملہ کرتے ہوئے کچھ اپنے موقف سے ہٹ کر کچھ دوسرے کا موقف تسلیم کرتے ہوئے معاہدہ کریں تو اسلام اس کی شدت سے ممانعت اور مذمت کرتا ہے۔ (٧)

3۔ مشترک تعلیمات سے تعلقات کا آغاز کیا جائے کہ اسلام کی تعلیمات اور سابقہ انبیاء کی ابدی نوعیت کی تعلیمات جن کو دین کہا جاتا ہے' ایک ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ان تعلیمات کے مشترک ہونے سے ان کے اور ہمارے درمیان یگانگت کا فطری جذبہ ابھرتا ہے جو اتحاد کا باعث بنتا ہے۔ (٨) خود حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا: ان اللّٰہ ربی و ربکم فاعبدوہ . (٩)

4۔ بین المذاہب ہم آہنگی و اتحاد کے ضمن میں معاہدات کی پابندی ضروری ہے کہ انسانی اقدار کا سلسلہ انہیں کے ذریعے رواں دواں ہے لیکن اس کے لیے کوئی ایسا قانون وضع کیا جائے جس سے کوئی بالا دست طاقت کسی زیر دست کے ساتھ کوئی ایسا فوجی یا سیاسی یا معاشی معاہدہ نہ کر سکے جس سے ان کی فطری آزادیوں' ثقافتی' اخلاقی اور مذہبی اصولوں کی پامالی ہوتی ہو۔ (١٠) اس کی مثال امریکہ کے قائم کردہ سیٹو اور سینٹو کے معاہدے ہیں۔

5۔ اسلام کی بنیادی تعلیم یعنی ارکان اسلام کو کوئی زنگ نہ پہنچے یعنی اس کے ذریعہ حلال' حرام اور حرام' حلال نہ ٹھہرے۔ عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بنو ثقیف کے ایک وفد نے بیعت کے لیے تین شرائط پیش کیں کہ نماز میں نہ جھکیں گے' اپنے بت اپنے ہاتھ سے نہ توڑیں گے اور لات سے ایک سال کے لیے نفع اٹھائیں گے لیکن آپ ﷺ نے ایک تاریخی جواب دیا کہ اس دین میں کچھ بھلائی نہیں جس میں رکوع سجدہ نہ ہو اور بتوں کے توڑنے کی بابت تمہاری مرضی اور لات وعزیٰ سے فائدہ اٹھانے کی اجازت میں نہیں دوں گا!! (١١)

6۔ کسی بھی طبقہ' مذہب اور ریاست کی بالادستی یا زیردستی کی تفریق کے بغیر فیصلے مساویانہ عدل و انصاف کی سطح پر فیصلے کیے جائیں اور یہی تصور موجودہ بین الاقوامی تصور عدل و انصاف اور اسلامی بین الاقوامی تصور عدل و انصاف میں ایک خط امتیاز کھینچ دیتا ہے۔ (١٢) اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اس اصول کی صریح خلاف ورزی کرتی نظر آتی ہے۔

دورِ جدید میں بین المذاہب ہم آہنگی و عالمی اتحاد۔۔۔۔کیوں؟

بین الاقوامیت کو فروغ

بین الاقوامیت وہ تصور ہے جو انسان کو وطنی، لسانی، قومی اور طبقاتی بندشوں اور پستیوں سے آزاد کر کے عام انسانی مسائل کو ایک اکائی تصور کرتے اور ان کی الجھنوں کو خواہ وہ جنگ کے زمانہ کی ہوں یا امن کے زمانہ کی۔ختم کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے اور اختلاف عقیدہ و مسلک کے باوجود امن عالم کے قیام کی ضمانت دیتا ہے۔(۱۳)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وفد نجران سے معاہدہ اور پھر بتدریج غیر مسلم حکمرانوں کو خطوط بین الاقوامیت کے مثبت فروغ کے لیے اقدامات تھے جن میں زندہ رہنے اور زندہ رہنے دینے، باہمی مفاہمت اور تعلیمات اسلام جیسے جذبات کو ابھارا گیا۔

اسلام وہ دین ہے جس کے عقائد، نظام اخلاق، نظام معیشت، نظام سیاست سب کا مزاج بین الاقوامی اور آفاقی ہے۔(۱۴)

عصر حاضر میں بھی اسلام وہی اصول دہراتا ہے جو آج سے ہزاروں سال پہلے خاتم المرسلین نے باور کرائے لیکن ضرورت انفرادی، اندرونی انقلاب کی تخم ریزی کی ہے جو کہ بین الاقوامیت کو بار آور کرے اور عالمی اتحادی جیسی پھلواری تشکیل دے۔

بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ

آج سے ڈیڑھ ہزار برس قبل انسان کو بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ فراہم کیا گیا جب دنیا میں بادشاہی نظام کو خدائی تقدس حاصل تھا جس میں کچھ لوگ دائمی طور پر حاکم تھے اور کچھ لوگ مستقل طور پر آقا اور بقیہ لوگ غلام تھے۔(۱۵)

انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے آج بھی انسان ساختہ قوانین میں رخنہ اندازی ضروری ہے جو صرف اجتماعی کوششوں سے ممکن ہے نہ کہ کسی انفرادی کوشش سے۔ **مجموع الضروریات خمسته حفظ الدين و النفس و النسل و المال والعقل** (۱۶) کنگ جان کا میگنا کارٹا ۱۹۴۵ کا اٹلانٹک چارٹر اور اقوام متحدہ کا منشور حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجتہ الوداع سے خوشہ چینی کا نتیجہ ہیں۔

عصبیت کا قلع قمع

بین المذاہب عالمی اتحاد کی ضرورت اس لحاظ سے بھی آفاقی ہے کہ وہ انسان میں جاہلانہ عصبیت کا قلع قمع کرے جو ایک قوم کی دوسری قوم سے مخالفت اور نفرت برتنے پر صرف اس لیے آمادہ کرتی ہے کہ وہ دوسری قوم کیوں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح کی تنگ نظریوں کی جڑ کاٹ دی۔

مامنا من دعا الی عصبیته ولیس منا منْ قاتل عصبیته ولیس منا من مات علی عصبیته .(۱۷)
اسوہ حسنہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اکیسویں صدی عیسوی کے جذبہ عصبیت اور قومی ونسلی تفاخر پر ایک نظر ڈال لیجیے کہ دنیا جس وقت خاندان، برادری، نسل اور قوم کی پگڈنڈیوں میں بھٹک رہی ہے اس کٹھن دور میں بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔

فساد و بدامنی کی بیخ کنی

منفی عناصر کے نتیجہ میں معاشرتی، معاشی، سیاسی اور عالمی امن درہم برہم ہو جاتا ہے۔ علوم وفنون کی ترقی رک جاتی ہے اور صنعتی فضا سازگار نہیں رہتی۔ اسلام ایک روشن خیال اور فطری دین ہے اور انسانی زندگی اور اعلیٰ اقدار کے فروغ کے لیے راہیں ہموار کرتا ہے۔ (۱۸)۔ اسی لیے الفتنه اشد من القتل (۱۹) کا پیرایہ اختیار کیا گیا ہے۔ دور جدید میں دنیا جنگ باعث کے واقعات کو تاریخ دہرا رہی ہے لیکن باہمی اتحاد و یگانگت اور امن مذاکرات اس کے خاتمے کی نوید سناتے ہیں۔

عدل وانصاف

اس کا دائرہ کار انسانوں کے ہر طبقہ اور گروہ کے لیے وسیع ہے اور فیضان دوست و دشمن کے لیے یکساں۔ اعدلوهوا قرب للتقوی.(۲۰) صرف اخلاقی اپیل نہیں بلکہ قانون کی ایک دفعہ بھی ہے۔ اس سے انحراف کرنے والوں کے لیے تنبیہہ بھی کی گئی ہے۔

لایجر منکم مثنان قوم علی ان لاتعدلو.(۲۱)

آج بھی مظلوم کو ظالم سے نجات دلانے اور سپر پاور کے بل سے نکالنے کے لیے عدل وانصاف ضروری ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اسلامی قوانین کا دامن تھامنا ضروری ہے۔

عالمی مسائل کا حل

تہذیبوں کے تصادم سے سیکولرازم کا استعمار جنم لے رہا ہے لیکن انسانی مسائل جوں کے توں ہیں۔ مادی فوائد و حقوق کے لیے جنگیں لڑی جا رہی ہیں۔ اسرائیل کا فلسطین پر نام نہاد قبضہ، ہندوستان کا مقبوضہ کشمیر پر بے جا تسلط اور حالیہ مسئلہ عراق اور افغانستان میں انسانیت کے لیے ایک پیغام موجود ہے لیکن مسائل کا حل ہتھیار نہیں بلکہ باہمی مفاہمت ہے۔ وما ارسلنک الا رحمته اللعالمین (۲۲) کا پیام بھی یہی ہے اور اس کی سیڑھی بین المذاہب ہم آہنگی ہے۔

بین المذاہب ہم آہنگی واتحاد کی جہتیں

اقتدار اعلیٰ کے بعد خلافت آدمیت جیسے تصورات انسان کو ہم آہنگی اتحاد جیسے اوصاف پر مجبور کردیتے ہیں اور انہی آفاقی تصورات نے ہندوستان کے اچھوتوں کو لیٹل راک کے حبشیوں اسرائیل جیسے نام نہاد قابضوں اور امریکہ کے ریڈانڈینوں کو ہم مرتبہ بنایا ہے اور اسلام نے اس کے ساتھ ہی حریت فکر حریت عقیدہ اور حریت تقریر وتحریر کی ہمت افزائی کی اور ہمہ گیر نظام اخلاق ترتیب دیا جو اس کا سب سے موثر داخلی نگران ہے اور اس کی چار دیواری میں ہم دوسری اقوام کے ساتھ اتحاد کی فضا پیدا کر سکتے ہیں۔(۲۳)

مذہبی جہت

مساوات انسانی

اجتماعی زندگی کے ارتقا اور نشوونما کے لیے قوموں اور گروہوں کا وجود ایک معاشرتی اہمیت ضرورت رکھتا ہے مگر یہ عارضی اہمیت حق و ناحق کا معیار نہیں ہے۔اور نہ اس کی قیمت اس طرح ہونی چاہیے کہ دوسروں کی حق تلفی ظلم و جارحیت کا سبب بن جائے۔ خلقکم من نفس واحدۃ (۲۴) میں عالمگیر برادری کا تصور سب سے پہلے اسلام نے پیش کیا۔کونوعباداللہ اخوانا خ (۲۵) کے اعتراف میں ریورنڈ باسورتھ لکھتا ہے:

''اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے تمام رنگ ونسل اور مدارج کے لوگوں کو اپنے اندر جذب کر کے احساس اخوت پیدا کردیا ہے۔''

خطبہ حجۃ الوداع بھی اسی منشور اعظم کا آئینہ دار ہے۔

مذہبی رواداری

مذہبی رواداری سے عالم انسانیت کو روشناس کرانے والی ہستی خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور اس کا عملی ثبوت صلح حدیبیہ اور میثاق مدینہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے شرک باللہ اکبر الکبائر کے مرتکب ہونے والوں سے بھی حسن سلوک اور رواداری کا حکم دیا۔

وان احدمن المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلم اللہ ثم ابلغہ مامنہ . (۲۶)

فکری آزادی کی ترغیب

اسلام نے ہر شخص کو نہ صرف فکری آزادی کی ترغیب دی بلکہ اس کے حاسہ فکر کو بھی بیدار کرتا ہے اور آفاق وانفس کی طرف کشش پیدا کر کے اوہام وخرافات سے دور کیا۔ حتیٰ کہ اسلام کے بنیادی عقائد توحید وآخرت جن کو اصول مسلمہ کی طرح مان لینا چاہیئے۔ ان کے لیے بھی عقلی دلائل فراہم کرتا ہے۔

عقیدے کی آزادی

اللہ نے انسان کو عقل وتمیز سے نوازنے کے ساتھ وحی کے ذریعے اس کو صحیح زاویہ نظر اختیار کرنے کی طرف راہنمائی بھی کردی ہے۔ اس لیے انسان کو اختیار ہے کہ وہ صراط مستقیم پر چلتا رہے یا غلط عقیدہ قائم کر کے چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیوں میں بھٹکتا پھرے۔ **لا اکراہ فی الدین** (۲۷) کا درس یہی ہے اس میں محض حریت عقیدے کا نظریہ ہی پیش نہیں کیا گیا بلکہ عملی اور قانونی طور پر اس کی محافظت کے ذریعے اس رستہ کی طرف رہنمائی کی ہے۔

ادی الیٰ سبیل ربک بالحکمتہ . (۲۸)

معاشرتی جہت

اسلام بین المذاہب اتحاد کے بارے میں بہت متوازن اور محتاط پالیسی رکھتا ہے۔ شریعت الٰہی کا منشا انسانوں کے درمیان اخلاق وروحانی رشتے قائم کر کے انہیں وسیع پیمانہ پر ایک دوسرے کا معاون بنانا ہے۔

لا یتخذ المومنون الکفرین اولیآ من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منھم تقاۃ' ویحذرکم اللہ نفسہ ط (۲۹)

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ڈریں اور جماعت اسلام سے تجاوز کر کے بے ضرورت کفار کے ساتھ ظاہری یا باطنی دوستی کرتے پھریں یا اگر ضرورت کے تحت ان سے دوستی کرنی ضروری ہو تو ایسا کرتے ہوئے شریعت کو حدود کو پھلانگ نہ جائیں۔ (۳۰) اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بین المذاہب کے ساتھ نیکی، دوستی اور حسن معاشرت کے تعلقات کس طرح پیدا کیے جاسکتے ہیں۔

یاایھا الذین امنوا لا یتخذ یھود والنصری اولیآء بعضھم اولیآء بعض ط ومن یتولھم منکم فانہ' منھم ط (۳۱)

قرآن مجید کی ایسی تمام آیات میں خدائی منشا بہت واضح ہے لیکن ہمیں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ایک تو ان آیات میں کفار اور یہود ونصاریٰ کو "دوست" بنانے سے منع کیا گیا ہے اور دوسرا وہ بھی ایسی دوستی جو مسلمانوں کے خلاف ہو۔ لیکن واضح

رہے کہ دوستی اور تعلقات میں فرق ہے۔(۳۲)

معاشی جہت

تجارتی معاہدات

اسلام کا قانون تجارت مسلمانوں کو صرف ان اقوام عالم سے تجارتی تعلقات استوار کرنے سے منع کرتا ہے جو دین کے دشمن ہوں۔ اسلامی ریاست تمام تجارتی معاہدات جو شرعاً درست ہو' مختلف مذاہب کے لوگوں سے کر سکتی ہے۔

واوفوا بالعهدان العهد كان مسئولا . (۳۳)

بلکہ بین المذاہب عالمی اہمیت کے حامل معاہدات معاشی میدان میں روزگار پیدا کر کے انسانوں کی فلاح و بہبود کا سبب بنتے ہیں اور یہی دین اسلام کا بنیادی مقصد ہے۔

معاشی حقوق

اسلام تمام انسانوں کو مساوی بنیادوں پر معاشی حقوق فراہم کرتا ہے۔ عہد رسالت میں ''اہل نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم' ان کی جانوں' زمینوں' ان کے احوال' حاضر و غائب' ان کے حواشی اور قاصد اور ان کی تصویروں وغیرہ کے ذمہ دار ہیں۔''(۳۴)

دور جدید میں آزادانہ تجارت کی منڈیوں کے قیام کے نتیجے میں ترقی پذیر ممالک کے اقوام میں شدید عدم تحفظات پائے جاتے ہیں' ان کا ازالہ کرنے کے لیے بھی بین المذاہب' ہم آہنگی اور عالمی اتحاد کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

سیاسی جہت

سیاسی معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج و تعامل میں یہی حکمت کارفرما ہی ہے کہ اسلام کے اصولوں سے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے ایک پرامن ماحول اور فضا کے حصول کی کوشش کی جائے۔(۳۵)

مضبوط سیاسی حکمت عملی ہی مضبوط امن کی بنیادیں فراہم کرتی ہے کہ جس میں انسانیت اور اس کی مثبت نوعیت کی حامل اقدار نمو پا سکتی ہیں۔ ورنہ کمزور سیاسی پالیسیاں جن کی بنیاد لالچ' ہوس اور نفرت ہو ملکی و عالمی امن کو تباہی کی طرف لے جاتی ہیں۔ دو عالمی جنگیں اور موجودہ عراق کی جنگ اس کی واضح مثال ہیں۔ اسلام بھی ذاتی حرص و ہوس سے بالاتر ہو کر مجموعی طور پر پوری انسانیت کی فلاح و بہبود پر مبنی پالیسیوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

دفاعی جہت

''مذاہب عالم کے اسیران جنگ و مفتوح سے متعلق تعلیمات اور وحشیانہ نظریہ ''ثار'' کو تاریخی تناظر میں رکھتے ہوئے محسن انسانیت کے انسان دوستی پر مبنی کردار پر نظر ڈالیے جب ثار نے الیوم یو مه الملحمة الیوم تستحل الکعبته کی صدا لگائی تو رسول ﷺ نے الیوم ه یوم المرحمته کی نوید سنائی۔(۳۶) دوسری طرف فتح مکہ کے موقع پر انسان دشمن تہذیب و قوانین کو اپنے قدموں نے روند ڈالا۔

اکیسویں صدی میں بین المذاہب عالمی اتحاد کیلئے اسوۂ حسنہ کے مثالی دور کو دہرانا ہوگا اور دفاعی میدان میں کچھ قوانین تشکیل دینے ہوں گے کیونکہ موجودہ دور میں باہمی مفاہمت جنگ سے نہیں بلکہ دفاعی معاہدوں سے ممکن ہے تاکہ ظلم کے انسداد کیلئے مدد ملے اور عالمی جنگوں میں مادہ پرست قوموں کی پشت پناہی شامل حال نہ ہو لیکن دفاعی تیاریوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے مثال کے طور پر کوئی چڑیا دانہ ڈالے جانے پر فوراہی نہیں جھپٹتی بلکہ حالات سے باخبر ہو کر محتاط انداز میں چگتی ہے۔(۳۷)

علمی و سائنسی جہت

''چیزوں کو دیکھنے' سمجھنے کا عقلی رویہ (جس کی بنیادیں یونانی فلسفے میں بھی ملتی ہیں اور '' الحکمة ضالة المومن'' حکمت مومن کی اپنی متاع ہے' جہاں سے پائے لے لے' تو حدیث نبوی کے تحت مسلمانوں کے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے!) مشاہدے اور تجربے کے ذریعے استقراء روایت اور درایت کے اصول اور ضابطے' توہمات اور اصنام پرستی کا استرداد اور تفکر اور تدبر پر زور دیتا ہے۔''(۳۸)

دور جدید میں ترقی کی شاہراہ پر چلنے کے لیے اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی کا سہارا لینا ضروری ہے۔جس کے لیے افلا یتدبرون القران ام علی قلوب اقفالها (۳۹) جیسے ندائیہ الفاظ کے لیے عوامی سطح پر اقدامات کیے جائیں اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے مدد لی جا سکتی ہے۔جنہوں نے ''مسلمانوں کو اپنے مذہبی عقائد و شریعت کی سخت پیروی کے باوجود دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ مشارکت اور میل جول کے لیے آمادہ کیا اور مجوسیوں' صابیوں' یہودیوں' عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر مختلف ملکوں میں ان ملکوں کے مناسب تمدنوں کی بنیاد رکھنے کی ان میں قوت پیدا کی۔''(۴۰)

سیاسی سطح پر ایسے رواداری پر مبنی تعلقات قائم کیے جائیں کہ جن کا مطمع نظر باہمی ہم آہنگی' پرامن بقائے باہمی' مثالی مذہبی رواداری' قیام امن اور انسانی اقدار کے تحفظ جیسے اعلیٰ مقاصد ہوں۔اس ضمن میں تاریخ ساز معاہدہ ''میثاق مدینہ'' ایک

ایسے شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے کہ جو مذہبی رواداری اور فراخ دلی کی ایک ایسی مثال ہے جس پر دنیا فخر کر سکتی ہے موجودہ دور کی اقوام متحدہ بھی فریقین میں اس سے بہتر معاہدہ نہیں کرا سکتی۔(۴۱)

دنیا میں باہمی منافرت ہمیشہ اس وقت پیدا ہوئی ہے جب کسی فریق کے ساتھ زیادتی ہوئی اور توازن کا دامن ہاتھ سے چھوٹا' اس لیے اسلام کی پیروی کرتے ہوئے اعتدال کی راہ اختیار کی جائے۔ نہ تو ہم آہنگی کی راہ پر چلتے ہوئے اس حد تک آگے لے جایا جائے کہ اللہ کی منشاء کی خلاف ورزی ہو اور نہ پیچھے کہ تعصب اور منافرت کی گھٹن میں سانس لینا مشکل ہو جائے۔

مذہبی ہم آہنگی و عالمی اتحاد کے سلسلے میں کتاب ہدایت کی یہ آیت ہم سب کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

لا ینھکم اللّٰہ عن الذین لھم یقاتلو کم فی الدین ولم یخرجو کم من دیار کم ان تبرو ھم وتقسطوا الیھم. (۴۲)

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی (۴۳)

حوالہ جات

۱۔ سموئیل پی ہنٹنگٹن، تہذیبوں کا تصادم، ترجمہ ص، ۳۵۔۱۵۵

۲۔ علامہ قاضی محمد ثناء اللہ امرتسری، تفسیر مظہری اردو ترجمہ جلد ۲ ص ۱۷۵

۳۔ سبا، ۲۸

۴۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین جلد اول ص ۱۰۰

۵۔ ڈاکٹر حافظ محمود اختر معیاری اسلامیات، ص ۱۰۲

۶۔ سورہ انعام، ۱۰۸

۷۔ مولانا مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول تصورات، ص ۱۲۳

۸۔ امین احسن اصلاحی، دعوت دین اور اسکا طریق کار

۹۔ مریم، ۳۶

۱۰۔ مولانا مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی تصورات ص ۶۸

۱۱۔ سید محمد نعیم مراد آبادی، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، ص ۵۲۱

۱۲۔ مولانا مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی تصورات، ص ۶۵

۱۳۔ ۱۵،۱۴،۱۳ ایضاً ص ۱۲، ۲۴، ۵۸

۱۶۔ موافقاتِ شاطبی، ص ۲۴۶

۱۷۔ رواہ بخاری و مسلم

۱۸۔ ڈاکٹر حافظ محمود اختر، استحکامِ مملکت اور بدامنی کا انسداد، ص ۱۰۱

۱۹۔ البقرہ، ۱۹۱

۲۰۔ المائدہ، ۸

۲۱۔ المائدہ، ۸

۲۲۔ الانبیاء، ۱۰۷

۲۳۔ مولانا مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات، ص ۳۴، ۳۵

۲۴۔ نساء، ۱

۲۵۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، ص ۴۲۷

۲۶۔ التوبہ، ۶

۲۷۔ البقرہ، ۲۵۶

۲۸۔ النحل، ۱۳۵

۲۹۔ آل عمران، ۲۸

۳۰۔ شبیر احمد عثمانی، تفسیرِ عثمانی، ص ۶۸، ج ۱

۳۱۔ المائدہ، ۵۱

۳۲۔ ماہنامہ الشریعہ ۲۰۰۵، ص ۱۶

۳۳۔ بنی اسرائیل، ۳۴

۳۴۔ البلاذری، فتوح البلدان اردو ترجمہ سید ابوالخیر مودودی، ص ۷۰۸

۳۵۔ ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی، رسول پیغمبر امن وسلامتی، ص ۹۸

۳۶۔ حافظ محمد طاہر محمود اشرفی، رواداری سیرت طیبہ کی روشنی میں، ص ۱۱۴

۳۷۔ مقالہ پروفیسر میاں انعام الرحمٰن، حالات وواقعات، ص ۱۱۷

۳۸۔ ماہنامہ افکار معلم لاہور ستمبر ۲۰۰۵، ص ۲۵

۳۹۔ محمد، ۲۴

۴۰۔ حافظ محمد طاہر محمود اشرفی، رواداری سیرتِ طیبہ کی روشنی میں، ص ۴۲

۴۱۔ ایضاً، ص ۲۳

۴۲۔ ممتحنہ، ۸

۴۳۔ علامہ محمد اقبال، بال جبریل، ص ۱۱

قل یااھل الکتب تعالو الیٰ کلمتہ سواء بیننا وبینکم

کے حوالے سے

دورجدید میں بین المذاہب عالمی اتحادیگانگت وہم آہنگی کا تصور

اوراس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اوراسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

فائزہ احسان۔کراچی

اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے وہ فقط رب المسلمین یا رب اہل کتاب نہیں ہے وہ واحد ہے' لاشریک ہے۔کوئی اس کا ہمسر نہیں' کوئی اس کا ثانی نہیں۔اپنی ذات وصفات میں وہ یکتا ہے۔بے مثال ہے۔وہ رب الناس ہے ملک الناس ہے الہ الناس ہے اس کی ربوبیت ومعبودیت والہیت سب کے لئے عام ہے۔درودوسلام ہو حضرت محمد ﷺ پر' جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔رحمت اللعالمین ہیں۔وہ فقط رحمت المسلمین نہیں ہیں۔ان کی رحمت عام ہے۔تمام انس وجن وملائک کے لئے تمام جانداروں کے لئے بلکہ تمام عالموں کے لئے۔

قرآن حکیم اللہ کا کلام ہے۔الہامی کتاب ہے۔آسمانی صحیفہ ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

ذلک الکتاب لاریب فیه

یہ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔اس میں ہدایت ہے متقیوں کے لئے۔اس میں نصیحت ہے اس میں ایک پیغام ہے تمام انسانیت کے لئے اور اس دعوے کا سب سے بین اور واضح استدلال یہ ہے کہ قرآن حکیم:

1۔ حضرت محمد ﷺ کو مخاطب فرماتا ہے۔
2۔ اہل ایمان کو مخاطب کرتا ہے۔
3۔ اہل کتاب کو مخاطب کرتا ہے۔
4۔ بنی اسرائیل کو مخاطب کرتا ہے۔
5۔ یاایھا الناس کہہ کہ تمام انسانوں کو بھی مخاطب کرتا ہے۔

اور بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ قرآن حکیم سے سب مستفیض ومستفید ہورہے ہیں۔رہنمائی حاصل کررہے ہیں۔اہل ایمان' اہل کتاب' تمام غیر الہامی مذاہب والے اور تمام لامذہب افراد۔غرضیکہ الناس یا بنی نوع انسان سے تعلق رکھنے والے۔

قرآن تو نور ہے اور نور کا فیضان عام ہوتا ہے لہٰذا قرآن پوری انسانیت کے لئے فلاح وصلاح کا پیغام ہے دین اسلام رحمت کا دین ہے۔ دنیا وآخرت کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے اسی لئے اس دین کو اللہ نے ہمارے لئے پسند کیا ہے دین اسلام ہر طرح کی تحریف وتاویل سے مبرّ اور پاک ہے سورہ حجر کی ایک آیت میں ارشاد ہے۔

ترجمہ: ''بے شک یہ کتاب نصیحت ہم ہی نے اتاری اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔''

مسلمانوں کو اہل ایمان کو قرآن حکیم خیرامت قرار دیتا ہے وہ اس لئے خیرامت ہیں کہ (آیت نمبر 110 سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے۔)

کنتم خیر امته اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله ط

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں میں سے تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔

تمام انسانوں میں سے منتخب حضرت محمد ﷺ کے امتی وہ اہل ایمان ہیں جو نیکی کرنے کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔

مسلمانوں کو' اہل ایمان کو حضرت محمد ﷺ کے امتیوں کو'' خیرامتہ'' کا منصب عطا ہوا ہے قرآن حکیم اہل ایمان کو مسلمانوں کو امت وسطہ کہہ کر پکارتا ہے۔ ان کا راستہ' ان کا طریقہ اعتدال کا راستہ ہے۔ افراط وتفریط کا راستہ نہیں ہے لہٰذا وہ امت وسط ہیں اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو رہنمائی کے منصب پر مامور کیا تھا۔ یعنی یہود کو۔ انہوں نے خدا کے ساتھ کئے گئے عہد کو توڑا صراط مستقیم گم کردی اور اللہ تعالیٰ کی شریعت میں من مانی تحریف کردی اب عالم انسانیت کی ضرورت یہ تھی کہ آخری نبی کی لائی ہوئی تعلیم ایسے لوگوں کے حوالے کی جائے جو اس کی حفاظت اپنی جان سے بھی بڑھ کر کریں۔

وہ ہر دور' ہر ملک' ہر زبان میں لوگوں پر اللہ کے دین کی گواہی دیں اور اپنی اس ذمہ داری کو کبھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ یہ ذمہ داری صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بطریق احسن ادا کر رہے تھے قرآن مجید اس ذمہ داری کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے۔ (سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر 143)

وکذلک جعلنکم امته وسطا لتکونو شهدا علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا

ترجمہ: ''اور اس طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے ہو اور رسول تم پر گواہی دینے والا ہے''

مسلمانوں کو کیونکہ خیرامتہ کا منصب عطا ہوا مزید یہ کہ مسلمانوں کو امتہ وسطا کا منصب بھی عطا ہوا اور بقول شاعر

''جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے''

لہٰذا مسلمانوں کی ذمہ داری فزوں تر ہے۔ انہیں دنیا کی امامت کرنا ہے۔ بقول شاعر مشرق

سبق پھر پڑھ شجاعت کا، صداقت کا، عدالت کا

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

قرآن حکیم تو چودہ سو سال پہلے یہ اعلان کرتا ہے کہ اہل ایمان خیر امتہ ہیں امتہ وسط ہیں کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے جو علیم وخبیر بھی ہے۔ سمیع وبصیر بھی۔ دنیا تو انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ترقی کی بدولت سمٹ کر آج گلوبل ولیج بن گئی ہے۔ آج دنیا کو تہذیبوں کے تصادم کی طرف لے جایا جا رہا ہے اور اللہ نے اہل ایمان کو ان حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے چودہ سو سال پہلے انہیں خیر امتہ کا منصب عطا کر دیا تھا جس کے تقاضوں کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے امت وسط کی حیثیت سے میانہ روی اور اعتدال کی راہ اختیار کرنا اور اعتدال کی راہ دکھانا اس امتہ یعنی امت مسلمہ کا فریضہ ہے۔ کیا ہر دور ہر ملک، ہر زبان میں لوگوں پر اللہ کے دین کی گواہی دینا ہمارا فرض منصبی نہیں ہے؟ اور یہ گواہی اس وقت ہی دینے میں کامیاب قرار پائیں گے جب ہمارا عمل بھی ہمارے دین کے مطابق ہو اور ہم دیگر انسانوں تک اس دین کو پہنچانے کا فریضہ بھی ادا کر رہے ہوں۔ اہل ایمان کو اتحاد بین المذاہب کا اور عالمی اتحاد کا یگانگت وہم آہنگی کا پیغام لے کر اٹھنا ہو گا اور انہیں قیادت کرنا ہو گی۔

مختلف مذاہب کے اختلاف وافتراق سے مختلف تہذیبوں کے تصادم سے انسانیت کی تباہی و بربادی کرنے کے بجائے انسان کی فلاح وصلاح کی راہ میں آگے بڑھنے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان دنیا کو بتا دیں۔

1۔ مقتدر اعلیٰ ذات باری تعالیٰ ہے کوئی ایک ملک واحد سپر پاور نہیں ہو سکتا۔

2۔ کوئی ایک نسل (یہودی) فضیلت نہیں رکھتی۔

3۔ ایک دوسرے کو گوارا کریں۔

4۔ ایک دوسرے سے اتفاق کریں۔

5۔ ایک دوسرے کے وجود کو حرف غلط کی طرح مٹانے کی کوشش نہ کریں۔

6۔ ایک دوسرے کے حقوق غصب نہ کریں حقوق انسانی پر سب انسانوں کا یکساں حق ہے۔

7۔ انسان ایک دوسرے کی دشمنی پر آمادہ نہ رہیں قتل وغارت گری نہ کریں۔

8۔ ''جیو اور جینے دو'' پر امن بقائے باہمی کے اصول پر عمل کریں۔

9۔ باہمی نفرتوں کی خلیجوں کو پر کرو۔

10۔ سب اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ کی مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔

قرآن نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے ہمیں وہ حکمت عملی بھی بتا رہا ہے کہ ہم اہل ایمان اہل کتاب کو اس کلمہ مشترک کی طرف بلائیں جو ہمارے اور ان کے درمیان مشترک ہے کلمہ مشترک ہے ذات باری تعالیٰ پر ایمان ہونا یعنی اللہ کو ماننا۔ گویا ثابت ہوتا ہے کہ اہل کتاب

1۔ لا مذہب نہیں ہیں۔

2۔ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں یا وجود باری تعالیٰ کو مانتے ہیں۔

3۔ اگر چہ کہ ان کی کتب سماوی میں تحریفات لفظی و معنوی کے باعث ان کا ''تصور توحید'' خالص نہیں رہا اور انہوں نے اللہ کی معبودیت و الٰہیت میں بعض کو شریک کر لیا۔

4۔ یہ بھی اہل کتاب ہیں۔

5۔ ان کی آسمانی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی آمد کی پیشین گوئی ملتی ہے ''دعائے خلیل و نوید مسیحا'' جناب رسالت مآب ﷺ کو اسی لئے کہا جاتا ہے۔

6۔ ہماری کتاب ہدایت قرآن حکیم میں ان کے پیغمبروں کا ذکر بار بار آ رہا ہے۔

7۔ ان کے انبیاء یعنی انبیائے سابقین پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا جزو ہے۔

8۔ ان کی کتب ہدایت یعنی کتب سماوی صحف ابراہیم توریت زبور اور انجیل پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا جزو ہے۔

امنت باللہ وملا ئکۃ کتبہ ورسلہ والیوم الاخرۃ

9۔ عبادت کا تصور اں کے یہاں بھی ہے اور ہمارے ہاں بھی۔

10۔ روزے وہ بھی رکھتے ہین اور ہم پر بھی روزے فرض کئے گئے ہیں۔

یایھا الذین آمنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعکم تتقون

11۔ دین اسلام کے لحاظ سے جو بنیادی اعلیٰ اقدار ہیں وہ ان کے مذہب کے لحاظ سے بھی اچھی اقدار ہیں۔ مثلاً سچ بولنا' نیکی کرنا' ایک دوسرے کے کام آنا' ایک دوسرے کی مدد کرنا' وعدہ پورا کرنا' امانت میں خیانت نہ کرنا۔

12۔ ایک انسانی جان کو بغیر جواز کے قتل کرنا گویا تمام انسانیت کو قتل کرنا ہے اور ایک انسان کی جان بچانا گویا تمام انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ہے۔ یہ اسلام کی تعلیمات میں بھی ہے اور دیگر الہامی مذاہب کی تعلیم بھی یہی ہے۔

13۔ یوم آخرت پر ہمارا بھی ایمان ہے اور ان کا بھی۔ توحید اور آخرت کے بنیادی عقائد کی تمام الہامی مذاہب دعوت دیتے ہیں البتہ ہمارا تصور آخرت اور ہے اور انہوں نے اپنے تصور آخرت میں تصرفات کر لئے ہیں مثلاً وہ اللہ کے چہیتے

بندے ہیں انہیں دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی مگر چند دن۔ نیز نصاریٰ نے یسوع مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر چڑھائے جانے کے شبہ کو انہوں نے اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھ لیا ہے جو کہ انتہائی غیر حقیقی و غیر منطقی ہے۔

سورۃ آل عمران کی آیت 64 پر غور و فکر کرتے ہوئے

" قل یا اهل الکتاب تعالو الی کلمته سواء بیننا و بینکم "

ترجمہ: "تو اے نبی کہیے اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں۔" کلمہ سے مراد یہاں لفظ مفرد نہیں جملہ مفیدہ ہے۔ یعنی الا نعبد الا اللہ اور یہ استعمال عام ہے جیسا کہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

" و الکلمته تطلق علی الجملته المفیده "

اس سے معلوم ہوا کہ حضور سراپا نور ﷺ کوئی نئی دعوت' کوئی نرالا دین لے کر نہیں آئے تھے بلکہ حضور بھی اسی توحید کے داعی بن کر تشریف لائے تھے جس کی دعوت ہر نبی نے دی۔ نیز اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ انسانیت جو آج مختلف اور مخالف گروہوں میں بٹ کر رہ گئی ہے جس کے باعث گلشن ہستی جہنم زار بن گیا ہے اس کے اتحاد کی حقیقی اور محکم بنیاد عقیدہ توحید ہی ہے جو دنیا کی ساری حقیقتوں سے واضح تر اور روشن ترین حقیقت ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی پلیٹ فارم پر جمع ہونے کے لئے اہل کتاب کو دعوت دی۔

اہل کتاب یہود و نصاریٰ دونوں کو مخاطب کر کے ان کو توحید اور اسلام کی دعوت دی ہے اور اس کا آغاز اس طرح فرمایا ہے کہ توحید کو ایک مشترک حقیقت قرار دیا ہے کہ جس طرح اسلام اس کی دعوت لے کر آیا ہے اسی طرح پچھلے انبیا اور آسمانی کتابوں نے بھی اسی چیز کی دعوت دی ہے۔ لہٰذا اگر تم توحید کو جھٹلاتے ہو تو صرف قرآن کو نہیں جھٹلاتے بلکہ خود اپنے انبیا اور اپنے صحیفوں (تورات' زبور و انجیل) کو بھی جھٹلاتے ہو۔

سورۃ آل عمران کی مذکورہ بالا آیت کا خلاصہ تفسیر "معارف القرآن' جلد دوم میں تحریر کیا ہے۔

"اے محمد ﷺ آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم ہونے میں) برابر ہے (وہ) یہ (ہے) کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اگر کریں تو تم (مسلمان) لوگ کہہ دو کہ تم (ہمارے) اس (اقرار ۹ کے گواہ رہو کہ ہم تو (اس بات کے) ماننے والے ہیں۔ (اگر تم نہ مانو تو تم جانو)۔

دعوت دین کا حکیمانہ طریقہ

آیت نمبر ۱۲۵ اسورۃ میں ارشاد ہے

ترجمہ: ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے دعوت دو''

اس طریقہ حکمت کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ اگر مخاطب سے بحث کے لئے کوئی مشترکہ بنیاد مل سکتی ہو تو اس پر گفتگو (مکالمے) کو آگے بڑھانا چاہیئے۔

گویا یہ تبلیغ و دعوت کا ایک اہم اصول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کو دعوت دینے کا خواہشمند ہو جو عقائد و نظریات میں اس سے مختلف ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مختلف العقیدہ جماعت کو صرف اس چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جن پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہو۔ جیسے رسول ﷺ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو اس قدر مشترک پر دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر۔ ذیل میں اس دعوت نامے کا ترجمہ نقل کر رہی ہوں۔

''میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے یہ خط محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ کی جانب سے، روم کے بادشاہ ہرقل کی جانب ہے سلامتی ہو اس شخص کے لئے جو راہ ہدایت کی پیروی کرے بعد اس کے میں تجھے اسلام کے بلاوے کی طرف دعوت دیتا ہوں، اسلام لا تو سلامت رہے گا اور اللہ تجھ کو دوہرا اجر دیگا اور اگر تو اعراض کرے گا تو تجھ پر ان سب کسانوں کا وبال ہوگا جو تیری رعایا ہیں اے اہل کتاب ایک ایسی بات پر آکر جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ شریک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں کو رب بنائیں۔''

تدبر القرآن میں جناب امین احسن اصلاحی نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''یا اھل الکتاب کا خطاب اگر چہ یہود و نصاریٰ دونوں پر یکساں ہے لیکن اس سورۃ میں نصاریٰ چونکہ خاص طور پر مخاطب ہیں اس وجہ سے روئے سخن ان کی طرف زیادہ ہے سواء کے معنے ہیں یکساں مشترک اور جانی پہچانی ہوئی۔

توحید کے متعلق قرآن مجید کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان یکساں، مشترک اور مسلم ہے۔ قرآن نے بھی اسی مشترک کلمہ کو بنیاد قرار دے کر ان سے گفتگو یا مکالمے۔ ڈائیلاگ) کے لئے کہا ہے اور یہ راستہ ہمیشہ کے لئے کھول دیا ہے۔ یہ بات کہ توحید بنیادی طور پر ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان ایک ''مشترک حقیقت'' کی حیثیت رکھتی ہے۔ وضاحت کی محتاج نہیں۔ جو شخص بھی تورات اور انجیل پر نگاہ رکھتا ہے وہ اس سے اچھی طرح واقف ہے جہاں تک تورات

کا تعلق ہے اس میں تو توحید کی تعلیم اس قدر وضاحت وقطعیت اور اتنی کثرت کے ساتھ ہے کہ اس کے حوالے نقل کرنا محض بات کو طول دینا ہوگا البتہ انجیل سے کچھ حوالے پیش کروں گی اس لئے کہ توحید کے معاملے میں سب سے زیادہ گمراہی انصاری ہی کو پیش آئی ہے۔

لوقا: ۴: ۸ میں ہے

''یسوع نے جواب میں اس سے کہا''

''لکھا ہے کہ خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اسی کی بندگی کر''

مرقس ۱۲: ۲۹: ۳۰ میں ہے

''یسوع نے جواب دیا کہ اول (حکم) یہ ہے کہ اے اسرائیل سن۔ خداوند ہمارا ایک ہی خداوند ہے''

متی ۱۹: ۱۷ میں ہے۔

''اس نے اس سے کہا کہ تو مجھ سے پاکی (نیکی) کی بات کیوں پوچھتا ہے پاک (نیک) تو ایک ہی ہے اور وہ اللہ ہے۔''

یوحنا ۱۷: ۳ میں ہے

''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد برحق کو اور یسوع کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔''

توحید کی ان واضح تعلیمات کی موجودگی میں اہل کتاب سے قرآن کا یہ مطالبہ کتنا معقول ہے کہ وہ بھی ان نصوص کی روشنی میں اپنے عقائد کا جائزہ لیں اور جو باتیں اُن کے بالکل خلاف' محض بدعات وتشابہات کی پیروی کر کے انہوں نے اپنے عقائد میں شامل کر لی ہیں ان سے اپنے عقائد کو پاک کریں۔ پھر آخر میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ اگر یہ لوگ اپنے نبیوں اور صحیفوں کی تعلیمات سے اعراض کرتے ہیں تو تم واضح کر دو کہ ہم تو ان حقائق سے اعراض کرنے والے نہیں ہیں ہم اپنے آپ کو اسی رب واحد کے حوالے کرتے ہیں اور یہی درحقیقت اصل اسلام ہے متعدد مقامات پر قرآن حکیم سے مزید اس کی تصدیق ہوتی ہے مثلاً آیت نمبر 25 سورۃ الانبیاء۔

ترجمہ۔ ''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف کہ بلاشبہ ہے کوئی معبود نہیں بجز میرے پس میری عبادت کیا کرو''

گویا توحید کی یہ دعوت جو میرا رسول مکرم تمہیں دے رہا ہے یہ کوئی انوکھی دعوت نہیں بلکہ نبوت ورسالت کا سلسلہ جب سے شروع ہوا ہے اور جو حضرات اس منصب پر فائز ہوئے ہیں سب نے اپنے اپنے زمانے میں اپنے اپنے قبیلوں قوموں کو یہی دعوت دی ہے شعرلعیت واحکام میں حالات کے پیش نظر تبدیلیاں ہوتی رہیں لیکن عقیدہ توحید میں کوئی تبدیلی

ہیں ہوئی۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اگر مختلف امتوں کے مختلف الہامی مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان اگر اتحاد و یگانگت پیدا کرنی ہے ان میں ہم آہنگی پیدا کرنی ہے ان کے درمیان نفرت و تعصب کی خلیجوں کو کم کرنا ہے تو اسی کلمہ کی بنیاد پر ایسا کرنا ہو گا کہ یہ کلمہ کائنات کی سب سے بڑی سچائی ہے۔ کائنات کی روشن ترین سچائی ہے۔

دور جدید میں بین المذاہب اتحاد کی حقیقی اور محکم بنیاد یہی کلمہ مشترک یا کلمہ مسلم بن سکتا ہے۔ آیت کے آخر میں یہ بات بھی واضح فرمادی کہ اگر یہ اہل کتاب توحید کی اس مشترک حقیقت کو بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو تم ان کو صاف صاف سنا دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں۔ بانا مسلمون سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ یہی توحید اس سپردگی اور حوالگی کی روح ہے جس سے اسلام عبارت ہے اور جو اصل مطلوب و مقصود ہے جس کو یہ توحید حاصل نہیں۔ اس کو اسلام حاصل نہیں اور جس کو اسلام حاصل نہیں اس کو خدا حاصل نہیں۔

یعنی قرآن کا اہل ایمان سے یہ مطالبہ اور تقاضا ہے کہ وہ اپنے دین و ایمان پر جرات، بے باکی اور استقلال سے جم جائیں کار بند ہو جائیں اور کار بند رہیں اور اس کا اعلان بھی کریں وہ یہود و نصاریٰ کے سامنے اپنے عقیدہ توحید اور عقیدہ آخرت پر بلکہ دین کے تمام انبیاء عقائد پر شرمسار نہ ہوں۔ معذرت خواہانہ انداز اختیار نہ کریں جیسا کہ آج کل کے بعض مسلمان اپنے آپ کو ''بنیاد پرست'' کہلوانے کے خوف سے کرتے ہیں۔ اہل مغرب کو اپنا رب نہ سمجھ بیٹھیں۔

اس آیت میں یہ بات جو آئی ہے کہ ''ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے'' بڑا قابل غور فقرہ ہے اور اس کی وضاحت دوسرے مقام پر ہوئی ہے کہ اہل کتاب نے اس ہدایت کے برخلاف اپنے ''احبار و رہبان'' کو رب بنالیا۔

اس پر بعض اہل کتاب کی طرف سے آنحضرتؐ سے سوال ہوا کہ ''ہم احبار و رہبان کو رب تو نہیں مانتے''۔

حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا ہے۔

> ''کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس چیز کو وہ حرام ٹھہرادیں تم اس کو حرام ٹھہرادیتے ہو اور جس چیز کو حلال ٹھہرا دیں اس کو حلال'' سائل نے اقرار کیا کہ یہ بات تو ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہی ان کو رب بنا دینا ہے اور جب اس طرح کسی کی اطاعت کی جائے کہ اس کیلئے تحریم و تحلیل کا حق تسلیم کرلیا جائے تو درحقیقت یہ چیز اس کی عبادت کرنے کے ہم معنی ہے اگرچہ بظاہر اس کو سجدہ و رکوع کیا جائے یا نہ کیا جائے۔''

اس تشریح سے موجودہ دور میں یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ عالم اسلام کے ممالک یعنی موجودہ امت مسلمہ جو عموماً تیسری دنیا کے ممالک ہیں اور معاشی طور پر یہود و نصاریٰ یعنی مغربی دنیا یا کے ممالک کے دست نگر ہیں ان سے معاشی امداد حاصل کرتے ہیں۔ انہیں اپنا رب نہ سمجھ بیٹھیں بلکہ اس آیت کے اس فقرے کی روشنی میں اللہ کے حرام و حلال کی سختی سے پابندی کریں اللہ کے حرام کو حرام جانیں اور اللہ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے انہیں حلال سمجھیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں مقیم مسلمان وہاں رہتے ہوئے حلال و حرام کے معاملے میں خصوصی احتیاط برتیں اور مسلمان ممالک میں مقیم مسلمان بھی ان ممالک سے درآمدہ اشیا کے ضمن میں بالخصوص محتاط رہیں۔

ضروری ہے کہ ہم مسلمان حدود اللہ کی پابندی کریں اور اللہ کی قدر پہچانیں جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق ہے یعنی

1۔ اللہ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ کریں

2۔ حقوق اللہ کی ادائیگی سے غفلت نہ برتیں حقوق اللہ درج ذیل ہیں

1۔اطاعت الٰہی 2۔عبادت الٰہی 3۔محبت الٰہی 4 خشیت الٰہی 5 ذکر الٰہی 6 شکر الٰہی

گلوبلائزیشن کے اس دور میں جب اقوام عالم انفارمیشن ٹیکنالوجی اور کمیونیکیشن کی تیز رفتاری کے اس دور میں ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئی ہیں ایک دوسرے پر اثر انداز ہو رہی ہیں مسلمانان عالم تحریم و تحلیل کے الٰہی اصولوں پر اور زیادہ راسخ ہو جائیں تا کہ اہل کتاب نے احبار و رہبان کو جس طرح اپنا رب بنا لیا تھا مسلمانان عالم ترقی یافتہ دنیا یا مغربی دنیا کو اپنا رب نہ بنا لیں۔ دانستہ یا نادانستہ کسی طور پر بھی نہیں۔ یعنی ان کے حلال کو حلال نہ سمجھ بیٹھیں اور ان کے حرام کو حرام نہ گردانیں (اللہ نہ کرے)

تاریخ بتاتی ہے کہ بحیثیت مجموعی یہودی و نصاریٰ جنہیں کتاب اللہ کی وراثت سونپی گئی تھی دونوں اصل دین توحید کے خادم اور مبلغ کے طور پر ناکام ہوئے۔ بنی اسرائیل کے انبیاء و رسل نے نیز حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جس وضاحت سے نبی موعود کا ذکر کیا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے جد امجد ابو الانبیاء حضرت ابراہم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کی روشنی میں اپنے قبیلوں کو ہر دور میں تیار کرتے رہے کہ جونہی اس نبی مکرم کی بعثت ہو وہ اس پر ایمان لانے میں تاخیر نہ کریں اور اس کے دست و بازو بن کر اس کے فرائض کی تکمیل میں اپنا حصہ ادا کریں۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھے اہل کتاب ہر دور میں اس آخری نبی کی آمد کے منتظر رہے اور اپنے ہم عصروں کو بھی ذہنی طور پر تیار کرتے رہے کہ وہ بھی اس عظیم رسول کو پہچاننے اور اس پر ایمان لانے میں پیچھے نہ رہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل وراثت توحید خالص حنیفیت (یعنی شرک سے نفرت اور توحید کے لئے یکسوئی)

ہے لیکن بنی اسرائیل نے دین کی بنیادی تعلیمات میں ایسے رخنے ڈالے کہ توحید اور آخرت کے بارے میں حقیقی تصور ہی مفقود ہو گیا۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے دعائے خلیل کو جب بنی اسماعیل کے حق میں قبول فرمالیا اور نبی موعود تشریف لے آئے تو قرآن حکیم میں اللہ نے فرمایا کہ

''اے نبی آپ کہیے کہ اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو تم میں اور ہم میں مشترک و مسلم ہے یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں۔''

یعنی اہل کتاب کو ان کے بنیادی عقیدے اور ورثے کی طرف بلاؤ۔

یہ فرض اس لئے سونپا گیا کہ نبی محترم کی امت کو خیر امتہ کا منصب تفویض ہوا۔ یہ ذمہ داری اس لئے سپرد کی گئی کہ نبی مکرم کی امت کو امت وسط کا منصب عطا ہوا۔

میثاق مدینہ

سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کی ہجرت مدینہ کے وقت تین یہودی قبائل مدینہ کے مضافات میں اپنی الگ بستیوں میں رہتے تھے ان بستیوں میں ان کی عبادت گاہیں بھی تھیں اور مدرسے بھی۔ ان کا اثر پورے علاقے میں محسوس کیا جاتا تھا۔ اہل کتاب ہونے کے باعث قرآن کے مخاطب وہ بھی تھے۔

ہجرت کے بعد نبی ﷺ ان کے پڑوس میں مقیم ہو گئے لہٰذا اب یہود بلا واسطہ دین کی دعوت کے مخاطب تھے اور ان سے راہ و رسم رکھنا ضروری ہو چکا تھا حضور اکرم ﷺ نے مواخات کے بعد دوسرا کام مختلف قبائل کے حقوق اور ذمہ داریوں کے تعین کے لئے تحریری معاہدہ ''میثاق مدینہ'' کیا۔

اس دستاویز میں میثاق کی دو پارٹیوں میں سے یثرب کے یہود کی ذمہ داریوں کا تعین بھی کیا گیا۔ ان کو اہل ایمان کے ساتھ کا ایک ایسا گروہ تسلیم کیا گیا جو اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے بھی مشترکہ مفادات کے لئے مسلمانوں کے ساتھ کام کرے گا اس ضمن میں بنو عوف، بنو الحارث وغیرہ کے نام آئے ہیں وہ اوس و خزرج کے ذیلی خاندانوں کے نام ہیں۔

بنی اسرائیل کے یہود قبائل بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع الگ تھے اور ان کے نام اس تحریر میں نہیں آئے۔ گویا میثاق کی تحریر ان کے لئے نہیں تھی۔ ''حیات رسول امی'' نامی کتاب جس کے مصنف خالد مسعود تلمیذ مولانا امین احسن اصلاحی کے صفحہ 284 سے اقتباس ہے۔''

''ایک اور غلط فہمی جس کا شکار ہمارے سیرت نگار ہوئے ہیں' یہ ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل یعنی قبائل بنی نضیر' بنی قریظہ اور بنی قینقاع کو بھی از خود اس معاہدے میں شامل سمجھا ہے۔ ان کے نزدیک یہ گروہ بھی اسلامی حکومت کے تحت ایک امت کے اندر شامل اور نبی علیہ السلام کی فوقیت کو تسلیم کرنے پر مجبور تھے۔ حقیقت حال نہیں ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے اپنی دعوت کو خالص دین توحید کا تسلسل قرار دیا اور یہود و نصاریٰ دونوں پر یہ واضح کیا کہ یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ آسمانی ہدایت کی حامل امت کی حیثیت سے اپنا فرض پہچانیں اور آگے بڑھ کر اللہ کی اتاری ہوئی نئی ہدایت کو اختیار کر لیں۔ وہ اپنی کتابوں کے ذریعے پہلے سے آئندہ زمانوں میں ایک عظیم المرتبت رسول کی بعثت کا علم رکھتے ہیں اور ... رسولوں سے یہ عہد کر چکے ہیں کہ جب وہ رسول مبعوث ہوں گے تو وہ ان پر ایمان لائیں گے۔ اور ان کے مشن کی تکمیل میں ان کی معاونت کریں گے لہٰذا اس وقت اگر اہل کتاب اسلام کی دعوت کے خلاف محاذ آرائی کریں گے تو یہ اس عہد کی ... رزی کے مرتکب ٹھہریں گے۔

مکہ میں اہل کتاب قرآن مجید کے اصل مخاطب نہیں تھے نبی ﷺ کی ہجرت کے بعد صورت حال بدل گئی دعوت کے اسلوب میں بڑی تبدیلیاں آئیں اور اہل کتاب سے راست خطاب بھی ہوا۔

علامہ شبلی نعمانی نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بنو نضیر' بنو قریظہ اور بنو قینقاع اصلاً عرب تھے جنہوں نے یہودیت اختیار کر لی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن مجید' یہود لیڈروں سے ''یا بنی اسرائیل'' کے الفاظ سے خطاب نہ کرتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے نسلی یہودیوں کو ''یا بنی اسرائیل'' سے اور غیر نسلی یہودیوں کو یا مجموعی طور پر تمام یہود و نصاریٰ کو ''یا اہل الکتاب'' سے خطاب کیا ہے لہٰذا میثاق سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ غیر نسلی یہود سے معاہدے ہو سکتے ہیں۔ نیز اہل کتاب سے مکالمے مذاکرے اور ڈائیلاگ کا جواز بھی قرآن کی مذکورہ آیت سے ملتا ہے کہ اہل کتاب میں غیر نسلی' یہود نصاریٰ اور بنو اسرائیل تینوں شامل ہیں۔

اسلام کی اصل مخالف قوت نسلی یہود تھے۔

1۔ یہ سیاسی مخالف قوت نسلی یہود تھے۔

2۔ شمالی حجاز میں اپنے ہم مسلک قبائل کے ساتھ ان کے مضبوط روابط تھے۔

3۔ عرب قبائل ان کی علمی فضیلت سے مرعوب تھے۔

4۔ قریش کی ان کے ساتھ دوستیاں تھیں وہ انہی سے دعوت اسلامی کی مخالفت میں مشورے لیا کرتے تھے اور نبی کو زچ کرنے کے گر سیکھا کرتے تھے۔

بنی اسرائیل یعنی نسلی یہود ہمیشہ اپنے بارے میں خوش فہمی میں مبتلا رہے ہیں کہ

1۔ وہ اللہ کا پسندیدہ گروہ ہیں اور اس کے انعامات کے حقدار ہیں۔
2۔ وہ پیشوائی اور قیادت کے لئے ہیں لہٰذا کوئی رسول بنی اسرائیل کے باہر سے نہیں آ سکتا۔
3۔ انہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی اگر غیر معمولی جرائم کی بدولت جہنم میں ڈال دیئے گئے تو چند روز سزا دے کر جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

جب ہجرت کے بعد یہود نے نبی ﷺ کی شخصیت کو اپنے درمیان پایا اور ان کے مواعظ سنے تو بنی اسماعیل سے نبی موعود کے ہونے کے باعث انہیں اپنی کم مائیگی کا شدید احساس ہوا اور یہی یہود کے اسلام لانے میں حجاب بن گیا۔ بہت کم علمائے یہود نے اسلام کی توفیق پائی ان کی عظیم اکثریت کی ذہنیت نہ اس وقت بدلی اور نہ آج تک اس میں کوئی تبدیلی آئی۔

تاریخ اسلام اور کردار یہود

ایک یہودیہ عصماء نامی شاعرہ تھی۔ خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی شان میں بڑے گستاخانہ اشعار کہتی اور مسلمانوں کی ہجو میں عموماً شعر کہتی۔ ایک نابینا صحابی عمیر بن عدی نے اس یہودیہ عصماء کا کام تمام کر دیا حضور ؐ نے لوگوں سے فرمایا: "اگر کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کی غائبانہ مدد کی ہو تو وہ عمیر بن عدی کو دیکھے۔ دریدہ دہن یہودی شاعر ابو عفک کی زبان حضرت سالم بن عمیر نے بند کر دی۔

بنو قینقاع کی بدعہدی

نبی ﷺ نے یہودی قبائل کے ساتھ ناطرفداری یا غیر جانبداری کے معاہدے کر رکھے تھے لیکن وہ چونکہ پہلے سے قریش کے ساتھ ربط ضبط رکھتے تھے اور ان کی ہمدردیاں قریش کے ساتھ تھیں اس لئے وہ درپردہ ان کو مشورے دیتے کہ مسلمانوں کو قدم جمانے کا موقع نہ دیں جنگ بدر کی آگ بھڑکانے میں بھی ان کا ہاتھ تھا ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ دوسروں سے مسلمانوں کو زک پہنچوائیں اور اپنے اوپر الزام بھی نہ آنے دیں۔ چنانچہ جنگ بدر میں وہ خود سامنے نہیں آئے قرآن مجید نے ان کے شیطانی رول کی خبر دی اور یہ ہدایت دی کہ اگر وہ معاہدہ کی پاسداری نہیں کرتے تو تم بھی معاہدہ ان کے منہ پر پھینک دو (آیت نمبر 58.57.56 سورۃ انفال)

> "وہ لوگ جن سے تم نے عہد لیا' پھر وہ اپنا عہد ہر بار توڑ دیتے ہیں اور (اس بدعہدی سے) وہ ڈرتے نہیں۔ اگر تم ان کو جنگ میں پا جاؤ تو انہیں ایسی مار مارو کہ جو ان کے پیچھے ہیں ان کو بھی تتر بتر کر دو تا کہ

ان کے ہوش ٹھکانے ہوں اور اگر تمہیں کسی قوم سے بدعہدی کا خطرہ ہو تو تم بھی اس طرح ان کا عہد ان پر پھینک مارو۔ اللہ بدعہدوں کو پسند نہیں کرتا۔"

معلوم ہوتا ہے کہ غزہ بدر کے معاملے میں بنوقینقاع کا ہاتھ نبی ﷺ کو نظر آیا۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ بنوقینقاع پہلے یہود تھے جنہوں نے اس معاہدے کو جو اُن کے اور آنحضرت ﷺ کے درمیان تھا توڑ ڈالا۔ حضور ﷺ اُن کو ان کا عہد یاد دلانے کے لئے ان کی بستی میں تشریف لے گئے اور ان کو خبردار کیا کہ وہ قریش کے انجام سے اپنے آپ کو بچائیں۔ آپ نے واضح فرمایا کہ تم جس رسول کا ذکر اپنے صحیفوں میں پاتے ہو وہ میں ہوں۔ اس رسول کے بارے میں خدا کے ساتھ تمہارا یہ عہد ہے کہ تم اس کی نصرت کرو گے اور اس پر ایمان لاؤ گے۔ یہودیوں نے حضور ﷺ کی تقریر کے جواب میں بڑی رعونت دکھائی اور کہا۔

"اے محمد تم ہمیں اپنے ماتحت سمجھتے ہو۔ کسی بھول میں نہ رہو تمہارا مقابلہ ایک ایسی قوم سے ہوا جو یہ نہیں جانتے تھے کہ جنگ کیسے لڑی جاتی ہے۔ تم نے ان کو نقصان پہنچا لیا لیکن جب ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ جنگجو لوگ کیسے ہوتے ہیں۔"

نبی ﷺ نے ان کے بدلے ہوئے تیور دیکھے لیکن ان کو نظر انداز کر دیا اس کے باوجود بنوقینقاع نے دشمنانہ رویہ نہیں بدلا۔ بازار قینقاع میں ایک مسلمان خاتون کے ساتھ غلط رویہ اختیار کیا گیا جس کے نتیجے میں ایک یہودی کو قتل کیا گیا اور جواباً ایک مسلمان کا قتل ہوا اس کے قبیلے نے مسلمانوں کو پکارا۔ جنگ بدر کے موقع پر بدعہدی کے مرتکب تو تھے ہی اس طرح ان کے خلاف اقدام کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ نبی ﷺ اور مسلمانوں نے اُن کی بستی کا محاصرہ کر لیا۔ پندرہ روز بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ سردار منافقین عبداللہ بن ابی کے اصرار پر حضورؐ نے ان کی جان بخشی تو کر دی لیکن ان کو مدینہ چھوڑنے کا حکم دیا چنانچہ وہ شام کی جانب چلے گئے ان کے جانے کے بعد حضورؐ نے باقی دونوں قبیلوں سے غیر جانبداری کے معاہدے کی تجدید کروائی کعب بن اشرف یہودی نے نبی ﷺ سے دشمنی کا برملا اظہار کیا آپ کی ہجو میں اشعار کہتا اور لوگوں کو آپ کے خلاف ابھارتا۔ وہ بنونضیر سے تھا اور ذاتی حیثیت سے عملاً اس نے معاہدہ کی دھجیاں اڑا دیں جو بنونضیر اور مسلمانوں کے درمیان تھا۔ قبیلے والوں نے اس سے اغماض برتا۔ لہٰذا رسول ﷺ کے جانثاروں نے اس دشمن اسلام کا خاتمہ کر دیا۔

منافقین یہود کے آلہ کار تھے

منافقین بھی یہود میں سے تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد بھی انہی کے وفادار اور آلہ کار رہے یہ انہی کے مقاصد کو پورا کرتے اور انہی کی رہنمائی میں چلتے۔

اصلاحات کا دور اور یہود کا طرز عمل

مدینے میں جب دین اسلام کی اساس پر نیا معاشرہ قائم ہوا تو ایک تدریج سے اجتماعی معاملات میں دین کی رہنمائی عطا ہونے لگی چونکہ اسلامی شریعت یہودی شریعت کی جگہ لے رہی تھی اس لئے یہود کو اس کی ترویج میں اپنی خود ساختہ شریعت کا خاتمہ نظر آتا تھا۔ اب تک ان کو جو مقام حاصل تھا اور مشرکین عرب ان کی علمی فوقیت و برتری کو تسلیم کرتے تھے ان کو اپنی تہذیب رسوم ورواج اور معاشرے میں اپنا علمی تفوق ختم ہوتا نظر آیا (یعنی اس دور کے یہود کو مسلمانوں کی تہذیب وتمدن سے اپنے تہذیب وتمدن اور سٹیٹس کی موت نظر آتی تھی یہی وجہ ہے کہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی غالباً وہ دنیا کو تہذیبوں کے تصادم کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔) بنونضیر اور بنو قریظہ کے درمیان قضیہ تھا آپ ﷺ کو یہود کی بدنیتی کے پیش نظر یہ اختیار دیا گیا کہ آپ چاہیں تو ان کی ذمہ داری قبول کریں اور چاہیں تو اس سے انکار کر دیا کریں۔

جنگ احد کے بعد قریش و یہود مسلمانوں کے خلاف قدرے زیادہ متحرک ہو گئے۔ انہی دنوں یہ سازش بھی تیار کی گئی کہ بعض قبائل مسلمانوں کو دین سیکھنے کے لئے بلائیں گے اور جب وہ آ جائیں تو ان کو مکروفریب سے قتل کر دیا جائے۔ یہ انداز خالص یہودی ذہنیت سے مطابقت رکھتا ہے یہود مصلحین کو ماضی میں بھی قتل کرتے رہے غزوۂ احد کے بعد مسلمان مبلغین کے قتل کے جو واقعات پیش آئے ان میں اس بات کا امکان ہے کہ یہ یہود کے ذہن کی پیداوار ہوں اس سلسلے میں سب سے نمایاں مثال بیر معونہ کا حادثہ ہے جس کا ذمہ دار یہودی قبیلہ بنونضیر کے حلیف بنو عامر صعصعہ کا سردار ابو برا تھا آپ ﷺ نے ایک ماہ تک ظالم قبائل کے خلاف قنوت نازلہ (مصیبت میں ظالموں کے خلاف دعا) پڑھی۔ انہی دنوں اس طرح کا واقعہ الرجیع کا پیش آیا۔

غزوہ بنونضیر کے اسباب

غزوہ احد کے ظاہری نتائج سے اسلام کے دشمنوں کو اس بات کا حوصلہ ملا کہ وہ مسلمانوں کو ناقابل تسخیر نہ سمجھیں اپنی قوت کو پھر سے مجتمع کریں اور بہتر منصوبہ بندی کر کے اسلام کی بیخ کنی کا اقدام کریں۔ مدینہ کے یہودی قبائل اگرچہ نبی ﷺ کے ساتھ معاہدہ کئے ہوئے تھے کہ وہ مدینہ پر حملہ آور ہونے والوں کے خلاف مسلمانوں کی جنگ میں غیر جانبدار رہیں گے لیکن جنگ احد میں انہوں نے عملاً ایسا کرنے سے گریز کیا۔ درپردہ اس جنگ کی آگ انہی کی بھڑکائی ہوئی تھی۔ بنونضیر کے سردار کعب بن اشرف کا قتل اسی بنا پر ہوا تھا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ اس کی عداوت ڈھکی چھپی نہ تھی اور اس نے قریش کی جنگی منصوبہ بندی میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ جنگ احد کے نتائج نے بنونضیر کو جری کر دیا۔ انہوں نے کئی شکلوں میں معاہدہ کی

خلاف ورزی کی۔ نبیﷺ نے آپس کی بے اعتمادی دور کرنے کی خاطر بنونضیر اور بنوقریظہ دونوں سے کہا کہ وہ معاہدہ کی تجدید کریں بنوقریظہ نے یہ بات مان کر اس تجویز کے مطابق نیا معاہدہ کر لیا لیکن بنونضیر نے لیت ولعل سے کام لیا۔ مزید انہوں نے سکیم بنائی کہ آنحضرت کو بلا کر عیاری سے آپﷺ کو قتل کر دیا جائے۔ بالآخر جنگ احد کے چھ ماہ بعد ربیع الاول 4 ہجری میں نبیﷺ نے اس قبیلہ کی سرکوبی کا فیصلہ کر لیا۔

بنونضیر کے خلاف کارروائی کا فوری سبب جو بھی رہا ہو' روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیﷺ نے محمد بن مسلمہ انصاریؓ کے ذریعے ان کو یہ پیغام بھیجا کہ چونکہ وہ معاہدہ امن سے نکل گئے ہیں لہٰذا ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ازخود مدینہ کے نواح سے نکل جائیں بنونضیر کے لئے یہ نوٹس ایک بلائے ناگہانی تھا جس کی انہیں کوئی توقع نہیں تھی۔ یوں بھی وہ اپنے آپ کو کافی مضبوط خیال کرتے تھے۔ انہیں اپنے قلعوں اور گڑھیوں پر بڑا ناز تھا۔ تقریباً تین ہفتے قلعہ بند رہنے کے بعد انہوں نے جلاوطنی قبول کر لی اور بنونضیر مدینہ سے 80 میل دور یہود کی آبادی خیبر میں جا بسے۔

غزوہ احزاب

خیبر میں قیام کی ابتدائی مشکلات پر قابو پاتے ہی سرداران بنونضیر نے اسلام کے خلاف نئی سازش کرنے میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کی مخالف تمام قوتوں کو مجتمع کیا جنگ احزاب کی تمام تر حکمت عملی یہود نے تیار کی تھی لیکن حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز پر مسلمانوں نے ایک نئی تکنیک اختیار کی یعنی مدینے کے اطراف میں خندق کھودی۔ لہذا کسی بڑے حملے کی کوئی صورت دشمن کے لئے ممکن نہ ہو سکی البتہ مدینہ کا محاصرہ جاری رہا۔

بنوقریظہ کی عہد شکنی

محاصرہ کے ابتدائی دنوں میں بنوقریظہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کے سبب سے جنگ سے کنارہ کش رہے حیئی ابن خطب (بنونضیر کا سردار) نے مسلمانوں کی قوت کو تقسیم کرنے کی غرض سے یہ چال چلی کہ بنوقریظہ کو عہد شکنی پر آمادہ کیا۔ نبیﷺ کو بنوقریظہ کی بدعہدی کی خبر ہوئی تو آپ نے انصار کے چند سرداروں کو تحقیق کے لئے بھیجا۔ بدعہدی کی تصدیق ہونے پر رسول اللہؐ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہیں خوشخبری ہو' آپ کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ یہود کے واحد باقی ماندہ قبیلے نے بدعہدی کر کے ازخود اس بات کے اسباب فراہم کر دیئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وجود سے مدینہ کی سرزمین کو پاک کر دے۔

غزوہ بنوقریظہ

جنگ خندق کے دوران بنوقریظہ کی عہد شکنی نے مسلمانوں کو شدید خطرے سے دوچار کر دیا۔انہوں نے نہ صرف حملہ آوروں کی مدد کی بلکہ خود بھی دہشت گردی کی کوشش کی انصار کا جو وفد ان کے پاس بھیجا گیا تھا اس کے ساتھ ان کا سلوک نہایت تحقیر آمیز تھا۔ جب احزاب (مسلمانوں کے خلاف مجتمع یہود و مشرکین اور عرب قبائل) محاصرہ اٹھا کر واپس چلے تو بنوقریظہ کی آنکھیں کھلیں اب انہیں بنونظیر کا انجام یاد آیا نبی ﷺ نے قبل اس کے کہ بنوقریظہ اپنے تحفظ کیلئے کمک حاصل کر سکیں جنگ خندق سے فارغ ہوتے ہی ان کی بستی کا محاصرہ کرلیا۔یہود کا منصوبہ ساز اور سازشی لیڈر حیئ بن اخطب بنوقریظہ کے یہاں مقیم تھا اس لئے وہ بھی کسی دوڑ دھوپ کیلئے آزاد نہ تھا۔محاصرہ جوں جوں طویل ہوتا گیا اور کہیں سے مدد ملنے کی راہیں مسدود ہو گئیں۔جب محاصرے کی مدت پچیس دن ہوگئی تو یہود کی ہمت جواب دے گئی۔قبیلہ اوس نے جو ان کا حلیف تھا ان کے حق میں سفارش کی۔

نبی ﷺ نے اس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے اوس کے سردار سعد بن معاذؓ کی رائے کے مطابق فیصلہ کرنے کا اعلان کیا سعد بن معاذؓ نے فیصلہ دیا کہ بنوقریظہ کی عہد شکنی اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کی پاداش میں قبیلہ کے تمام مردوں کو قتل، عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے اور ان کی املاک پر قبضہ کرلیا جائے۔چنانچہ اسی فیصلے کو نافذ کیا گیا اس فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''سعد تم نے سات آسمان اوپر خداوند کریم کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔'' اس طرح نبی ﷺ کی اس خوشخبری کے حقیقت بننے کا موقع پیدا ہو گیا جو آپ سے بنوقریظہ کی عہد شکنی پر کی تھی۔اللہ تعالیٰ نے مدینہ کی سرزمین کو مار آستین بنے ہوئے یہود سے پاک کر دیا۔

یہود کے جرائم

آنحضرت ﷺ کے خلاف یہود کی ریشہ دوانیاں اتفاقی یا عارضی نہ تھیں بلکہ ان کی اس عادت کا مظہر تھیں جس کا مظاہرہ زمانہ قدیم سے وہ کرتے رہے تھے اور جس کے باعث یہود کو انبیاء بنی اسرائیل نے ہمیشہ لعنت کا مستحق قرار دیا۔تاہم قرآن مجید نے نبی ﷺ کو یہ ہدایت دی کہ وہ یہود و نصاریٰ دونوں گروہوں تک یہ پیغام پہنچائیں کہ یہ دونوں گروہ جب تک تورات اور انجیل کی تعلیمات کو زندگی کے معاملات میں داخل ہونے کا موقع نہیں دیں گے اور اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی ان کے احکام و قوانین کے مطابق بسر نہیں کریں گے بالخصوص نبی آخر الزمان کے بارے میں پیشگوئیوں کے تقاضے پورے نہیں کریں گے تو ان کی کوئی دینی حیثیت نہیں ہے کیونکہ مدینہ کے یہودی قبائل اپنے صحیفوں کی تعلیم کی ذمہ داریاں ادا کرنے سے قاصر رہے اور فساد سے باز نہیں آتے تھے۔اس لئے نبی ﷺ نے ان کو اللہ اور رسول کے خلاف نبرد آزما ہو جانے والوں اور

ملک میں فساد پھیلانے والوں یعنی محاربین کی صف میں شمار کرتے ہوئے ان کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ بعدازاں اہل کتاب کے بارے میں قرآن نے ایک مستقل پالیسی دے دی۔ جس کے تحت وہ جزیہ ادا کر کے ذمیوں کی حیثیت سے اسلامی حکومت میں رہ سکتے ہیں۔ سورۃ توبہ۔ آیت 29 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ۔ ''ان اہل کتاب سے جو نہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے' نہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام ٹھہرائے ہوئے کو حرام ٹھہراتے اور نہ دین حق کی پیروی کرتے جنگ کرو تا آنکہ وہ مغلوب ہو کر جزیہ ادا کریں اور ماتحت بن کر زندگی بسر کرنے پر راضی ہوں۔''

یہود کو جنگ خیبر میں شکست ہوئی

محرم ۷ ھ میں رسول ﷺ نے یہود کا زور ختم کرنے کے لئے خیبر پر حملے فیصلہ کیا۔ قرآن کی براہ راست ہدایت کے مطابق آپ نے صرف بیعت رضوان کرنے والے صحابہ کو ساتھ لیا اور دوسروں نے اگر شرکت کی درخواست بھی کی تو اس کو منظور نہیں فرمایا۔

قریش ہمیشہ یہود کی خیر خواہی کرتے تھے لیکن اس مرتبہ معاہدہ حدیبیہ طے پانے کے باعث وہ کسی طرح کی مدد پہنچانے سے قاصر تھے۔ یہود کو اپنی لڑائی خود لڑنی پڑی۔ خیبر کے بیشتر قلعے فتح ہو گئے جب یہودیوں میں مقابلے کی سکت نہ رہی تو انہوں نے صلح کی درخواست پیش کی فیصلہ یہ ہوا کہ تمام املاک مسلمانوں کے قبضے میں ہوں گی لیکن زراعت کا کام یہودی فی الوقت جاری رکھیں گے۔ نصف پیداوار ان کی ہوگی اور نصف نئے مالکوں کی۔ نیز یہ بندوبست مستقل نہیں ہوگا مسلمان حکومت جب چاہے گی یہود کو بے دخل کر سکے گی خیبر کے حالات دیکھتے ہوئے نواح کی یہودی آبادیوں فدک اور وادی القریٰ وغیرہ کے یہودیوں نے مسلمانوں کے ادھر رخ کرنے سے پہلے انہی شرائط پر صلح کر لی جن شرائط پر خیبر میں معاملہ ہوا تھا۔

اہل ایمان اور نصاریٰ

ہجرت حبشہ

بعثت رسول مکرم ﷺ اور آپ کی دین حق کی تبلیغ کے بعد جو لوگ ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے ان پر قریش کا ظلم وستم کا بازار گرم سے گرم تر ہوتا گیا۔ جب اہلِ ایمان کے لیے مکہ کی سرزمین واقعی تنگ ہوگئی۔ اس کا نام لے کر کوئی شخص اپنے آپ کو معاشرے کے غیض وغضب سے بچا نہیں سکتا تھا جب حالات تشویشناک حد تک نازک ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو جو خاص طور پر مصائب کا نشانہ بنے ہوئے تھے حبشہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی کیونکہ وہاں کا عیسائی

حکمران اصحمہ اپنی رحم دلی اور عدل گستری کی بڑی شہرت رکھتا تھا اور اس کے ملک میں امن و امان کا دور دورہ تھا اہل ایمان میں سے پہلا گروہ جس نے ہجرت کی گیارہ مردوں اور پانچ خواتین پر مشتمل تھا یہ ہجرت رجب 5 نبوی میں ہوئی۔

جب پہلے گروپ کے حبشہ بخیر و عافیت پہنچنے اور وہاں کی حکومت کے اس پر اعتراض نہ کرنے کی خبر مسلمانوں کو ملی تو پھر ہجرت کرنے والوں کا ایک تانتا بندھ گیا قریش نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کو حبشہ میں ایک پناہ گاہ میسر آ گئی تو انہوں نے وہاں بھی ان کا تعاقب کرنیکا فیصلہ کیا۔ شاہ نجاشی کے لئے اور ان کے مذہبی رہنماؤں کے لئے ہدایہ لے کر دو آدمی حبشہ پہنچے اور نجاشی سے درخواست کی کہ اے بادشاہ ہمارے کچھ بیوقوف نوجوان آپ کے ملک میں آئے ہیں یہ اپنا آبائی دین چھوڑ کر چکے اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے۔ یہ ایک نیا دین پیش کرتے ہیں جس سے نہ ہم واقف ہیں نہ آپ۔ درباریوں اور مذہبی رہنماؤں نے بھی قریش کے وفد کی ہاں میں ہاں ملائی۔ نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کر کے قریش کا بیان ان کے سامنے رکھا اور جواب طلب کیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے اپنے دین کی تعلیمات کی وضاحت کی اور کہا کہ ہم نے اس کی تصدیق کی اور ایمان لائے اور اس دین کی پیروی کی۔

قریش کے نمائندوں نے نجاشی کے دینی جذبات کو بھڑکانے کی غرض سے اس سے کہا کہ نیا دین پیش کرنے والا آپ کے پیغمبر عیسیٰ بن مریم کے بارے میں بڑی غلط باتیں منسوب کرتا ہے اس پر اس نے مسلمانوں کا نقطہ نظر معلوم کیا جواباً حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم تلاوت کی۔ نجاشی سنتا جاتا اور روتا جاتا تھا نجاشی نے کہا کہ "اللہ کی قسم' تم نے جو کچھ کہا' یہ تعلیم اور عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ لائے ایک ہی منبع سے نکلنے والی روشنی ہیں۔" اس صورت حال کو دیکھ کر قریش کے وفد کو نامراد لوٹنا پڑا۔ مسلمانوں نے بادشاہ کے دل میں اسلام کا نور ڈال دیا۔ نتیجتاً وہ بعد میں مسلمان ہو گیا۔

حبشہ کے عیسائی وفد کا قبول اسلام

اہل حبشہ نے مسلمانوں سے حضورؐ کی بعثت اور آپ کی تعلیمات کے بارے میں معلومات حاصل کیں قریش کے ظلم و ستم کے واقعات سننے اور مسلمانوں کے کردار کا مشاہدہ کیا۔ چنانچہ ان کا ایک گروہ مشاہدہ احوال اور رسول اکرمؐ سے ملاقات کے لئے مکہ آیا۔ انہوں نے حضور ﷺ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لے آئے اور حبشہ روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد نجاشی کو بھی خود نبی ﷺ نے خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گیا۔

شاہ نجاشی کے نام مکتوب

"قل یا اہل الکتب تعالوا الی کلمۃ سوآء م بیننا و بینکم کے عین مطابق یوں ہے اور اللہ کی طرف حکمت سے

بلانے کا عملی نمونہ ہے "خدائے رحمان اور رحیم کے نام سے محمد رسول ﷺ کی جانب سے حبشہ کے حکمران نجاشی کے نام۔"

"سلامتی ہو اس پر جو ہدایت اختیار کرے اس کے بعد میں تمہارے سامنے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، جو بادشاہ حقیقی، پاک ذات، سراپا سلامتی، امن دینے والا، تحفظ دینے والا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسی بن مریم اللہ کا امر اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے کنواری، پاکباز اور پاکدامن مریم پر القا کیا تو وہ اس کے امر اور پھونک سے حاملہ ہو گئیں۔ یہ اسی طرح ہوا جس طرح اللہ نے آدم کو اپنی قدرت سے تخلیق کیا۔

میں آپ کو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف بلاتا ہوں اور اس کی اطاعت پر باہم تعلق کی دعوت دیتا ہوں میں دعوت دیتا ہوں کہ آپ میری پیروی کریں اور اس پیغام پر ایمان لائیں جو میرے پاس آیا ہے کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں میں آپ کو اور آپ کے تمام لشکروں کو اللہ عز وجل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا اور حق نصیحت ادا کر دیا پس آپ اس نصیحت کو قبول کریں۔ سلامتی اسی پر ہے جو ہدایت پر چلے۔" محمد رسول اللہ ﷺ نجاشی نے خط کا مضمون سنا تو بے حد متاثر ہوا نامہ مبارک کو بوسہ دیا اور سر پر رکھ لیا اس کے بعد جواب میں لکھا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں میں نے آپ کے چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالب کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور اسلام میں داخل ہو گیا ہوں۔

وفد نجران:

نصاریٰ کو مسجد نبوی میں عبادت کرنے کی اجازت دی۔

آمد سنہ 9 ہجری تعداد: ساٹھ سوار جن میں 24 بڑے سردار تھے اور تین صائب الرائے، ذی اثر نصرانی عالم تھے۔ نجران یمن کا ایک ضلع تھا جو مکہ سے سات منزل کی مسافت پر تھا کعبہ کی طرح یہاں عیسائیوں کا عظیم کلیسا تھا جو کعبہ یمانیہ کہلاتا تھا۔ اس گرجے کے تحت تہتر گاؤں تھے جن میں آباد جنگجو افراد کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی ان نصاریٰ کا ایک وفد مدینہ آیا۔ یہ لوگ عصر کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور اپنی عبادت کرنا چاہی تو صحابہ نے مزاحمت کی رسول ﷺ نے اجازت دی۔ مشرق کی طرف رخ کر کے عبادت کی۔

آنحضرت ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت کا خط لکھا تو یہ لوگ دریافت حال کے لئے مدینہ آئے۔ انہوں نے مختلف سوالات کئے جس کے آپ ﷺ نے وحی کی رو سے جوابات دیئے۔ علمائے نجران پر حق واضح ہو گیا۔ لیکن انہوں نے دانستہ اتباع حق سے انکار کر دیا انہوں نے پوچھا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا۔ آج میرے پاس

اس بارے میں کوئی علم نہیں اللہ تعالیٰ جو وحی کرے گا وہ بتا دوں گا۔ اگلی صبح سورۃ آل عمران کی آیات ۵۹ تا ۶۱ کا نزول ہوا اور آیت مباہلہ بھی شامل تھی۔

آیت مباہلہ کے نزول کے بعد ان لوگوں نے تین دن کی مہلت مانگی اس دوران یہود سے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی صفات تورات اور انجیل میں ہیں بہتر یہی ہے کہ تم صلح کر لو۔ نصاریٰ نے عرض کیا کہ ہم آپؐ ہی کو حکم تسلیم کرتے ہیں اور آپ کا ہر فیصلہ ہمارے لئے قابل قبول ہوگا۔

اہل نجران کے ساتھ معاہدہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ تحریر ہے جو محمد ﷺ نے جو نبی اور اللہ کا رسول ہے اہل نجران کے لئے لکھی۔ یہ تحریر اس حق کی بنا پر ہے۔''

جو انہیں ان پر حکم کے طور پر حاصل ہے۔ اس کا اطلاق ہر کالے' سفید' سرخ' زرد' آزاد و غلام پر ہوگا اور وہی ان کے متعلق فیصلہ کرے گا۔

معاہدے کے مطابق دو ہزار حلے (حلہ ایک لباس ہے جس سے سارا جسم ڈھپ جاتا ہے) جن میں سے ایک ہزار زنانہ ہوں گے اور ایک ہزار مردانہ دینا ہوں گے ہر حلہ ایک اوقیہ کا ہوگا۔ متعینہ خراج سے جو کمی بیشی ہوگی اس کی ذمہ داری متعلقہ جماعت پر ہوگی کہ وہ حساب کتاب کر کے پورا کرے اور جو وہ سواریوں' گھوڑوں اور زرہوں کے متعلق فیصلہ کریں گے وہ بھی ان سے حساب کے مطابق لیا جائے گا۔

اہل نجران کے پاس میرے نمائندے بیس رات قیام کریں گے یا اس سے کچھ کم۔ اُن کے ذمہ تیس گھوڑے' تیس اونٹ' تیس زرہیں ہوں گی۔ یمن میں کسی قسم کا عذر ہوگا تو ان پر ذمہ داری ہوگی۔ اور میرے نمائندے جو چیز عاریت کے طور پر لیں گے ان میں سے جو ان سے ضائع ہوگی اس کی ذمہ داری میرے نمائندوں پر ہوگی تاکہ وہ اس کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔

نجران اور اس کے رہنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پوری پوری ذمہ داری ہے۔ ان کے خون' اس کا مال' ان کی ملت' ان کے گرجے' ان کے مذہبی رہنما' ان کے پادری (اسقف) ان کے موجود و غائب سب کے حقوق کی ذمہ داری ہم پر ہوگی اس کے ساتھ ہی ہر چیز کی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر ہوگی چاہے وہ تھوڑی مقدار میں ہو یا زیادہ مقدار میں۔ اسی طرح ہمیں یہ حق نہ ہوگا کہ ہم ان کے کسی پادری بشپ یا مذہبی رہنما کو تبدیل کریں۔ نہ ہی انہیں جنگی مہمات کے لئے جمع کیا جائے گا۔ نہ ہی ان سے عشر لیا جائے گا نہ ہی کسی قافلے کے ذریعے ان کی زمین کو پامال کیا جائے گا اور جس نے

ان سے کچھ ایسا مطالبہ کیا تو اس میں سے نصف اہل نجران کا ہوگا بشرطیکہ اس میں سود کی آمیزش نہ ہو جو سود کھائے گا اس سے ہماری ذمہ داری ختم اور وہ خود ذمہ دار ہوگا ان کے ذمے محنت و مشقت اور خیر خواہی ہوگی ان پر ظلم اور زیادتی کس طرح کی نہ کی جائے گی''۔

اس معاہدے پر گواہ کے طور پر حضرت عثمان بن عفان معیقیب نے دستخط کیے۔ امت کے امین کے طور پر جزیہ کی وصولی کے لئے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو ان کے ہمراہ روانہ کیا۔ اور سرور انبیاء حضرت محمد ﷺ نے نصاریٰ سے معاہدہ کر کے ان سے ہمیشہ کے لئے امت کے روابط کا راستہ ہموار کر دیا۔ اور ان کی ذمہ داری لے کر نصاریٰ کو بھی اپنے دامن شفقت میں لے لیا۔

الہامی مذاہب کا موازنہ:

یہودیت: یہودیت کی بنیاد دو عقیدوں پر ہے۔ اول خدا کی وحدانیت۔ دوم بنی اسرائیل کا خدا کی منتخب اور مخصوص امت ہونا۔ تمام الہامی مذاہب میں خدا کی وحدانیت موجود ہے اگر چہ اکثر جگہ بعد کے اضافوں اور ترمیموں کی وجہ سے یہ عقیدہ کمزور اور دھندلا ہو گیا مثال کے طور پر عیسائیت میں ابتداً خدا کی وحدانیت کا تصور موجود تھا۔ لیکن بعد میں تثلیث یعنی تین خداؤں کا چرچا ہو گیا۔

بہر کیف موجودہ دور میں توحید کی تعلیم اسلام کے علاوہ یہودیت میں ملتی ہے اگر چہ کہ اس کے ساتھ ساتھ ایسے عقائد بھی ہیں جن کی وجہ سے یہودیت بھی توحید خالص سے محروم ہو گئی ہے۔

یہودیوں کا یہ دعویٰ کہ وہ خدا کے منتخب اور چہیتے بندے ہیں اور خدا سے ان کا تعلق خصوصی نوعیت رکھتا ہے غلط سہی مگر بالکل بے بنیاد نہیں۔ قرآن نے فضیلت کا ذکر کیا مگر یہ فضیلت کوئی نسلی یا موروثی فضیلت نہیں تھی بلکہ یہ فضیلت اس باعث تھی کہ خدا نے بنی اسرائیل کو اسلام کی دعوت ساری دنیا تک پہنچانے کے فریضے پر مامور کیا تھا۔ پھر جب بنی اسرائیل نے اس فریضے سے روگردانی کی تو ان کو مسند فضیلت سے اتار دیا گیا۔ یہود نے اپنی الہامی کتاب توریت میں من مانی تبدیلیاں کر ڈالیں۔ اپنی طویل تاریخ اور حکمرانی کے باوجود دنیا میں یہودیوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے یہودیوں کے اپنے دعوے کے مطابق اب ان کی آبادی دو کروڑ سے متجاوز ہے۔

عیسائیت یا نصرانیت:

موجودہ دنیا کی تیس فیصد سے زائد آبادی عیسائی مذہب کی پیرو ہے اور اس اعتبار سے وہ بہ لحاظ آبادی دنیا کا سب

سے بڑا مذہب ہے۔ یہودیت کی طرح عیسائی مذہب بھی درحقیقت براہیمی مذاہب کی شاخوں میں سے ہے۔ یہودیت سے بھی اس کا تعلق بہت ہی گہرا ہے یہاں تک کہ ابتداً عیسائیت کو (یہودی مذہب کی ایک شاخ ہی تصور کیا جاتا تھا۔ اس بنا پر عیسائیت کو) صحیح طور پر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم یہودیت کی تاریخ اور اس کے پیروؤں کے حالات سے باخبر ہوں۔

آج سے تقریباً 2 ہزار سال پہلے حضرت عیسیٰ یروشلم کے قریب ایک مقام بیت اللحم میں کنواری مریم (علیہا السلام) کے بطن سے پیدا ہوئے۔ تیس سال کی عمر میں آپ نے تبلیغ کا کام شروع کیا۔ اس مقصد کے لئے آپ نے جگہ جگہ وعظ کئے اور معجزوں کا مظاہرہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائیت نے بڑی تیزی سے ترقی کی۔ یہودیوں اور رومیوں دونوں کے مظالم اس مذاہب کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ تثلیث کا عقیدہ اگرچہ عیسائیت کے بنیادی عقائد میں سے ہے لیکن ہمارے پاس اس بات کے بڑے قوی دلائل ہیں کہ ابتداً میں یہ کوئی متفق علیہ عقیدہ نہ تھا عیسائیت کی ابتدا میں بے شمار ایسے فرقوں کا نشان ملتا ہے جو عقیدہ تثلیث کے قائل نہ تھے۔ بلکہ حضرت مسیح کو خدائے واحد کا بندہ تسلیم کرتے تھے۔ اناجیل کی متعدد عبارتوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مسیحؑ اپنے آپ کو صرف نبی کی حیثیت سے پیش کرتے تھے۔ بحوالہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (چودھواں ایڈیشن) مضمون یسوع مسیح، مصنفہ چارلس اورسن اسکاٹ۔

بلکہ ایک فرقہ اس وقت بھی موجود ہے جو اپنے آپ کو موحد کہتا ہے اور حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کا قائل نہیں ہے۔

عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائبل ہے جو عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید پر مشتمل ہے عہد نامہ جدید میں چار اناجیل شامل ہیں متی، لوقا، مرقس اور یوحنا۔ ان چار اناجیل میں بھی باہمی اختلافات موجود ہیں عیسائیوں کی تعداد اس وقت 80 کروڑ سے زیادہ ہے اسلام دنیا کا دوسرا بڑا نظریہ حیات یا دین ہے اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد 70 کروڑ سے متجاوز ہے۔ یہ فقط ایک مذہب نہیں ہے بلکہ ایک نظریہ حیات زندگی گزارنے کا طریقہ یا ایک دین ہے۔

بنیادی عقائد کے اعتبار سے نصاریٰ کے مقابلے میں یہود وہم سے زیادہ قریب ہیں یہودیت کو ایک نسلی مذہب اور شریعت بنا دیا گیا۔ یہودی اپنے مذہب کی دعوت و تبلیغ نہیں کرتے۔ یہ ایک Closed Religion بنا دیا گیا ہے اسلام کی آمد سے پہلے ہی یہودیت اپنا اثر و نفوذ کھو چکی تھی اور ایک بند مذہب Closed Religion کا روپ اختیار کر چکی تھی۔

اہل کتاب (نصاریٰ) کی جانب مسلمانوں نے پہلے پہل دوستی اور طلب تعاون کا ہاتھ بڑھایا۔

- بین المذاہب اتحاد و یگانگت ہمارے ایمان کا جزو ہے۔
- اتحاد بین المذاہب ہم مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے۔
- دین اسلام دین ہے۔

- دین موسیٰ اسلام ہے۔

- دین عیسوی اسلام ہے۔

- جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد بانی ہے سورۃ الانبیاء آیت نمبر 92۔

ان ھذہ امتکم امتہ واجدۃ وانا ربکم فاعبدون

ترجمہ: ''(اے ان انبیاء کو ماننے والو) یہی (توحید) تمہارا دین ہے اور میں تمہارا معبود ہوں پس میری بندگی کیا کرو۔''

یہ آیت شریفہ یہ واضح کرتی ہے کہ تمام انبیاء کرام نے ایک ہی عقیدے کی تبلیغ کی اور ایک دین کے پرچم کے نیچے ہی سب کو جمع کرنے کی کوشش فرمائی اور وہ عقیدی توحید ہے آدم علیہ السلام سے لے کر سرور انبیاء حضرت محمد ﷺ سب نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی۔ قرطبی کہتے ہیں یہاں امتہ کا معنی دین ہے۔ بین المذاہب اتحاد کی بنیاد تو قائم کردی گئی کہ یہ سب الہامی مذاہب ہیں اور ان کا بنیادی عقیدہ ایک ہی ہے۔ اس کا ایک اور بڑا ثبوت یہ ہے کہ مسلمان مردوں کی اہل کتاب عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت ہے ورنہ وہ بھی ختم کردی جاتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جوامت ہے اس کے اعمال کیا رہے؟ اس کی بنیاد پر ہم حضرت عیسیٰؑ کی رسالت و نبوت اور آپ کی تعلیم دی ہوئی شریعت سے انکار نہیں کر سکتے۔

حضور سرور انبیا ﷺ نے ان امتوں کے پیغمبروں اور ان کی کتابوں اور ان کی شریعتوں کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر ایمان لا کر ان کی تصدیق کرنے کا حکم دیا ان کی گمراہیوں کی مذمت اللہ تعالیٰ نے کی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی گمراہی پر ان کی مذمت کی۔ اتحاد بین المذاہب ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ مفاہمت بین المذاہب ہمارے ایمان کا حصہ نہیں ہے۔ نظریہ ضرورت کے تحت ان سے مفاہمت کریں گے۔ مدینہ کی اسلامی ریاست کے مفاد میں نبی کریم ﷺ نے ان سے معاہدہ کیا۔ جب مدینہ کی ریاست کے مفاد کے خلاف انہوں نے کام کئے یا منافی سرگرمیاں اختیار کیں یا معاہدے کی خلاف ورزی کی تو ان سے اپنا شہر خالی کروالیا گویا ثابت ہوا کہ تعلقات کے لئے عقیدے کو نہیں حکمت عملی Strategy کو بنیاد بنائیں گے۔

ایک اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ دنیا بھر میں سارے یہودی ایک جیسا طرز عمل نہیں رکھتے نیز صیہونیت اور یہودیت میں فرق کرنا ضروری ہے تھیوڈور ہرسل نے صہیونی تحریک شروع کی۔ جو یورپ میں یہودیوں پر مظالم کے باعث شروع کی گئی۔ ہم مذہبی انتہا پسندی کی مذمت کی بنیاد پر صہیونیت کی مذمت کرتے ہیں۔

یہود نے صہیونی تحریک کی بدولت دنیا بھر میں کاروبار اور معیشت پر قبضہ کیا عالمی میڈیا پر قبضہ کیا یورپی اور عیسائی دنیا کو ضمیر کا مجرم بنا دیا۔ آج بھی امریکہ کے ٹی وی چینلز سے ہر وقت کسی نہ کسی چینل سے یہود مغربی دنیا اور عیسائی دنیا کے مظالم

سے متعلق فلمیں دکھائی جارہی ہوتی ہیں اور اس طرح مغربی استعمار کو عیسائی حکومتوں کو انہوں نے اپنے ضمیر کا مجرم بنالیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مغربی دنیا انہیں Un due favours دینے پر مجبور رہتی ہے۔

موجودہ دور کے بدقسمت واقعات کے باعث تین بڑے توحیدی ادیان یا مذاہب' اسلام عیسائیت اور یہودیت کے پیروکاروں کے درمیان تقسیم اور کشیدگی بڑھتی جارہی ہے گزشتہ چھ دہائیوں میں مسلمانوں اور یہودی کمیونیٹیز کے درمیان خلیج بڑھتی گئی ہے اور تعاون و پرامن بقائے باہمی کے برخلاف ماحول پیدا ہوتا گیا۔

مسلمانوں کو اہل کتاب کے بارے میں قرآن حکیم نے ایک مستقل پالیسی دے دی جو سورۃ توبہ کی آیت نمبر 29 میں بیان ہوئی ہے۔ ''کہ وہ جزیہ ادا کریں اور اسلامی مملکت میں رہ سکتے ہیں۔''

اور یہی سبب تھا بیت المقدس کی فتح کے بعد یہ معاہدہ ہوا جو خود حضرت عمرؓ کی موجودگی اور ان کے الفاظ میں لکھا گیا' ترجمہ حسب ذیل ہے۔

یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان' مال' گرجا' صلیب' تندرست' بیمار اور ان کے تمام مذاہب والوں کے لئے ہے۔ اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی' نہ وہ ڈھائے جائیں گے' نہ ان کو اور نہ ان کے احاطہ کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ ایلیا والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں اور چوروں کو نکال دیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا' اس کی جان اور مال کو امن ہے تا کہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے اور جو ایلیا ہی میں رہنا اختیار کرلے تو اس کو بھی امن ہے اور اس کو جزیہ دینا ہوگا اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے گا تو ان کو اور ان کے گرجاؤں کو اور صلیبوں کو امن ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا کا رسول خدا کے خلفا کا اور مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔ اس تحریر پر گواہ ہیں' خالد بن الولید اور عمرو بن العاص اور عبدالرحمان بن عوفؓ اور معاویہ بن ابی سفیان اور (یہ معاہدہ) 15ھ میں لکھا گیا۔'' (بحوالہ: تاریخ ابوجعفر جریر طبریؒ)

گویا حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المقدس سے یہودیوں کی پانچ سو سالہ جلاوطنی کو منسوخ کر کے انہیں بیت المقدس میں داخلے کی اجازت دی۔ عیسائیوں یا نصاریٰ کو امان دی اگر چہ کہ معاہدہ بیت المقدس کے مطابق عیسائیوں کے ساتھ یہود کو ایلیا میں (یعنی بیت المقدس) رہنے کی اجازت نہیں دی گئی نیز یہ کرم کیا کم تھا کہ ان کی ایلیا سے جلاوطنی ختم کردی گئی اور اہل

کتاب کے دوسرے گروہ کو امان دی۔ اس کے علاوہ مسلمانوں اور یہودیوں کو قرطبہ بغداد استنبول اور بخارا میں باہمی امن و سکون سے ساتھ ساتھ رہنے کی مثالیں بھی ہیں۔ نیز مسلمانوں نے اپنی مفتوحہ سلطنتوں میں عیسائیوں کو بھی امان دی اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا۔

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت کی ضرورت و اہمیت:

بین المذاہب منافرت کو دور کرنے، بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت کو فروغ دینے کی ضرورت و اہمیت بہت زیادہ بڑھ چکی ہے۔ اور اس کے اسباب درج ذیل ہیں۔

1ء سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے باعث اقوام عالم اور مذاہب عالم کے درمیان تصادم بنی نوع انسان کیلئے تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے

2۔ گلوبلائزیشن کے عمل میں تیز رفتار پیش رفت نے دنیا کو سمیٹ کر گلوبل ولیج بنا دیا تو قوموں اور مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان تعصب اور نفرتوں کے بجائے اتحاد و یگانگت اور ہم آہنگی کی بنیاد استوار کرنا ہوگی۔

3۔ تہذیبوں کے درمیان تصادم کے بجائے مفاہمت و مصالحت کے فروغ کے لئے۔

4۔ علاقائی اور عالمی سطح پر انتہا پسندی اور دہشت گردی کے پس پردہ عوامل کے خاتمے کے لئے۔

موجودہ دنیا میں ہر دین، ہر مذہب اور ہر قوم کو ایک دوسرے کے ساتھ رہنا ایک دوسرے کو گوارہ کرنا ہے ایک دوسرے کو برداشت کرنا ہے۔ ایک دوسرے کو کوئی نقصان نہیں دینا ہے۔ ایک دوسرے کے وجود کو حرف غلط کی طرح مٹانے کی کوشش نہیں کرنی ہے ایک دوسرے کے حقوق غصب نہ کریں۔ باہمی نفرتوں کو مٹائیں۔ اگر ایک دوسرے کے دوست نہیں بن سکتے تو ایک دوسرے کے دشمن تو نہ بنیں تینوں الہامی مذاہب کو امید، بردباری اور امن کا ذریعہ ہونا چاہئے تھا جو ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما دکھائی دیتے ہیں۔

مسلمانوں کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں۔

خصوصاً موجودہ دور میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے ساتھ اسلام کو مسلمانوں کو منسوب کرنے کے رجحانات بہت افسوسناک ہیں بلکہ برداشت، رواداری، اعتدال پسندی اور زندگی اور برتاؤ کے ہر پہلو میں میانہ روی کو اختیار کرنے والا دین، امن و سلامتی کا علمبردار یہ دین ہے اور اس دین کے ماننے والوں پر دہشت گردی اور انتہا پسندی کا الزام ہے سب کی غلطیوں، کوتاہیوں اور بے اعتدالیوں کو مسلمانوں کے کھاتے میں ڈالا جا رہا ہے سب سے زیادہ حق تلفی اس دور میں عالمی سطح پر

مسلمانوں کی ہورہی ہے ان کے بنیادی حقوق پامال کیے جارہے ہیں۔خصوصاً فلسطین میں' کشمیر میں' عراق میں' افغانستان میں' بوسنیا میں چیچنیا میں۔اگرآج دنیا' سلامتی کونسل اور عالمی عدالت انصاف اور انسان کے اجتماعی ضمیر کے زندہ ہونے کا عملی مظاہرہ کرے اور آزادی کی جدوجہد کرنے والی اقوام کو آزادی وخودمختاری حاصل ہوجائے۔اگر اس دنیا میں پرامن بقائے باہمی کے تقاضوں کے مطابق کسی ملک کے حقوق پر کوئی غاصبانہ قبضہ نہ کرے اور اسے اپنی طاقت کے بل بوتے پر سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے بل بوتے پر۔ایٹمی اسلحے کے ذخائر کے بل بوتے پر یا یوں کہیے کہ" جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کے اصول کے بل بوتے پر نہ دبائے اور اس کے حقوق کی پامالی نہ کرے تو دہشت گردی بھی نہ ہو۔جب کوئی کسی کے حق غصب کرتا ہے اس پر ظلم کرتا ہے تو ظلم کے جواب میں ظلم ہی ہوتا ہے۔

حقوق غصب کرنے سے دہشت گردی جنم لیتی ہے۔نیز بین المذاہب اتحاد و یگانگت پیدا کرنا ضروری ہے۔ خصوصاً اس لئے کی الہامی مذاہب کی اصل یا اساس تو ایک ہی ہے اور انہیں اللہ وحدہ لاشریک کے نام پر' اس کی عبادت کے نام پر' نیز وہ ملک الناس ہے کائنات کی سروری یا Sovereginty یا اللہ کے مقتدر اعلیٰ ہونے کی بنیاد پر ایک دوسرے کے قریب آنا چاہیے۔

مختلف مذاہب میں ہم آہنگی سے تہذیب پروان چڑھتی ہے نیز جیسا کہ William mcugauhey نے اپنی کتاب" Five apoches of human civilization "میں یہ ثابت کیا ہے کہ مختلف مذاہب اگر Co-exist کر جائیں تو civilization کو کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔

پروفیسر ڈاکٹر صدیقی نے اپنے ایک مقالے بعنوان "گڈ گورننس" میں مقدمہ ابن خلدون جلد اول کے حوالے سے لکھا ہے کہ" ہر قوم کے عروج وزوال کے اسباب مختلف عوام وعناصر پر منحصر ہوتے ہیں جن کا ایک عنصر سیاسی حاکمیت ہے اور اچھی سیاسی حاکمیت کی اقدار مذہب وشریعت ملکی معیشت اور عدلیہ کے نظام سے حاصل ہوتی ہیں۔"

بلکہ میں سمجھتی ہوں کہ تینوں الہامی مذاہب اپنے اپنے دین وشریعت کی حقیقی سوجھ بوجھ اپنے اپنے ماننے والوں میں پیدا کریں تا کہ ان ادیان کے ماننے والوں کے طرز عمل عمل میں دین ومذہب کی تعلیمات سے اعراض کی بنا پر جو رویے شامل ہوگئے ہیں ان کی اصلاح ہوسکے۔آسمانی ہدایت ہی میں سلامتی ہے۔

اختتامیہ:

خصوصاً مسلمان خاتون کی حیثیت سے میں سمجھتی ہوں کہ مسلمانوں کی ذمہ داری فزوں تر ہے۔انہیں اللہ نے

بہترین امت قرار دیا ہے انہیں خیر امتہ ہونے کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا۔ مسلمانوں کی معاشرت' حسن معاملہ' عفت وطہارت' اخلاق وکردار' سماجی روابط' مومنانہ فراست ایسی ہو کہ غیر مسلم دنیا اسے قریب سے دیکھے تو اسلام تیزی سے ان میں مقبول ہو اور غیر معمولی رفتار سے پھیلے خیر امتہ کے منصب کے کیا تقاضے ہیں؟ اور ان تقاضوں کو کیونکر پورا کرنا ہے؟

ترجمہ: ''تم وہ بہترین امت ہو جو تمام لوگوں کے لئے بھیجی گئی ہے تم انہیں معروف کا حکم کرتے ہو اور منکر سے روکتے ہو''۔

امام راغب اصفہانی کے نزدیک معروف سے مراد وہ فعل ہے جس کو عقل یا شرع بہتر سمجھے اور منکر وہ ہے جس کو عقل یا شرع برا جانے۔ مفسرین کی تصریح کے مطابق معروف میں وہ تمام احکام آجاتے ہیں جن کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے (اوامر) اور منکر میں وہ تمام جن سے بچنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ (نواہی) اور پورے دین کی روح۔ یہی معروف ومنکر ہیں جس نے معروف ومنکر کو سمجھ لیا اس نے دین کی رمز کو پالیا۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ معروف ومنکر کے مطابق اپنی زندگی گزارے بلکہ ایک دوسرے کو بھی اوامر کی ادائیگی اور نواہی سے بچنے کی تلقین کرے۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ دین کا علم لازمی ہر مسلمان کو حاصل ہو۔ وہ اوامر اور نواہی کے متعلق علم رکھتا ہو اور ان کے مطابق خود بھی عمل کرتا ہو اور دوسروں کو بھی اس کے مطابق عمل کرنے کو کہتا ہو۔

دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ امت وسط کے مرتبے اور منصب کے تقاضے کیا ہیں؟ اور ان تقاضوں کو کیونکر پورا کرنا ہے۔ ہر دین کا ایک مزاج ہوتا ہے۔ اعتدال اور میانہ روی اسلام کا مزاج ہے افراط وتفریط اسلام میں پسندیدہ نہیں۔ لہٰذا امت وسط ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہر عمل میں اعتدال کا راستہ اختیار کیا جائے اور اعتدال کی راہ پر دوسروں کو بلانا ہمارا فرض ہے عام حالات میں تو انسان اعتدال میں رہتا ہی ہے غیر معمولی حالات میں بھی اعتدال کے راستے پر گامزن رہنا ضروری ہے۔

نیز ہم امت وسط ہیں۔ یعنی ہم اور ہمارا طرز عمل دنیا میں ہر جگہ' ہر ملک اور ہمہ وقت ایسا ہو کہ اسلام کی شریعت کی' اسلام کی حقانیت کی شہادت دے اور نبی ﷺ ہم پر گواہ ہیں ہمیں دین اسلام کی تعلیمات وشریعت وحقانیت کی گواہی ان کی حیات طیبہ کے ہر گوشے سے ہر پہلو سے ملتی ہے اور ابدلآباد تک ان کی امت کے عمل سے یہ گواہی دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچتی رہے اللہ کرے کہ ہم امت مسلمہ کے افراد ان دونوں مناصب کا حق صحیح معنوں میں ادا کریں تو بین المذاہب اتحاد و یگانگت بھی پیدا ہو جائے اور انسان جن مصائب وآلام میں گرفتار ہے اور دنیا جس تصادم اور تباہی کی راہ پر گامزن ہے آسمانی ہدایت' دین کامل ہی اس کا خیر کا سلامتی کا اور امن کا راستہ دکھا سکتا ہے اللہ کرے کہ ہم سب اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جائیں اور جناب رسول کریم رحمت العالمین ﷺ کے اسوہ حسنہ کا اتباع کر کے دین ودنیا کی فلاح وکامیابی حاصل کر سکیں۔

آمین ثمہ آمین۔

کتابیات

1- ضیاء القرآن (جلد اول) از پیر کرم علی شاہ

(جلد دوم)

(جلد سوم)

2- تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحی۔

3- معارف القرآن از مفتی محمد شفیع۔

4- تفہیم القرآن از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔

5- تفسیر ابن کثیر۔

6- حیات رسول امی از خالد مسعود۔

7- سیرت احمد مجتبیٰ از شاہ مصباح الدین شکیل۔

8- اسلامی نظریہ حیات از پروفیسر خورشید احمد۔

9- الفاروق از علامہ شبلی نعمانی۔

10- گڈ گورننس از پروفیسر ڈاکٹر صدیقی۔

11- William Mugaughe Five Epches of civilization

12- صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔

13- صحیح مسلم۔ کتاب الفرائض۔

14- صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد۔

15- رسول اکرمؐ سیاست خارجہ از پروفیسر محمد صدیق قریشی۔

16- ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی۔

17- ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔

18- عیسائیت۔ تجزیہ و مطالعہ از پروفیسر ساجد میر۔

19- تہذیبوں کا تصادم از سموئیل پی ہنٹنگٹن۔

قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمته سواء بیننا و بینکم کے حوالے سے

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت، تعلیمات اسلام اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

مسز بشریٰ بیگ

محمد ﷺ پیشوا اور رہنمائے خلق و عالم ہیں
معزز ہیں، مقدس ہیں، معظم ہیں ' مکرم ہیں
انہیں کے رنگ سے رنگِ گلِ ہستی کی زینت ہے
انہیں کی بو سے عطر آگیں بنی آدم کی طینت ہے

محسن انسانیت، قائد تمدن، امن عالم کے نقیب، رہنمائے کاروان انسانیت، خیر البشر، رحمتہ للعالمین، رؤف و رحیم پیغمبر، معلم کتاب و حکمت، صاحب خلق عظیم، صاحب مقام محمود، شاہِ امم، خاتم المرسلین، مونس دل شکستگاں، ہادی اکرم پیغمبر اعظم، جانِ عالم، فخر عالم، مینارۂ نور، جمالِ اولین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ وہ واحد منبع ہے جس سے عالم اسلام کی زندگی اور انسانی معاشرے کی سعادت کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکات پر بے شمار درود وسلام ہوں، آپ ﷺ نے اپنے حلم، بردباری اور بے پایاں شفقت و برداشت سے دنیا کو امن کا خطہ بنا دیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات عالیہ اور لائے ہوئے نظام میں دنیا کی فلاح و بہبود پوشیدہ ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ.

(۱) دورِ جدید میں امن عالم مفقود ہے۔ اخوت، بے مثال ربط وضبط، ایثار، قربانی اور برداشت وحلم کے جذبے مجروح ہو رہے ہیں، داغ ہائے غم اور چراغ سینہ کتنے ہیں۔

یہ جہانِ رنگ و بو جلوہ گاہِ حیات ہے، زندگی کی بوقلموں رنگینیوں کے باعث یہ جہاں آباد ہے، گو نباتاتی اور حیوانی زندگی میں بھی رنگینیوں کے بڑے دلکش اور دلربا مینا بازار سجے ہوئے ہیں، لیکن انسانی زندگی میں جو رعنائیاں اور ندرت آفرینیاں ہیں، یہاں تخلیقی قوتوں کے جو سمندر موجزن ہیں وہ کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتے، یہ انسان ہی ہے جس کو خلعت وجود بخشنے کے بعد اس کے خالق نے فرمایا کہ "آپ (ﷺ) کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے نمونہ بنایا گیا۔"

(۲) اس قدرت و طاقت والے نے عرش و فرش، کائنات کی لامتناہی پہنائیوں کو لفظ کن سے پیدا کیا۔ لیکن آدم خاکی کی

آ فرینش کا ذکر کیا تو فرمایا ''خلقتہ بیدی'' میں نے اسے اپنی قدرت کے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے۔ علم اور عمل فکر اور تخلیق، تدبیر اور تعمیر کی جو بے پناہ صلاحتیں اس پیکر خاکی میں ودیعت فرمائیں ان کا تذکرہ نفخت فیہ من روحی (۳) کے معنی خیز الفاظ سے کیا۔ یہی چیزیں ہیں جو سیرت پاک کے مطالعے کی دعوت دیتی ہیں۔

عنوان کی تفسیر

قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمتہ سواء بیننا وبینکم الا نعبدالا ولا نشرک بہ شاء ولایتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰہ۔ (۴)

کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ، وہ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔

یہ مشترکہ نکتہ جیسا کہ امام ابوبکر حصاصؒ احکام القران میں فرماتے ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان ''عدل وانصاف'' کا نکتہ ہے، ہم اس میں برابر ہیں، اس مشترک بات کی صحت اور درستگی پر انسانی عقل بھی گواہ ہے، کیونکہ تمام انسان اللہ کے بندے ہیں، کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے سے اپنی بندگی کروائے، کسی پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کرے، سوائے اس کے کہ کسی اور کا حکم بھی اللہ ہی کی اطاعت کے لیے ہو۔

یہ بات دور حاضر کی زبان میں اس طرح کی جاسکتی ہے کہ ایک اللہ کی حاکیت غلامی اور بندگی میں آجانے کے بعد انسان اس ظلم سے نجات حاصل کرسکتا ہے جس کی غلامی کی زنجیر میں بڑی طاقتوں نے چھوٹے ممالک کو غاصب اقوام نے مظلوم قوموں کو اپنے ہی وطن اور ملک میں جکڑا ہوا ہے اور آمروں نے اپنی رعایا کو غلام بنایا ہوا ہے۔ یہ حقیقی آزادی اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک افراد اور قوموں کے درمیان تعلقات عادات اور منصفانہ بنیادوں پر استوار نہیں ہوتے، قانونی نظام اور قانونی طریقے خواہ کتنے ہی کیوں نہ بدل جائیں، عدل وانصاف کا معیار اور کسوٹی ہمیشہ ایک ہی رہے گی، اس کسوٹی اور معیار پر ہر دور میں حسن نظم اور قوانین کو پرکھا جاتا رہے گا۔ (۵)

شریعت اسلامیہ، جان، مال اور عزت وآبرو کی حرمت سے تعلق رکھنے والے قانون سازی کے ارفع اصولوں میں دیگر تمام آسمانی شریعتوں سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم الاتشر کو ابہ شینا وبالوالدین احسانا، ولا تقتلوا

اولادکم من املاق نحن نرزقکم و ایاھم ولا تقربوا الفواحش ماظھرمنھا وما بطن ▪ ولا تقلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ،ذلکم و صاکم ، بہ لعلم تتقون (۶)

کہہ (لوگو) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں (ان کی نسبت اس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے) کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے (بدسلوکی نہ کرنا بلکہ) احسن سلوک کرتے رہنا اور ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا، کیونکہ تم کو اور ان کو ہم رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ بھٹکنا اور کسی جان کو جس کے قتل کو خدا نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا، مگر جائز طور پر (یعنی جس کا شریعت حکم دے) ان باتوں کا وہ تمہیں ارشاد فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

ولقد اتینا موسی تسع آیات بینات (۷)

اور ہم نے موسیٰ کو نو کھلی نشانیاں دیں۔

امام ترمذیؒ اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے کہ جب یہود نے ان نو آیات کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہیں: ۱۔ لاتشر کو ابہ شیئا ''اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ''، ۲. ولا تسراقوا ''اور چوری نہ کرو''، ۳۔ ولا تزنوا ''اور زنا نہ کرو'' ۴۔ ولا تقتلو النفس التی حر م اللہ الا بالحق ''اور ناحق کسی انسان کو قتل نہ کرو'' ۵۔ ولا سمشو بیری الی ذی سلطان لیقتلہ ''کسی بے گناہ کو قتل کے لئے حکمران کے پاس نہ لے جاؤ''، ۶۔ ولا تسخروا ''اور مذاق نہ اڑاؤ''، ۷۔ ولا تقذفوا المحصنات ''اور پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ''، ۸۔ ولا تلو الادبار عند الزحف ''اور میدان جنگ میں پیٹھ نہ پھیرو''، ۹. وعلیکم خاصہ یھود الا تعتدو افی السبت ''اور اے یہود تمھیں بطور خاص حکم دیا جا رہا ہے کہ ہفتہ کے دن میں حد سے نہ بڑھو''

یہ سن کر ان دو یہودیوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور کہا کہ ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں''۔ (۸)

اسلام عالمی مذہب ہے اور سارے انسانوں کے لئے ہے

اسلام ایک عالمگیر پیغام ہے اور اس کے قوانین بھی عالمگیر ہیں اور اس کا عالمگیر ہونا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے لیکن مشروط ہے۔ قرآن مجید میں ہیں:

قل یاایها الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا الذی له ملک السموات والارض لا اله الا هو یحیی ویمیت فامنوا باللّٰہ ورسوله النبی الامی الذی یومن باللّٰہ و کلمته واتبعوه لعلکم تهتدون .(۹)

(اے محمد ﷺ) کہہ دو لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا (یعنی اس کا رسول) ہوں، جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے تو خدا پر اور اس کے پیغمبر رسول امی ﷺ پر، جو خدا پر اور اس کے تمام کلام پر ایمان رکھتے ہیں، ایمان لاؤ اور ان کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔

وما ارسلنک الا کافة للناس بشیراء ونذیرا .(۱۰)

اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہیں تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

قرآن اسلام کے عالمگیر قوانین اور احکام کے بارے میں کہتا ہے:

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون.(۱۱)

وہی تو جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

ادیان و مذاہب کا تعارف اور ان میں تاریخی اتحاد

مذہب کی تعریف

دنیا میں اصولوں اور نظریات کی اتنی کثرت ہے کہ کسی ایک تعریف پر اکتفا کرنا مشکل ہے۔ جملہ تعریفات کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے: ''مذہب نام ہے دل و دماغ کی گہرائی سے کسی کی پیروی کرنا اس یقین کے ساتھ کہ یہ اس کی دنیاوی اور اخروی کامیابی کا راستہ ہے''۔ یعنی مذہب ایک داخلی اور کشفی تجزیہ کے ذریعہ زندگی کے ایک واحد حل کی طرف انسان کی رہنمائی کرتا ہے جس کی بنیاد اس عقیدہ پر ہوتی ہے کہ اعلیٰ ترین تخلیقی قوت موجود ہے جو پہلے سے سوچے سمجھے ایک نظام کے مطابق جو انسانی فہم سے بالاتر ہے کائنات پر حکمران ہے یہ نظریہ لازمی طور پر انسان کو ان حقائق اور زندگی کے ان پہلوؤں کی چھان بین کرنے سے مانع نہیں جو اپنے آپ کو بیرونی مشاہدہ کے لئے پیش کریں۔ خارجی (سائنٹفک) اور داخلی (مذہبی) مشاہدہ اور

ادراک میں دراصل کوئی حقیقی تضاد اور مغائرت نہیں لیکن دراصل دوسرا طریقہ یعنی ہی وہ ظنی امکان ہے جس سے یہ سمجھا جا سکے کہ تمام زندگی دراصل اپنی ماہیت اور حرکی قوت کے اعتبار سے ایک ہی ہے، یا مختصر الفاظ میں یہ کہ حیات ایک متوازان اور ہم آہنگ کلیت ہے ''ہم آہنگ'' کا لفظ جو بری طرح غلط استعمال ہوتا رہا ہے، اس سلسلے میں بہت اہم ہے چونکہ اس کا مقتضی یہ ہے کہ اس کا رجحان خود انسان میں موجود ہو مذہبی انسان اس بات کو جانتا ہے کہ جو کچھ اس کے ساتھ پیش آتا ہے یا جو اس کے اور وقوع پذیر ہوتا ہے وہ بے شعور اور بے مقصد قوتوں کے اندھے کھیل کا نتیجہ ہرگز نہیں ہے وہ ایمان رکھتا ہے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے شعوری ارادے یا مشیت کا نتیجہ ہے اور اس لئے یہ کائناتی نظام کا ایک جز ولاینفک ہے اس طرح انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ اس شدید تضاد کی گتھی کو سلجھا سکے جو انسان اور خارجی عالم کے حقائق و مظاہر میں پایا جاتا ہے جن کو فطرت کہتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں جن کو ''انفس'' اور ''آفاق'' کہا جاتا ہے، انسان اپنے نظام کی تمام پیچیدگیوں کے ساتھ، اپنی تمام خواہشات، خطبات، محسوسات اور ظنی غیر یقینیوں کے ساتھ اپنے آپ کو فطرت کے بالمقابل پاتا ہے، جس میں فیاضی اور سختی، خطرہ اور تحفظ، ایک حیرت انگیز اور ناقابل فہم طریقہ سے ملے جلے ہوتے ہیں اور بظاہر جس طرح وہ کام کر رہے ہیں وہ انسانی ذہن کے طریقوں اور نظام سے بالکل مختلف ہیں، اس تضاد کو خالص عقلی فلسفہ یا علم کبھی حل نہیں کر سکا، یہی وہ مقام ہے جہاں مذہب ہماری رہبری کرتا ہے۔

مذہب انسان اور فطرت کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیتا ہے

مذہبی مشاہدہ اور تجربہ کی روشنی میں باشعور انسانی انا اور گم سم اور بظاہر غیر ذمہ دار فطرت ایک روحانی ہم آہنگی کے رشتہ میں مربوط ہو جاتے ہیں چونکہ انسان کا انفرادی شعور اور فطرت جو اس کو گھیرے ہوئے ہے اور جو خود اس کے اندر موجود ہے ایک ہی تخلیقی ارادے کے دو باہمی مربوط گو مختلف مظاہر ہیں اس لئے وہ اہم فائدہ جو مذہب انسان کو بخشتا ہے یہ ادراک ہے کہ وہ تخلیق کے ابدی نظام میں ایک سوچی سمجھی وحدت ہے اور اس کی یہ حیثیت ہمیشہ قائم رہے گی۔ یعنی وہ تقدیر کائنات کے لامحدود نظام کا ایک مخصوص جز و رہے گا، اس نظریہ کا نفسیاتی نتیجہ روحانی تحفظ کے اس گہرے احساس کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جو صحیح معنوں میں ایک مذہبی انسان کو غیر مذہبی انسان سے ممیز کرتا ہے چاہیے اس کا کوئی بھی مذہب ہو۔ (۱۲)

دین کا معنی و مفہوم

عربی زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ مادے کے اصل معنی کسی نہ کسی شکل و صورت میں اس کے مشتقات فعلیہ اور اسمیہ دونوں میں باقی رہتے ہیں اسی لئے بہ اعتبار لغت دین کے معنی غلبہ و اقتدار، حکمرانی و فرماں روائی، ملت و مذہب، دوسرے کو

اطاعت پر مجبور کرنا وغیرہ کے ہیں مثلاً عربی میں استعمال ہوتا ہے دان الناس ای قهر هم علی الطاعة ''یعنی لوگوں کو اطاعت پر مجبور کیا'' دین کے لغوی معنی شریعت، طریقہ، راستہ اور رسم و رواج کے بھی ہیں، اور حج والی حدیث میں ہے:

كانت قريش و من دان بد ينهم اى اتبهم فی دینهم و افقهم علیه اتخذ دینهم له دینا و عبادة.(۱۳)

اور وہ لوگ جو ان کے مسلک کے پیرکار تھے یعنی انہوں نے قریش کی متابعت و موافقت کی تھی اور ان کے دین کو بطور اپنا دین و عبادت اپنایا تھا۔

قرآن مجید میں بعض جگہ لفظ دین نظام زندگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی ایسا نظام جس کے تحت انسان اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق اور مالک و مختار تسلیم کرتا ہے اس کا مطیع و فرمانبردار بندہ بن جاتا ہے، اس کی ہدایت کا پابند ہو جاتا ہے، گویا حکم عدولی اور نافرمانی کی صورت میں ہر مومن سزاوار قرار پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کر لینے کی صورت میں وہ مستحق انعام ٹھہرایا جاتا ہے۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ادیان سابقہ اور دین اسلام کے مابین اشتراک و مساوات کے چند پہلوؤں کا تذکرہ کریں تا کہ ایک طرف لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم کا باہم دگر ربط و تعلق واضح ہو جائے اور دوسری طرف دوام کا تقاضا بھی پورا ہو جائے، بداہتاً لفظ دوام زمانے سے متعلق ہے اور زمانہ تین حصوں میں منقسم ہے، ماضی، حال اور مستقبل، زمانہ حال تو جاری و ساری ہے اور مستقبل کی ضمانت بہ سبب تکمیل دین بصورت ختم نبوت موجود ہے تاہم دوام کے نقطہ نظر سے ماضی کا معاملہ بھی مبہم اور نا معلوم نہیں ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ''اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس کے اختیار کرنے کا نوح کا حکم دیا تھا اور جس کی اے محمد ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا وہ یہ کہ دین کو قائم رکھنا اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالنا، جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔(۱۴)

دین اسلام جو امت محمدیہ علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے شروع کیا گیا ہے یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے حقیقتاً یہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہی دین ہے کیونکہ حق (دین خداوندی) ہمیشہ ہمیشہ ایک ہی رہا ہے، وہ کوئی تبدیل ہونے والے شے نہیں ہے اہل کتاب جو دین اسلام کو ادیان سابقہ سے مماثل اور مشابہ قرار دینے میں حیل و حجت سے کام لے رہے تھے اور اجنبیت برت رہے تھے، دراصل وہ اپنی ناراضگی اور دشمنی کا اظہار کر رہے تھے، چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دین اسلام کے تعین کی خاطر ایک سیدھی لکیر کھینچ کر فرمایا کہ یہی لکیر سبیل الرشاد ہے تو پھر اس لکیر کے ارد گرد دائیں

بائیں چند لکیریں کھینچیں اور ارشاد فرمایا کہ یہ سب راستے شیطانی راستے ہیں جن کی طرف شیطان ملعون ہر وقت دعوت دیتا رہتا ہے پھر قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ھـذا صـراطی مستقیما فاتبعوہ "یہی واحد لکیر میرا سچا اور سیدھا راستہ ہے پس اس کی پیروی کرو" تلاوت فرمائی۔ دین اسلام کی مماثلت کی وجہ یہ ہے کہ ادیان سابقہ میں بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان اس کی صفات الٰہیہ کا اقرار، سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت ورسالت کی شہادت، آسمانی کتابوں اور فرشتوں پر یقین، اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان والے عقائد موجود تھے، نیز ان انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی ایسے ہی اوامر ونواہی موجود تھے، اس وضاحت کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ دین اسلام ایک طرف سے ادیان سابقہ کی جامع اور تکمیلی شکل ہے اگرچہ بعض عملی احکام میں کسی نہ کسی نوعیت کے فرق وتفاوت کی بھی نشاندہی ہوتی ہے جس کی طرف قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہے۔

"ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔" (۱۵) لیکن اس سے اختلاف ادیان لازم نہیں آتا، جیسے فروع وجزیات میں اختلاف تفریق دین نہیں کہلاتا، کیونکہ تمام ادیان سابقہ بشمول دین اسلام کا مقصد وحید اللہ تعالیٰ کے اوامر کا امتثال اور اس کی نواہی سے اجتناب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس فعل کے کرنے کا حکم دیں اس کو بے چوں وچراں فوراً بجالاؤ اور تعصب وعناد یا خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہوئے اس کی بجا آوری میں لیت ولعل سے کام نہ لو۔" نیز اس سلسلے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول یہ ہے کہ "تفرقہ، جدائی اور نااتفاقی نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اتحاد واتفاق باعث رحمت ہے اور جدائی اور پھوٹ باعث زحمت ومصیبت۔ (۱۶)

صاحب تفسیر علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو وہی دین دیا گیا ہے، جو دین (توحید، رسالت، صلوٰۃ، زکوٰۃ، روزے اور حج، سچائی وراست بازی، ایفائے عہد، امانت میں دیانت، صلہ رحمی، حرمت کفر وقتل، حرمت زنا اور مخلوق خدا کی ایذا رسانی اور دلآزاری حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو دیا گیا تھا۔ (۱۷)

امام فخر الدین الرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس آیت شریفہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر رسول کی شریعت دو حصوں میں منقسم ہوتی ہے، ایک حصہ وہ ہوتا ہے جو نا قابل منسوخ اور نا قابل تغیر ہوتا ہے، مثلاً امور خیریہ، صدق وصفا، عدل وانصاف اور احسان وتشکر اور امور قبیحہ، دروغ گوئی، ظلم وستم، ایذا رسانی اور دلآزاری شامل ہیں، دوسرا حصہ وہ ہے جس میں تبدیلی و منسوخی رونما ہوتی رہی ہے اور احکام شریعت متفاوت اور متفرق رہے یا جن میں کمی وبیشی واقع ہوئی تھی، دین اسلام دیگر ادیان سماویہ سے مختلف اور علیحدہ کیسے ہو سکتے ہیں، جبکہ تمام انسانوں کی طبیعتیں اور فطرتیں یکساں رہی ہیں اور یہ سارے ادیان تنزیل من اللہ ہیں۔ (۱۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے بھی دین اسلام اور ادیان سابقہ کے مابین تسلسل یگانگت کی نشاندہی فرمائی ہے، ارشاد رسالت مآبؐ ہے:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا اولى الناس بعيسىٰ بن مريم فى الدنيار ولآاخرة ، الانبياء اخوة لعلات امهاتهم شتىٰ و دينهم واحد . (۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ التسلیم نے فرمایا کہ میں دنیا و آخرت میں تمام لوگوں کی بہ نسبت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں، ویسے بھی تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں، اگر چہ ان کی مائیں مختلف ہیں۔ لیکن ان کا دین ایک ہی ہے ایک اور حدیث میں ہے۔

عن جابر بن عبدالله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما مثل و مثل الانبياء كرجل بنى دارافاكملهاو احسنها الا موضع لبنته فعجل الناس يدخلونها ويتعجبون منها ويقولون ولولا موضع اللبنته . (۲۰)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ میری مثال اور انبیاء سابقین کی مثال اس شخص کی مانند ہے کہ جس نے ایک گھر تعمیر کیا، ماسوائے ایک تکمیلی اینٹ نصب کرنے کے اس کو (بہترین طریقہ سے) مکمل کیا اور (خوبصورت انداز سے) اس کی آرائش و تزئین کی، بعدازاں لوگ اس کو دیکھنے کی غرض سے آنے شروع ہو گئے اور اس کا فن تعمیر دیکھ کر بڑے حیران اور متعجب ہوئے، اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے، کاش اس ایک اینٹ کا خلا بھی باقی نہ ہوتا۔

عالمی ادیان و مذاہب میں کلمہ سواء (اللہ) کی تحقیق

اکثر الہامی وغیر الہامی مذاہب میں کسی نہ کسی درجہ میں عظیم ترین ہستی اور خالق و مالک کا تصور صحیح یا بگڑی ہوئی شکل میں موجود ہے۔

مفردات امام راغب میں اله يا له اذاتحير يريد اذا وقع العبد فى عظمت الله وجلاله . وقيل فى اسم البارى سبحانه انه ماخوذ من اله يا اله اذاتحير ، لان العقول تاله فى عظمته ، (۲۱) یعنی لفظ الہ کی اصل حیران ہونا ہے، اس سے وہ کیفیت مراد ہے جو اللہ کے عظمت و جلال کے احساس سے بندے کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ لفظ اللہ اسی الہ سے (الف لام تعریف داخل کر کے) بنا ہے، کیونکہ عقلیں اس کے تصور سے حیرانگی میں پڑ جاتی ہیں۔

''الہ'' سے مرادوہ ہستی ہے جو حیران کن حدتک عظیم ہو جس کے کمالات کو سوچ کر آدمی حیرت واستعجاب میں غرق ہو جائے، اسی سے تقدس کا عقیدہ پیدا ہوتا ہے، تقدس سے مراد کسی چیز کی وہ پراسرار صفت ہے جو اس کو نا قابل فہم اور نا قابل ادراک حدتک بلند اور برتر بنا دیتی ہے۔ ''الہ'' وہ ہے جو مطلق طور پر مقدس ہو، جس کے آگے آدمی اپنی پوری ہستی کے ساتھ جھک جائے، جو ہر قسم کے تصرف اور تغلب سے ماورا ہو۔

اس معنی میں صرف ایک اللہ ہی الہ ہے، اس کے سوا نہ کوئی الہ ہے اور نہ کسی بھی درجہ میں اس کے ساتھ الوہیت میں کوئی شریک ہے، حقیقی الہ کو الہ ماننا تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے اور غیر حقیقی الہ کو الہ ماننا تمام برائیوں کا سرچشمہ اور تمام خرابیوں کی جڑ ہے، غیر مقدس کو مقدس ماننا تمام برائیوں کی جڑ ہے، یہی وہ چیز ہے جس کو دینی اصطلاح میں شرک کہا جاتا ہے، شرک کو قرآن میں ظلم عظیم (۲۲) کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت سے خوبصورت نام منسوب ہیں، قرآن کہتا ہے:

قل ادعو اللہ او ادعو الرحمان ایاما تدعوا فلہ الا سمآء الحسنیٰ . (۲۳)

اے نبی (ﷺ) ان سے کہو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو اس کے لیے اچھے ہی نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے خوبصورت ناموں کے متعلق اسی طرح کے پیغامات قرآن مجید کی ان آیات میں بھی دہرائے گئے ہیں۔ (۲۴)

قرآن عظیم، اللہ تعالیٰ کی جو صفات یا خاصیتیں بیان کرتا ہے وہ 99 سے کم نہیں ہیں جبکہ اللہ کا لفظ سب سے اعلیٰ اور بلند نام ہے۔ قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کے لیے جو نام استعمال کرتا ہے ان میں ''الرحمان''، الرحیم اور الحکیم بہت سے ناموں میں سے چند ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کو کسی بھی صفاتی نام سے پکار سکتے ہیں مگر وہ خوبصورت ہونا چاہیئے اور اس میں کوئی تجسیم کا پہلو نہیں ہونا چاہیئے۔

خدا کی ہر صفت یکتا اور اسی کے لیے مخصوص ہے

خدا صرف بالکل انوکھی اور یکتا صفات رکھتا ہے بلکہ خدا کی ہر صفت اور خاصیت اس کی شناخت کے لیے کافی ہے۔

ڈاکٹر ذاکر نائک صفاتی نام کی وضاحت کے لیے نیل آرمسٹرانگ کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ نیل آرمسٹرانگ امریکی ہے، یہ آرمسٹرانگ کے امریکی ہونے کی خاصیت درست تو ہے مگر اس کی اصل شناخت کے لیے کافی نہیں، ساتھ ساتھ نیل آرمسٹرانگ خلانورد بھی ہے، اسی لیے کسی منفرد اور یکتا شخص کی شناخت کے لیے اس کی خاصیت بھی یکتا ہی ہونی چاہیئے، مثلاً نیل آرمسٹرانگ وہ پہلا شخص تھا جس نے چاند پر قدم رکھا تھا، تو اگر کوئی یہ کہے کہ کس شخص نے سب سے پہلے قدم رکھا تو اس کا جواب ہوگا ''نیل آرمسٹرانگ'' اللہ رب العزت کی صفات کو بھی یکتا اور منفرد ہونا چاہیئے، مثلاً کائنات کا خالق،

اگر میں یہ کہوں کہ وہ عمارت کا خالق بھی ہے تو یہ ممکن بھی ہے اور سچ بھی مگر یہ کوئی انوکھی صفت نہیں ہے، ہزاروں دوسرے لوگ بھی عمارتیں بناتے ہیں اور یوں خدا اور انسان کے درمیان کوئی فرق نہیں رہتا۔ اسی لیے اللہ کی صفات بھی منفرد ہیں جو کسی بھی اور شے کو بیان نہیں کرتیں سوائے اللہ رب العزت کے۔ مثال کے طور پر الرحمٰن (سب سے زیادہ رحم کرنے والا)، الرحیم (سب سے زیادہ مہربان)، الحکیم (سب سے زیادہ توانا) تو اگر کوئی سوال کرے کہ "الرحیم" کون ہے تو اس کا صرف ایک ہی جواب ہوگا، اللہ رب العزت۔

خدا کی ایک صفت دوسری صفت کو رد نہیں کرتی

ہم سمجھنے کے لیے دوبارہ نیل آرمسٹرانگ کی مثال دیکھتے ہیں، اگر کوئی یہ کہے کہ نیل آرمسٹرانگ امریکی خلانورد ہے اور صرف چار فٹ لمبا ہے تو پہلی خاصیت (امریکی خلانورد) تو درست ہوگی مگر اس سے وابستہ دوسری خاصیت) (کہ وہ صرف چار فٹ لمبا ہے) یہ بات غلط ہوگی، اسی طرح کوئی یہ کہے کہ (خدا کائنات کا خالق ہے) درست ہے مگر دوسری بات (انسانی جسم میں ہونا) بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔

تمام صفات ایک ہی خدائے واحد کے لیے ہیں

چونکہ خدا صرف ایک ہے تو یہ ضروری ہے کہ تمام خاصیتیں صرف ایک خدا اور اسی خدا کو بیان کریں، نیل آرمسٹرانگ کا بیان کرتے ہوئے یہ کہنا غلط ہوگا کہ اس (نیل آرمسٹرانگ) نے چاند پر پہلا قدم رکھا اور دوسرا ایڈون آلڈرن تھا دونوں کی صفات جدا جدا ہیں، یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ خالق ایک خدا ہو اور پالنے پوسنے والا خدا دوسرا، کیونکہ ایک واحد اور یکتا خدا ہی مجموعی طور پر ان تمام صفات کا ملک ہے۔ (۲۵)

مسلمان انگریزی لفظ "GOD" کے لفظ کے آگے "Dess" کا اضافہ کردیں تو یہ "Goddess" ہو جائے گا جس کا مطلب ہے خدا کی مونث یا مادہ جبکہ مذکر اللہ (Male ALLAH) اور مونث (Female Allah) جیسی کوئی شے نہیں ہے، اسی طرح انگریزی لفظ "GOD" میں T IN کا سابقہ لگا دیا جائے تو یہ Tin-God بن جائے گا جس کے معنی "جعلی خدا" کے ہیں، تو لفظ "اللہ" نہایت منفرد اور یکتا لفظ ہے جسے بولتے وقت کوئی تصویر ذہن میں نہیں آتی اور اس لفظ کو ادل بدل کر اس سے کھیلا بھی نہیں جا سکتا، اسی طرح مسلمان لفظ اللہ کہنے کو ہی ترجیح دیتے ہیں، تاہم کبھی کبھار وہ غیر مسلموں سے بات کرتے ہوئے God کا لفظ کہہ دیتے ہیں جو کہ بہت موزوں لفظ نہیں ہے۔

ہندو مذہب میں لفظ ''اللہ'' کی تحقیق

مولانا شمس نوید عثمانی لکھتے ہیں: ''اسم ذات اللہ ہی ہے، اللہ کے نام کا یہ لفظ جو ال + الٰہ ہے ہمیں معمولی صوتی تبدیلیوں کے ساتھ آج بھی قریب قریب ہر مذہب میں ملتا ہے۔'' (۲۶)

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ تبت کا مرکزی شہر لاسہ دراصل لاہ سہ ہے، یعنی بیت اللہ یہ شہر آرین اقوام کی مذہبی تہذیب کا قدیمی مرکز ہے، فرماتے ہیں ہم نے جب یہ خیال مولانا حمید الدینؒ (فراہی) سے ظاہر کیا تو فرمانے لگے کہ خدا تعالیٰ کے نام کا یہ مادہ دنیائے مذاہب کا قدیم ترین لفظ معلوم ہوتا ہے، جو تمام مذاہب میں معمولی اختلاف سے مستعمل ہے۔ (۲۷)

چنانچہ اہل، ایلیا، الوہ الوہیم، الہ الا لاہوت وغیرہ سب ایک ہی مادہ کے الفاظ ہیں جو معبود کے معنی میں مختلف مذاہب میں ہمیں ملتے ہیں، مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

ان تمام قوموں میں ایک ان دیکھے خدا کی ہستی کا اعتقاد موجود تھا اور وہ ''ال، الاہ'' یا اللہ کے نام سے پکارا جاتا تھا یہی ''الاہ'' ہے جس نے کہیں ''ایل'' کی صورت اختیار کی، کہیں الوہ کی اور کہیں الاہیا کی۔ (۲۸)

پنڈت سندر لال اپنی کتاب گیتا اور قرآن میں لکھتے ہیں کہ قرآن سب سے بڑی ہستی کو اللہ کے نام سے موسوم کرتا ہے، رگ وید میں ایشور کے لیے جو نام استعمال ہوئے ہیں ان میں سے ایک الا ہے جس کا بنیادی مادہ اہل یا ایک ہے اور جس کے معنی ہیں حمد و ثناء کرنا، پرستش کرنا، تقریباً چھ ہزار سال پہلے سمیری زبان میں ایل کا لفظ خدا کے لیے تھا۔

سمیرین شہر بابلون کا لفظ حقیقتاً باب ایل تھا، یعنی خدا کا دروازہ یہی وہ لفظ تھا جس کے ذریعہ اس کی کسی نہ کسی شکل میں عبرانی، سریانی اور کلدانی زبانوں میں خدا کی ہستی مراد ہوتی تھی، عام شکل ایلیا، الوہ تھی، یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ رگ وید کے دور سے دور حاضر تک اللہ کا لفظ کسی نہ کسی شکل میں خدا کے لیے استعمال ہوتا آیا ہے۔ (۲۹)

آریہ سماجی عربی دان سنسکرت کے عالم شری گنگا پرشاد آپادھیائے رقمطراز ہیں کہ ''ہم نہیں جانتے کہ حضرت آدمؑ جن کو اہل اسلام سب سے پہلا انسان تسلیم کرتے ہیں، کون سی زبان بولتے تھے اور خدا کے لیے کس لفظ کو استعمال کرتے تھے، ہر ایک قابل پرستش شے کو الٰہ کہتے ہیں صرف ال لگا کر اللہ ایک واحد ذات کے لیے مخصوص ہو گیا ہے، رگ وید میں جو لاکھوں سال پہلی کتاب مانی جاتی ہے خدا کے لیے ''ایلیہ'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، ایلیہ کے لغوی معنی ہیں قابل پرستش ہستی، وید میں یہ لفظ اللہ کی ذات کے لیے مخصوص طور پر استعمال ہوا ہے، وید منتر (۱۔۱۔۲) کے صاف معنی یہ ہیں، اللہ، تو نئے اور پرانے، چھوٹے اور بڑے سبھی لوگوں کے لیے قابل پرستش ہے، تجھے علم والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ (۳۰)

رحمان اور رحیم بھی۔۔۔۔۔

اللہ کے اسم ذات کی یکسانیت کے بعد اس کے پہلے اسم صفت الرحمٰن (ال + رحمان یعنی وہ مخصوص رحمان) کو دیکھیں، برہمن ازم نے عیسائیوں کی تثلیث کی طرح اللہ کی ذات کو تین ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا، برہما (پیدا کرنے والا خدا) وشنو (پالنے والا خدا) شیو (مارنے والا خدا) حالانکہ ویدوں میں یہ واضح تعلیمات ہیں کہ ایک ہی خدا پیدا کرتا، پالتا اور موت دیتا ہے، ان تینوں کا جب نام لیا جاتا ہے تو اس سے پہلے برہما ہی کا نام لیا جاتا ہے، اس لفظ برہما یا برہم پر غور کریں، سنسکرت زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ لفظ کے آخر میں اکثر ایک نقطہ (۰) اوپر کی طرف لگایا جاتا ہے جو 'م' اور 'ن' کی آواز دیتا ہے، یہ ایسے ہی جیسے انگریزی میں اکثر ناموں کے آخر میں A لگا دیتے ہیں اور اشوک کو اشوکا رام کو راما بولتے ہیں، سنسکرت برہما کے آگے نقطہ (۰) یا ن لگانے سے برہمان کی آواز بنتی ہے، اس لفظ کو جب سنسکرت میں لکھا جائے گا تو یہ برہمان یا رحمان یا ال رحمان، کے مترادف لفظ ہوگا، رحم کی صفت کے اظہار کی شروعات پیدا کرنے ہی سے ہوتی ہے، اس لیے پیدا کرنے والے خدا کو ہندو مذہب میں برہمان (الرحمان) اور براہیم (الرحیم) پکارا جاتا ہے، نیز جیسے رحمان اسلام میں خدا کا ذاتی نہیں صفاتی اسم اعظم ہے، ہندومت میں بھی ''برہمان'' سکن یعنی صفاتی نام ہے۔

عیسائی مذہب میں لفظ اللہ کی تحقیق

یہاں یہ بھی یاد کرتے چلیں کہ اہل عرب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رحمان نام سے بہت چڑتے تھے اور اسے دوسرے مذاہب کا خدا سمجھتے تھے، دوسرے مذاہب میں ہندو مذہب میں تو یہ لفظ خدا کے لیے استعمال ہوتا ہی تھا، عیسائیوں کے یہاں بھی خدا کے لیے رحمان کا لفظ موجود تھا، اس کا ثبوت یہ ہے کہ یمن میں عیسائیوں کے یہاں بھی خدا کے لیے رحمان کا لفظ موجود تھا، اسکا ثبوت یمن میں عیسائیوں کے کتبوں پر لکھے ہوئے الفاظ ہیں رحمان مسیح اور روح القدس کی قدرت وفضل ورحمت سے اس یادگاری پتھر پر ابرہہ نے کتبہ لکھا جو کہ بادشاہ حبش کا نائب الحکومت ہے۔ (۳۱)

اس طرح ہم نے دیکھا کہ دین کا نام ان دونوں مذاہب میں بھی ایک ہی ہے اور دین پر عمل کرنے کا جس ہستی نے حکم دیا اور اس کا نام بھی اصلا دونوں کے یہاں ایک ہی ہے، زبان، لہجے اور سب سے بڑھ کر فہم اور سمجھ کا فرق ہو گیا ہے۔

عالمی (الہامی) مذاہب کے داعی ایک ہی درخت کی شاخ ہیں

آپ ﷺ کی حضرت اسحاق علیہ السلام سے مماثلت واتحاد

خانوادۂ ابراہیم کا ایک اہم شعار ختنہ ہے، جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 99 سال تھی، حضرت اسماعیل علیہ السلام 13 سال اور حضرت اسحاق علیہ السلام 8 دن کے تھے، تعلیم حکم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اپنی، پھر حضرت اسماعیل علیہ اسلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور تمام غلاموں کی ختنہ کرائیں، یہ وہ سنت ابراہیمی ہے جو امت محمد یہ ﷺ میں برابر جاری ہے۔

آپ ﷺ کی حضرت یعقوب علیہ السلام سے مماثلث واتحاد

حضرت یقوب علیہ السلام نے مسجد اقصٰی کی بنیاد رکھی، حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی دیواریں قد آدم تک بلند کر کے چھوڑ دیں، ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کی مدد سے اس ہیکل کی تکمیل اور بیت المقدس کے عظیم الشان شہر کی تعمیر فرمائی، رسول اللہ ﷺ کی حضرت یعقوب علیہ السلام سے ایک مماثلث یہی ہے کہ آپ ﷺ نے بھی ایک عظیم المرتبت مسجد "مسجد نبوی ﷺ" کی بنیاد رکھی، ان دونوں مساجد میں نماز پڑھنے کا ثواب 50 ہزار نمازوں کے برابر ہے جبکہ مسجد الحرام میں یہ اجر ایک لاکھوں نمازوں کے برابر ہوتا ہے یہی وہ تین مساجد ہیں جن میں نماز ادا کرنے کے لیے سفر کرنے کا حکم ہے۔

آپ ﷺ کی حضرت یوسف علیہ السلام سے مماثلث واتحاد

قرآن مجید میں سورۂ یوسف ایک مستقل سورت ہے، اسی طرح سورۂ محمد بھی ایک مستقبل سورت ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کی قید اور رسول اللہ ﷺ کی شعب ابو طالب میں محصوری مماثلث کے کچھ پہلو رکھتی ہے، خوابوں کی تعبیر وہ قدر مشترک ہے جو دونوں رسولوں میں پائی جاتی ہے۔ دونوں بے سروسرمانی اور مصائب سے گزرنے کے بعد اپنے وطن سے دور دوسری قوم میں تخت حکمرانی پر متمکن رہے اور کامیاب حکمران ثابت ہوئے، مماثلث میں یہ قدر اشتراک بھی قابل غور ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اکرم الناس" ہیں، کیونکہ وہ تسلسل سے نبی کی چوتھی پشت ہیں، اس افضلیت میں محبوب رب العالمین ہی "افضل الناس" اور "خیر البشر" کا مقام رکھتے ہیں۔

حلم وکرم، عفو ودرگذر وہ عظیم اوصاف ہیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیگر انبیا سے ممتاز کرتے ہیں، رسول

ﷺ میں بھی یہ اوصاف بدر جہا تم موجود تھے، خون کے پیاسے سوتیلے بھائیوں کو خستہ حال اور پشیمان دیکھا تو پیغمبرانہ رحمت ورافت کا اظہار قرآن میں یوں ہوا لاتشریب علیکم الیوم ط یغفر اللہ لکم ط وھوارحم الراحمین ''آج کے دن میری جانب سے تم پر کوئی سرزنش نہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ صور بخش دے اور وہ تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔
آپ ﷺ نے یہی اعلان فتح مکہ کے موقع پر مشرکین مکہ کے لیے کیا۔

آپ ﷺ کی حضرت شعیب علیہ السلام سے مماثلت واتحاد

حضرت شعیب علیہ السلام حسن خطابت کے لیے مشہور تھے، طاقت لسانی کا جوہر ان میں نمایاں تھا، طرز بیاں کے شیریں کلام سے لوگوں کا دل موہ لیتے تھے، بڑے فصیح و بلیغ مقرر ہونے کی وجہ سے انہیں مفسرین، خطیب الانبیاء کے لقب سے یاد کرتے ہیں، اس وصف میں وہ افصح العرب والعجم ﷺ سے مماثلت رکھتے ہیں، انبیاء کے سردار کی حیثیت میں محمد رسول اللہ ﷺ کو عام فصاحت و بلاغت کے علاوہ احسن خطابت کا ایسا ملکہ منجانب اللہ عطا ہوا تھا ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ ''میں تم میں سب سے زیادہ فصیح اس لیے ہوں کہ قریش سے ہوں اور میری زبان سعد بن بکر کی زبان ہے''۔

آپ ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مماثلت واتحاد

حضرت موسیٰ علیہ اسلام اور رسول اللہ ﷺ میں پہلی مناسبت تو یہ ہے کہ دونوں کے ایام شیر خواری اپنے گھر سے باہر گزرے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر میں پرورش پائی، انہیں وہاں بھی ان کی ماں نے دودھ پلایا، رسول اللہ ﷺ نے پہلے اپنی ماں کا دودھ پیا اور ایام رضاعت بنی سعد بن بکر کی بستی میں گزارے، حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا اور پانچ سال بعد اپنی والدہ حضرت آمنہ کے پاس واپس تشریف لائے، دونوں انبیاء میں ایک قدر مشترک نبوت سے پہلے بکریوں کے چرانے کی بھی ہے، صحیح بخاری میں ہے کہ میں قراریط (انبیاء کی پہاڑی) پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، یہ بھی ارشاد ہوا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بھیڑ بکریاں نہ چرائی ہوں۔ کوہ طور حضرت موسیٰ اور کوہ زیتون حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خاص نسبت رکھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں جبل نور، جبل ثور، جبل احد بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

آپ ﷺ کی حضرت داؤد علیہ السلام سے مماثلت واتحاد

قرآن کی سورۂ بقرہ آیت ۲۵۱ میں ارشاد ہوا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ان کو حکومت بھی عطا کی اور حکمت (نبوت) بھی اور اپنی مرضی سے جو چاہا سکھایا''، سورۂ انبیاء میں ارشا ہوا ''ہم نے ہر ایک (داؤد و سلیمان علیہم السلام) کو حکومت بخشی اور علم عطا کیا'' قران میں حضرت آدم علیہ السلام کے علاوہ جس پیغمبر کو خلیفہ کا لقب عطا ہوا وہ حضرت داؤد علیہ اسلام ہیں، سورۂ ص آیت

نمبر ۲۶ میں فرمایا ''اے داؤد! بے شک ہم نے تم کو زمین میں اپنا خلیفہ نائب بنایا ہے۔'' سورۂ نساء میں ارشاد ہوا ''اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کیا۔''

آپ ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مماثلث واتحاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ السلام میں قابل ذکر مماثلثیں حسب ذیل ہیں حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل میں مبعوث ہونے والے بے شمار انبیاء کے خاتم یعنی آخری رسول ہیں، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ورسل ہیں، یعنی اپ ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ کے نبوت کے رشد وہدایت کا دروازہ بند ہوگیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی اکرم ﷺ تک عالم انسانیت کی رہنمائی کے لیے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا، یہ دور فترت یعنی وحی کی مدت ۶۰۰ سال کے طویل عرصہ پر محیط ہے۔ یوں تو ہر رسول نے خاتم النبین ﷺ کی آمد کی بشارتیں دیں، لیکن ان میں سب سے بڑے مبشر اور منادی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، قرآن مجید کی سورۂ صف کی آیت نمبر چھ میں یہ بشارت موجود ہے، یعنی ''میں بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی، جو میرے بعد آئیں گے، جن کا نام احمد ہوگا'' اسی طرح انجیل (یوحنا) میں ہے کہ ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا'' اس انجیل کے جدید ترجموں میں مددگار، وکیل اور شفیع کے الفاظ ہیں قدیم تراجم میں لفظ ''فارقلیط'' آیا جو عربی میں ''احمد'' کے ہم معنی ہے۔ یہ مماثلث بھی عجیب ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے آنے کی بشارت دی اسی طرح عیسیٰ کے دنیا میں دوبارہ نزول کی نبی اکرم ﷺ نے اطلاع دی۔ ''بلاشبہ وہ کائنات ارضی پر اتریں گے، چالیس سال زندہ رہیں گے، پھر وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔'' انسانوں کی رہنمائی کے لیے صحائف آسمانی کے علاوہ چار بڑی کتابیں بھی نازل ہوئیں، ان میں بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے بنیادی کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کتاب مقدس انجیل نازل ہوئی، نزول تورات کے بعد یہود نے جو قسم قسم کی گمراہیاں ''دین حق'' میں پیدا کر لی تھیں، انجیل نے تورات کی شارح بن کر بنی اسرائیل کو ان گمراہیوں سے بچنے کی دعوت دی اور اس طرح تکمیل تورات کا فرض انجام دیا، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لیے گئے، اس کے چھ سو سال بعد جبل نور کے غار حرا میں آسمانوں اور زمین کا اتصال وحی کے ذریعے ہوا۔

عالمی ادیان و مذاہب میں عالمی اتحاد کا مشترکہ نکتہ

دنیا میں ادیان و مذاہب کی تعداد کی ہزار تک شمار کی گئی ہیں جن کے پیروکار چند سو سے ڈیڑھ ارب تک ہیں، لیکن

عالمی مذاہب جنہیں بڑے مذاہب کہا جاتا ہے وہ بہت محدود ہیں۔

مذاہب کے اقسام

مذاہب کی بنیادی طور سے دو قسمیں ہیں الہامی وغیرہ الہامی مذاہب انہیں آسمانی وغیر آسمانی مذاہب بھی کہا جاتا ہے ،الہامی مذاہب ادیان ثلاثہ کو کہا جاتا ہے، جس میں اسلام یہودیت اور عیسائیت شامل ہیں، بعض نے صائبین کو بھی اس میں شامل کیا ہے، غیر الہامی مذاہب کی تعداد بہت زیادہ ہے، میں اختصار کی خاطر اس مقالہ میں جن مذاہب کا ذکر کر رہی ہوں وہ یہ ہیں: ہندومت، زرتشت، جین مت، بدھ مت اور سکھ مذہب۔ ہمارے خطے میں فقط انہی کے پیروکار پائے جاتے ہیں۔

الہامی مذاہب میں عقیدہ توحید

اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء دنیا میں بھیجے سب نے پہلے اللہ کی توحید پھر اپنی رسالت کی تعلیم دی آج بھی اس کا ثبوت خود مذکورہ مذاہب کی کتب میں محفوظ ہے۔

یہودیت میں اللہ کا تصور اور عقیدہ توحید

یہودیت، وحدانیت کے قائل مذاہب میں سے سب سے قدیم مذہب ہے، یہودی مذہب کی بنیاد دو عقائد پر ہے:

1۔خدا کی وحدانیت، 2۔بنی اسرائیل کے ساتھ خدا کا مخصوص تعلق

یہود اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا مختار و ذمہ دار ہے، وہ ایمان کی بہ نسبت اعمال کو زیادہ اہم قرار دیتے ہیں، یہودیت صرف ایک عقیدہ ہی نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر عمل انسانی کو رضائے الٰہی کے تابع بنانا چاہتا ہے، یہودیت کی مقدس کتاب ''تورات'' ہے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس وقت نازل ہوئی جب وہ بنی اسرائیل کے ساتھ ۱۲۳۰ ق م میں مصر سے ہجرت کے دوران میں کوہ سینا پر تشریف لے گئے ۔(۳۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کی مذہبی حالت بہت بگڑ چکی تھی ، ۱۳۷۵ھ ق م میں مصر کا بادشاہ'' اخناٹن Akhnaton '' تھا جس نے مصر کے پجاریوں اور کاہنوں کے عقائد کے خلاف توحید کی آواز بلند کی تھی اور اس کا نظریہ وحدانیت کئی برس تک مصر پر چھایا رہا، اس نے بت پرستانہ رسوم کو ممنوع قرار دیا تھا مگر اس کی موت کے بعد پجاریوں اور کاہنوں کا دوبارہ ملک پر تسلط قائم ہو گیا۔(۳۱)

یہودیت ایک اہم مذہب ہے، اس کے ماننے والے یہودی کہلاتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیغمبرانہ مشن پر یقین رکھتے ہیں۔

ا۔ درج ذیل آیات عہد عتیق کی پانچویں کتاب ثانیہ میں درج ہیں، اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، عبرانی آیت کا ترجمہ کچھ یوں ہے: ''سنو! اے بنی اسرائیل! ہمارا مالک خدا ہے، وہ ایک مالک ہے'' (۳۴)، کتاب عیسائیہ کی ایک اور آیت ملاحظہ کیجئے: ''میں اور میں ہی مالک ہوں، میرے سوا بچانے والا کوئی نہیں'' خ (۳۵) میں ہی خدا ہوں اور کوئی نہیں، میرے سوا کوئی خدا نہیں'' (۳۶)

یہودیت میں بت پرستی کی مخالفت درج ذیل آیت سے عیاں ہے: ''میرے علاوہ کوئی خدا نہیں، تمہیں چاہیے کہ میری کوئی تصویر کشی نہ کرو، مجھ سے کسی کی مشابہت نہیں ہے، نہ آسمان پر، نہ زمین پر اور نہ ہی پانی کے نیچے، لہٰذا تم کسی اور کے سامنے نہ جھکو، ان کی طرف نہ دیکھو، میں ہی تمہارا خدا ہوں'' خ (۳۷) کتاب ثانیہ میں بھی اسی طرح کا پیغام ملا ہے ''میرے علاوہ کوئی اور خدا نہیں، لہٰذا تم میری تجسیم نہ کرو، آسمان میں زمین کے اوپر اور پانی کی گہرائیوں میں کوئی بھی میرا ہمسر نہیں ہے، پس تمہیں چاہیے کہ تم ان کو سجدہ نہ کرو اور نہ ہی ان کی خدمت کرو، میں ہی خدا اور مالک ہوں۔'' (۳۸) بائبل کی رو سے احکام عشرہ سے مراد وہ حسب ذیل حکام ہیں جن کا ذکر Exodus کے باب نمبر ۳۰ کے فقرہ ایک سے سترہ میں کیا گیا ہے، ا۔ اللہ کے سوا کسی اور کو معبود نہ ماننا، ۲۔ بت پرستی کی خصوصیت سے ممانعت، ۳۔ اللہ سے عداوت نہ رکھنا۔ ۴۔ سبت کے دن کا احترام کرنا۔ ۵۔ والدین کی عزت کرنا، ۶۔ زنا نہ کرنا۔ ۷۔ قتل نہ کرنا۔ ۸۔ چوری نہ کرنا۔ ۹۔ پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا۔ ۱۰۔ پڑوسی کی کسی بھی شے سے لالچ نہ کرنا۔

عیسائیت میں اللہ کا تصور اور عقیدہ توحید

عیسائیت کے ڈیڑھ ارب پیروکار ہیں، عیسائی حضرت عیسیٰ پر اعتقاد رکھتے ہیں، اسلام میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے حد احترام کیا جاتا ہے، اسلام وہ واحد غیر مسیحی مذہب ہے جو حضرت عیسیٰ پر ایمان کی تلقین کرتا ہے۔ بار براجو عیسائی پادری تھی اس نے اپنی محققانہ کتاب میں ثابت کیا ہے کہ عیسیٰ نہ قتل ہوئے نہ صلیب دیئے گئے، بلکہ آسمانوں پر اٹھائے گئے اور وہ انسان تھے (۳۹) حضرت عیسیٰ سے منسوب یہ بیانات ملاحظہ کیجئے: ''میرے والد مجھ سے عظیم ہیں۔'' (۴۰)، ''میرے والد سب سے بلند اور عظیم ہیں۔'' (۴۱)، ''میں خدا کے حکم سے شیطانوں کو پٹختا ہوں'' (۴۲) ''خدا کی انگلی سے شیطان کو نکال باہر کرتا ہوں'' (۴۳)

حضرت عیسیٰ علیہ اسلالم نے کبھی بھی رب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کو خدائے بزرگ و برتر نے یہودیت کی تکمیل و تصدیق کے لیے بھیجا تھا، درج ذیل بیان متی کی انجیل میں درج ہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہے: ''یہ نہ

سوچنا کہ میں قانون یا پیغمبروں کو ختم کرنے آیا ہوں، میں انہیں تباہ کرنے کے بجائے ان کی تکمیل کرنے آیا ہوں، جب تک زمین و آسمان ہیں، قانون کا ایک ذرہ بھی تعمیل سے گزرے بغیر نہیں رہے گا، یہاں تک کہ سب پر عمل ہو جائے گا''۔ ''جو کوئی بھی معمولی حکم الٰہی کو توڑے گا اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے گا، جنت میں اس کا نام آخر میں پکارا جائے گا۔ مگر جو بھی عین اس کے مطابق عمل کرے گا اور تعلیم دے گا، اسی کو جنت میں عظیم نام سے پکارا جائے گا'' (۴۴)

انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغمبرانہ مشن کی طرف درج ذیل آیات سے بھی اشارہ ملتا ہے: ''اور جو الفاظ تم سنتے ہو، وہ میرے نہیں ہیں، بلکہ اس باپ کے ہیں جس نے مجھے بھیجا۔ (۴۵) ''اور یہ زندگی لافانی ہے، شاید وہ ایک سچے خدا کو جان جائیں گے، مجھے بھی جسے اس نے بھیجا ہے۔'' (۴۶)

بائبل میں یہودیوں اور عیسائیوں نے اگرچہ سینکڑوں تحریفات کر کے آسمانی تعلیمات کا حلیہ بگاڑ دیا ہے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا جا بجا تذکرہ ملتا ہے:

☆ ''خداوند اسرائیل کا بادشاہ اور اس کا فدیہ دینے والا رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں۔'' (۴۷)، ☆ ''پس آج کے دن تو جان لے اور اس بات کو اپنے دل میں جما لے کہ اوپر آسمان میں اور نیچے زمین پر خداوند ہی خدا ہے، کوئی دوسرا نہیں۔'' (۴۸) ☆ ''یارب! معبودوں میں تجھ سا کوئی نہیں، تو ہی واحد خدا ہے۔'' (۴۹)، ☆ ''یہ سب کچھ تجھ کو دکھایا گیا تا کہ تو جانے کہ خداوند ہی خدا ہے اور اس کے سوا اور کوئی ہے ہی۔'' (۵۰) ☆ ''خداوند کی مانند کوئی قدوس نہیں کیونکہ تیرے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں۔'' (۵۱) ''میں خداوند سب کا خالق ہوں۔ میں ہی اکیلا آسمان کو تاننے اور زمین کو بچھانے والا ہوں، کون میرا شریک ہے۔'' (۵۲) ☆ ''تو خداوند اپنے خدا کا خوف ماننا اور اسی کی عبادت کرنا اور اسی کے نام کی قسم کھانا تم اور معبودوں کی یعنی ان قوموں کے معبدوں کی جو تمہارے آس پاس رہتی ہیں پیروی نہ کرنا۔'' (۵۳) ☆ ''یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے، وہ ایک ہی ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں۔'' (۵۴) ☆ ''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے، جانیں'' (۵۵) ☆ پس انہوں نے اس پتھر کو اٹھا دیا پھر یسوع نے آنکھیں اٹھا کر کہا اے باپ! میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے میری سن لی۔ (اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام ایک دوسرے کے غیر ہیں)'' (۵۶)

☆ ''جو اسرائیل کی قوت ہے، وہ نہ تو جھوٹ بولتا ہے اور نہ پچھتاتا ہے، کیونکہ وہ انسان نہیں۔'' (۵۷)

(حالانکہ حضرت مریم و عیسیٰ علیہما السلام انسان تھے) ☆ ''خداوند اپنی مقدس ہیکل میں ہے، خداوند کا تخت آسمان پر ہے۔'' الخ (۵۸)

(جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر رہے اور وصال کے بعد زمین میں ہی دفن ہوں گے۔)۔

☆ ''خدا حی القیوم ہے'' (۵۹)

(جبکہ حضرت مریم و عیسیٰ علیہ السلام فانی ہیں ہمیشہ زندہ رہنے والے نہیں ہیں)۔

☆ ''اور یہ بھی کہا تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا، کیونکہ انسان مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہے گا'' (۶۰)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے کے باوجود لوگ زندہ رہتے تھے معلوم ہوا وہ خدا نہیں)

☆ ''یسوع نے اس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ نیک کوئی نہیں، مگر ایک یعنی خدا'' (۶۱)

(اس حوالہ سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا نہ ہونا ثابت ہوا)

☆ ''اے باپ! میں اپنی روح تیرے ہاتھوں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم دے دیا'' (۶۲)

ان دونوں حوالوں سے بھی ثابت ہوا کہ بقا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فانی تھے۔

ہندو مت میں اللہ کا تصور اور عقیدہ توحید

بہت سے ہندو اس کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ کئی ایک خداؤں پر اعتقاد رکھتے ہیں، کچھ ہندو تین خداؤں جبکہ بعض ہندو تو ۳۳ کروڑ خداؤں پر یقین رکھتے ہیں، تاہم پڑھے لکھے ہندو جو اپنی کتابوں سے واقفیت رکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ ایک ہندو کو صرف اور صرف ایک خدا کی ہی پوجا کرنی چاہیئے۔ ہندو مت کی تمام کتابوں میں بھگوت گیتا بہت مشہور ہے، گیتا کے اس شعر کو پڑھیئے: ''جن کی فہم مادی خواہشات نے سلب کرلی ہے، انہوں نے دیوتاؤں (اوتاروں) کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں اور پھر اپنی مرضی کے مطابق پوجا کے اصول بنا لیے ہیں۔'' (۶۳) اس کا پیکر نظر نہیں آتا، کوئی اسے آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا جو اسے دل اور دماغ سے دیکھتے ہیں وہ ان کے دل میں رہ کر انہیں لافانی بنا دیتا ہے۔ (۶۴) ہندو مت کی کتابوں میں وید سب سے اہم کتاب سمجھی جاتی ہے، وید کی چار کتابیں زیادہ مشہور ہیں، یعنی رگ وید، یجر وید، سمر وید اور اتھر واید، یجر وید، یجر وید کا ایک جملہ یہ ہے ''اس کا کوئی عکس نہیں'' (۶۵) آگے چل کر لکھا ہے کہ ''وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا، وہی ہماری عبادت کا مستحق ہے، اس کا کوئی عکس نہیں اور یقیناً اس کی شان سب سے بلند ہے، وہ خود کو سورج وغیرہ میں قائم رکھ سکتا ہے، شاید وہ مجھے نقصان نہ پہنچائے، یہی میری دعا ہے، وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا اور ہماری عبادت کے لائق ہے۔ (۶۶) ''وہ بے جسم اور خالص ہے'' یہ یجر وید میں درج ہے۔ (۶۷) ''وہ روشن، بے جسم، بے زخم، بے پیوند اور خاص ہے جس میں برائی چھید نہیں کرسکتی، وہ وسیع النظر، عقل مند، احاطہ کرنے والا، خود وجود رکھنے والا ہے، وہ لامتناہی برسوں کا مالک ہے۔'' (۶۸)

چھید نہیں کر سکتی، وہ وسیع النظر، عقل مند، احاطہ کرنے والا، خود وجود رکھنے والا ہے، وہ لامتناہی برسوں کا مالک ہے۔" (۶۸)
یجروید میں یہ بھی درج ہے کہ "جو قدرتی مظاہر کی پوجا کریں گے، اندھیرے میں داخل ہوں گے" مثلاً ہوا، پانی اور آگ وغیرہ۔ "سنبھوتی کی عبادت کریں گے، اندھیروں کی مزید گہرائی میں غرق ہو جائیں گے۔" (سنبھوتی کا مطلب اشیاء کی تخلیق ہے مثلاً کرسی، میز اور بت وغیرہ بنانا (۶۹) ایک اور دعا میں یہ بھی آیا ہے کہ "ہمیں اچھا راستہ دکھا اور ان گناہوں کو ہٹا دے جو ہمیں بے راہ اور گمراہ بنا دیتے ہیں" (۷۰) اتھروا وید کے یہ اشعار دیکھیے: "بے شک خدا عظیم ہے" (۷۱) تمام ویدوں میں رگ وید سب سے قدیم ہے، ہندوؤں کے نزدیک یہ بھی ایک مقدس ترین کتاب ہے، رگ وید میں تحریر ہے کہ "مذہبی بزرگ خدا کو کوئی ناموں سے پکارتے ہیں" خ (۷۲) "وہ تمام جاندار اور بے جان دنیا کا بڑی شان و شوکت کے ساتھ اکیلا حکمران ہے وہ جو انسانوں اور جانوروں کا رب ہے (اسے چھوڑ کر) ہم کس خدا کی حمد کرتے ہیں اور نذرانے چڑھاتے ہیں" (۷۳) "اسی سے آسمانوں میں مضبوطی اور زمین میں استحکام ہے اسی کی وجہ سے اجالوں کی بادشاہت ہے اور آسمان محراب (کی شکل) میں ٹکا ہوا ہے اور نذرانے چڑھاتے ہیں" خ (۷۳) اسی سے آسمانوں میں مضبوطی اور زمین میں استحکام ہے اسی کی وجہ سے اجالوں کی بادشاہت ہے اور آسمان محراب (کی شکل) میں ٹکا ہوا ہے، فضا کے پیمانے بھی اسی کے لیے ہیں (اسے چھوڑ کر) ہم کسی خدا کی حمد کرتے ہیں اور نذرانے چڑھاتے ہیں" (۷۴) "اس ہستی کی کوئی مورتی یا تصویر نہیں ہے اس کا نام ہی سراپا حمد ہے" (۷۵) "جو لوگ باطل وجود والے دیوی، دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں وہ (جہالت) کے اندھا کر دینے والے گہرے اندھیرے میں ڈوب جاتے ہیں" خ (۷۶) "خدا کے سوا کسی کو مت پوجو" (۷۷) "وہ ایک ہی ہے اسی کی عبادت کرو" (۷۸) وہ ایک ہی بہترین پرستش اور بندگی کیے جانے کے قابل رب ہے۔" (۷۹) "ایشور ہی اول ہے اور تمام مخلوقات کا اکیلا مالک ہے، وہ زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے، اسے چھوڑ کر تم کون سے خدا کو پوج رہے ہو" خ (۸۰)

ہندو مذہب میں جتنے خداؤں کے نام لیے جاتے ہیں وہ دراصل ایک خدا کے صفاتی نام ہیں، اسی کا نام برہما ہے، اسی کا نام وشنو، وہی اندر کہلایا، اس کا نام سرسوتی ہے، اس کا ثبوت ویدوں ہی سے ملتا ہے۔ "اے اگنی" (خدائے واحد) تم وعدہ پورا کرنے والے راجہ دوان ہو تم قابل تعریف ہو تم حقیقی سردار ایم ہو" (۸۲) "اے اگنی (خدائے واحد) تم رودر ہو، تم پشا ہو، آسمان دنیا کے محافظ شنکر ہو، تم ریگستانی امت کی طاقت کا ذریعہ ہو، رزق دینے والا مجسم نور، ہوا کی طرح ہر جگہ موجود نفع بخشنے والے اور عبادت گزارنے کے محافظ ہو۔" (۸۳) "اے اگنی (خدائے واحد) تمہیں دولت دینے والے سویتا ہو، عبادت کرنے والے کے محافظ ہو" (۸۴) "اے اگنی (خدائے واحد) تم سب سے اول ہو، تم بھارتی (نیکیوں کا خزانہ) ہو تم ہی سرسوتی ہو" (۸۵)

ویدوں کے ان واضح ثبوتوں کے بعد بہت سے ناموں سے پوجے جانے والے الگ الگ دیوتاؤں کا تصور بالکل باطل ہوتا ہے، تمام صفاتی ناموں سے عالم لوگ ایک خدا کو پکارتے ہیں (اندر، متر، ورن، اگنی، گرو، یم، وایو، ماتریشوا وغیرہ) ایک ہی طاقت کے مختلف نام ہیں اور اہل بصیرت اور اہل علم نے ایشور کو صفات کی بنیاد پر مختلف ناموں سے پکارا ہے۔"(۸۶)

مذہب بھارت میں زندگی اور ثقافت کا بنیادی پتھر ہے ڈھائی ہزار سال سے زیادہ ہوئے یہ ملک زندگی سے کنارہ کشی کرنے والوں کی ایک منظم جماعت کا وطن رہا ہے اور زندگی سے ان کنارہ کشی کرنے والوں کو سادھو یا سنیاسی، یوگی، منی، رشی، تپسوی، تیاگی اور گرو بھی کہا جاتا ہے، یہ ویدوں کی روحانی وراثت کے پرستار اور ہندو روحانیت کے نمائندے سمجھے جاتے ہیں ان سادھوؤں کو ان کی پیشانی پر تلک اور ان کے لباس کی وضع قطع سے آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے کہ ان کا تعلق سادھوؤں کے کس گروہ یا فرقہ سے ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ وشنو (Valshnava) فرقہ میں ۱۹ قدامت پسند اور ۳۳ روشن خیال ذیلی فرقے ہیں ان کے علاوہ تین جنگجو سادھوؤں کی جماعتیں ہیں جو گرو کل کے ورزش خانوں (اکھاروں) میں تربیت یافتہ ہوتے ہیں اور ان کا مقصد ہندو مذہبی اور اس کے ذیلی فرقوں کی حفاظت ہوتا ہے۔ وشنو ہو ماتھے پر جو تلک لگاتے ہیں اس کی سولہ قسمیں ہوتی ہیں اور جس پر جو نقش بناتے ہیں وہ چودہ قسم کے ہوتے ہیں اس طرح شیوا (Shaiva) کے نام سے وابستہ آٹھ قدامت پرست اور دو اصلاح پسند فرماتے ہیں۔ ان کے یہاں ۲۴ طرح کے تلک لگائے جاتے ہیں اور گیارہ امتیازی نشانات ہوتے ہیں۔ (۸۷)

زرتشت مذہب میں الہ کا تصور اور عقیدہ توحید

زرتشتی مذہب دنیا کے قدیم مذاہب میں ایک بہت بڑا مذہب رہا ہے جو ایران (فارس) ۲۵۰۰ قبل مسیح میں ظاہر ہوا، ایک لاکھ تیس ہزار اس کے پیروکار ہیں، زرتشت کے مذہب سے پہلے فارس کا معلوم مذہب جو قدیم ترین سمجھا جاتا ہے وہ "متھرائیت" ہے جس میں متھرا (آسمانی روشنی کا دیوتا) باعث عبادت سمجھا جاتا ہے، اس کے علاوہ مظاہر فطرت بھی لائق عبادت تصور کیے جاتے ہیں، متھرائی مذہب جو کہ ایران میں زرتشت سے پہلے تھا، تقریباً ۲۷۵ عیسوی میں اپنے عروج پر پہنچا، یہ وہ زمانہ ہے جب عیسائیت متھرائیت سے متاثر ہو چکی تھی، یہ مذہب اپنے زوال کے بعد بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا، اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں عبادات کے لیے بالعموم غاروں کا انتخاب کیا جاتا تھا۔

"متھرائیت" کے دور وسطی میں زرتشت کی پیدائش ہوئی، ان کا زمانہ ساتویں صدی قبل از مسیح کا ہے، ان کا مذہب

پہلے بلخ میں پھیلا اور پھر سارے ایران (فارس) پر چھا گیا، زرتشت نے انسان کو ایک معبود حقیقی کی طرف بلایا، اور تمام چھوٹے بڑے دیوتاؤں کو بالکل مسترد کر دیا، اگر چہ بعد میں یہ دیوتا دوبارہ اس مذہب میں داخل ہو گئے، زرتشت پہلے مصلح تھے جنہوں نے وحدانیت کو سحر و نجوم سے پاک خالص شکل میں پیش کیا، زرتشت کے مذہب میں ابتداً صوفیانہ میلانات کا کوئی وجود نہ تھا، لیکن زرتشت کی وفات کے بعد اس مذہبی تحریک کا بہت جلد خاتمہ ہو گیا، مظاہر فطرت و قدیم دیوتاؤں کی پرستش کا طریقہ پھر سے رائج ہو گیا اور جادو منتر اور ستارہ شناسی کا رواج دوبارہ قائم ہو گیا۔ مجوسیوں نے (جن میں زرتشت پیدا ہوئے تھے)، اپنے پیغمبر کی پیش کردہ مذہبی تعلیمات میں تحریف کر کے "اوستا" (مذہبی کتاب) میں ایسے عناصر داخل کر دیئے جن کا پہلے کوئی وجود نہ تھا، انہوں نے زرتشت میں اتنا مبالغہ کیا کہ زرتشتی کائنات دو مستقل حصوں میں تقسیم ہو گئی جن میں سے ایک کا حکمران "اھورا مزدا" (خالق خیر) اور دوسرے کا "انگرا مینو" (خالق شر) قرار پایا، اس کے ساتھ ہی خالق خیر کی ہر مخلوق اور ہر فرشتے کے مقابل انہوں نے ایک شیطانی مخلوق بھی فرض کر لی۔(۸۸)

پارسی مذہب ایک قدیم آریائی مذہب ہے، پارسیوں کی مقدس کتابوں میں دساتیر اور آوستا شامل ہیں۔ پارسی مذہب میں خدا کے لیے "اہور مزدا" کا نام آیا ہے۔ "اہور" کا مطلب ہے "آقا" اور "مزدا کے معنی "عقل مند" کے ہیں، یعنی اہور مزدا کا مطلب ہے عقل مند آقا یا عقل مند مالک اہور مزدا کے تصور میں بھی ایک خدا کے تصور کا بہت دخل ہے۔ دساتیر میں خدا کے لیے درج ذیل صفات بیان کی گئی ہیں:

ا۔ وہ ایک ہے، ۲۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ ۳۔ نہ ہی اس کی ابتداء ہے اور نہ ہی انتہا، ۴۔ نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ ہی کوئی بیٹا، نہ ہی کوئی بیوی ہے اور نہ ہی اولاد ہے۔ ۵۔ وہ بے جسم اور بے شکل ہیں۔ ۶۔ نہ آنکھ اس کا احاطہ کر سکتی ہے، نہ ہی فکری قوت سے اسے تصور میں لایا جا سکتا ہے۔ ۷۔ وہ ان سب سے بڑھ کر ہے جن کے متعلق ہم سوچ سکتے ہیں، ۸۔ وہ ہم سے زیادہ ہمارے نزدیک ہے۔(۸۹) آوستا، گتھا اور یلسا کے مطابق اہور مزدا کی کئی ایک صفات ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں، ا خالق، (۹۰) ۲۔ بہت قوت، بہت عظمت والا (۹۱) ۳۔ داتا، ہادی (۹۲) ۴۔ سپنتا (۹۳)

بدھ مت میں اللہ کا تصور اور عقیدہ توحید

اس میں نہ خدا کے لیے کوئی مقام ہے نہ کسی نجات دہندہ کی ضرورت، وہ نجات کو مکمل طور پر خود انسان کے اپنے قبضہ میں دے دیتا ہے، بدھ مت ڈھائی ہزار برس سے چلا آ رہا ہے (۹۴) بدھ مت دو خاص شکلوں اور بہت سے فرقوں میں منقسم ہے، دو بڑی شکلیں ہیں تھراوڈا یا (ہنایامنا) بدھ مت، جو جنوبی ایشیائی ممالک میں رائج ہے خصوصاً برما، تھائی لینڈ اور سری لنکا

میں لوگ اس پر عامل ہیں، دوسری شکل میں مہایانا بدھ مت ہے جن کے پیرو چین، جاپان، تبت اور منگولیا میں پائے جاتے ہیں ،ان دونوں مکاتیب کی بنیادی تعلیمات سدھارتھ گوتم نامی شخص کا نتیجہ فکر ہیں ،جس کی زندگی اور مثال اس کے کروڑوں پیروؤں کے لیے عظیم روحانی فیضان کا باعث ہوئی ہے ،بدھ مت کے موسس ''گوتم بدھ'' کے بارے میں بہت سی روایات مشہور ہیں۔(۹۵) اگر چہ بدھ مت سکھاتا ہے کہ ہر شخص کو کسی نجات دہندہ کی اعانت کے بغیر اپنی نجات کی راہ خود پیدا کرنی چاہیئے مگر بدھ مت کے دونوں شاخوں میں خود بدھا پر عقیدہ (ایمان) رکھنے کی تعلیم دی جاتی ہے ،مہایانا بدھ مت میں بدھا نجات دہندوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے، تھیراوڈا بدھ مت میں ہر عبادت گزار اپنی روزانہ کی عبادت میں کہتا ہے کہ'' میں بدھا کی پناہ لیتا ہوں۔''(۹۶)

جین مت میں اللہ کا تصور اور عقیدہ توحید

مہاویر جین کی پیدائی ۵۹۹ ق م میں مشرقی ہندوستان کے مشہور شہر ویشالی کی ایک نواحی بستی میں ہوئی تھی ،مہاویر جین کے والد کا نام دسدھارتھ اور والدہ کا تر شالا تھا خود مہاویر جین کا اصلی نام وردھمان تھا، جین مت کے بنیادی عقائد سات کلیوں کی شکل میں مختصر بیان کیے جاتے ہیں جن کو جین مت کی اصطلاح میں سات تتو یا سات ''حقائق'' کہا جاتا ہے، درحقیقت یہ کائنات اور اور زندگی کے بنیادی مسئلہ اور اس کے حل کے بارے میں سات نظریات ہیں جن میں جین مت کا بنیادی فلسفہ بخوبی سمٹ کر آ گیا ہے۔ ذیل میں ہم جین مت کے ان حقائق کو ترتیب وار بیان کر دیتے ہیں، پھر ان کی تشریح پیش کریں گے،۱۔روح (جیو) ایک حقیقت ہے،۲۔غیر ذی روح (اجیو) بھی ایک حقیقت ہے جس کی ایک قسم مادہ ہے،۳۔ روح میں مادہ کی ملاوٹ ہو جاتی ہے۔(اسرو)،۴۔ روح میں مادہ کی ملاوٹ کے نتیجہ میں روح مادہ کی قیدی بن جاتی ہے (بندھ)،۵۔روح میں مادہ کی ملاوٹ کو روکا جا سکتا ہے (سمور)،۶۔روح میں پہلے سے موجود مادہ کو زائل کیا جا سکتا ہے۔ (نرجرا)،۷۔روح کی مادہ سے مکمل علیحدگی کے بعد موکش حاصل ہو سکتا ہے۔(۹۷)

سکھ مذہب میں اللہ کا تصور اور عقیدہ توحید

گرو نانک نے ایک ہندو خاندان کی کھتری یا (جنگجو ذات) میں آنکھ کھولی مگر وہ اسلام اور مسلمانوں سے بہت متاثر تھے گرو نانک سب سے پہلے گرو ہیں جبکہ گرو گوبند سنگھ دسویں اور آخری گرو گزرے ہیں، سکھ مذہب کی مقدس کتاب کا نام سری گرد گرنتھ ہے جو ادی گرنتھ صاحب کے نام سے مشہور ہے۔

پانچ ''ککے''

سکھ مذہب میں ہر سکھ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے شناخت کے لیے پانچ چیزوں کو اپنائے یا اپنے پاس رکھے، ۱۔کیش، : بال نہ کاٹے جائیں کیونکہ تمام گرو بھی بال نہیں کاٹتے تھے، ۲۔ کنگھا، سر کے بالوں کو ہموار اور صاف کرنے کے لیے، ۳۔کڑا، اسٹیل یا دھات کی موٹی چیز جو قوت کے لیے پہنی جاتی ہے۔ ۴۔کرپان، خنجر جو اپنے دفاع کے لیے رکھا جاتا ہے۔ ۵۔ کچھا، پھرتی اور چستی کے لیے پہنا جاتا ہے زیر جامہ جس کی لمبائی گھٹنوں تک ہوتی ہے۔

''مل منترا'' سکھوں کے بنیادی عقائد کے مجموعے کو کہتے ہیں، اسے گرو گرنتھ صاحب کے شروع میں بیان کیا گیا ہے، سری گرنتھ صاحب کی جلد اول، جپجی جی کا پہلا شعر ہے: ''صرف ایک خدا کا وجود ہے جو حقیقتاً تخلیق رکھنے والا ہے، وہ خود اور نفرت سے عاری ہے، وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا مگر لافانی ہے، وہ خود سے وجود رکھنے والا اعظیم اور رحیم ہے۔'' سکھ مذہب اپنے ماننے والوں کو وحدانیت کی سختی سے تلقین کرتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ ایک ہی رب اعلیٰ ہے، وہ ایک غیر واضح اور مبہم صورت میں موجود ہے جسے ''ایک اومکارا'' کہا جاتا ہے جب خدا کی واضح صفات بیان کی جائیں تو اسے اومکارا کہا جاتا ہے، سکھ مذہب میں خدا کی کئی ایک صفات بیان کی جاتی ہے۔ ۱۔کرتار، خالق، ۲۔صاحب، بادشاہ، ۳۔اکال، ابدی، ۴۔ستنانام، مقدس نام۔ ۵۔ پروردگار، محبت سے پرورش کرنے والا، ۶۔رحیم، رحم کرنے والا، ۷۔کریم، کرم کرنے والا، (۹۸) بھائی، جود سنگھ گرو نانک کا کلام پیش کرتے ہیں

ایکو حکم برنے سب لوئی	ایکس تے سب اوپت ہوئی
راہ دودے خصم ایکو جان	گر کے سبد حکم، پچھان
سگل روپ درن من ماہی	کہو نانک ایکو سالاہی (۹۹)

ترجمہ: ''گرو کے اپدیش سے ایک خدا کو جانا ہے، دوئی کو ختم کر دیا ہے، شبد پہچانا ہے، ساری دنیا میں اسی ایک کا حکم چلا ہے، ایک ہی سے سب پیدا ہوتے ہیں، راستے ہیں دو، مالک ہے ایک ایسا جان لو، گرو کے اپدیش سے حکم پہچان لو، تمام صورتیں اور رنگ دل ہی میں رہتے ہیں، نانک کا کہنا ہے ایک ہی لائق پرستش۔''

اللہ، الکھ، اگم، قادر، کرن بار، کریم	سب دنی آون جاونی، مقام ایک رحیم (۱۰۰)

''خدا من اور اندریوں کے ذریعے سے پایا نہیں جاتا، اس کی گہرائی ناپی نہیں جاتی، وہ لامحدود ہے، قادر، خالق اور کرم ہے، ساری دنیا آتی ہے اور جاتی ہے، وہی ایک رحیم قائم و دائم ہے۔''

اسلام کی عالمی مذہب کے ساتھ فطری ہم آہنگی اور آپ ﷺ کی عالمی اتحاد کیلئے کوششیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے اس دین میں بنیادی عقائد و تعلیمات وہی تھیں جو اس سے قبل انبیا لے کر آئے تھے، جیسا کہ قرآن نے واضح کیا ہے، یہی وجہ ہے بہت سے احکامات جو اسلام میں ہیں پہلے بھی تھے مثلاً عقیدہ و توحید، آخرت، انصاف، احترام انسانیت، خدمت خلق کی تعلیم، قیدیوں سے حسن سلوک کی تعلیم، منشیات شراب وغیرہ کی حرمت، زنا، چوری کی سزائیں، سود کی حرمت وغیرہ۔

آپ ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنے سفرا کے ذریعہ ۲۲۵ خطوط غیر مسلموں کو تحریر کر کے (۱۰۱) آنے والے وفود سے مکالمہ کر کے فکری آہنگی اور اتحاد قائم کرنے کی کوشش کی جبکہ مذہبی اتحاد کے اثرات نظر نہ آئے تو معاشرتی اتحاد کے لیے کوشش کرتے رہے لیکن یہود مسلسل دھوکہ دیتے اور سازشیں کرتے رہے۔

یہودیوں کے ساتھ اتحاد کی کوشش

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسائے یہودی تھے اگر ان کے یہاں کوئی بچہ بھی بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس بچہ کی عیادت کے لیے اس کے گھر جایا کرتے۔ (۱۰۲) بنی عریض نامی ایک یہودی قبیلہ مدینہ میں رہتا تھا اس کی کسی بات سے خوش ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے کچھ سالانہ معاش مقرر فرمائی، یہ مختلف چیزیں ہیں جو غیر مسلموں سے برتاؤ کے سلسلے میں ہمیں نظر آتی ہے۔ ایک اور چیز کہ مسلمان کا ہی نہیں یہودیوں کا جنازہ بھی شہر کی گلیوں سے گذرتا اور اتفاق سے رسول اللہ ﷺ وہاں کسی جگہ بیٹھ ہوتے تو جنازہ کو دیکھ کر آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تا کہ ان کے ساتھ ایک طرح سے ہمدردی کا مظاہرہ کریں (۱۰۳) غرض مسلمانوں کا طرز عمل غیر مسلم رعایا کے ساتھ اس قدر رواداری کا تھا کہ اس کی نظیر ہمیں تاریخ عالم میں نہیں ملتی ہے۔ عید کے دن کچھ بچیاں کھیل رہی تھیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں روکنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا دعھن یا ابا بکر فانھا ایام عید لتعلم الیھود ان دیننا فسحۃ انی ارسلت بحنیفیۃ سمحۃ۔ (۱۰۴)

''اے ابو بکر! انہیں چھوڑ دو یہ عید کے دن ہیں تا کہ یہودیوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا دین گنجائش والا دین ہے، کیونکہ مجھے ایسی شریعت دے کر بھیجا گیا ہے جو افراط و تفریط سے یکسو اور آسان تر ہے۔ عثمانیوں کے عہد میں جس فرقے نے سب سے زیادہ مزے اڑائے، وہ یہودی تھے، ہر عیسائی ملک میں یہودی دھتکارے جاتے تھے، ہسپانیہ میں جب آخری مسلم

حکومت غرناطہ کا خاتمہ ۱۴۹۲ء میں ہوا تو یہودیوں پر بھی ہسپانوی عیسائیوں کا اعتاب نازل ہوا، اس عتاب سے بچنے کے لیے انہوں نے بظاہر دین عیسوی اختیار کر لیا، لیکن جب قسطنطنیہ سلطان محمد فاتح نے فتح کیا تو یہودیوں کو مراعات دینا شروع کیں اس کا چرچا ہسپانیہ تک پہنچا، وہ تمام یہودی جو بظاہر عیسائی ہو گئے تھے، مملکت عثمانیہ پہنچے، سلطان محمد فاتح نے یہودیوں کو قسطنطنیہ میں بسایا اور اس قوم کو بھی ایک علیحدہ ملت کا درجہ دیا، ان کے بڑے ربی کو ''حاخم باشی'' مقرر کیا، یہاں قسطنطنیہ میں یہودی ترکوں کے ایسے منہ لگ گئے کہ ان کے ''حاخم باشی'' کا رتبہ بطریق اعظم سے بھی اعلیٰ کر دیا گیا، اس عہدے دار کا درجہ صرف شیخ الاسلام کے بعد تھا، بازنطینیوں نے بھی ایسا حسن سلوک یہودیوں سے کبھی نہ کیا تھا، سلاطین عثمانیہ کے طبیب خاص اکثر یہودی ہوتے، اندلسی مسلمانوں کی طرح اندلسی یہودیوں نے بھی ترکوں کو فنون سکھائے، یہودیوں میں بھی کئی فرقے تھے جن میں سے ایک قرانطی نامی کے عقائد حنفی عقائد سے ملتے جلتے تھے، مملکت عثمانیہ میں پہنچ کر اندلیسی یہودیوں نے عیسائی مذہب کو خیر باد کہہ دیا، یہ تمام پناہ گزین قسطنطنیہ کے علاوہ سالونیکا اور یا نپل میں بھی آباد ہوئے، اناطولیہ میں یہ لوگ بروسا، اماسیہ اور توقات کے شہروں میں بسے، یورپ کے کسی ملک میں یہودیوں کی تعداد اتنی نہ تھی جتنی کہ تنہا قسطنطنیہ میں تھی، شہر سالونیکا میں تو یہودیوں کو اکثریت حاصل ہو گئی، مسلمانوں نے یہودیوں کو مختلف صنعتی اصناف میں بھی داخل کیا کیونکہ یہودی اسلحہ سازی کے ماہر تھے یہ لوگ یورپ کی مختلف زبانیں بھی جانتے تھے، اس لیے ان کو مترجم بھی مقرر کیا گیا، سلطان سلیمان عالی شان کے عہد میں اعلیٰ یہودی ربی کو ''کاخیہ'' کا رتبہ عطا ہوا اور اس کاخیہ کے ذریعے یہودیوں کو سلطان تک رسائی ہوئی (۱۰۵)

عیسائیوں کے ساتھ اتحاد کی کوشش

عیسائی مذہب کے بہت سے بنیادی عقائد میں اسلام سے حیرت انگیز حد تک مماثلت پائی جاتی ہے جبکہ انہیں عقائد میں یہودیت اور عیسائیت کے نظریات میں زمین و آسمان کا فرق ہے، عیسائی بھائیوں کو دعوت فکر دینا مقصد ہے کہ وہ غیر جانبدارانہ انداز میں غور و فکر کریں کہ ان کے عقیدے سے قریب ترین کون ہے، یہودی یا مسلمان؟

سب سے پہلے ولادت مسیح کا مسئلہ لیجئے، عیسائیوں کا ایمان ہے کہ مسیح کی ولادت کنواری مریم اسلام علیہ السلام سے بن باپ کے ہوئی، یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کے خصوصی ''کلمہ کن'' سے ہوئی (۱۰۶) ہمارا عقیدہ عیسائیوں سے قریب تر ہے جبکہ یہودی تو سیدہ مریم سلام اللہ علیہ پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کو (معاذ اللہ) ولد الزنا قرار دیتے ہیں، ان کی جراتوں کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے امریکہ میں Son of Man کے نام سے ایک فلم بنائی جس میں واشگاف الفاظ میں کہا گیا کہ

Jesus is not son of god.he was son of man he was not born without any father . he had a father.

یہ پوری فلم گویا' جادو جو سر چڑھ کر بولے'' کی عملی مصداق ہے، انہوں نے عیسائیت، خاص طور پر پروٹسٹنٹ عیسائیت کو جس طور پر فتح کیا ہے اس کا اس سے بڑا مظہر اور کیا ہوگا کہ اس کے گھر میں بیٹھ کر یہ باتیں کہہ رہے ہیں اور ان کے خداوند یسوع مسیح کو گالی دے رہے ہیں کہ وہ حرامی تھا۔ (معاذ اللہ) پھر جناب مسیح علیہ السلام کی شخصیت کو لیجئے، یہود کے نزدیک وہ مرتد، کافر، جادوگر اور واجب القتل تھا، اس موقف میں انہوں نے آج تک کوئی ترمیم نہیں کی، اگر آج کے یہودی اس سے اعلان برات کر لیتے تو بات اور تھی، اس صورت میں کہا جا سکتا تھا کہ اب ان کی ان نسلوں کو تو بہر حال ان کے اسلاف کے جرائم کی سزا نہیں دی جانی چاہیئے۔ لیکن ان کا موقف بھی بالکل وہی ہے، یہ علماء یہود کا فتوئی ہے، اس کے برعکس مسلمانوں کے نزدیک وہ اللہ کے رسول ہیں، قرآن مجید نے خود حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانی آنجناب کی کیا خوبصورت مدح بیان کی ہے''اور سلام ہے مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں مروں اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جاؤں، یہ ہے عیسیٰؑ ابن مریم '' حضرت مسیح علیہ السلام نے جبکہ وہ ابھی گود ہی میں تھے، لوگوں سے یہ گفتگو کی تھی یہ مسلمانوں کا بھی عقیدہ ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں کا بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے عظیم ترین معجزات کو ہم بھی مانتے ہیں، وہ بھی مانتے ہیں، اس کے برعکس یہودی آپؑ کے معجزات کو جادوگری قرار دیتے ہیں، لہٰذا مسیحیوں کو سوچنا چاہیئے، غور کرنا چاہیئے دوست اور دشمن کو پہچاننا چاہیئے۔ (۱۰۷)

ابن الجوزی کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ سات سال کے تھے کہ آپ ﷺ کی آنکھوں میں کوئی تکلیف پیدا ہوئی قبل از اسلام کا مکہ طب میں جزیرۃ العرب کا سب سے بڑا مرکز تھا، اس کی شہادت اس سے ملتی ہے کہ عربی میں اطبا کی سیرت کی جو لغات ہیں، ان میں ایک ایسے طبیب کا ذکر ہے جس نے صحت وصفائی پر ایک کتاب تالیف کی تھی، لیکن اس کے باوجود مکہ کی طبی امداد آنحضرت ﷺ کو کوئی فائدہ پہنچا سکی، آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کو ایک عیسائی راہب کے پاس لے گئے جو عکاظ کے قریب ایک خانقاہ میں رہتا تھا، اس عیسائی ''ڈاکٹر'' کے علاج سے آپ کی صحت ہوگئی، اس آیت کریمہ سے عیسائی راہبوں اور درویشوں کے ساتھ آغاز اسلام کے جذبات وخیالات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''اور تحقیق تو پائے گا ان لوگوں کو زیادہ میلان رکھنے والا دوستی کا ایمان والوں کے ساتھ، جو کہتے ہیں ہم عیسائی ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں پجاری اور راہب ہیں اور وہ غرور سے سرشار نہیں ہیں۔'' (۱۰۸)

آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ کا پینتالیسواں سال تھا، آپ قوم کی اصلاح کی دل وجان سے کوشش کر رہے تھے

اور کفر و شرک اور دوسرے معاشرتی مفاسد سے اسے پاک کرنے کے لیے توحید کا اعلیٰ تصور پیش کر رہے تھے گو صورت حال کچھ بہتر نہ تھی، مخالفت یوماً فیوماً شدت اختیار کرتی جا رہی تھی، یہاں تک کہ جسمانی و روحانی تعذیب کی صورت میں بدل چکی تھی، نہ صرف آپ ﷺ بلکہ آپ کے پیرو بھی مبتلائے مصائب کیے جا رہے تھے، جب نوبت یہاں تک پہنچی تو آپ ﷺ نے اپنے معتقدین کو ہجرت کر کے حبشہ چلے جانے کی ہدایت کی، یہ ہمسایہ ملک مدت سے مسیحیت پر قائم چلا آ رہا تھا اور شاید تہذیب و خوشحالی دونوں میں مکہ سے آگے تھا، (حبشہ کی قوت و خوشحالی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس نے یمن پر حملہ کر کے اسے اپنی مملکت میں شامل کر لیا تھا، اور ہاتھیوں کی مشہور فوج بھیجی جو در کعبہ تک پہنچ گئی تھی اور جس کے پہنچنے پر سارے اہل مکہ بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے تھے، نیز یہ کہ مکہ کے تاجر اس ملک کو اپنی تجارتی منڈی سمجھتے تھے اور وہاں اپنے تجارتی قافلے لے جاتے تھے)۔ ہمارے پاس کوئی ایسی شہادت نہیں جس سے معلوم ہو کہ پیغمبر اسلام اور آپ کے ہم عصر نجاشی شاہ حبشہ کے مابین کوئی ربط و تعلق تھا، تاہم زمانہ قبل از اسلام میں دربار نجاشی میں امرائے مکہ کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے، بہر نوع جب آنحضرت ﷺ نے مظلوم صحابہ کو مشورہ دیا کہ وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے جائیں تو فرمایا ”حبشہ چلے جاؤ، اس ملک میں ایک ایسا بادشاہ حکمران ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا، یہ سچائی کی سرزمین ہے، وہاں اس وقت تک رہو جب تک خدا تمہارے لیے اس عذاب سے بچنے کی کوئی صورت پیدا نہ کر دے جس میں تم مبتلا ہو۔ (۱۰۹)

اس کے علاوہ پیغمبر ﷺ نے نجاشی کے نام سفارش کا ذاتی خط لکھ کر اپنے عم زاد بھائی جعفر طیارؓ کو دیا جو مہاجرین کے پہلے قافلے میں شامل تھے، طبری کا بیان ہے کہ اس نامہ مبارک کا خاص جملہ یہ تھا کہ ”میں تیرے پاس اپنے چچازاد بھائی جعفر اور دوسرے متعدد مسلمانوں کو بھیج رہا ہوں، جب وہ تیرے پاس پہنچیں تو ان کے ساتھ لطف و مہربانی کے ساتھ پیش آ“ (اس انداز تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ راقم نامہ اور مکتوب الیہ میں پہلے سے ملاقات اور جان پہچان تھی) چنانچہ شاہ حبشہ نے مہاجرین سے بہت اچھا سلوک کیا، کفار مکہ نے شاہ حبشہ کے پاس دو دفعہ وفود بھیج کر کوشش کی کہ وہ ان پناہ گزینوں کو اپنے ملک سے نکال دے، مگر آج کل کے بہت سے ”مہذب“ عیسائی ملکوں کے برعکس جو اپنے اتحادیوں کے ساتھ بھی وفا نہیں کرتے، نجاشی نے دونوں مرتبہ برگشتہ بخت مسلمانوں کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا، حالانکہ نسل و مذہب دونوں کے لحاظ سے وہ بالکل مختلف تھے، اور یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان پناہ گزینوں کے مختلف ارکان کو زکور وانات کو وقتاً فوقتاً عنایات و عطایا سے نوازا، صحیح بخاری میں ہے کہ یہ مسلمان مرد اور عورتیں عیسائیوں کے گرجاؤں میں بھی آزادی سے جا سکتی تھیں اور اس کی زینت و آرائش دیکھ سکتی تھیں۔

غیر مسلم، اسلام پر خون آشامی اور مجنونانہ جارحانہ جنگوں کا کیسا ہی الزام لگائیں مگر وہ یاد رکھیں کہ حبشہ کے عیسائیوں

کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک میں بڑی جگہ تھی، غور کیجیے کہ جب کچھ اہل حبشہ نجاشی کے سفیر بن کر مدینہ آئے تو اپنے خدام کو حکم دینے کے بجائے آنحضرت ﷺ نے ذاتی طور پر ان کی تواضع و مدارت کی اور کیا آپ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے ہمیشہ باقی رہنے والی یہ وصیت نہیں چھوڑی کہ اہل حبشہ کو ان کے حال پر چھوڑ دو، تاوقتیکہ وہ تمہارے خلاف جارحانہ کارروائی عمل میں نہ لائیں! ''عیسائی حبشہ کے خلاف کوئی جنگ نہیں، خواہ وہ (یعنی حبشہ) غیر اسلامی'' ہی ہو۔

ڈاکٹر حمید اللہؒ لکھتے ہیں کہ جب ۸ ہجری میں مکہ پر قبضہ ہوا تو بیت اللہ کے احاطہ سے آپ ﷺ نے ان تمام بتوں کو صاف کرادیا جو وہاں بنائے گئے تھے، اس کے بعد آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے، یہاں دیکھا کہ دیواروں پر متعدد روغنی تصویریں بنی ہوئی ہیں، آپ کو یہ دیکھ کر تکلیف ہوئی کہ جو گھر اللہ کی عبادت کے لیے وقف ہے، اس میں ایسی تصویریں بنی ہوئی ہیں، آپ نے حکم دیا کہ ان سب کو کھرچ دیا جائے، مگر ایک تصویر آپ نے ہاتھ کی ہتھیلی رکھ کر فرمایا، اسے چھوڑ دو باقی سب کو صاف کردو، یہ مریم اور آپ کے بچے مسیح کی شبیہ تھی۔ (یہ روایت علمی اعتبار سے قابل تحقیق ہے) (۱۱۰)

ان مختلف واقعات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دل میں مسیح اور مسیحیوں کے ساتھ کتنی ہمدردی تھی، حالانکہ آپ نے ان کے عقائد و مراسم کی مخالفت کی (جنہیں آپ بعد کا اضافہ سمجھتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان باتوں کی تعلیم نہیں دی)

۶ ہجری کے آخری ہفتوں کا واقعہ ہے کہ آپ نے اپنے بھائی عیسیٰ کی طرح اسلام کی تبلیغ کے لیے باہر وفود بھیجنے کا فیصلہ کیا، ابن ہشام اور دوسرے مستند ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہا کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تم میں سے کچھ لوگوں کو تبلیغ کے لیے دور کے ملکوں میں بھیجنا چاہتا ہوں، مجھے امید ہے کی عیسیٰ کے حواریوں کی طرح تم اس میں پس و پیش نہیں کرو گے، اس کے بعد آپ ﷺ نے حواریوں کا قصہ بیان فرمایا اور کچھ صحابہؓ کو منتخب کر کے ہر ایک کو ایک ایک ملک کے لیے مقرر کیا، کام بہت مشکل اور تھا، مختلف حکمرانوں کے نام نامہ ہائے مبارک لے کر جانا تھا جن میں انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی، جو عیسائی بادشاہوں، شہنشاہ روم، حبشہ کے نجاشی اور مصر کے قبطی سردار وغیرہ کے یہاں بھیجے گئے، لیکن ان مشنوں میں سے ایک کا تعلق ہم سے براہ راست ہے، آپ ﷺ نے ایک مکتوب بصریٰ (فلسطین) کے بازنطینی گورنر کے نام روانہ فرمایا، جس وقت آپ کا سفیر، شرجیل بن عمرو کے علاقہ سے گزر رہا تھا جو بازنطینی شہنشاہ کے زیر حمایت غسانی قبیلہ کا سردار تھا تو اس (یعنی شرجیل) نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ یہ قبل بین الاقوامی قواعد کی انتہائی سنگین خلاف ورزی تھی، اس پر مستزاد یہ کہ بازنطینی شہنشاہ نے اصلاح احوال اور تلافی مافات سے انکار کر دیا اور مجرم کی جو مذہبا عیسائی تھا، پشت پناہی کی، اوائل آٹھ ہجری میں آپ نے مجرم کی سرزنش کے لیے تین ہزار فوج روانہ کی، موتہ کے مقام

پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ شہنشاہ نے ایک لاکھ سے زیادہ فوج بھیجی ہے، مگر تعدا کے اس تفاوت کے باوجود مسلمان پیچھے نہیں ہٹے، انہوں نے حملہ کیا، فوج کا سردار اور اس کے ماتحت دوسرے اور تیسرے سردار کام آئے، (دوسرے درجہ کے سردار آپ کے چچا زاد بھائی جعفر طیارؓ تھے، جو حبشہ سے واپس آ گئے تھے) مگر اس کے باوجود مسلمان ہراساں نہیں ہوئے، انہوں نے اپنے طور پر خالدؓ بن ولید کو کمانڈر منتخب کر کے جنگ جاری رکھی، جب خالدؓ نے مدینہ کی واپسی کا فیصلہ کیا تو دشمن کی کافی گوشمالی کی جا چکی تھی، یہاں تک کہ اس نے پسپا ہونے والے اسلامی لشکر کا تعاقب کرنے کی جرات نہیں کی۔

دوسرے سال آنحضرت ﷺ خود ایک زبردست فوج لے کر روانہ ہوئے، اس کی تعداد تیس ہزار تھی، مدینہ سے چل کر آپ ﷺ نے تبوک میں قیام فرمایا اور ہرقل کو دوسرا خط روانہ کیا، اس خط کا مضمون تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے، آپ ﷺ نے اسے دعوت دی کہ اسلام قبول کر دیا خراج ادا کرو اور کم سے کم اپنے ملک میں لوگوں کو ضمیر کی آزادی دے دو تا کہ جو کوئی اسلام قبول کرنا چاہے، سلامتی کے ساتھ کر سکے، مشہور محدث ابو عبید اپنی ''کتاب الاموال'' میں لکھتے ہیں کہ شہنشاہ نے آپ ﷺ کے پاس بطور تحفہ سونے کے کچھ سکے بھیجے لیکن اس کے ساتھ ٹال مٹول کا جو خط روانہ کیا، اس سے آپ ﷺ نے یہ نتیجہ نکالا کہ اسے صلح منظور نہیں، لہٰذا آپ نے حکم دیا کہ اس تحفہ کو مال غنیمت سمجھا جائے، دوستانہ تحفہ نہ سمجھا جائے، اس کے فوراً بعد ہی شہنشاہ نے اپنے وہاں کے گورنر کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اس کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ ایمان لے آیا تھا، اور اس کی اطلاع اس نے آنحضرت ﷺ کو دے دی تھی۔ (عرب تاریخ میں اس شہید گورنر فروہ کی خط و کتابت محفوظ ہے)

اس واقعہ نے گفت و شنید اور باہمی تعلقات سے تصفیہ کے تمام امکانات کا خاتمہ کر دیا، حتیٰ کہ ایک غسانی سردار نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لیے ایک فوج بھی تیار کی، مگر یہ منصوبہ پورا نہیں ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت کے چند روز بعد بستر مرگ سے اسامہ ﷺ کے ماتحت ایک اور فوج روانہ کرنے کا حکم دیا تا کہ وہ مسلم سفیر کے قاتل کے ملک پر حملہ کرے، اس کے بعد جوابی کارروائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور چند ماہ بعد خلیفہ ابو بکرؓ نے سلطنت روم کے خلاف کھلی جنگ کا اعلان کر دیا، اس کے واقعات مشہور ہیں، عربوں کی حیرت انگیز فتوحات، تاریخ میں بے مثل ہیں، اس کے بعد صلیبی لڑائیوں اور دوسری جنگوں کی وجہ سے اسلام و عیسائیت کے روابط اب تک غیر فیصل شدہ ہیں، خدا ہی جانتا ہے کہ انسان جنگ و پیکار کے بے سود پن کو کب سمجھے گا۔ (۱۱۱)

ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کی کوشش

ہندو دنیا کی سب سے پہلی شریعت والی قوم ہیں، (ان کے بیان کے مطابق) اور مسلم، آخری شریعت والی قوم اور

ان دونوں کو حکمت الٰہی نے ایک ملک ہندوستان میں اکٹھا کر دیا ہے، ہندوستان کے تمام مندر اور مساجد شرقاً غرباً یعنی قبلہ رد تعمیر ہوئے ہیں، ڈیوبائس اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ''بڑے بڑے منادر کا طرز تعمیر اور ڈھانچہ خواہ وہ نئے ہوں یا پرانے ہر جگہ بالکل ایک اور یکساں ہے، داخلے کا صدر دروازہ پورب کی سمت میں کھلتا ہے اور یہ ایک ایسی نوعیت ہے جس کا پورا لحاظ ان کے تمام منادر اور معابد میں کیا گیا ہے، چاہے وہ بڑے ہوں یا چھوٹے۔'' (۱۱۲)

مسلمانوں کو تو مسجدوں کی سمت تعمیر کی وجہ معلوم ہے لیکن ہندو نہیں جانتے کہ انہوں نے کیوں اپنے مندر قبلہ رُو تعمیر کیے ہیں مختلف لوگ مختلف توجیہات کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن صحیح علم کسی کو نہیں ہے، کہیں یہ ان کے کعبہ سے دیرینہ تعلق کی بنا پر تو نہیں ہے، جسے آج وہ بھول گئے ہیں، اور اب خالی رواج باقی رہ گیا ہے اور حقیقت کھوگئی ہے؟ ہندوؤں کی چتا کا رخ شمالاً جنوباً ہوتا ہے اور یہی مسلمانوں کی قبروں کا رخ ہے ☆ مسلمان حج و عمرہ کے موقع پر کعبہ کے ساتھ طواف کرتے ہیں ہندو شادی بیاہ کے مواقع پر اگنی کے ساتھ پھیرے لے کر عہد کرتے ہیں ☆ مسلمان حج کے موقع پر جو لباس (احرام) پہنتے ہیں وہ دو عدد بغیر سلی چادروں پر مشتمل ہوتا ہے، ایک تہہ بند کے طور پر بندھی اور دوسری اوپر اوڑھ لی جاتی ہے، ہندو تیرتھ کے موقع پر ہزاروں سال پہلے ہی سے یہی لباس زیب تن کرتے چلے آرہے ہیں بلکہ یہ لباس ان کے یہاں اتنا مقدس مانا گیا ہے کہ اس کی بدلی ہوئی شکل عام زندگیوں میں مردوں نے دھوتی اور عورتوں نے ساڑھی کی شکل میں اپنا لی ہے، ☆ حج و عمرہ کے موقع پر مسلمانوں کے لیے بال کتروانا لازم اور منڈانا افضل قرار دیا گیا ہے، ہندو ہزاروں سال قبل سے ہی تیرتھ کے موقع پر اپنے سر منڈواتے چلے آرہے ہیں، ☆ مسلمان حج یا عمرہ کے موقع پر جب حالت احرام میں ہوتے ہیں تو ان کے مردوں کو جوتے یا ایسے چپل پہننے کی اجازت نہیں ہوتی جس سے پاؤں کا اوپری حصہ ڈھک جائے موجودہ دور میں ہوائی چپل اس مقصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ چلنے میں دشواری بھی پیش نہ آئے اور پاؤں کے اوپری حصے پر صرف دو پتلی پٹیاں رہیں، ہندو ہمیشہ سے تیرتھ کے موقع پر لکڑی کی ایسی کھڑاؤں پہنتے آرہے ہیں جن کے اوپر کوئی پٹی نہیں ہوتی بلکہ صرف لکڑی کا کھونٹی نما انگوٹھا ہوتا ہے ☆ مسلمان عقیقے کے موقع پر بچے کا نام رکھتے ہیں اور اس کا سر مونڈتے ہیں، ہندو پہلے ہی سے نام کرن سنسکار (بچے کا نام رکھنے کی مذہبی رسم) کے مواقع پر اپنے بچوں کا سر مونڈتے آرہے ہیں۔

کیا آپ یہ تصور بھی کر سکتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے یہ رسومات چودہ سو سال پہلے ہندومت سے مستعار لی تھیں (نعوذ باللہ) حقیقت یہ ہے کہ اس قوم کا کعبہ سے دیرینہ تعلق ہے اور یہ دنیا کی واحد مذہبی قوم ہے جس نے اپنی روایات کو خرافات کی شکل میں بھی باقی رکھا ہے، اگر حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو کعبہ کے تعلق سے یہ رسومات دی تھیں تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی یقیناً اپنی قوموں کو دی ہوں گی، وقت کے لمبے سفر میں اصل حقیقت کعبہ گم ہوگئی جس کے بعد دیگر قوموں

نے توان ظاہری رسومات کو بھی کھودیا، لیکن اس قوم نے رسومات کو کسی نہ کسی شکل میں باقی رکھا، اس طرز کی سینکڑوں مثالیں ہیں جنہیں طوالت کی وجہ سے یہاں پیش نہیں کر رہی ہوں، لیکن یہ سمجھ لیں کہ یہ اس قوم کی ایک بہت قیمتی صفت ہے، اگر ان کی گم شدہ حقیقتیں کسی طرح انہیں واپس دی جاسکیں تو دوسری تمام قوموں کے مقابلے میں ہندو قوم کا اسلام کو سمجھ سکنا سب سے آسان ہے، حقیقت فراموش ہو کر روایات باقی رہ جانے والی خرابی مسلمان قوم میں بھی پیدا ہو چکی ہے، جسے محسوس کر کے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:

یہ امت خرافات میں کھو گئی   حقیقت روایات میں کھو گئی

خلاصہ کلام

مذاہب دنیا میں لوگوں کو جوڑتے اور ملانے آئے ان میں تفریق پیدا کرنا نہیں، یہی وجہ ہے جب تفریق ہوئی فوراً اللہ کی جانب سے کوئی نبی مبعوث ہو گیا، تمام انبیا کے اوصاف یکساں تھے، تعلیمات یکساں تھیں بلکہ ہر نبی پچھلی تعلیمات کی تکمیل اور بگڑی ہوئی تعلیمات کی اصلاح کے لیے آیا یہاں تک کہ نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا، اس لیے کہ آپ پر جامع تعلیمات مکمل ہو گئیں۔ بقول مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں   تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
تو فخر کون و مکاں زبدہ زمین و زماں   امیر لشکر پیغمبراں شہ ابرار
بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی   تو نور شمس گر اور انبیا ہیں شمس و نہار

تجاویز

ضرورت اس بات کی ہے کہ مذکورہ آیت سے جو اصول معلوم ہوتا ہے یعنی مشترکہ مسائل پر ایک موقف اختیار کرنا اسے عام کیا جائے اور یہ کام سیاسی بنیادوں پر ناکام رہا ہے اب اس کا آغاز مذہبی بنیادوں پر ہونا چاہئے اور مذہبی افراد کو آگے آ کر اس کا آغاز کرنا چاہیئے۔

☆ سب سے پہلے خود مسلمانوں میں جو فرقہ واریت ہے اس کا خاتمہ تو ممکن نہیں اس کی شدت کو کم کرنے کے لیے مشترکہ مسائل پر اتفاق کرنا چاہیئے متنازعہ افکار و خیالات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں   کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

☆ اقوام عالم میں جتنے مذاہب ہیں ان کے بانیان کا احترام کیا جانا چاہیئے اور تہذیب و اخلاق کے دائرہ میں جدال

ہونا چاہیئے گستاخی رسول کسی بھی رسول کی ہو اس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیئے۔

☆ تمام مذاہب کا احترام کیا جانا ہے مذہبی بنیادوں پر کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہونی چاہیئے۔

☆ عقائد و مسائل مشترکہ توحید، آخرت، احترام انسانیت، خدمت خلق، قیدیوں سے حسن سلوک، انصاف کا حصول سب کے لیے، سود کی ممانعت، منشیات و دہشت گردی کے خاتمے کے حوالہ سے مشترکہ مکالمہ سیمینار و کانفرنس کا انعقاد کر کے باہم مکالمہ کو وسعت دینا چاہیئے تا کہ لوگ مذہب اور مذہبی لوگوں سے محبت کریں اور دنیا میں امن قائم ہو۔

☆ عوام کو جانی، مالی نقصان اور خوف و نفرت سے نجات حاصل ہو۔

☆ باہمی محبت درواداری اور امن کو فروغ حاصل ہو اسی پر میں اپنا مقالہ اس پیغام کے ساتھ مکمل کرتی ہوں۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے ... غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر ... وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی ... خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

محمد کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے ... کسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سورہ الاحزاب:۲۱

۲۔ انسان کو بہترین ہیئت ظاہر کی و باطنی کے ساتھ پیدا کیا ہے (سورہ التین ۹۵/۴)

۳۔ سورہ الحجرات:۱۵/۱۹'اسی بات کو دوسری جگہ بیان کیا' سورہ ص ۳۸/۲'۷

۴۔ آل عمران:۶۴

۵۔ ڈاکٹر ناہی/ص ۵۱'۵۲

۶۔ الانعام:۱۵۱

۷۔ الاسراء:۱۰۱

۸۔ احکام القرآن/ج ۳'ص ۱۲۱۴

۹۔ سورہ الاعراف:۱۵۸

۱۰۔ سورہ سبا:۲۸

۱۱۔ سورہ التوبہ:۳۳

۱۲۔ اسلام اور مغرب/ڈاکٹر محمد سد/مترجم محمد جبل/نفیس اکیڈمی ۲۰۰۵ء/ص ۴۰

۱۳۔ ۱۳۔لسان العرب/المجلد الثالث عشر'بذیل مادہ'ص ۱۶۹'۱۷۱

۱۴۔ سورہ الشوریٰ:۱۳

۱۵۔ سورہ المائدہ:۴۸

۱۶۔ ۱۶التفسیر المظہر ی/لعلامتہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی/الجزء الثامن/بلوچستان بک ڈپو' کوئٹہ/ص ۶۳

۱۷۔ ۱۷۔الجامع لاحکام القرآن لابی/عبداللہ محمد بن احمد لانصاری/ القرطبی' الجزء السادس عشر/ المطبعۃ دارالکتب المصر یۃ' القاہرہ ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۷م)/ص ۱۱۰اور ۱۱

۱۸۔ ۱۸التفسیر الکبیر/للامام فخر الدین الرازی/ الجزء السابع و☆ العشر ون/ الطبعۃ الاولیٰ'الزام/عبدالرحمان محمد عیدان/ الجامعہ الازہر بمصر/ص ۱۵۶۔۱۵۷

۱۹۔ الصحیح للامام البخاری/ المجلا الاول/ نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب' آرام باغ' کراچی/ مطبعۃ الثانیہ/ ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۱م) ص ۴۹۰

۲۰۔ جامع الترمذی مع شرح تحفہ الاحوذی/نور محمد کارخانہ' کراچی ۱۹۶۱ء/ص ۲۹

۲۱۔ امام راغب اصفہانی/مفردات القرآن بذیل مادہ

۲۲۔ لقمان:۳۱

۲۳۔ ۱۷:۱۱۰

۲۴۔ سورہ الاعراف/۱۸۰:۷' سورہ طہٰ/ ۸:۲۰' سورہ الحشر/۵۹:۲۳

۲۵۔ مذاہب عالم میں تصور خدا/ ڈاکٹر ذاکر نائیک/مترجم امتیاز احمد/ دار النوادر' لاہور ۲۰۰۵ء/ص ۳۸۔۳۹

۲۶۔ اگر اب بھی نہ جاگے تو/شمس نوید عثمانی ج روشنی پبلشنگ ہاؤس رامپور ۱۹۸۹ء/ص ۱۱۶

۲۷۔ مولانا/نوار الحق علوی/ الفرقان' شان ولی اللہ نمبر ۱۹۴۱ء/ص ۳۳۲

۲۸۔ ترجمان القرآن' جلد اول/ص ۲۴۷' مطبوعہ ساتہیہ اکاڈمی' دہلی

۲۹۔ گیتا اور قرآن/ پنڈت سندر لال/ انگریزی ترجمہ سید اسد اللہ صاحب/مطبوعہ' انڈو مڈل ایسٹ کلچر سٹڈیز' حیدر آباد' دکن/ص ۵

۳۰۔ مصابیح الاسلام/ص ۱۴۔۱۵

۳۱۔ اگر اب بھی نہ جاگے تو/ مولانا شمس نوید عثمانی/ ۱۱۸

۳۲۔ ماہنامہ دعوۃ' اسلام آباد اگست ۲۰۰۴ء/ص ۱۷

۳۳۔ ایضاً/صد ۱۸

۳۴۔ کتاب مقدس/ثنائیہ/۱۱:۴۳

۳۵۔ کتاب مقدس: عیسائیہ/۱۱:۴۳

۳۶۔ کتاب مقدس: عیسائیہ/ ۹:۴۶

۳۷۔ کتاب مقدس: خروج/ ۵۔۳:۲۰

۳۸۔ کتاب مقدس: ثنائیہ ۹۔۷:۵

۳۹۔ Gesusthe man by barbra pub corgi books

۴۰۔ یوحنا/ ۱۴:۲۸

۴۱۔ یوحنا/ ۱۰:۲۹

۴۲۔ متی/ ۲۱:۲۸

۴۳۔ لوقا/۱۱:۲۰

۴۴۔ انجیل/متی/۲۰۔۱۷:۵

۴۵۔ انجیل یوحنا:۳:۱۴

۴۶۔ انجیل یوحنا:۳:۱۷

۴۷۔ یسعایاہ/۶:۴۴

۴۸۔ استثناء/۳۹:۴

۴۹۔ زبور/۸۶:۸تا۱۰

۵۰۔ استثناء/۳۵:۴

۵۱۔ سموئیل/۲:۲

۵۲۔ یسعیاہ/۱۴،۱۳:۴

۵۳۔ استثناء/۱۴،۱۳:۳

۵۴۔ مرقس/۱۲:۳۰تا۳۲

۵۵۔ یوحنا/۳:۱۷

۵۶۔ یوحنا/۳۹:۱۱

۵۷۔ سموئیل/۲۹:۱۵

۵۸۔ زبور /۴:۱۱

۵۹۔ دانی ایل /۳۴:۴

۶۰۔ خروج/۲۰:۳۳

۶۱۔ مرقس /۱۸:۱۰

۶۲۔ موقا /۴۶:۲۳

۶۳۔ بھگوت گیتا/باب ۷،شعر ۲۰

۶۴۔ سویت سواتر ،اپنشد/۴:۲۰

۶۵۔ یجروید/۳۲:۳

۶۶۔ یجروید /دیوی چند ایم اے فلسفہ/صفحہ ۳۷۷

۶۷۔ ۸:۴۰

۶۸۔ یجروید/دیوی چند/ص ۲۷۷

۶۹۔ یجروید /۹:۴۰

۷۰۔ یجروید /۱۶:۴۰

۷۱۔ اتھروادید/۱۶:۴۰

۷۲۔ رگ وید/۴۶:۴۳: ۱۶۴

۷۳۔ رگ وید/۱۰۔۱۲۱۔۳،

۷۴۔ رگ وید/۱۰۔۱۲۱،۵،

۷۵۔ یجروید/۳۲،۳،

۷۶۔ یجروید/۴۰۔۹،

۷۷۔ رگ وید/۸۔۱،۱،

۷۸۔ رگ وید/۶۔۴۵۔۱۶،

۷۹۔ اتھروید۲۔۲۔۲،

۸۰۔ رگ وید /۱۰۔۱۲۱۔۱

۸۱۔ رگ وید/۲۔۱۔۳،

۸۲۔ رگ وید/۲۔۱۰۴،

۸۳۔ رگ وید/۲ ۱۔۶،

۸۴۔ رگ وید/۲۔۱۔۷،

۸۵۔ رگ وید/۲۔۱۔۱۱،

۸۶۔ رگ وید/۱۰۔۱۱۴۔۵

۸۷۔ یہ ہے ہندو کلچر /سید تنظیم حسین/انجمن اشاعت قرآن عظیم' کراچی /۴۔۶

۸۸۔ ماہنامہ دعوۃ' اسلام آباد جنو ۲۰۰۴ء/ص ۲۸

۸۹۔ مذاہب عالم میں تصور خدا /ڈاکٹر ذاکر نائیک/ص ۱۹

۹۰۔ سینا/۷:۱۳۱اور ۱۱، سینا/۷: ۴۴ سینا/۱۱:۵۰، سینا/۷:۵۱

۹۱۔ سینا/۱۱:۳۳،سینا /۶:۴۵

۹۲۔ سینا /۱۱:۳۳،سینا/۳:۴۸

۹۳۔ سینا /۱۵/ ۱۳،۱۱،۹،۷،۵،۴،۵،۴:۳۴)(سینا /۲: ۴۴،سینا/۵:۴۵،سینا /۹:۴۷،سینا/ ۳:۴۸

۹۴۔ مطالعہ مذاہب/ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی/ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۹۹/ص ۶۹

۹۵۔ ایضاً/ص ۶۹۔۷۰

۹۶۔ ایضاً/ص ۔۷۶۔۷۷

۹۷۔ ایضاً/ص ۶۹۔۷۰

۹۸۔ مذاہب عالم میں تصورخدا /ڈاکٹر ذاکر نائک/ص ۱۶۔۱۷

۹۹۔ گرونانک بانی۔ بھائی جودھ سنگھ/مترجم: محمود جالندھری/ نیشنل بک ٹرسٹ آنڈیا ۱۹۷۴ء/ص ۱۴،۱۵

۱۰۰۔ ایضاً/ص ۱۶۔۱۷

۱۰۱۔ رسول اکرمﷺ کی سیاسی زندگی/ڈاکٹر حمید اللہ/دارالاشاعت کراچی/ص ۱۳۲

۱۰۲۔ رسول اکرمﷺ کی سیاسی زندگی/دارالاشاعت،کراچی/ص ۱۶۲

۱۰۳۔ صحیح بخاری / کتاب الجنائز،باب من قام بجنازو یہودی

۱۰۴۔ کنزل العمال/ج ۱۵،ص ۲۱۴،/مسند احمد الامام احمد/ج ۶،ص ۱۱۶

۱۰۵۔ سہ ماہی عالم اسلام اور عیسائیت نومبر ۱۹۹۶/ص ۷

۱۰۶۔ سورۃ النساء:۱۷۱

۱۰۷۔ سہ ماہی رپورٹ ۲۰۰۴ء/البلاغ فاؤنڈیشن لاہور/ص ۱۳

۱۰۸۔ المائدہ:۸۲

۱۰۹۔ ابن ہشام/ص ۲۰۸

۱۱۰۔ عالم اسلام اور عیسائیت،جولائی ۱۹۹۸/مقالہ: ڈاکٹر حمید اللہ/

۱۱۱۔ عالم اسلام اور عیسائیت،جولائی ستمبر ۱۹۹۸/مقالہ:ڈاکٹر حمید اللہ/ص ۱۰۔۱۴

(112-indu Manners.Customs & Ceremonies .by A.J.A Dubois, p579)

دورِ جدید میں بین المذاہب اتحاد ویگانگت وہم آہنگی کا تصور، ضرورت واہمیت تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں

صدف مظفر

گزشتہ چند دہائیوں سے حصول کثرت کی دوڑ نے ہر طرف نفسانفسی کا عالم پیدا کردیا ہے مادہ پرستانہ سوچ اور خود غرضی کی فکر عام ہے۔ امن وسکون کا تصور قصہ پارینہ بنتا جارہا ہے آج وہ عالم ہے کہ اس نفسانفسی کے عالم نے انسان کے ساتھ اس کے مالکِ حقیقی اور محسن اعظمؐ کے رشتوں کو بھی کہیں کمزور، کہیں بہت کمزور اور کہیں طاق نسیاں بنادیا ہے۔(1)

آج تو وہ نقشہ بن رہا ہے کہ ذوق فرمانروائی بڑھ رہا ہے عصبیتیں سراٹھارہی ہیں۔ برداشت دم توڑ رہی ہے ہر کوئی دوسرے کو جھکانے پر تلا ہوا ہے۔ مفاہمت کی جگہ مقاومت، اپنائیت کی جگہ جارحیت، صلح کی جگہ اسلحہ اور رواداری کی جگہ خونخواری لے رہی ہے۔(2)

اگر ہم عمیق نگاہی سے جائزہ لیں تو یہ حقیقت الم نشرح ہوگی کہ ظلم وبہیمیت کی وجہ سے انتہائی قلیل عرصہ میں فاتحانہ جلال کے فلک بوس قصر زمین پر آجاتے ہیں اور جب ہم عصر حاضر کی فقید المثال کارفرمائیوں پر فکر عمیق کرتے ہیں تو یہ حقائق واشگاف ہوتے ہیں کہ استبدادی طریقوں سے ہمیشہ اتحاد کے پرخچے اڑتے ہیں ظلم واستبداد سے پیدا شدہ جذبہ اشتعال اور نفرت وانتقام کی آتشیں چنگاریوں کو شعلہ بداماں ہونے سے روکا نہیں جاسکتا۔ خون آشامی اور وحشت وبربریت، بالادستی کے اندوہناک مظاہروں سے مفتوحہ علاقوں پر تسلط ہوسکتا ہے لیکن تسخیر قلوب اقدام معجز کے بغیر اصولوں کی کامرانی ممکن نہیں۔(3)

موجودہ دنیا جو سائنس اور ٹیکنالوجی میں زبردست ترقی حاصل چکی ہے وہ اندر سے بے چین اور کھوکھلی ہے گو کہ دنیا نے زمانی ومکانی فاصلے گھٹادیے ہیں لیکن روحانی فاصلے بڑھتے ہی جارہے ہیں۔(4)

اس صورتحال میں اشتعال اور جذباتیت کے مقابلے میں امن وامان کی اہمیت اور قدر بڑھ جاتی ہے تاکہ ہم اپنے رویہ وکردار سے اور دوسری طرف تبادلہ خیالات سے ان غلط فہمیوں کو رفع کرسکیں اور نفرت وتعصب کے بارود کو بے اثر بناسکیں۔(5)

بین الاقوامی مذاہب پر طائرانہ نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تین طاقتوں کا رول بہت زیادہ ہے جن میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام شامل ہیں۔ اور ان تینوں میں مشترکہ نقطہ یہ ہے کہ یہ اہل کتاب ہیں۔ اور ان تینوں مذاہب میں مفاہمت سے ہی کم از کم ایک ہم آہنگی کا تصور ابھر سکتا ہے لیکن اس کو کیسے ممکن بنایا جاسکتا ہے؟

تینوں مذاہب میں اشتراکیت۔۔کس بنیاد پر؟

اسلام ایک ایسا دین ہے جو زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہے اور ایسے حقائق پر نوع بشر کو مجتمع کرنا چاہتا ہے کہ جو اصولوں کے لحاظ سے یکساں مفید ہوں اور تمام طاقتوں کو اگر ممکن ہو تو ایک ہی نقطہ نگاہ پر مرتکز کر کے امن کی صورت حال پیدا کرنا چاہتا ہے۔اس بات کو قرآن پاک میں لافانی اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔

قل یآھل الکتب تعالو الی کلمته سواء بیننا وبینکم . (6)

اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔

یآھل الکتب :اے اہل کتاب یہ خطاب دونوں فریقوں کو ہے یعنی یہودی اور عیسائی۔(7)

سواء :سوا کے معنی وسط کے ہیں سوا الراس، سر کے بیچ کے حصے کو کہیں گے یعنی کہ جو چیز دونوں جماعتوں کے بیچوں بیچ ہو گی وہ دونوں میں یکساں، مشترک و مسلم ہے۔توحید کے متعلق اہل کتاب کا دعوی ہے کہ یہ اہل کتاب اور مسلمانوں میں مشترک ہے اور قرآن کریم نے اسی مشترک کلمہ کو بنیاد بنایا ہے۔(8)

یعنی کہ ہم بنی اسمٰعیلؑ اور تم بنی اسرائیل اس بات پر متحد ہیں کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں گے اور شرک نہ کریں گے۔احبار رہبان ملوک کو خدا کے ساتھ شامل نہ کریں گے۔(9)

تورات کے کتاب استثناء میں بیان کیا گیا ہے کہ:

سن اے اسرائیل: خداوند ہمارا خدا ایک ہی ہے تو اپنے سارے دل سے اور ساری جان سے اور طاقت سے خداوند سے محبت رکھو۔(10)

انجیل میں بیان کیا گیا ہے کہ

تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔(11)

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ

اللہ ھو لا الہ الا ھو (12)

گویا تعلیمات موسوی، عیسوی اور تعلیمات محمدیؐ ایک ہی دین حق پر مشتمل ہیں اور اسی کا نام دین اسلام ہے۔اس لئے یہودیت، عیسائیت اور اسلام جو کہ غالب مذاہب ہیں ان کی اصل ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے حضور سر تسلیم خم ہے اور یہی اسلام ہے جب سب کا مذہب اسلام یعنی کہ اللہ کے حضور سر بسجود ہونا ہے تو پھر باہمی عداوت کیسی ہے۔؟ یہاں سے

تعلیماتِ نبویؐ اہل کتاب کو ایک نقطے کا احساس دلاتی ہیں اور وہ ہے نقطہ توحید جو کہ یہودیت ونصرانیت کے درمیان اتحاد و تعاون کی بنیاد ہے جب سب کا خالق رازق ایک ہے تو پھر مخلوق بھی وحدیت اتفاق کی سزاوار ہے۔(13)

دعوت کو ہمیشہ اشتراک سے اختلاف اور مسلمات سے متنازع فیہ مسائل کی طرف لے جانا چاہئے وہ باتیں جو مخاطب مانتا ہے جو اس کے لئے اجنبی نہیں ہیں ان کے اقرار و اعتراف سے شروع کر کے بتدریج ان امور کی طرف جو ان مسلمات سے لازم آتے ہیں اس طرح بڑھنا چاہئے کہ مخاطب مانوس سے نامانوس کی طرف منتقل ہوتے ہوئے بالکل غیر محسوس طریقے سے حق کی طرف مائل ہو جائے۔(14)

اسلام اتحاد عالم اک داعی

اسلام کا مادہ س۔ل۔م ہے جس کا مفہوم کامل اطاعت اور سپردگی ہے تو دوسرا معنی امن وسلامتی ہے۔(15) اور اسلام حصول امن کے لئے اتحاد عالم کا داعی ہے۔امت مسلمہ کی شناخت ہے کہ ان کا ہر فرد امن وسلامتی کی راہ اختیار کرتا ہے اور اسلام کی ایجابی تعلیمات پر جن قدر عمل پیدا ہوتا ہے وہ اسی قدر اللہ تعالیٰ کی صفت سلام (16) سے متصف ہو جاتا ہے۔ اسلام کا رب ،رب للمسلمین ہی نہیں وہ رب العالمین بھی ہے اور اس کا رسول رحمتہ للمسلمین ہی نہیں وہ رحمتہ العالمین بھی ہے۔(17)

برطانیہ کی مصنفہ اقرار کرتی ہے کہ

"Muhammad.... founded a religon and tradition that was not based cultural on the sword despite the western myth ... and whose name islam signifies peace and reconcliation."

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ

ولا تسبو الذين بدعون من دون الله فيسب و الله عدوا بغير علم (19)

یورپی مصنف ای بلائیڈن کے الفاظ میں

"اسلام نے انسانیت کو متحد کیا اسلام صرف عربوں تک ہی محدود نہیں تھا محمدؐ کا مشن اور پیغام پوری انسانیت کے لئے تھا"۔(20)

بین المذاہب اتحاد و یگانگت کی طرف پیغمبر اعظمؐ کے اہم اقدام

قرآن مجید نے معاہدوں کے اصول وضع کیے آپؐ کے عمل نے وہ نمونہ پیش کیا جسے سامنے رکھ کر مسلمان اور غیر مسلم اقوام میں معاہدات ہوتے رہے۔ آنحضرتؐ نے خاص حالات کے تقاضوں اور سیاسی مقاصد کی بنا پر گوناگوں معاہدے کیے انہیں کی پیروی آپؐ کے جانشینوں نے حرفاً کی۔(۲۱)

یہودیوں اور مسلمانوں کے مابین معاہدایت

یہ آپؐ کا پہلا معاہدہ تھا جس کا مقصد قبائل مدینہ کے درمیان مصالحت تھا، جہاں پر آپؐ جا بسے تھے۔(۲۲)
آپؐ کے بعض معاہدات سراسر مصالحت پر مبنی تھے۔ مثلاً قبیلہ اوس وخزاج کے درمیان معاہدہ جس میں مدینہ کے یہودی بھی وابستہ ہوگئے تھے اور یہ معاہدہ شہر مدینہ کے لئے منشور کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس کو میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔

اول: مہاجرین جو مکہ مکرمہ سے آئے تھے۔

دوم: انصار جو مدینہ کے رہنے والے تھے اور آپؐ سے وابستہ ہوگئے تھے۔

سوم: یہودی یہ محض حلفی اور اتحاد کی پہچان نہ تھی بلکہ اس کی حیثیت بہت وسیع تھی۔(۲۳)

اس معاہدے کی ضروری شقیں رسول ﷺ کی ترجمان اور مستقبل کے اہداف کا تعین کرتی ہیں۔

1۔ مومنین اپنے مصارف کے ذمہ دار ہوں گے اور یہودی اپنے مصارف کے
2۔ جو لوگ اس عہد و پیمان میں شریک ہوں گے وہ مل کر اس قوت پر فتح حاصل کریں گے جو ان کے خلاف لڑنے آئے گی۔
3۔ اگر تم میں کسی معاملے میں بھی اختلاف پیدا ہوا تو محمدؐ اس کا فیصلہ کریں گے۔
4۔ حضرت محمدؐ کی اجازت کے بغیر کوئی یہودی جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ نہ دے گا۔(۲۴)

یہ قبائل کے درمیان مصالحت کی سعی ہے یہ ایک میثاق ہے جس کے ذریعے سے مدینے منورہ کے عرب قبائل کی باہمی رقابتیں مٹا کر مختلف عناصر کو متحد کر کے ایک ایسی قوم بنانا منظور تھا جو سب سے الگ اور ممتاز ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ قبائل کے درمیان ڈھیلا ڈھالا اتحاد نہیں بلکہ اس اسلامی حکومت کا دستور ہے جو ابھی مصطفے کے مرحلے پر تھی اس کے ذریعے سے آپؐ نے ایک نئے نظام کے اندر تنگ نظرانہ قبائلی وابستگیوں کو تحلیل کر کے نئے مذہب اور نئی حکومت کو توجہ کا مرکز بنا دیا۔ یہ ایک قسم کا وفاق تھا جو عربوں اور یہودیوں کے درمیان قائم کیا گیا۔ اسی اتحاد کا نتیجہ تھا کہ تعلقات مجموعی طور پر خوشگوار رہے۔(۲۵)

عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ صلح

آنحضورؐ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ کیا جس کے الفاظ تھے کہ

علی ان لا لیھدم لھم بیعة و لا لیخرج لھم قس' و لا یفتنوعن دینھم مالم لیحد ثوا حدثا ویا کلو الربو. (۲۶)

اہل نجران کو خدا کا جوار اور محمد رسول اللہ کا ذمہ ہے ان کی جانیں اور مال ان کی زمینیں ان کا مذہب ان کے کنبے گرجے مملوکات کی حفاظت کی جائے گی یہ وعدہ ان کے لئے ہے جو موجود ہیں اور جو ان کیلئے بھی غائب ہیں جب تک اہل نجران وفادار ہیں اپنے واجبات کے مطابق کام کرتے جائیں"۔(۲۷)

امام ابو یوسف کتاب الخراج 72-73

قریش مکہ کے ساتھ صلح کا معاہدہ

قریش مکہ کی طرف سے بھی آپ کو سخت حالات درپیش تھے الزام تھا کہ آپؐ اصل دین ابراہیم سے ہٹ گئے ہیں قوم میں پھوٹ ڈلوادی ہے لوگوں کو آپ میں لڑوا کر قتل و غارتگری کی فضا پیدا کردی ہے۔نفرت و تعصب کا ایک لاوا تھا جو آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کے خلاف امڈ امڈ آ رہا تھا۔امن و امان کی خاطر قریش کی طرف سے منتخب کردہ شرائط پر صلح حدیبیہ عمل میں آئی۔(۲۸)

دیگر معاہدات

اسی طرح اہل خیبر' اہل فدک' اہل وادی القریٰ' اہل اذرح سے بھی آپؐ نے معاہدات کئے اور دومتہ الجندل کے سربراہ اکیدالکندی کے ساتھ بھی معاہدہ کیا گیا گو بعد میں اس نے بدعہدی کی۔

اس کے علاوہ امام یوسف اور بلاذری نے آنحضرت کے متعدد منشوروں کا حوالہ دیا ہے جو تبالہ' اذرح متعا' اور ایلہ کے اہل کتاب کے نام بھیجے گئے۔(۲۹)

مذہبی رواداری اور صحابہ کرامؓ:

اہل نجران کے ساتھ جو آپؐ نے معاہدہ کیا تھا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دور میں اس معاہدہ کی تجدید کی اور اس کے ایک ایک حرف کو قائم رکھا۔ان کے زمانہ میں حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ حضرت خالد نے ایک اور معاہدہ کیا جس کی

ہم شق تھی کہ:

جو بوڑھا شخص بوڑھا یا متمول شخص محتاج ہو جائے کہ اس کے ہم مذہب لوگ اس پر صدقہ کرنے لگیں تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا۔(۳۰)

معاہدات نبویؐ سے امن کا قیام:

آپ کی حیات مبارکہ کے گہرے اور مربوط مطالعے کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ بین الاقوامی معاملات میں آپؐ کی اولین ترجیح ہوتی تھی کہ ٹھوس اور بامقصد دلائل کی بنا پر گفتگو کے ذریعے باہمی تفاہم کی صورت نکالی جائے اور اس کے حاصل کو معاہدہ کی شکل دی جائے۔ ہر مسئلہ پر بنفس نفیس عمل فرما کر مہتم بالشان رہنمائی بھی فرمائی ہے اور صحیفہ آسمانی کے اوراق شاہد ہیں کہ آپؐ کی فیض گسترانہ کرم فرمائیاں اساسی نوعیت کی حامل رہی ہیں۔(۳۱)

معاہدات سے جو نتائج برآمد ہوئے

1۔ میثاق مدینہ سے مدینہ منورہ ایک MUSLIM COMMUNITY بن گیا جس کو اب اپنے دشمنوں کا کوئی خوف نہیں تھا۔ اس طرح سے پرسکون ماحول میں اسلام کی تبلیغ کے بارے میں مستحسن اقدام اٹھائے گئے۔

2۔ صلح حدیبیہ کی شرائط بظاہر ذلت آمیز تھیں لیکن اس سے فتح کی خوشخبری مل گئی۔ صلح ہو جانے کی وجہ سے راستے کھلے آمدورفت شروع ہوئی۔ دل کے غبار کم ہوئے۔ لوگ ایک دوسرے سے ملتے جلتے۔ اس سے لوگوں کے دل اسلام کی طرف کھنچنے لگے۔

3۔ وفد نجران کے بعد آپؐ کے پاس وفود کا تانتا بندھا رہتا وفود آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اسلام قبول کرتے۔ جبر تو در کنار آپؐ نے ان کو بلانے کے لئے کوئی قاصد بھی نہیں بھیجا۔ لیکن جوق در جوق اہل کتاب دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہے۔(۳۲)

گویا یہ تمام معاہدات امن و سکون کے لئے کئے گئے اور یہ تمام آپ کی دانشمندی اور حکمت عملی کا نتیجہ ہیں کہ اتنے جھگڑالو سدھر گئے نسل در نسل دشمنی ختم ہو گئی۔ ایک دوسرے کے جانی دشمن دوست بن گئے یہ ہی بات ثابت کرتی ہے کہ اسلام امن و سلامتی کا علمبردار مذہب ہے اس کی تعلیمات میں دنیا جہان کی عافیت مضمر ہے۔

یہ معاہدات امن و آزادی کا اعلان ہیں یہ غیر مسلم شہریوں کے حقوق کا بنیادی مقاصد اور سیاسی اصول کی حیثیت رکھتے ہیں بعد میں خلفائے اسلام نے غیر مسلم شہریوں کے لئے جو قانون بنائے ان کی بنیاد یہ ہی معاہدات ہیں نبی کریمؐ کے

ان معاہدات کے ذریعے سے غیر مسلموں کو اسلام کے عالمگیر نظریات سے روشناس کرانا مقصود ہے ناواقفیت کے باعث اسلام اور مسلمانوں میں جو غلط فہمیاں پیدا کر دی گئی ہیں وہ دور ہو سکیں اور یہ محسوس ہو سکے کہ ان کے ہمسائے ان کے لئے کس قدر مفید اور کارآمد ہیں اور یہ کہ اسلام ان کے لئے کتنی عظیم رحمت اور فوز وصلاح ہے کیونکہ اسلام کا سب سے بڑا مقصد انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلا کر پوری انسانیت کو ایک برادری میں تبدیل کرنا ہے۔(۳۳)

تعلقات کے اصول

اسلام غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے چند اصول متعین کرتا ہے:

1۔ برابری کی بنیاد پر

دوسروں کے ساتھ امن کے ساتھ رہنے کے لئے آپؐ نے متعدد معاہدے غیر مذاہب کے ساتھ کئے ان میں میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ اور دیگر معاہدات شامل ہیں جو کہ آپؐ نے غیر مسلم قبائل کے ساتھ کئے ان معاہدات کے حوالے سے ایک بات وضاحت کی طالب ہے کہ آپؐ نے تمام معاہدے برابری کی بنیاد پر کئے اور اپنے موقف سے ذرہ برابر بھی دستبردار نہیں ہوتے صلح حدیبیہ میں بھی قریش مکہ سے صلح کی بنیاد برابری پر تھی۔ اور تمام شقیں اس بات کو واضح کرتی تھیں کہ ان میں ظاہر تو اسلام کے جھکاؤ کا پہلو تھا لیکن بہر حال وہ برابری کی بنیاد پر تھے۔ اور اسوہ رسولؐ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دشمن کی طرف جھکاؤ ظاہر کئے بغیر اور اسلام کا وقار قائم رکھتے ہوئے اور کسی کمزوری کا تاثر دیئے بغیر اگر دشمن سے معاہدہ کیا جائے تو اس کی اجازت اور مثالیں موجود ہیں۔ برابری کی بنیاد پر آپؐ نے آگے بڑھ کر معاہدے کئے۔(۳۴)

2۔ عافیت پسندی اور کسل مندی سے گریز

اگر مسلمان سازگاری کی بنیاد پر کچھ دو اور کچھ لو کی بنیاد پر معاہدہ کریں اور اپنے موقف سے ہٹ کر دوسروں کا موقف تسلیم کرتے ہوئے دشمن سے معاہدہ کریں تو اسلام اس کی شدت سے ممانعت اور مذمت کرتا ہے۔ سیرت رسولؐ سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب قریش مکہ نے کچھ خود خط بھجوائے تا کہ سازگاری کی فضا بن جائے اور آپؐ بتوں کی مذمت نہ کریں کچھ اپنی مان لیں اور کچھ ہماری مان لیں کا اصول اختیار کریں تو آپؐ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔(۳۵)

''عتبہ بن ربیعہ نے آپ کو سرداری، شادی، دولت کا لالچ دیا لیکن آپؐ نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور سورہ حم سجدہ کی آیات سنائیں تو وہ کہہ اٹھا کہ ایسا کلام تو میرے کانوں نے نہیں سنا''۔(۳۶)

3۔ مشترکہ بنیاد

قرآن پاک انہیں اہل الکتب کہہ کرندا کرتا ہے کیونکہ یہ صفت اس بات کی تقاضی ہے کہ وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی آیات اوراس کی جدید کتاب کی طرف کھینچے چلے آئیں اور مشترک بنیاد پر اہل ایمان اور اہل کتاب کوئی معاملہ طے کرلیں قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ

قل یاھل الکتب تعالوٰ اِلیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم.(۳۷)

یہ قرآنی خطاب اہل کتاب بالخصوص یہود سے ہے کہ آؤ عقیدہ مشترک کی بنیاد پر سب اکٹھے ہو جاؤ۔ یہ تمہارے اور مسلمانوں کے درمیان مشترک بنیاد ہے اور رد شرک ہے۔(۳۸)

4۔ دلی دوستی کی ممانعت

اہل آسمان کو اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ان یہود و نصاریٰ کو اپنا راز دار امین اور دوست نہ بنائیں۔ اسلامی تاریخ میں پے در پے پیش آنے والے تلخ تجربات اور دشمنان اسلام کی سازشوں اور کینہ پروروں کے باوجود ہم ان تلخ تجربات سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور زندگی کے ہر مرحلے پر اہم ان کی طرف جھکے چلے جاتے ہیں۔ یہ ہماری ذہنی خوردگی کی انتہا ہے اس لئے مسلمانوں کو کہا گیا ہے کہ وہ اپنے طبعی دشمنوں کو پہچانیں۔ ان سے راز کی باتیں نہ کریں یہ وہ دشمن ہیں جن کی دشمنی سے مسلمان کو کبھی چھٹکارا نہیں مل سکتا۔ اور یہ تعبیر وقتی نہیں بلکہ یہ دائمی حقیقت ہے جس کا مصداق ہمارے سامنے کھلم کھلا موجود ہے۔(۳۹)

یاایھا الذین آمنو لا تتخذو اعدوی وعدو کم اولیاءَ.(۴۰)

5۔ معاہدات اور تعلقات کی مدت کا تعین

معاہدے طبعاً عارضی ہونے چاہئیں اس لئے کہ اسلام کے قانونی نظریے کے مطابق مسلم اور غیر مسلم تعلقات پرامن نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مسلم اور غیر مسلم نظریات میں اختلاف کی وجہ سے ان کی طبعی حیثیت جہاد کی ہے جہاد کو اصولاً دس سال سے زیادہ مدت کے لئے ملتوی نہیں کیا جاسکتا۔(۴۱) (ابن قدامہ اصغی جلد سوم۔۹۔۴)

اسلام امن وسلامتی کا دن ہے اور اس تناظر میں تعلقات صرف تب پرامن ہو سکتے ہیں جب غیر مسلم بھی صلح کی طرف مائل ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وان جنحو لسلم فاجنح لھاو توکل لھا و توکل علی اللّٰہ. (۴۲)

6۔ مومنین کا اتحاد:

معاندین اسلام جو اسلام کے دشمن ہیں ان سے ڈائیلاگ نہایت احتیاط سے کئے جائیں۔ دوستی کی پینگیں بڑھانا کہیں مومنین کیلئے بزدلی کی علامت نہ بن جائے۔ اس لئے مومنین کا اپنے منشور پر مجتمع ہونا اور سیسہ پلائی دیوار بنا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ سازگاری و عاضیت کی راہ اختیار کرتے کرتے دشمن کے خطرناک ارادے کی بھینٹ چڑھ جائے۔ اور جب دشمن ہی مسلمانوں کے در پے ہو تو کہیں ڈائیلاگ کرنے کا شوق خفگی اور بے عزتی کا باعث نہ بن جائے اس لئے مومنین کا اتحاد نہایت ضروری ہے۔

بین المذاہب اتحاد کی ضرورت۔۔۔آخر کس لئے؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر بین المذاہب تعلقات اور اتحاد کی ضرورت کس لئے ہے۔

1۔ دعوت اسلام کے لئے:

اہل اسلام کو چاہئے کہ وہ خدا کے دین کی دعوت انسانوں تک پہنچانے کیلئے مثبت رویہ اختیار کریں وہ اس کام کو نسل در نسل جاری رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ دنیا میں مکمل مذہبی آزادی ہو اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان معتدل تعلقات قائم ہوں۔ (۴۴) اور یہ کام صرف اور صرف آپس میں پیار محبت اور خوشگوار تعلقات کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ (۴۵)

2۔ بنیادی ضروریات کی فراہمی

آج پاکستان جیسے غریب ملک میں جہاں بنیادی ضروریات کے لئے جن میں تعلیم، صحت وغیرہ کی بنیادی حیثیت حاصل ہے وسائل کی اشد ضرورت ہے اس سلسلے میں ہمیں ہر تعاون کا خیر مقدم کرنا چاہئے جو ان ضروریات کو پورا کرتا ہے اگر اس سے ہمارا وقار متاثر نہیں ہوتا تو اسے مسئلہ نہیں بنانا چاہئے۔

3۔ صنعت و ٹیکنالوجی کا استفادہ

مغرب سے علم و صنعت ٹیکنالوجی اور سائنس اور ان علوم و تحقیقات میں جن کا تعلق تجربہ، حقائق و واقعات اور انسانی محنت و کاوش سے ہے فراخدلی سے استفادہ کیا جائے۔ پھر اپنی خداداد صلاحیت سے ان اعلیٰ مقاصد کے تابع بنایا جائے جو آخری نبوت اور آخری صحیفہ نے ان کو دیئے۔ (۴۶)

امن کی بحالی

عالم گیر اصولوں پر مبنی جماعت کے لئے امن و امان کی فضا اتنی ضروری ہوتی ہے کہ بعض دفعہ اپنے واضح حقوق اور مفادات سے دست بردار ہو کر امن و صلح کو خریدنا پڑتا ہے تاکہ نفرت وہ تعصب پر مبنی فضا کا خاتمہ ہو سکے اور ایسا ماحول پیدا ہو جس میں افہام و تفہیم کی گنجائش ہو۔ مسلمان اس بات کے دعویدار ہیں کہ وہ پیغام امن کے امین ہیں جو تمام بنی نوع انسان کے لئے اللہ نے اپنے آخری رسولؐ کے ذریعہ سے بھیجا ہے یہ بے چین انسانیت کی دکھ بھری آواز کا خدائی جواب ہے۔ (۴۷)

مغرب سے استفادہ کا حقیقی میدان

کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمان مغرب سے کوئی استفادہ نہیں کر سکتے بالخصوص علوم و فنون کے میدانوں میں کیونکہ ان میدانوں میں اس طرح کے اسالیب اختیار کرنا در حقیقت تقلید نہیں خصوصاً اس امت کے لئے جس کے نبیؐ نے اس کو ہر ممکن ذریعہ سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا علم نہ مغربی ہے نہ مشرقی علمی انکشافات و تحقیقات ایک ایسے سلسلہ کی کڑی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور تمام بنی نوع انسان اس میں برابر کے شریک ہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی اور زمانہ کوئی دوسری قوم جو زیادہ باہمت اور حوصلہ مند ہو میدان علم میں بڑھ چڑھ کر لے لیکن بہر حال سب اس کام میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ (۴۸)

بین المذاہب ہم آہنگی و تعلقات کی نوعیت

دوسروں کے ساتھ امن سے رہنے کے لئے آپؐ نے متعدد معاہدے غیر مذاہب کے ساتھ کئے۔ ان میں میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ اور دیگر معاہدات شامل ہیں۔ لیکن یہاں پر ایک بات وضاحت کی طالب ہے کہ اسلام اس سلسلے میں حدود و قواعد مقرر کرتا ہے۔ (۴۹)

اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ

کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملات ہوتے ہیں۔ موالات' دوستی' مدارت ظاہری رکھ رکھاؤ' مواسات احسان و نفع رسانی۔ ان معاملات میں تفصیل ہوتی ہے کہ موالات تو کسی طور پر بھی جائز نہیں۔ مدارت سب حالات میں درست ہے دفاع کیلئے توقع ہدایت کیلئے اکرام کیلئے۔ مواسات اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز۔ (۵۰)

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ

یاایھا الذین آمنو الا تتنحذوا الکفرین اولیاءَ من دون المومنین (۵۱)

اس وجہ سے اسلام تعلقات کے سلسلہ میں چند حدود و قیود مقرر کرتا ہے۔

☆ سفارتی تعلقات

قوموں کے درمیان مصالحانہ روابط قائم رکھنے کے لئے سفارتوں کا انتظام زمانہ قدیم سے ہے لیکن مسلمانوں نے سفارتی انتظامات اساساً اس غرض سے نہیں کئے کہ ان کے مقاصد مصالحانہ تھے بلکہ سفارتوں سے جنگ کے بدل کی حیثیت سے بھی کام لیا گیا (۵۲)

☆ عہد نبویؐ میں سفارتی تعلقات کی ایک جھلک

آنخضرت کے زمانہ مبارک سے سفرا کو مذہبی یا سیاسی مقاصد کے لئے بھیجنے کا سلسلہ شروع ہوا مسلم مورخوں کے مطابق آنخضرتؐ نے قسطنطنیہ، مصر، ایران اور حبشہ میں سفیر بھیجے۔ ان دعوتوں کی عبارتیں تقریباً ایک ہی وضع کی ہیں صرف ان میں جزوی اختلاف ہے۔ (۵۳)

☆ معاشرتی تعلقات

اسلام غیر مسلموں سے تعلقات کے بارے میں بہت محتاط اور متوازن پالیسی رکھتا ہے وہ ایسے کسی طرز عمل کا روادار ہی نہیں جس سے اسلامی محبت پر صرف آتا ہو شریعت الٰہی کا مقصد یہ رہا ہے کہ انسانوں کے درمیان اخلاق اور روحانی رشتے قائم کر کے انہیں وسیع پیمانہ پر ایک دوسرے کا معاون بنائے نیز یہ کہ انسان اور انسان کے درمیان ایسے روابط ہوں جس سے انسانی تہذیب وتمدن کی ترقی ممکن ہو سکے اسلامی تعلیمات کا منشا ہے کہ نہ تو مسلم معاشرے میں بسنے والے غیر مسلموں کا مکمل مقاطعہ کر دیا جائے اور نہ ہی تعلقات بڑھائے جائیں جو دوستی کی شکل میں ہوں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

لا تیخذ المومنون الکفرین اُولیا من دون المومنین. ومن یفعل ذمک بمیس من اللہ معنیٰ شی ءِ الا اَن تتقو منهم تقتة (۵۴)

قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے کہ ملت والوں کے سوا کسی کو متحد اور نہ بناؤ کہ اس سے اپنے اور ملت کے راز کھول دو۔ عین حکمت کے مطابق مسلمانوں کو اپنی تنظیم کے لئے اور مخصوص شعائر کی حفاظت کے لئے ایک خاص حد تک تعلقات بڑھانے کی اجازت ہے۔

اہل کتاب اصلاً توحید کے قائل ہیں لیکن چونکہ ان کے اندر شرک داخل ہو گیا ہے اس لئے مسلمان یہ گمان کر سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ بھی بت پرستوں کا معاملہ کیا جا سکتا ہے لیکن اللہ نے ان کے ساتھ کھانے اور کتابیہ عورت سے شادی کی اجازت دے دی شرطیکہ دین میں فتنہ برپا نہ ہو۔ (۵۵)

غیر مسلموں کے ساتھ معاشی تعلقات

معاشی تعلقات سے مراد ہر وہ واسطہ لین دین شامل ہے جس کا تعلق انسان کی معاشی سرگرمیوں یا کسب معاش سے ہے اس تناظر میں اہل کتاب سے معاشی تعلقات کی نوعیت یہ ہوگی۔

1۔ تجارتی روابط:

تجارت ایک ایسا پیشہ ہے جسے شریعت کے مقرر کردہ حدود کے اندر کر لیا جائے تو مذہبی فرائض میں خلل پیدا کئے بغیر منفعت حاصل کی جا سکتی ہے۔(۵۶) اسلام کا قانون تجارت صرف مسلمانوں کو ان اقوام عالم سے تجارتی تعلقات سے منع کرتا ہے جو مسلمانوں کے دین کے دشمن ہوں اور حالت جنگ میں ہوں۔ باقی سب تجارتی تعلقات قائم کرنے کی اجازت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

لا ینھکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخر جو کم من دیار کم وان تبرو ھم و تقسطو الیھم. ان اللّٰہ یحب المقسطین. انما ینھکم اللّٰہ عن الذین قتلو کم فی الدین واخر جو کم من دیار کم وظھرو اعلیٰ اخراجکم ان تو لو ھم ومن یتولھم فاولیک ھو الظلمون.(۵۷)

2۔ تجارتی معاہدات

اسلامی ریاست تمام تجارتی معاہدات جو شرعاً درست ہیں غیر مسلموں سے کر سکتی ہے۔

واو فو بالھدان الھد کان مسوء لاً.(۵۸)

3۔ معاشی حقوق

اس کی دلیل اہل نجران کے ساتھ معاہدہ ہے

''اہل نجران اور اس کے حلیفوں کے لئے محمدؐ اور ان کی جانوں' مالوں' حواشی قاصد اور ان کی تصویروں کے ذمہ دار ہیں''(۵۹)

4۔ غیر مسلموں سے معاشی تعلقات اور اسوہ نبویؐ

اسلام نے جو معاشی نظام دیا ہے اس کی باقاعدہ عملی شکل پہلے عہد رسالت میں نظر آتی ہے کہ کس طرح اس بے مثال

نظام کے ذریعے معاشرے سے غربت کا خاتمہ کرنے کیلئے اقدامات کئے اور غیر مسلموں کے درمیان کوئی امتیاز روا نہیں رکھا۔
اسی طرح ابوسفیان جب آپؐ کے پاس آیا جبکہ آپؐ کا مقاطعہ تھا کہ آپؐ اہل کتاب کے معاشی تعلقات کا پاس رکھتے تھے۔

مذہبی تعلقات کی حدود:

مذہب کے بارے میں اسلام کہتا ہے کہ

لا اکراہ فی الدین (۶۱)

نہ ہی اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ دیگر قوموں کے مذہبی جذبات کا مذاق اڑایا جائے۔ قرآنی تعلیمات کا احترام مذہب پر مبنی ہے اسلام کی تعلیمات کی بنیاد نہ تو محض مشکوک مادی اغراض پر ہے اور نہ ہی اس میں کسی خاص گروہ یا سیاسی برتری یا معاشی بہبود پوشیدہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ وہ زندہ رہنے اور زندہ رہنے دینے کے جذبات کو ابھارتا ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی، مذہبی و معاشی تعلقات جن حدود و قیود کے ساتھ قائم رکھنے کی اجازت دی ہے اس کا مقصد بھی وہی ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ میل ملاپ رکھا جاسکے تا کہ ان تک اپنا پیغام پہنچایا جاسکے۔
اس وجہ سے حکم دیا گیا ہے کہ ان کے ساتھ محتاط رویہ اپنائیں نہ تو ان کا مقاطعہ کردیں کیونکہ اس طرح مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ایک ذہنی خلیج مائل ہو جائے گی اور غلط فہمیاں بڑھیں گی حتیٰ کہ دونوں قوموں کے درمیان نفرت کے جذبات بھی بننے لگیں گے اور نہ ہی اتنی دوستی کرلی جائے کہ ان کے رازدار بن جائیں۔
مولانا ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں کہ
اہل کتاب اقرب الی السلام ہیں۔ اہل کتاب اصولی طور پر توحید اور رسالت اور قیامت کے قائل ہیں لیکن آخرت میں ان کے اور دیگر کفار کے مابین کوئی فرق نہیں آخرت میں سب کافروں کیلئے یہ ہی حکم ہے کہ ان سب کے اعمال اکارت ہیں۔ (۶۲)

کہیں زمینی حقائق کے تناظر میں آسمانی حقائق جھٹلائے تو نہیں جا رہے؟

ان واقعات کی روشنی میں یہ پہلو کارفرما ہے کہ اگر ہمارا پالا کسی ایسے دشمن سے ہے جو کسی اصول کو مانتا ہو۔ کسی ضابطے اور اخلاق کو ماننے کا عادی ہو محض وقت حاصل کرنے یا وقتی طور پر اپنی یعنی ہوئی جان نکالنے کے لیے پینترے نہ بدلتا ہو تو ہمیں ایسے دشمن سے کسی نہ کسی مشترک بنیاد کو ڈھونڈ کر امن و آشتی کے معاہدے کر لینے چاہئیں۔ (۶۳)
لیکن اس کا کیا کریں کہ تاریخ، حالات، واقعات بھی آخر کوئی چیز ہوتے ہیں۔ ہم زندگی میں کسی ایسے شخص سے لین دین یا تعلقات قائم کرنے کے قائل نہیں ہوتے جو ہمیں بار بار دھوکہ دے چکا ہو۔ ہم ایسے شخص سے اتحاد و یگانگت قائم نہیں کرتے خواہ

وہ ہمارا رشتہ دار یا ہمسایہ ہی کیوں نہ ہو۔(۶۴)

تو پھر کجا وہ کہ جن کے بارے میں قرآن بھی پکار پکار کر کفار کے عزائم سے آگاہ کر رہا ہے۔

1. عداوہ الکفار للاسلام

(۱) قل یاھل الکتاب ھل تنقمون مناالا امنا باللہ و ماانزل من قبل ان اکثر کم فسقون (۶۵)

(۲) یاایھاالذین آمنو لاتتخذو اعدوی و عدوکم اولیاء (۶۶)

(۳) ان الکفرین کانو الکم عدوامبینا (۶۷)

(۴) لتبجدن اشد الناسعداوہ للذین آمنو الیھود والذین اشرکو (۶۸)

عزائم الکفار فمسالمسلمین

(۱) ودو الوتکفرون کماکفروا فتکونون سواء (۶۹)

(۲) یرضونکم یافواھم و تابی قلوبھم ج و اکثر ھم فسقون (۷۰)

(۳) یاالیھا الذین آمنو لاتتخذو بطانتہ من دونکم لایالونکمخیالا (۷۱)

ودت طائفتہ من اھل الکتب لویضلو نکم (۷۲)

لالیمکن ولاء بین الکفار و المسلمین

(۱) قل یایھاالکفرون لااعبدماتعبدون ولا انتم عبدون مااعبد ولا انا عابدما عبدتم ولا انتم عبدون مااعبد لکم دینکم ولی دین (۷۳)

(۲) یاایھاالذین آمنوا ان تطھوالذین کفرو ایردو کم علی اعقابکم فتنقلبو خسرین (۷۴)

(۳) ولسئن اتیت الذین ااوتو الکتب بکل آیتہ ماتبھو اقبلتک' و ما انت بتابع قبلتھم و ما بتابع قبلتہ بعض (۷۵)

ہادی اعظمؐ نے فرمایا

1۔ عن جریر بن عبداللہ قال : قال رسول اللہ (لاترایا نارالھما) (رواہ ابوداؤد)(۷۶)

حضرت جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: مسلمانوں اور کافروں کی آگ اکھٹی نہیں جل سکتی۔

ان حقائق سے قطع نظری کیوں۔۔۔؟

جب بین المذاہب تعلقات کی بات کی جاتی ہے تو پھر دو قسم کی تہذیبوں کی تصویر افق پر ابھرتی ہے۔

1۔ مشرقی تہذیب

2۔ مغربی تہذیب

مغربی دنیا کی تصویر مشرق کے افق پر:

جس وقت بین المذاہب ہم آہنگی کا تصور ابھرتا ہے تو پھر اس کو مذہبی تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ اور اوراق پارینہ کھنگالنے سے چند ایسے حقائق ملتے ہیں کہ جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

مغربی دنیا کیا ہے؟ ایک تہذیب کی تجسیم اور اس کی عملی تفسیر۔۔۔۔؟ اس کی چلتی پھرتی صورت؟ اب کیا کسی مفاہمت کے ذریعے اس کا تحفظ مطلوب ہے؟ کیا اس کے ترکش میں مفاہمت کے علاوہ دوسرے تیر نہیں بچے ہیں؟ (۷۷)

باہمی آویزش کی ابتداء:

اسلام اور مغرب کے درمیان پہلی مڈبھیڑ ان صلیبی جنگوں سے ہی شروع ہو گئی تھی جو یورپ کے عیسائی حکمران اور اہل کلیسا نے اپنے مذہبی مقامات کو آزاد کرانے کے لئے شروع کی ہیں سو سال میں مسلمانوں اور غیر مسلم اقوام کے درمیان جو آویزشیں ہوئی ہیں ان کے بارے میں حتمی طور پر کہہ دینا کہ ان کا سبب مفادات کا ٹکراؤ تھا یا معاشی یا علاقائی تنازع۔۔۔؟ کیا ہے درست۔ (۷۸)

کیا اسلام کو یہود و نصاریٰ سے فائدہ پہنچا ہے جواب مفاہمت ہو۔۔۔؟

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے غیر مسلم اقوام کے ساتھ معاہدے کئے۔ تو ان کا پاس رکھا لیکن دوسری اقوام نے ان کو وفا نہ کیا۔

میثاق مدینہ کو بھی اس لئے منسوخ کر دیا گیا کیونکہ عرب مورخوں کے بیان کے مطابق یہودیوں نے مسلمانوں کی جانیں لینے کی کوشش کی تھی۔ (۷۹)

آپؐ نے یہود و عیسائی کے ساتھ جو معاہدات کئے ان میں شورش اور شر انگیزی کا مظاہرہ صرف اور صرف غیر مسلموں کی طرف سے ہوا۔ اسلام کی بدنامی میں بڑی حد تک یہودیوں کا ہاتھ ہے۔ انہوں نے بارہا عہد شکنی کی آپؐ کے کردار

کے متعلق جھوٹ پھیلائے اور جھوٹی احادیث تراشیں پھر کن عمر تک ہوا جب 1901ء یہودیوں کے ایک وفد نے خلیفہ سلطان عبدالحمید روم کو فلسطین کے بدلے ہتھیار اور سلطنت کے قرض کی ادائیگی کی پیش کش کی ان کے انکار پر یہودی تلملا اٹھے اور فلسطین کی سرزمین پر قبضہ کرلیا۔ مغربی بلاک کو انسانی حقوق کی پامالی کے بھیانک ریکارڈ کی توجیہ کے لئے اسلام سے بہتر قربانی کا بکرا میسر نہیں صہیونی کی بھینٹ چڑھ سکے۔ انہیں اپنے نیوکلیائی اسلحہ خانے کی تعمیر کے لئے بنیاد پرستی کے جن کی ضرورت ہے۔ جو اسلام کی صورت میں ہے۔

اسلام کا نام بکتا ہے۔۔۔؟ بم دھماکے کے یا ہائی جیکنگ میں بنیاد پرستوں کے ملوث ہونے کا اشارہ کر کے اسے صفحہ اول کی خبروں میں گھسا دیا جاتا ہے۔(۸۰)

معاف کیجئے گا اگر میرے خیالات کچھ تلخ ہو رہے ہیں

بقول اقبال

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

انٹرنیشنل قوتوں میں اخلاقی انحطاط:

اگر دنیا میں امن کی قلت رہی ہے تو اس مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ غالب فریق بہتر اوقات غیر اخلاقی رویے کا مظاہرہ کرتا رہا ہے ہمیں یقین ہے کہ دوسری انٹرنیشنل قوتوں کے پاس اخلاقی قوت کی کمی ہے جو دیرپا امن اور تعلقات کی ضمانت بن سکتے۔ وہ وقت زیادہ دور نہیں جب دوسری قومیں ہی امن روڈ کی دھجیاں بکھیر دیں غالب قوتوں کا اخلاقی انحطاط ہمیں بار بار ایسے مواقع فراہم کرے گا کہ ہم Table بجائے میدان کارخ کریں۔

لیکن اگر ہم مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ اسلام امن کا مذہب ہے اور بے شک ہے تو ہمیں غالب آنے کے لوازمات پورے کرنے کے ساتھ اپنی زندگیوں میں ان اخلاقی میعارات کی بازیابی کی بھرپور کوشش کرنی چاہیئے۔ جو عالمی امن کی پائیداری کے لئے ضامن ثابت ہو سکتے ہیں۔(۸۱)

کیا رام اور رحیم ایک ہو سکتے ہیں۔۔۔؟

یہ کہنا کہ موجودہ مغربی تہذیب اسلام اور مسیحیت کا آمیزہ ہے تو میرے خیال میں زیادتی ہے اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود مغربی تہذیب ایک بے خدا تہذیب ہے اس کی اصل جڑیں مشرک وملحدہ ہیں یعنی کہ Pagan ہیں۔ یہ سفاک

تہذیبی جس کے پاس ماورائے انسان کچھ نہیں یہ لا الہ پر رک جاتی ہے اس کے پاس بھی اثبات نہیں۔ یہ بات تسلیم کرنا دشوار ہے کہ اس تہذیب کو اسلامی تہذیب کے ساتھ کس طرح بقائے باہمی اور سرامن پیش روں سے جوڑا جا سکتا ہے۔۔۔؟ (۸۲) کیا رام اور رحیم کبھی ایک ہو سکتے ہیں۔۔۔؟

یہ حقیقتا اپنی جگہ قائم ہے کہ امن معاہدے امن قائم نہیں کرتے صرف اس بات کی ممانت ہوتے ہیں کہ فی الحال امن قائم ہو گیا ہے ایک اندازے کے مطابق 1500 قبل مسیح اور 1810ء کے درمیانی عرصہ میں امن کے 8000 معاہدات ہوئے لیکن یہ دو سال سے زیادہ قائم نہیں ہو سکے۔ (۸۳) کیا اب یہ تعلقات اس بات کی ضمانت ہوں گے کہ امن قائم ہو جائے گا۔

پس چہ باید کرو۔۔۔؟

اس صورت حال میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کہا جائے۔۔؟ بین المذاہب اتحاد و یگانگت کو کس تناظر میں دیکھا جائے۔ بقول غالب

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

اس صورت حال میں ایک مفاہمت کی راہ یوں نکالی جا سکتی ہے کہ

1۔ ان تمام منفی پہلوؤں کے باوجود حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ مغربی تہذیب نے اسلام اور اسلامی دعوت کے حق میں ایسے امکانات کا دروازہ کھولا ہے جو اس سے پہلے کبھی موجود نہ تھے۔ مسلمان اگر خذ ما صفاء و دع ما کدر کے اصول کے مطابق یہ کریں کہ برے پہلوؤں کو نظر انداز کریں اور موافق پہلوؤں کو لے لیں تو بلاشبہ بین المذاہب تعلقات مضبوط ہو سکتے ہیں۔ (۸۴)

2۔ بین المذاہب تعلقات کا تعلق اگر عقیدے یا ایمانیات کی رو سے مسخ ہو چکا ہے کیونکہ اہل کتاب نزدیک توحید اس اصل شکل میں قائم نہیں تو اس کی جڑیں خارجہ پالیسی کے مابعد الطبیعات سے پیوست ہو سکتی ہے۔

3۔ بین المذاہب تعلقات کی ایک الگ کیمسٹری ہے اور اسلام ایک اور مابعد الطبیعات فراہم کرتا ہے۔ بین الاقوامی سیاسی تعلقات کی اصل بنیاد اخلاقی اصولوں پر نہیں ہوتی بلکہ ان کا حوالہ کسی سیاسی پالیسی کو محض اضافی جواز دینے کے لئے فراہم کیا جاتا ہے۔

4- مغرب اگر عالم اسلام سے روابط قائم کرنا چاہتا ہے تو ان کے خلاف سازشیں کرنا چھوڑ دے۔ ان کے داخلی معاملات میں مداخلت ترک کر دے ان کے مسائل حل کرنے میں تعاون کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ دل جیت لے۔(۸۵)

5- صلح حدیبیہ کے بعد عرب کے مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں معتدل تعلقات قائم ہو گئے اور کھلا ڈائیلاگ شروع ہو گیا اور اسی نارملائزیشن کا نتیجہ تھا کہ صرف چند برسوں میں اسلام پھیل گیا۔ موجودہ دور میں بھی اسی طرح اگر مسلمان بین الاقوامی تعلقات بڑھاتے انٹرنیشنل صلح حدیبیہ کی طرف پیش قدمی کریں تو ہوسکتا ہے کہ حالات بہتر ہوں۔ لیکن مسئلہ پھر وہی ہے کہ صرف مسلمان ہی اس سلسلے میں پیش قدمی کیوں کریں بین الاقوامی طاقتوں کو بھی اپنی روش بدلنی چاہیے۔

بقول اقبال

غبار آلودہ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

وہ تہذیب کہ جس کے ہاں نفی ہے اثبات نہیں اس کو اسلامی تہذیب کے ساتھ کس طرح بقائے باہمی اور پُرامن مشاورت سے جوڑا جاسکتا ہے؟ کیا ایک مشترکہ مسیحی مسلم پلیٹ فارم مفاہمت اور قرابت کا ذریعہ بنے گا؟

اس کے لئے بین الاقوامی طاقتوں کو اس رویے سے گریز کرنا چاہیے جو وہ پہلے کرتی رہی ہیں اس معاملے میں ذرا سی غلطی ملکی وقار واعتبار کی پامالی پر منتج ہوسکتی ہے اور عالمی امن اور تعلقات کے لئے خطرہ بن سکتی ہے۔

اسلام امن وسلامتی کا داعی ہے اور عقیدہ مشترک کی بنا پر اہل کتاب کو پکارتا ہے کہ حق پر چلے آؤ اور یوں دنیا جو کہ Symbol International Anarchy بنی ہوئی ہے اس کو ایک Community بنا دیا جائے لیکن یاد رہے کہ اسلام بین المذاہب تعلقات کی آڑ میں اپنی شناخت کھو نہیں دیتا بلکہ تشخص ہمیشہ برقرار رکھتا ہے۔

بقول شاعر

فن کی عظمت کے لئے لفظ کی حرمت کے لئے
آؤ سچائیوں کے ہاتھ پر بیعت کر لیں

حوالہ جات

1۔ دوستی اور دشمنی کتاب وسنت کی روشنی میں' محمد اقبال گیلانی ۔ص۔ 71' حدیث پبلیکشنز

2۔ روداری سیرت طیبہ کی روشنی میں' حافظ محمد طاہر محمود اشرفی ۔ص۔ 133 عمر پبلیکشنز

3۔ رواداری سیرت طیبہ کی روشنی میں حافظ طاہر محمود اشرفی ۔ص۔ عمر پبلیکشنز

4۔ قرآن وسنت کی روشنی میں اقلیتوں کے حقوق: حافظ غلام حسین تجلی میڈیا فاؤنڈیشن۔

5۔ موجودہ حالات وواقعات مسلمانوں کے لئے لحہ فکریہ خالد حامدی ۔ص۔ 71

6۔ آل عمران ۔64

7۔ تفسیر مظہری' جلد اول: علامہ قاضی ثناء اللہ امرتسری ۔ص' 177 دار الاشاعت لاہور

8۔ تدبر قرآن' جداول' امین احسن اسلاحی ۔ص۔ 112

9۔ الہام القرآن فی تفسیر القرآن جلد اول' علامہ مولانا عبید اللہ سندھی ۔ص۔ 249

10۔ Translated from the eng.bible 5.6 oxford university 1970 deaternomy

11۔ متی 10.4

12۔ سورج البقرہ: 255

13۔ مقالہ برائے نیشنل ریسرچ فاؤنڈیشن ۔ص۔ 30

14۔ اسلامی تہذیب بمقابلہ' مغربی تہذیب' علامہ جاوید غامدی' ص۔ 112

15۔ راغب الاصفہانی مفردات القرآنی مادہ س۔ل۔م

16۔ اللہ تعالیٰ کی صفت سلام، سورۃ الحشر 23

17۔ رواداری سیرت طیبہ کی روشنی میں حافظ محمد طاہر محمود اشرفی ۔ص۔ ۵۲

18۔ Arenamstrong Awestern attempt to understanding islam p.206

19۔ سورۃ الانعام 109

20۔ Christianity islam and negro race E- bliden

21۔ اسلام اور قانون جنگ وصلح مجید حراوری: ص۔ 241 مترجم غلام رسول مہر

22۔ سیرۃ رسول اللہ ابن ہشام ۔ص۔ ۳۴۱

23- اسلام اور قانون جنگ وصلح مجید لاہوری مترجم مولانا غلام رسول مہر ص۔285 مکتبہ معین الادب
24- سیرت ابن ہشام' جلد اول' ص۔342
25- اسلام اور قانون جنگ وصلح۔ص ۔292
26- اسوہ صحابہ 2-85۔بحوالہ ابوداؤ و کتاب الخراج باباا خذ الجزیہ
27- امام ابو یوسف کتاب الخراج ص۔72
28- خالد حامدی موجودہ حالات وواقعات مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ۔ص۔74
29- صحیح بخاری جلد دوم 291
30- اسوہ صحابہ 9-95 بحوالہ کتاب الخراج
31- رواداری۔سیاست میں پیغمبرانہ تعامل ڈاکٹر قبلہ ایاز۔ص۔74
32- رواداری۔ڈاکٹر حافظ رسول کا سفارتی نظام۔ص۔ 129
33- یونس' ڈاکٹر' حافظ۔استحکام مملکت اور بدامنی کا انسداد تعلیمات نبوی
34- محمود اختر' ڈاکٹر حافظ استحکام مملکت اور بدامنی کا انسداد تعلیمات نبوی
35- ابوعبد القاسم امام کتاب الاحوال ص۔12
36- ابن ہشام سیرۃ النبویہؐ۔جلد او۔ص۔313
37- آل عمران۔63
38- فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکہ ممکن ہے؟ ڈاکٹر طاہر القادری۔ص۔60
39- تفسیر فی ظلال القرآن سید قطب شہید جلد دوم ص۔63
40- الممتحنہ:3
41- ابن قدام: المغنی جلد سوم ص۔409
42- الانفال:62-61
43- الجہاد فی الاسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی ص۔ 271
44- اسلامی تہذیب' مقابلہ مغربی تہذیب افضال ریحان۔ص۔16
45- مقالہ برائے نیشنل ریسرچ فاؤنڈیشن
46- مسلم ممالک میں اسلامیت و کفریت کی کش مکش: مولانا سید ابوالحسن ندوی۔ص312۔مجلس نشریات اسلام۔کراچی

47۔ موجودہ حالات وواقعات مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ: خالد حامدی۔ص۔74

48۔ محمد اسد Road to the mecca۔ ماخوذ طوفان سے ساحل تک ص۔87

49۔ استحکام مملکت اور بدامنی کا انسداد تعلیمات نبوی کی روشنی میں ڈاکٹر حافظ محمود اختر۔ص۔ 60 الائیڈ بینک سنٹر

50۔ بیان القرآن۔ج2۔ص۔11

51۔ الممتحنہ:9

52۔ اسلام اور قانون جنگ وصلح۔ مجید لاہوری: مترجم مولانا غلام رسول مہر۔ص337

53۔ قلقشندی۔ جلد ششم 287

54۔ آل عمران:28

55۔ بغیر فی ظلال القرآن: سید قطب شہید: ص42۔ج۔2

56۔ یوسف القرفساوی۔ اسلام میں حلال وحرام۔ص۔76

57۔ الممتحنہ:9'8

58۔ البلاذری' فتوح البلان مترجم سید ابوالخیر مودودی۔ص۔708

59۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری' رحمتہ اللعالمین۔ جلد 1۔ص۔265

60۔ البقرہ:256

61۔ کاندھلوی' محمد سال' معارف القرآن

62۔ جملتہ الدعوۃ۔ ماہانہ اکتوبر 2003

63۔ دوستی اور دشمنی کتاب وسنت کی روشنی میں: ص۔40

64۔ المائدہ:5

65۔ الممتحنہ:1

66۔ النساء:101

67۔ المائدہ82

68۔ النساء:89

69۔ التوبہ:8

70۔ آل عمران:118

71۔ آل عمران 69

72۔ سورۃ الکفرون:6-1

73۔ آل عمران:149

74۔ البقرہ:145

75۔ کتاب الجہاد: باب النہی عن قتل من اعتصم السجود

76۔ ماہانہ محدث: جولائی 2001ء ص 15

77۔ ماہنانہ افکار معلم:2005

78۔ سیرۃ النبویہ: ابن ہشام: ص۔ 740

79۔ ماہنانہ محدث جولائی 2002ء ص 14

80۔ ماہنامہ الشریعہ اکتوبر 2005

81۔ ماہنامہ افکار معلم:2005

82۔ ماہنامہ الشریعہ: اکتوبر 2005

83۔ مشرقی تہذیب بمقابلہ مغربی تہذیب افضال ریحان۔ ص۔ 12

84۔ ماہنامہ محدث۔ جولائی 2001' ص۔ 16

مذاہب عالم کی ہم آہنگی اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر مسرت جہاں

تعارف:

قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمته سوا بیننا و بینکم

قرآن کریم کی سورہ آل عمران کی آیت میں اہل کتاب سے خطاب کرتے ہوئے پروردگار عالم نے اس قدر مشترک یعنی توحید کی یاددہانی فرمائی جس سے اہل کتاب صرف نظر کیے ہوئے تھے۔ارشاد ہوتا ہے:

''کہہ دیجئے اے اہل کتاب اس چیز کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مشترک ہے''

خطاب

یااھل الکتاب کا خطاب اگرچہ یہود و نصاریٰ دونوں سے یکساں ہے لیکن اس سورۃ میں نصاریٰ چونکہ خاص طور پر مخاطب ہیں اس وجہ سے روئے سخن ان کی طرف زیادہ ہے۔

لفظِ سوا کی تحقیق

آیت مبارکہ میں سوا کے معنی وسط کے ہیں۔سوا الراس سر کے بیچ کے حصے کو کہیں گے۔اور سوا الطریق کے معنی ہوں گے شاہراہ جو چیز دو دو جماعتوں کے بیچوں بیچ ہوگی وہ دونوں میں یکساں مشترک، مسلم اور جانی پہچانی ہوگی۔

توحید کے متعلق قرآن مجید کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ اہل کتاب اور مسلمانون کے درمیان یکساں مشترک و مسلم ہے قرآن نے اس مشترک کلمہ کو بنیاد بنا کر ان سے بحث کا آغاز کیا ہے جب توحید ہمارے اور تمہارے درمیان ایک مشترک حقیقت تو موازانہ کرو کہ اس قدر مشترک کے معیار پر قرآن اور اسلام پورے اترتے ہیں یا یہودیت اور نصرانیت۔(۱)

بلاشبہ توحید بنیادی طور پر مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان ایک مشترک حیثیت کی حامل ہے۔یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے جو شخص بھی تورات اور انجیل پر نگاہ رکھتا ہے وہ اس سے اچھی طرح واقف ہے جہاں تک تورات کا تعلق ہے اس میں توحید کی تعلیم اس قدر وضاحت اور اتنی کثرت کے ساتھ ہے کہ اس کے حوالے نقل کرنا محض بات کو طول دینا ہوگا۔البتہ انجیل سے چند حوالے پیش کیے جاتے ہیں اس لیے کہ توحید سے متعلق سب سے زیادہ گمراہی نصاریٰ کو ہی پیش آئی ہے آیت میں درحقیقت ان ہی کی طرف خطاب ہے۔

انجیل سے چند حوالے درج ذیل ہیں۔

1--- یسوع نے جواب میں اس سے کہا کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اسی کی بندگی (۳)

2--- یسوع نے جواب دیا کہ اول حکم یہ ہے کہ اے اسرائیل سن خداوند ہمارا ایک ہی خدا ہے (۳)

3--- اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد برحق اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں (۴)

4--- اس نے اس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بات کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے اور وہ اللہ ہے (۵)

توحید کی ان واضح تعلیمات کی روشنی میں اہل کتاب سے قرآن کا یہ مطالبہ کتنا معقول ہے کہ وہ ابھی ان نصوص کی روشنی میں اپنے عقائد کا جائزہ لیں اور جو باتیں ان کے بالکل محض بدعات و مشاہدات کی پیروی کر کے انہوں نے اپنے عقائد میں شامل کر لی ہیں اس سے اپنے عقائد کو پاک کریں۔ پھر آخر میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ اگر یہ لوگ اپنے ہی نبیوں اور پیغمبروں کی تعلیمات سے اعراض کرتے ہیں تو ہم یہ واضح کر دو کہ ہم ان حقائق سے اعراض کرنے والے نہیں ہیں ہم تو اپنے آپ کو اسی رب واحد کے حوالے کرتے ہیں اور یہی درحقیقت اصل اسلام ہے۔

اسلام اور کتب آسمانی

اس وضاحت سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں اور اہل کتاب کے مابین جو قدر مسلم و مشترک ہے وہ توحید ہے' قرآن پاک میں نام کی تخصیص کے ساتھ چار آسانی کتب مذکور ہیں تورات جس کو ایک جگہ صحف موسیٰ کے نام سے یاد کیا گیا ہے' حضرت داؤد کی زبور اور حضرت عیسیٰ کی انجیل خود قرآن حکیم' ان کے علاوہ ایک موقع پر صحف ابراہیم کا ذکر ہے۔

ان هذا لفي الصحف الاولى صحف ابراهيم و موسىٰ (۶)

ترجمہ: بے شک یہ باتیں گزشتہ صحیفوں میں بھی ہیں' ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں ہے'

ان کے ماسوا اجمال کے ساتھ قرآن حکیم نے دو مرتبہ آسمانی کتابوں اور صحیفوں کے الفاظ میں:

اولم تاتهم بينته ما في الصحف الاولى ط(۷)

کیا اگلے صحیفے میں جو کچھ ہے اس کی گواہی ان کو نہیں پہنچی۔

مزید ارشاد ہوتا ہے:

وانه لفي زبرا لاولين (۸)

ترجمہ: بے شبہ یہ پہلوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔

ان آیات مبارکہ کی روشنی میں یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی طرح کتب آسمانی پر تفصیل و اجمال کے ساتھ ہر مسلمان کا ایمان لازم ہے نہ صرف یہ کہ ان کتب پر ایمان مسلمان کے لیے ضروری ہے یہاں تک کہ اگر کسی قوم میں کوئی ایسی کتاب موجود ہے جس کا وجود قرآن حکیم سے پہلے ہے لیکن اس کا نام قرآن میں موجود نہیں ہے اس میں توحید کی دعوت اور طاغوت سے بچنے کی نصیحت ہے تو اگرچہ بحیثیت مسلمان ہم اس کو خدا کی کتاب قبول نہیں کر سکتے تاہم اس کو رد نہیں کر سکتے' اسی بنا پر ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب'' (۹) یہی حال دوسری مشکوک کتابوں کا ہے۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق اور نہ تکذیب''(۹)

یہی حال دوسری مشکوک کتابوں کا ہے۔

اسلامی تعلیمات

اسلام دین فطرت ہے' فاطر السموات والارض تخلیق انسانی سے بخوبی واقف ہے' جہاں اس نے اس ہدایت کا ایک مربوط نظام: والذی قدر فھدی '' (۱۰) کہہ کر بنی نوع انسان کو عطا کیا وہاں اس نے وحدت بنی نوع انسان کے لیے ہر عہد ہر زمانے اور ہر دور میں ہر امت کے لیے وہ دستور زندگی نازل فرمایا جو اس عہد کے لیے بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے کافی و شافی تھا' اور آخری مذہب اسلام کے ماننے والوں کو مجبور کیا کہ صحیفہ ابراہیم تورات' زبور اور انجیل کو خدا کی کتابیں یقین کریں اور دوسری پیشتر کی آسمانی کتابوں کی جن میں آسمانی تعلیمات کی صفات پائی جاتی ہیں تکذیب نہ کریں کہ ان کا کتب الٰہی ہونا ممکن ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

'' قل امنا باللّٰہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم و اسماعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم ''(۱۱)

ترجمہ: کہہ کہ ہم خدا پر اور جو کچھ ابراہیم پر اسماعیل پر اور اسحٰق اور یعقوب اور خاندان یعقوب پر اتارا گیا اس پر اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اس پر اور دوسرے سب پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے جو کچھ دیا گیا ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں۔

سورۂ نساء میں اس پر ایمان لانے کے حکم کے ساتھ اس کے انکار کو کفر قرار دیا گیا۔

یاایها الذین آمنوا امنو باللّٰه ورسوله والکتب الذی نزل علی رسوله والکتب الذی انزل من قبل ط ومن یکفر باللّٰه وملئکة وکتبه فقد ضل ضلا بعیدا (۱۲)

''اے وہ لوگوں جو ایمان لا چکے ہوں ایمان لاؤ خدا پر اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جس نے خدا کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا انکار کیا وہ نہایت سخت گمراہ ہوا۔''

سورۂ مومن میں ان منکروں کو عذاب کی دھمکی بھی دی گئی جو کسی پیغمبروں کے پیغام کو جھٹلائیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

الذین کذبوا بالکتب وبماارسلنا به رسلنا فسوف یعلمون ' اذلااغلل فی اعناقهم والسلسل یسحبون (۱۳)

ترجمہ: ''جن لوگوں نے کتاب کو اور جو پیغام دے کر ہم نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا ان کو جھٹلایا وہ عنقریب جائیں گے جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی اور وہ کھینچے جائیں گے۔''

جب کتب آسمانی پر ایمان لازم ہے تو اہل کتاب سے رواداری اور تعصب سے بالا ہم آہنگی بھی دین اسلام کی تعلیمات کا اہم جز ہے۔ حضرت شبلی نعمانی اس ضمن میں فرماتے ہیں۔

''حقیقت میں اسلام کی یہ تعلیم دنیا کی مہتم بالشان تعلیمات میں سے ہے جس کا وجود کسی دوسرے مذہب میں نہ تھا' یہ رواداری بے تعصبی اور عام انسانی اخوت کی سب سے بڑی تعلیم ہے۔ یہود اپنی کتاب کو چھوڑ کر تمام دوسری آسمانی کتابوں سے انکار کر کے بھی نجات کا منتظر رہ سکتا ہے عیسائی تورات اور تمام دوسرے صحیفوں کا انکار کر کے بھی آسمانی بادشاہی کا متوقع ہو سکتا ہے' پارسی اوستا کے سوا دوسری ربانی کتابوں کو باطل مان کر بھی مینو (جنت) کا استحقاق پیدا کر سکتا ہے' ہندو اپنے ویدوں کے سوا دنیا کی ہر آسمانی کتاب کو دجل وفریب مان کر بھی آواگون سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ بدھ مت والے اپنے سوا تمام دنیا کی وحیوں کا انکار کر کے بھی یزدان کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں' مگر مسلمان جب تک قرآن کے ساتھ تمام دنیا کی آسمانی کتابوں کو منجاب اللہ تسلیم نہ کریں جنت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

اسلام کی یہ تعلیم صرف نظریہ کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ عملاً اس پر اسلامی حکومت کے قوانین اور احکام مبنی ہیں۔ یہودیوں کی نظر میں صرف دو ہی قومیں ہیں بنی اسرائیل اور غیر بنی اسرائیل کا گھرانہ یا مختون وغیر مختون اور ان ہی دونوں تقسیموں پر ان کے قانون کی بنیاد ہے' عیسائیوں میں مذہبی حیثیت سے مسیحی اور یہود اور بت پرست گو تین قومیں مانی جاتی ہیں مگر چونکہ ان کے مذہب میں قانون نہیں اس لیے وہ اکثر امور میں رومن لا کے ماتحت رہتے ہیں لیکن رومن عیسائیوں میں بھی

ملکی حیثیت سے دو ہی تقسیمیں ہیں رومی اور غیر رومی اور ایک رومی ملک میں غیر رومی کا کوئی حق نہیں ہے کہ رومی حکومت کے لیے اور غیر رومی غلامی کے لیے پیدا ہوا ہے۔ پارسیوں میں پاک نژادان ایران اور بیرونی لوگ دونوں کی وہی حیثیتیں ہیں، ہندو میں اونچی ذات اور اچھوت اور ملیچھ قوموں کی دو ہی صورتیں ہیں۔

مگر اسلام کے گذشتہ عقیدہ کی بناء پر آنحضرت ﷺ نے قانون کی حیثیت سے دنیا کی قوموں کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا اور ان کے علیحدہ علیحدہ حقوق قرار دیئے، اسلام کی تیرہ صدیوں میں ان پر برابر عمل ہوتا رہا یہ تقسیمیں حسب ذیل ہیں :

1 ۔ مسلمان

جو قرآن اور دوسری آسمانی کتابوں کو کتاب الٰہی یقین کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے کو بھائی اور ہر اچھائی اور برائی میں وہ ایک دوسرے کا شریک ہے، وہ آپس میں ایک دوسرے سے شادی بیاہ کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے ہاتھ سے ذبح کئے ہوئے جانور کھا سکتے ہیں اور اسلام کی سلطنت میں ان کے حقوق یکساں ہیں۔

2 ۔ اہل کتاب

یعنی ان کتابوں کے پیرو جن کے نام قرآن میں مذکورہ ہیں یوں کہو کہ جو قرآن کو گو آسمانی کتاب نہیں مانتے مگر ان کتابوں میں سے جن کا نام قرآن میں مذکور ہے ان میں سے کسی کو وہ آسمانی کتاب مانتے ہیں وہ اپنی حفاظت کا مالی ٹیکس (جزیہ) ادا کر کے اسلامی حکومتوں کے دور میں رہ سکتے ہیں ان کے معابد اور مذہبی عمارتیں محفوظ رہیں گی ان کو اپنے مذہب کے بدلنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، ان کی جان و مال اور عزت کے مسلمان محافظ رہیں گے ان کی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور ان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور کھا سکتے ہیں ان کا جائز کھانا مسلمان کھا سکتے ہیں، ہم اپنا کھانا ان کو کھلا سکتے ہیں۔

3 ۔ شبہ اہل کتاب

یعنی وہ لوگ جو قرآن، تورات اور انجیل و زبور کو نہیں مانتے خود اپنے لئے کسی آسمانی کتاب پر ایمان لانے کے مدعی ہیں جیسے صابی جو ایک آسمانی کتاب کے دعوے کے باوجود ستاروں کو پوجتے تھے اور مجوس یعنی پارسی جو ایک آسمانی کتاب رکھنے کا دعویٰ کرتے تھے اور ساتھ ہی سورج اور آگ اور دیگر مظاہر قدرت کی پرستش کرتے ہیں، ترکستان اور سندھ کی فتح کے موقع پر علمائے اسلام نے اسی پر قیاس کر کے ہندوؤں اور بودھوں وغیرہ کو بھی اس صف میں داخل کیا مسلمان ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے اور ان کا ذبیحہ نہیں کھا سکتے ان دو باتوں کے علاوہ اہل کتاب کے بقیہ تمام حقوق آنحضرت ﷺ نے ان کو عطا کئے اور وہ اسلامی حکومتوں میں ادائے جزیہ کے بعد ہر قسم کے ملکی حقوق میں شریک ہیں اور ان کی جان و مال عزت و

آبرواوران کے معبدوں کی حفاظت اسلامی حکومتوں کا فرض ہے۔

4۔ کفاراور مشرکین

یعنی وہ لوگ جن کے پاس نہ کوئی آسمانی کتاب ہے اور نہ وہ کسی دین الٰہی کی طرف منسوب ہیں ان کو چند شرائط کے ساتھ امن دیا جاسکتا ہے لیکن حقوق کے حصول کیلئے ان کو کہا جائے گا کہ وہ کسی نہ کسی آسمانی دین کے اندر اپنے آپ کو داخل کرلیں جیسا کہ ابتدائی عیسائیوں کے زمانہ میں خرانی عراقیوں نے اپنے آپ کو صائبیوں میں داخل کر کے اپنے حقوق حاصل کر لئے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اس تعلیم نے دنیا میں امن وامان اور مسلمانوں میں مذہبی رواداری کے پیدا کرنے میں کتنا عظیم الشان حصہ لیا ہے یہی وہ نظریہ تھا جس نے مسلمانوں کو اپنے مذہبی عقائد و شریعت کی سخت پیروی کے باوجود دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ مشارکت اور میل جول کے لیے آمادہ کیا اور مجوسیوں اور صائبیوں اور یہودیوں عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر مختلف ملکوں میں ان ملکوں کے مناسب مختلف تمدنوں کی بنیاد رکھنے کی قوت پیدا کی۔(۱۴)

مذاہب عالم کی ہم آہنگی اور اسوۂ رسول ﷺ

سطور بالا میں درج وضاحت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن حکیم کی روشنی میں تمام آسمانی کتابوں پر ایمان تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں عقائد اسلام میں سے ایک بنیادی عقیدہ ہے' جس پر ایمان مسلمان کے لیے لازم ہے انکار کی صورت میں وہ یعنی مسلمان سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔لہٰذا اس اہم عقیدہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تمام رسولوں اوران کے صحیفوں کی تصدیق کے حکم کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم یہ ہو کہ آدم سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے سچے مذہب اللہ کی طرف سے بنی نوع انسان کے لیے بھیجے گئے وہ سب ایک تھے' چنانچہ فی الحقیقت رسول ﷺ کی تعلیمات کا محور یہی تھا کہ اسلام ایک مذہب کا نام ہے جو آدم سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک باری باری سے پیغمبروں کے ذریعے بھیجا جاتا رہا اور انسانوں کو تعلیم دی جاتی رہی۔ جملہ مذاہب میں ہم آہنگی اور وحدت کی حقیقت کو قرآن حکیم نے ختم المرتبت ﷺ سے بذریعہ وحی ان الفاظ میں ادا کیا۔

> شرح لکم من الدین ماوصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسی و عیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوافیہ . کبر علی المشرکین ماتد عوھم الیہ ' اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب . وما تفرقوا الا من بعد ماجاء ھم

العلم بغيا بينهم ج ولو لا كلمته سبقت من ربك الی اجل مسمی لقضی بينهم وان الذين اورتو الكتب من بعد هم لفی شک منه مريب . فلذلک فادع واستقم كما امرت ولاتتبع اهوا هم وقل امنت انزل الله من كتب و امرت لا عدل بينكم ط الله ربنا وربكم لنا اعمالنا ولكم اعمالكم لاحجته بيننا وبينكم الله يجمع بيننا واليه المصير (۱۰)

ترجمہ: اس نے دین میں تمہارے لیے وہی راہ مقرر کی جو اس نے نوح سے کہی تھی اور جو ہم نے حکم بھیجا تم کو اور کہہ دیا ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ سے یہ کہ دین کو قائم رکھو اس میں تفرقہ نہ ڈالو' مشرکوں کو جدھر تو بلاتا ہے تو وہ ان پر گراں گزرتا ہے اور خدا اپنی طرف جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے' اور اپنی طرف اس کو راہ دیتا ہے' جو (اس کی طرف) رجوع ہوتا ہے اور یہ تفرقے انہوں نے وحی کے علم حقیقی ملنے کے بعد آپس کی ضد اور تعصب سے پیدا کیے اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات وقت مقررہ تک کے لیے نہ ہو چکی ہوتی تو (کشف) حقیقت کر کے ان کے اختلافات کا نتیجہ کر دیا جاتا اور جن کو ان اگلوں کے بعد کتاب وراثت میں ملی وہ اس امر حق کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جو ان کو چین نہیں لینے دیتا' سو تو سب کو اسی حقیقت کی طرف بلا اور اسی پر استواری سے قائم رہ جیسا کہ تجھ کو حکم دیا گیا ہے' اور ان تفرقہ اندازوں کی غلط خواہوں کی پیروی نہ کر اور کہہ کہ میں ایمان لایا ہر اس کتاب پر جو خدا نے اتاری اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں تمہارے بیچ میں انصاف کروں' ہمارا رب اور تمہارا رب وہی ایک اللہ ہے' ہم کو ہمارے کام کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے کام کا۔ ہم میں کچھ جھگڑا نہیں' اللہ ہم سب کو اکٹھا کرے گا اور اسی کی طرف پھر جانا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں باری تعالیٰ نے بڑی صراحت کے ساتھ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ دین تو ایک ہی ہے جو نوح کو' ابراہیم کو موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو اور تم کو اے محمد ﷺ عطا کیا گیا۔ اگلوں کے بعد پچھلوں نے جن کو یہ کتاب ملی اپنی ذہنی استعداد کے مطابق اس میں تحریفات اور ترمیمات کیں۔ اس میں تفرقے پیدا کر کے الگ الگ فرقہ واری کی راہیں نکالیں' پھر حکم ہوا کہ اے محمد رسول ﷺ تو اس حقیقت کی طرف لوگوں کو بلا اور استواری کے ساتھ اپنی اس دعوت اور دعوے پر قائم رہ' اور یہ اعلان کر دے کہ میرا مسلک یہ ہے کہ خدا کی طرف جو کتاب بھی دنیا میں آئی ہے میں اس کی سچائی کو تسلیم کرتا ہوں اور تم سے اہل کتاب جو مختلف فرقوں اور مذہبوں میں تقسیم ہو گئے ہیں ہوا ان کے ساتھ انصاف کرو یعنی جس میں جو سچائی ہو اس کو

قبول کر دیا معاملے میں ان کے ساتھ عدل وانصاف کرو۔ پھر فرمایا ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے دو نہیں ہیں اگر اتحاد چاہو تو قدر مشترک توحید سے ہم تم متحد ہو سکتے ہیں البتہ ہمارے اور تمہارے راستوں میں جو اختلاف ہے اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں اور ہمارے کام کے تم جواب دہ نہیں اور تمہارے کام کے ہم نہیں' ہمارے تمہارے درمیان اب کوئی جھگڑا نہیں' گویا مذاہب عالم میں ہم آہنگی تسلیم شدہ جسے وحدت دین بھی کہا جاتا ہے۔ اسی وحدت کی دعوت محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان وحی ایک اور آیت میں دی جو مضمون کا عنوان ہے۔

یاھل الکتاب تعالوالی کلمته سواء بیننا الانعبد ال اللّٰہ ولا نشرک به شیاء ولا یتخذ بعضنا بعضا رربابا من دون اللّٰہ فان تولوا فقوا لوا اشھدو بانا مسلمون (۱۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! آؤ ہم تم ایک بات پر جو ہمارے تمہارے درمیان یکساں ہے متفق ہو جائیں' وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک بنائیں اور نہ آپس میں ایک خدا کو چھوڑ کر رب بنائیں' اگر وہ اس کو قبول نہ کریں تو کہہ دے کہ تم گواہ رہو کہ ہم حکم الٰہی کے تابع (مسلم) ہیں۔

یہود و نصاریٰ جنہوں نے اپنے دین کو تحریف و ترمیم کی نظر کر دیا ان کی طرف اشارہ کر کے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا

ان الدین فرقوا دینھم و کانو شیعالست منھم فی شئی انما امرھم الی اللّٰہ ثم ینبئھم بما کانو یفعلون (۱۷)

ترجمہ: بے شک وہ جنہوں نے اپنے دین میں الگ الگ راہیں نکالیں اور کئی فرقے ہو گئے تجھ کو ان سے کوئی کام نہیں ان کا کام اللہ کے حوالے ہے' وہی ان کو جتا دے گا جیسا کچھ وہ کرتے تھے پھر دونوں کو اس کے بعد ہی اصل دین قیم جو حضرت ابراہیم کا تھا اس کی دعوت دی گئی۔

ارشاد ہوتا ہے:

قل اننی ھدانی ربی ' الی صراط مستقیم دینا قیما ملته ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین (۱۸)

ترجمہ: کہہ دے کہ میرے خدا نے اس سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کی جو دین صحیح ہے ابراہیم کی ملت اور وہ ابراہیم مشرکوں میں سے نہ تھا۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام وہ دین قیم ہے جو انبیا علیہم السلام کا دین رہا اور آج جو دین اسلام ہے وہ

تمام یہودی اور نصرانی تحریفات اور ترمیمات کو مٹا کر اسی متحدہ دین' دین اسلام کی صدائے حق ہے جس کی طرف انبیا علیہم السلام اپنے اپنے عہد میں لوگوں کو بلاتے رہے' اسی لیے اکثر انبیا علیہم السلام کے اسماء گرامی کے شمار کے بعد محمد ﷺ کو یہ ہدایت فرمائی گئی۔

اولئک الذین ھدی اللّٰہ فبھد اھم اقتدہ (۱۹)

ترجمہ: یہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی' سو تو ان کی راہ پر چل۔

حضرت شبلی نعمانی رحمتہ اللہ علیہ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

اسلام یہ ہے کہ اس پر یقین کیا جائے کہ وحی کے آغاز سے آخر تک ایک ہی پیغام تھا جو آتا رہا اور ایک ہی دین تھا جو سکھایا جاتا رہا اور ایک ہی حقیقت تھی جو دوہرائی جاتی رہی لیکن وہ بار بار انسانوں کے نسیان و تغافل اور تصرف و تحریف سے بدلتی اور گم ہوتی رہی اور آخری دفعہ دنیا کے کمال بلوغ کے زمانے میں وہ پوری طاقت کے وعدہ کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے مفصل کامل ہو کر نازل ہوئی اور وہ قیامت تک محفوظ اور باقی رہے گی۔

دوسری چیز جس کی مذہب میں قانونی حیثیت ہے اور جو اصل مقصد نہیں ذریعہ ہے وہ بدلتی رہتی ہے اور عہد محمدی تک بدلتی رہی ہے اس کا نام شرع' منہاج اور منسک ہے' یہودیوں کو آنحضرت ﷺ پر اعتراض تھا کہ وہ یہودی شریعت کے جزئیات کیوں تبدیلی کرتے ہیں' قرآن نے ہمیشہ اس کے جواب میں یہی کہا کہ یہ مقصود نہیں' ذرائع ہیں' اصول نہیں فروع ہیں' ہر قوم کی مناسبت سے ان میں تغیر ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اس کی ایک مثال قبلہ ہے کہ مقصود اصل نماز ہے اور سمت کا تعین ایک قبلہ ہوئی' ابراہیمی عربوں کو اپنی مرکزی مسجد (کعبہ) سے وہی وابستگی اور لگاؤ تھا اسی لیے یہ ان کا قبلہ بنی۔ چنانچہ قرآن نے تعیین قبلہ کے موقع پر کہا:

ولکل وجھتہ ھو مو لیھافا ستبقوا الخیرات (۲۰)

ترجمہ: ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے سو تم نیکیوں کی طرف سبقت کرو

یعنی سمتوں اور جہتوں کی تعیین کو اہمیت کی چیز نہ سمجھو بلکہ نیکی یہ ہے جو ایمان لائے اور دوسرے نیک کام کرے۔ (۲۱)

خانہ کعبہ کا حج

اسی طرح خانہ کعبہ کا حج یہودیوں میں نہ تھا اسلام نے جب اس کو واضح کیا ہر مذہب نے اپنے لیے عام مذہبی اجتماع اور قومی عبادت کے لیے کوئی نہ کوئی طریقہ مقرر کیا ہے اسلام نے خانہ کعبہ کے حج کو اس کے لیے متعین کیا۔

لکل امتہ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ فلاینازعنک فی الامر وادع الی ربک ط

انک لعلی هدی مستقیم ' و ان جدلوک فقل اللہ اعلم بما تعملون (۲۲)

ترجمہ: ہر قوم کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ بنایا کہ اس قوم کے لوگ اس طرح بندگی ادا کرتے ہیں سو اس بات میں وہ تجھ سے جھگڑا نہ کریں' تو اپنے رب کی طرف بلائے جا' تو بے شک سوجھ کی سیدھی راہ پر ہے اور اگر وہ تجھ سے جھگڑنے لگیں کہہ دے کہ اللہ بہتر جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

قرآن مہیمن کتب ہے

اسلام ایک مکمل دین ہے اور اس دین کامل کا صحیفہ تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جیسا ارشاد ہوتا ہے:

مصدقاً لما بین یدیه (۲۳)

ترجمہ: اپنے آگے کی کتابوں کی تصدیق کرنے والا۔

قرآن وہ کتاب عظیم ہے جو تمام اگلی کتابوں کی صداقتوں اور تعلیمات پر مشتمل ہے جس کی حقانیت مستند ہے اس کی حقانیت کا عالم ہے کہ وہ تمام اگلی کتابوں کی صداقتوں اور تعلیموں کو قبول کر لیتا ہے، فی الحقیقت قرآن ایسی رفعت وعظمت کسی دوسرے صحیفے کو حاصل نہیں ارشاد ہوتا ہے۔

وانز لنا الیک الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیه من الکتب و مهیمنا علیه(۲۴)

ترجمہ: اور ہم نے (اے محمد) تیری طرف سچائی کے ساتھ یہ کتاب اتاری جو اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرتی اور اس پر شاید وحاوی ہے۔

اس آیت میں لفظ قرآن مجید فرقان حمید کو اللہ تعالیٰ نے مہیمن کہا جس کی تفسیر مفسرین کرام نے کچھ اس طرح فرمائی۔

ابن عباسؓ: شاہد اور امین قرآن اپنے سے پہلے کی ہر کتاب کا امین ہے۔

قتادہؒ: قرآن سے پہلے جو کتابیں بھی تھیں قرآن ان کا امین اور شاہد ہے۔

فی الحقیقت اسوۂ رسول ﷺ بعینہٖ قرآن ہے لہٰذا اسوۂ رسول ﷺ کو دین کامل کی اساس اول قرار دینا بنی نوع انسان کے لیے وہ منہاج عظیم ہے جو حقیقی اور ابدی مینارہ نور ہے جس سے تمام بنی نوع انسان رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

نتیجہ بحث:

خلاصہ بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دین اسلام جملہ مذاہب کا تسلسل آخر ہے اور جملہ مذاہب کے

پیرووں کو اس دین ازلی جو ہر مذہب کا جوہر خاص تھا اور جو اس کے پیرووں کی تحریف وتصرف سے برباد ہو گیا اسی کو صحیفہ محمد ﷺ لے کر آیا اور اب وہ ہمیشہ محفوظ رہے گا' کیونکہ اس کا نبی خاتم النبیؐ ہے اس کا دین کامل دین یعنی

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

ترجمہ: آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کا دین پسند کیا۔

اور اس صحیفہ کو تمام صحف الٰہی پر مہیمن اور حاوی اور قیامت تک خدا کی طرف سے اس کی پوری حفاظت اور بقا کا وعدہ کیا گیا۔ اب زیر بحث عقیدہ مذاہب عالم اور اسلام کے مابین قدر مشترک عقیدہ توحید ہے اس قدر مشترک کو اپناتے ہوئے اقوام عالم کو اس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہیے' کہ حقوق انسانیت' احترام انسانیت اور مساوات آدمیت کا حقیقی علمبردار صرف اور صرف اسلام ہی ہے' رسول ﷺ کا خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر لا افضل العربی علی العجمی کا ارشاد ابوسفیان کے گھر کو پناہ گاہ قرار دینا کیا مساوات آدمیت کی روشن مثال نہیں۔ مذاہب عالم کی ہم آہنگی آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد مبارکہ سے واضح ہوتی ہے کہ جو میری عبودیت اور رسالت کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کو بھی خدا کا بندہ اور اس کا رسول اور کلمہ اور خدا کی طرف سے آئی ہوئی روح تسلیم کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ لہٰذا قرآن اور اسوۂ رسول ﷺ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت وہم آہنگی' کے لیے بین المذاہب مکالمہ بنیادی کردار ادا کرتا ہے اور اسی کا تصور آیت قرآنی'

قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمته سواء بیننا وبینکم میں دیا گیا ہے جس پر عمل کے لیے اسوۂ رسول ﷺ مقصود ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اصلاحی امین احسن تدبر قرآن لاھور مکتبہ جدید جنوری ۱۹۹۹ء جلد ۲ ص:۱۱۱

۲۔ لوقا ۴:۸

۳۔ مرقس ۱۲: ۲۹، ۳۰

۴۔ یوحنا ۱۷:۳

۵۔ متی ۱۹۔۱۷

۶۔ القرآن ۸۷:۱۹:۱۸

۷۔ القرآن ۲۰: ۱۳۳

۸۔ القرآن ۲۶: ۱۳۳

۹۔ البخاری محمد بن اسماعیل صحیح بخاری مصر مکتبہ البابلی الحلبی کتاب التوحید ۱۳۵۵ھ

۱۰۔ القرآن ۸۷:۳

۱۱۔ القرآن ۳

۱۲۔ القرآن ۴: ۱۳۶

۱۳۔ القرآن ۴۰:۷۱

۱۴۔ نعمانی، ندوی، سید سلیمان، سیرت النبی ﷺ لاھور ادارہ اسلامیات ص ۳۵۶ ج ۳، ۲۰۰۲

۱۵۔ القرآن ۴۲:۱۳

۱۶۔ القرآن ۳: ۶۴

۱۷۔ القرآن ۶:۱۵۹

۱۸۔ القرآن ۶:۱۶۱

۱۹۔ القرآن ۶:۹۰

۲۰۔ القرآن ۲:۱۴۸

۲۱۔ شبلی ندوی، سید سلیمان سیرت النبی ﷺ لاھور ادارہ اسلامیات جلد ۳ ص ۳۵۷

۲۲۔ القرآن ۲۲:۶۷

۲۳۔ القرآن ۵:۴۸

۲۴۔ القرآن ۵:۴۸

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اسکی ضرورت
(تعلیمات اسلام کی روشنی میں)

کلثوم نیئر۔لاہور

قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمته سوآء بیننا وبینکم (۳: ۶۴)

ترجمہ : کہو اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔(تفہیم القرآن)

تشریح ووضاحت

یہ سورۃ آل عمران کی ۶۴ ویں آیت ہے۔عربی متن سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دعوتی کلمتہ ہے مگر اس پوری آیت میں توحید اور ردِ شرک پر زور دیا گیا ہے تعالوا...... بینکم اس آیت سے تبلیغ ودعوت کا ایک اہم اصول معلوم ہوتا ہے۔وہ یہ کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کو دعوت دینے کا خواہشمند ہو جو عقائد ونظریات میں اس سے مختلف ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ جماعت کو صرف اس چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہوسکتا ہو جیسے رسول اکرم صلی اللہ وسلم نے روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی طرف دعوت دی تو ایسے مسئلے کی طرف توجہ دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا یعنی اللہ کی واحدانیت پر۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم ، من محمد عبداللہ ورسولہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فانی ادعوک بدعایته الاسلام السم تسلم یوتک اللہ اجرن مرتین فان تولیت فان علیک اثم الیرلیسین ، یااھل الکتاب تعالوا الی کلمته سوآء بیننا وبینکم انا لانعبد الا اللہ ولانشرک به شیاء ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا

یہ وہ خط ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہرقل کی طرف بھیجا۔تفسیر فی ظلال القرآن میں اس آیت کی تفسیر کے حوالے سے سید قطب شہید یوں رقمطراز ہیں۔

> ”یہ ایک منصفانہ دعوت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں چاہتے کہ انہیں اور ان کے اصحاب کو اہل کتاب پر فضیلت مل جائے بلکہ اس دعوت میں سب مساوی ہیں اس سے سرکش اور باغی کے سوا کوئی انکار نہیں کرسکتا اس دعوت کا مقصود اصلی یہ ہے کہ معبود حقیقی کی عبادت کی جائے اس کی عبادت میں کسی اور انسان یا پتھر شریک نہ کیا جائے اور خود آپس میں ایک دوسرے کو“

اس آیت کی تفسیر امین اصلاحی یوں کرتے ہیں۔

''یہ بات کہ توحید بنیادی طور پر ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان ایک مشترک حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے اور وضاحت کی محتاج نہیں۔ جو شخص بھی توراۃ اور انجیل پر نگاہ رکھتا ہے وہ اس سے اچھی طرح واقف ہے جہاں تک توراۃ کا تعلق ہے اس میں توحید کی تعلیم اس قدر وضاحت وقطعیت اور بہت کثرت کے ساتھ ہے۔ انجیل کے حوالے سے توحید کے بارے میں چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

لوقا ۴:۸ میں ہے :یسوع نے جواب میں اس سے کہا لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اس کی بندگی کر۔

مرقس ۱۲: ۲۹، ۳۰ میں ہے: ''یسوع نے جواب دیا کہ اول (حکم) یہ ہے اے اسرائیل سن خداوند ہمارا ایک ہی خداوند ہے۔''

ان تمام تشریحات سے واضح ہے کہ جتنا مسلمان کے لیے عقیدہ توحید پر ایمان لازم ہے اتنا ہی اہل کتاب کے لیے ضروری ہے کہ توحید پر قائم اور اس کے قائل رہیں۔ کیونکہ توحید پر اقامت ردشرک پر دلالت کرتا ہے

مذاہب دنیا میں کئی طرح کے موجود ہیں۔ الہامی اور غیر الہامی۔

مگر اس آیت سے اہل کتاب مراد ہیں مگر الہامی ادیان میں توحید کو کافی اہمیت حاصل ہے اس کے علاوہ غیر الہامی مذاہب میں کہیں نہ کہیں بلاواسطہ یا بالواسطہ، خدا اور توحید کا تذکرہ موجود ہے۔

بین المذاہب میں عالمی اتحاد و یگانگت اور ہم آہنگی مذہب کے حوالے سے چند باتوں پر تو ہوسکتا ہے مگر پورے مذہب کے حوالے سے کبھی اتفاق واتحاد نہیں ہوسکتا ہے مگر انسانیت اور عالم کے بچاؤ اور حفاظتی تدابیر کے لیے چند مسائل پر ہم آہنگی و یگانگت ہوسکتی ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حق و باطل میں معرکہ آرائی روز اول سے ہی ہوتی چلی آئی ہے چنانچہ ظلمت و نور کا ملاپ ممکن نہیں البتہ نور ظلمت پر غلبہ پاسکتا ہے۔ اللہ نے آنحضورؐ پر نبوت اور دین مکمل کیا اور اسے پسند فرمایا۔

ارشاد ربانی ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم ا لاسلام دینا (۲ : ۳)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دین اسلام کا تذکرہ توراۃ اوانجیل میں ہے مگر یہود و نصاریٰ اس حقیقت کے منکر ہیں ابتداء ہی سے اسلام و مسلم دشمنی پر قائم ہیں اور آج تک اس دشمنی میں کمی کی بجائے شدت آئی ہے۔ یہودی و نصاریٰ اور مشرکین نے آنحضورؐ کے دور سے لے کر اب تک اسلام کو زک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں باقی چھوڑی ہے۔ قرآن نے صریح طور پر مسلمانوں کو کفار سے دوستی پر منع کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

یاایھا الذین امنوا لا تتخذ و اعدوی وعدو کم اولیآ ء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفر وابما

جآء کم من الحق ج لیخرجون الرسول وایا کم أن تو منوا باللہ ربکم ط

اس آیت میں کفار کو دوست بنانے کی ان کو اپنا ہم راز بنانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔(۲۸ :۱)

اسی طرح قرآن پاک میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ط ھو ھوااجبتکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملتہ ابیکم ابراھیم ھو سنمکمر المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شھید علیکم وتکونوا شھدآء علی الناس . فاقیموالصلوٰۃ واتوالزکوۃ واعتصموا اللہ ط ھومولکم ج فنھمر المولٰی ونعم النصیرہ

(سورۃ حج ۔۷۸)

یہ آیت مسلمانوں کو ترغیب دلا رہی ہے کہ اے مسلمانو! تم امت وسط ہو تمہارا فرض بنتا ہے کہ تم امتوں کو سکھاؤ۔ ان سب کی غلطیاں درست کر کے سیدھی راہ پر لاؤ۔

حق وباطل کی کشمکش تو ازل سے ہے ہمیشہ حق ہی باطل پر غالب آیا ہے۔قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

قلجآء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان ذھوقا (سورہ اسرائیل ۸۱)

اور حق آ گیا اور باطل چلا گیا بے شک باطل مٹنے کے لیے ہی ہے بے شک باطل تو ہے ہی مٹنے کے لیے۔

یہ بات مومن کو زیب نہیں دیتی کہ وہ مشرکین و کفار سے اپنی دوستیاں بڑھائے۔ان کے ساتھ رسم ومراسم زیادہ کرے حق وباطل میں یگانت واتحاد کی بات ناممکن ہے اس کے بارے میں ارشاد ربّانی ہے:

فلا تتخذوا منھم اولیآء حق لیھا جروانی سبیل اللہ فان تولو افخذو ھم واقتلو ھم حیث وجدتموھم ولا نتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا (۸۹:۴)

جب سے اسلام دنیا میں آیا ہے تب سے ہی مشرکین وکفار اسلام اور مسلمانوں کے درپے ہیں۔اسلام کو ترقی کرتے ہوئے یہ دیکھ لیں تو ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگتے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنا دین چھوڑ کر ان کے دین پر آ جائیں۔

چنانچہ قرآن اس بارے میں فرماتا ہے

ثم جلنک علی شریعتہ منا لامر فاتبعھا ولا تتبع اھوآ الذین لا یعلمون (۲۹ :۱۸)

حالانکہ آنحضور کی آمد کے بارے میں انجیل وتوراۃ میں واضح احکام موجود ہیں مگر دنیا پر اپنی حکومت چاہنے کی وہ سے بڑی ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ ان بعض حقائق کی تکفیر کے مرتکب ہو رہے ہیں جو محض اسلام دشمنی پر مبنی ہے۔

انہوں نے منافقانہ رویہ،دوغلا پن اختیار کر کے مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر اسلام کو بڑی زک پہنچائی ہے کیونکہ

انہوں نے اپنے دلوں میں ایمان کو راسخ نہ کیا۔ قرآن ان کی اس ڈھٹائی کے بارے میں کہتا ہے

واذا القوا الذین امنوا قالو امنا وازا خلا بعضھم الی بعض قالوا اتحدثو نھم بما فتح الله علیکم لیحا جو کمربہ عندربکم افلا تعقلونo

آج یہود و نصاریٰ اپنے اپنے طور پر خلا اور دنیا پر پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اسلام دشمنی کی بابت انہوں نے شدت پسندانہ رویہ اپنایا ہوا ہے آج مسلمانوں کی جو حالت ہے یہ یہود و نصاریٰ کی بنا پر حکمرانی کے سلسلے میں پہلا مرحلہ ہے کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ مسلمان ان کا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیں گے اس لیے جہاں تک مسلمانوں کا استحصال ممکن ہو کیا جانا چاہیے اس کی مثال نیو ورلڈ آرڈر کی ہے اس کی چند گزارشات پیش نظر ہیں:

1۔ اسرائیل کی بالادستی کے لیے فروری ہے کہ فلسطین کے مسئلے کو تحلیل کر دیا جائے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہاں پر اسلامی بنیاد پرستوں کو قابو میں لایا جائے یا کچل دیا جائے۔

2۔ روس اب مخالف نہیں حلیف قوت ہے اسی لیے وسط ایشیا میں کسی ایسی قوت کا ابھرنا جو روس کے لیے خطرہ بن سکتی ہو مغرب کے لیے نا قابل قبول ہوگا۔

3۔ پوری دنیا میں احیائے اسلام کی تحریکوں کی مخالفت کی جائے اور امریکہ مخالفت کی بنیاد پر ان تحریکوں کو دبانے یا ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔

4۔ بھارت کو جنوبی ایشیاء میں ایک علاقائی قوت کی حیثیت سے تقویت دی جائے تا کہ پاکستان، ایران، افغانستان اور خود عرب دنیا کے فوجی و تجارتی اثرات کو کم کیا جا سکے۔

5۔ اسرائیل و بھارت کے درمیان گرم جوشی پر مبنی تعلقات کو فروغ دیا جائے۔

دہشت گردی اوانسانیت کی تذلیل:

آج پوری دنیا کو دہشت گردی کا سامنا ہے اس کی زد میں یہود و نصاریٰ بھی آئے ہوئے ہیں یہ جانتے بوجھتے ہوئے کہ دہشت گرد انہی کی اپنی صفوں میں موجود ہیں حقیقت سے آنکھیں پھیر کر مسلمانوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ 11 ستمبر جیسے دہشت گردی کے واقعہ میں امریکہ مسلمانوں پر حملے کا جواز تلاش کیا اور بغیر ثبوت کے افغانستان کے مظلوموں پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے۔ اسی سلسلے میں ولیم بیلم اپنی کتاب روگ ٹیسٹ میں یوں رقمطراز ہیں۔

"اکتوبر میں ریاست ہائے متحدہ کی گن شپ مشین کے ذریعے افغانستان کے دور افتادہ گاؤں "چوکر کریز"

میں شدید گولہ باری کی گئی جس کے نتیجے میں 93 دیہاتی مارے گئے اس افسوسناک واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے پینٹاگون کے ایک اہلکار نے فرمایا کہ "وہاں لوگ اس لیے مرے ہیں کہ ہم ان کو مردہ دیکھنا چاہتے تھے۔"

استعماری طاقتوں نے جہاد کے لفظ کو دہشت گردی کا جامہ پہنا کر پانے لیے دراصل دہشت گردی کا جواز ڈھونڈا ہے۔ عالمی استعمار اسلامی تحریکوں کو بتدریج دہشت گردی کا نام دے کر دبانا چاہتا ہے عالمی سطح پر "دہشت گردی مخالف تحریک" کے نام سے جو سرگرمیاں شروع ہو چکی ہیں ان کا اصلی ہدف اسلامی تحریکوں کے ممکنہ خطروں سے نمٹنا ہے۔ عالمی استعمار کے ٹارگٹ پر محض وہ تحریکیں نہیں ہیں جو اپنے مقاصد طریقہ کار اور اہداف کے لحاظ سے واضح طور پر اسلامی ہیں۔ بلکہ وہ ہر مسلمان کو اسلامی تحریک کا رکن سمجھ کر تمام مسلمانوں کو بھی ٹارگٹ بنانے کا ایجنڈا رکھتا ہے۔ مسلمانوں کو بہت ہی منصوبہ بندی سے بتدریج ٹارگٹ بنانے کی تحریک جاری ہے کشمیر کی آزادی بھی اس ایجنڈے میں شامل ہے عالمی استعمار نے اپنے اس گھناؤنے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے سیکورٹی کونسل اور اقوام متحدہ کے علاوہ کئی ذیلی ادارے قائم کر رکھے ہیں اور اپنے اس ایجنڈے کو "عالمی برادری" کا ایجنڈا اور اس تحریک کو "دہشت گرد مخالف موومنٹ" کا نام دیا۔

اس سلسلے میں اقوام متحدہ کا کردار

اکثر چونکہ سپر طاقتیں خود یا ان کی طفیلی طاقتیں جارحیت کا ارتکاب کرتی ہیں لہٰذا اقوام متحدہ محض بے بس تماشائی بنے رہنے پر مجبور ہوئی ہے۔ جنرل اسمبلی جارح کے خلاف ووٹ دیتی ہے جبکہ جارح کی جارحیت بے جھجک اور بے روک ٹوک جاری رہتی ہے۔ تنظیم اقوام متحدہ عین اپنی اصلیت کے اعتبار سے کوئی عالمی حکومت نہیں۔ اس کے قیام کا مقصد رکن ملکوں کے درمیان جارحیت روکنے کا محض منفی کردار ادا کرنا تھا لیکن اس معمولی کردار کی انجام دہی میں یہ معذور اور نا اہل ثابت ہوئی۔ اپنی پیش رو تنظیم بھی محض عالمی مقررین کے تھیٹر کی حیثیت رکھتی ہے۔ جب بھی اور جہاں بھی بڑی طاقتوں کے قومی مفادات کا سوال آتا ہے اقوام متحدہ کا کردار محض ربر اسٹامپ کا رہا ہے یا محض بے بس تماشائی کا۔ آج انسان انسانیت کی تذلیل کرنے پر تلا ہوا ہے۔ امت مسلمہ کا فرض ہے کہ انسانیت کو دشمن انسانوں سے بچائے کیونکہ محض جنگ کی وجہ سے انسانیت مستقل دہشت اور ہلاکت کے مہیب سایہ تلے سسک رہی ہے۔ آج عالم انسانی محفوظ نہیں اور نہ ہی پر امن اور مطمئن۔

اسلام اور اہل کتاب میں کتابی ہم آہنگی

عیسائیت کے بارے میں اسلام کی تعلیمات اور عیسائیوں سے مسلمانوں کا سلوک

عیسائیت کے بارے میں اسلام کے نقطہ نظر کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہوگا ہم اسلام کی حقیقت کو پیش نظر رکھیں۔

حقیقت اسلام : اسلام کا مرکزی اور بنیادی عقیدہ توحید ہے جس کے متعلق قرآن کا یہ نظریہ ہے کہ وہ ایک پرانی ازلی و ابدی حقیقت ہے جو تمام انبیاء سابق کی تعلیمات کی روح تھی اس لیے کلام پاک کی شہادت یہ ہے:

(۱) وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملته ابیکم ابراهیم و هو سمکمر المسلمین (۷: ۸۷)

(۲) قل اننی هدانی ربی الی صراط مستقیم دینا قیماملته ابراهیم حنیفا و ما کان من المشرکین (۱۸: ۱۶۱)

(۳) ومن یرغب عن ملته ابراهیم الامن سفه نفسه (۱: ۱۳)

توحید کا مرکزی تصور اسلام کی اساس ہے اور یہی اساس اس کو کفار و مشرکین سے جدا کرتی ہے اس لیے جو ادیان سابقہ عقیدہ توحید پر مبنی تھے جیسا کہ عیسائیت و موسویت کا حال ہے باوجود تحریف عقیدہ توحید کے ان میں اسلام سے ایک حد تک مماثلت تھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مذاہب عالم کے جاننے والے علماء جب مذاہب کی اصولی تقسیم کرتے ہیں تو وہ اسلام، عیسائیت اور موسویت کو توحیدی مذہب میں داخل کرتے ہیں۔ چنانچہ عیسائی، پادری بیتھ مین (Bithman) اپنی کتاب برج ٹو اسلام میں لکھتے ہیں ''خدا کے سوا کوئی الہ (معبود) نہیں۔ اسلام یہودیت کی طرح خالص توحیدی مذہب ہے، یہ تینوں مذاہب ایک خدا کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ہر ایک میں خدا کی ایک مختلف صفت پر زور دیا گیا ہے۔

اہل کتاب اور مشرکین میں امتیاز:

چنانچہ اسی عقیدہ توحید کی بنیاد پر مذاہب عالم کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے طرز عمل اور برتاؤ کی بنیاد فراہم ہوتی ہے جہاں قرآن کے احکام اور احادیث کی تشریحات کے تحت غیر مسلموں کے ساتھ اسلام میں بنیادی تعلیمات کے بارے میں کسی قسم کی مفاہمت کو روا نہیں رکھا گیا ہے۔ وہاں عیسوی اور موسوی مذہب کے پیروؤں (اہل کتاب) کے ساتھ طرز عمل میں ایک نمایاں امتیاز رکھا گیا ہے اس خصوصی برتاؤ کی چار خصوصیات ہیں۔

(1) دعوت، اتحاد نظریاتی۔

(2) یہ اہل کتاب کے ذبیحہ کا جواز۔

(3) اہل کتاب کے ساتھ ازدواج کی اجازت۔

(4) اہل کتاب کی معاشی و امدادی کفالت۔

(۱) دعوت اتحاد نظریاتی

اہل کتاب کے لیے قرآن میں پیغام ہے کہ قل تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا وبینکم ان لانعبد والا اللہ۔ نیز اسی پیغام کو آنحضور کریم نے مختلف خطوط میں دہرایا جو متعدد عیسائی حکمرانوں کو بھیجے گئے تھے۔

(۲) اہل کتاب کا ذبیحہ کا جواز

اہل کتاب کی تیار کی ہوئی غذا اوران کے ذبیحہ کے متعلق یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کے لیے بہ نسبت دیگر غیر مسلموں کے جائز ہوگی قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

قال اللہ تعالی . الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوالکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم :

(۳) اہل کتاب کے ساتھ ازدواج:

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے

والمحصنت من المومنات والمصنٰحت من الذین اوتواالکتاب من قبلکم اذا اتیتمو تھن اجھورھن محضین غیر مصافحین ولا متخذی الاخدان (۶:رکوع ۱)

(۴) اہل کتاب کی معاشی وامدادی کفالت

اہل کتاب کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ زکوٰۃ کا استعمال کر سکتے ہیں قرآن میں آتا ہے:

انما الصدقات للفقرآء المساکین:

اسلام اور عیسائیت میں مماثلت:

(۱) ان دنوں امتوں (مسلم ومسیحہ) کے کارناموں میں صورت وحقیقت کی نسبت قائم ہوئی اور اسی لیے دونوں نظاموں میں ہمرنگی اور مطابقت بھی قدرتی طور پر نمایاں ہوئی تو ضرور تھا کہ وہ نصرانیوں کا تصوری نظام، اسلام کے حقیقی نظام کے لیے اسی طرح وجہ تعارف ہوا جس طرح صورت اپنی حقیقت کے لیے باعث تعارف و پہچان ہوتی ہے۔ جیسے اسلامی تشریح کے دقیق حقائق کو جلد پہچان سکے گا۔ گویا یہ دونوں مادی وروحانی نظام ایک ہی شئے کے دورخ ہیں جو ایک دوسرے پر منطبق ہیں۔

(۲) اسلامی فطرت کا باطنی رخ اگر امت مسلمہ کے ہاتھوں وجود پذیر ہوسکتا تھا تو اسلام ہی کی فطرت کا دوسرا حسی و مادی رخ اس قوم کے ہاتھوں کھلنا چاہیئے تھا۔ اس امت مسلمہ کے سامنے اسلام کا تشریعی میدان کھول دیا گیا کہ اس سے اصول

اسلامیہ کا پابند ہو کر اس کے علم سے تربیت پائی تھی اور امت نصرانیہ کے لیے اسلام کی تکوینی صورتوں اور حسی تمثیلات کی شاہراہ وسیع کر دی گئی کہ انہوں نے داعی اسلام کا اتباع کیے بغیر محض علمی صورتوں سے روشنی حاصل کی تھی۔ پس جونہی اس کا وقت آن پہنچا کہ دنیا کے سامنے اسلامی حقائق واشگاف کیے جائیں اور بلحاظ کمیت ساری دنیا کی مختلف الخیال اقوام کو اسلامی مقاصد سے آشنا بنایا گیا۔

اسلام ریہودیت میں مماثلت:

یہودی مذہب کو عقیدہ توحید کی ایک خاص صورت کہا جا سکتا ہے۔ یہودی مذہب عقیدہ سے زیادہ ایک ایسی طاقت ہے جو انسان کے کفر اور کردار پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہودیت کے بارے میں انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ آتھکس کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

> ''یہودیت دو اصولوں پر مبنی ہے خدا کی وحدانیت اور بنی اسرائیل کی پسندیدہ اور منتخب امت ہونا یہودیت، بت پرستی اور متعدد خداؤں کی پوجا کو مسترد کرتی ہے۔ وہ ایک رب العلمین پر عقیدہ رکھتی ہے۔''

اسی طرح انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ ''یہودیت ایک ایسا عقیدہ ہے جو توحید خالص پر اعتقاد رکھتا ہے اور اس عقیدے کے زندگی پر عملی اثر کو تسلیم کرتا ہے۔''

یہودی مذہب کی تعلیمات وقانون:

حضرت موسیٰ کے احکام عشرہ جو انہیں طور سینا پر عطا ہوئے اصلی تعلیمات کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے۔ (۱) خدا کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہ بنانا (۲) کسی جاندار کی صورت نہ بنانا اور نہ اسے سجدہ کرنا۔ (۳) اس خدا کے نام کی تعظیم کرنا ہے بے فائدہ اس کا نام نہ لینا (۴) سبت کے دن کی تعظیم کرنا (۵) خون نہ بہانا۔ (۶) ماں باپ کی عزت کرنا (۷) زنا نہ کرنا (۸) چوری نہ کرنا (۹) اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا (۱۰) اپنے پڑوسی کے مسلمان کی طرف، بیوی، خادم، خادمہ، مویشی اور ہر چیز کی طرف لالچ کی نگاہ نہ کرنا۔

بعد میں احکام عشرہ کی جگہ ہفت قوانین نے لی۔ جن میں یہودیوں کو سات باتوں سے منع کیا۔ (۱) بت پرستی (۲) زنا کاری (۳) قتل کرنا (۴) چوری کرنا (۵) زندہ جانوروں کے اعضا کو جسموں پر کاٹ کر کھانا (۶) جانوروں کو آختہ کرنا (۷) عجیب الخلقت جانوروں کی افزائش نسل کرنا (۷) اسلام نے دیگر مذاہب کے پیروؤں کے مقابلے میں اہل کتاب سے ایک قسم کی یگانگت اور خصوصی امتیاز روا رکھا ہے۔ جس کی حد یہ کہ ان دونوں مذاہب کی الہامی کتابوں پر ایمان لانا عقیدے کا حصہ ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں :انتم اشبہ الامم بنی اسرائیل سمتا و دھدیا .

مگر اس کے باوجود بھی یہود و نصاریٰ کی اسلام سے دشمنی آج بھی قائم ہے قرآن ان کے بارے میں کہتا ہے:

”یریدون ون ان یطفوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الارن یتم نورئہ ولو کرہ الکفرون .“

بہر حال مذہبی اختلاف اپنی جگہ دنیا کا ہر مذہب انسانیت کا احترام سکھاتا ہے اور امن و آشتی کا پیغام دیتا ہے نیکی کا حکم دیتا ہے اور بدی سے روکتا ہے۔ اسلام میں انسانیت کے احترام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ”جس نے ایک انسان کو قتل گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا اگر کسی نے انسان کو بچایا گویا اس نے پوری انسانیت کو بچایا۔

چنانچہ ہم سب کو اس عالم انسانی اور انسانیت کو بچانا چاہیئے سب کو تمام مذہبی ،انسانی ،لسانی ،نسلی تعصبات سے پاک ہو کر وہ تمام اقدامات کرنے چاہئیں ۔ جو عالم انسانی اور احترام انسانی انسانی بقا کے لیے کافی ہوں ہم سب کو تعالوا الی کلمۃ کا عمل نمونہ بننا ہوگا۔

اہل کتاب کو متعصبانہ رویہ چھوڑ کر انسانیت کے فلاح و بہبود کے کاموں میں اتفاق کر لینا چاہیے کیونکہ آج کا انسان لمحہ بہ لمحہ جنگ کی طرف گامزن ہے۔ اگر انسان ہی انسانوں کو ختم کرے گا تو عالم انسانی خود بخود تباہ ہو جائے گا کیونکہ انسانوں کی ہی بدولت قائم ہے۔

امت مسلمہ پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تمام انسانوں کو اچھی باتوں کی ترغیب دے قرآن میں ارشاد ہے

ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون

(۳: ۱۰۴)

عالم انسانی کو درپیش مسائل اور ان کا ازالہ (اسوۂ رسول کی روشنی میں)

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آج کی دنیا بے شمار مسائل سے نبرد آزما ہے یہ مسائل سیاسی بھی ہیں معاشی و اخلاقی بھی، معاشرتی بھی انفرادی و اجتماعی بھی۔ یہ مسائل قومی بھی ہیں اور بین الاقوامی بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام عصر جدید کے مسائل کا مکمل حل ہے۔ حضور کی سیرت مبارکہ اپنی ظاہری و باطنی وسعتوں کے لحاظ نے ایک عالمگیر اور بین الاقوامی سیرت ہے۔ انسان آج سائنس اور ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر کئی معرکے سرانجام دے چکا ہے مگر مسائل میں بری طرح گھرا ہوا ہے۔ سیرت طیبہ کی قندیل ہر دور میں نور کا راستہ دکھاتی رہی ہے اور رہے گی۔ معاشی اور معاشرتی مسائل ہیں بڑھتی ہوئی آبادی، غربت، ناخواندگی، بے روزگاری، بیماریاں، مہنگائی، بیرونی قرضوں کا مسئلہ، معاشی بحالی اور معاشی ناہمواریاں قابل ذکر ہیں

۔طبقاتی کشمکش اور نسلی امتیاز، آزادی نسواں کا مسئلہ، عالمی نظام میں شکست وریخت کا عمل، شراب نوشی اور منشیات کی عالمی سطح پر سمگلنگ، اخلاقی تنزلی، ثقافتی یلغار قابل توجہ مسائل ہیں سیاسی اور بین الاقوامی مسائل میں دنیا کے مختلف ممالک میں سیاسی عدم استحکام، عالم ۰ دس سیاسی اور بین الاقوامی مسائل میں دنیا کے مختلف ممالک میں سیاسی عدم استحکام، عالم اسلام کے خلاف مخاصمت، اقلیتوں میں عدم تحفظ کا احساس، دنیا کے مختلف حصوں میں جاگیردارانہ نظام ایٹمی پھیلاؤ اور اسلحہ کی دوڑ نے خطے میں بے سکونی و بے چینی پیدا کر رکھی ہے۔

بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ

دنیا کی آبادی 6 بلین تک پہنچ چکی ہے گزشتہ پانچ برس میں ہماری آبادی میں پونے دو کروڑ نفوس کا اضافہ ہو چکا ہے اقوام متحدہ کی رپورٹوں کے مطابق بڑھتی ہوئی آبادی کا رجحان پاکستان جیسے ممالک کی سماجی اور اقتصادی ترقی اور عوامی فلاح و بہبود میں رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔ عالمی سطح پر بھی آبادی میں اضافہ ترقی پذیر ممالک کا حصہ ہے ہر سال 75 ملین نفوس کا اضافہ ہو رہا ہے۔ بہبود آبادی کے عالمی ادارے کے مطابق بہبود آبادی کے تمام منصوبوں کی کامیابی کی صورت میں بھی 2030ء تک دنیا کی آبادی دس بلین ہو جائے گی ورلڈ بینک کی ایک رپورٹ کے مطابق جو پہلے ہی بدترین قحطوں کا شکار ہے وہاں قابل کاشت رقبہ مزید کم رہ جائے گا جہاں تک اسوۂ حسنہ کی روشنی میں آبادی کا مسئلہ ہے تو قرآن یہ درست دیتا ہے اولاد کو غربت اور افلاس کے خوف سے قتل نہ کرو" مفسرین کے نزدیک اس سے مراد قبل از اسلام لڑکیوں کو غربت اور افلاس کے خوف اور دیگر وجوہات کی بنا پر زندہ درگور کر دیا جاتا۔ نیز اس سے مراد (Abortion) بھی ہے۔ حضور ﷺ کی تعلیمات سے یہ بھی ثابت ہے کہ رزق کے سرچشموں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور تمام مخلوق کا پالنہار بھی وہی ہے۔ جہاں دنیا کی آبادی بڑھ رہی ہے وہاں خوراک کی نئی نئی اقسام پیدا کی جا رہی ہیں اور دریافت ہو رہی ہیں۔

غربت کا مسئلہ

غربت دنیا کا سب سے سنگین مسئلہ ہے۔ ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق دنیا کے ترقی یافتہ ممالک دنیا کے وسائل کا 80 فیصد حصہ خرچ کر رہے ہیں جبکہ باقی 20 فیصد وسائل شہری دنیا کے ممالک استعمال کر رہے ہیں ان پسماندہ ممالک میں آبادی بھی زیادہ ہے۔ وہ غربت و افلاس کے منحوس چکر سے نکل نہیں پاتے۔ یہ ممالک انسان کی بنیادی ضرورتوں یعنی صاف پانی حفظان صحت اور تعلیم کی سہولتوں سے بھی محروم ہیں اگر فی کس 2500 حراروں کی ضرورت ہے تو بعض غریب ممالک میں غذائیت کی سطح اتنی کم ہے کہ 1500 حرارے فی کس ریکارڈ کیے گئے ہیں پاکستان کی مثال حاضر ہے دنیا میں آبادی کے

لحاظ سے آٹھویں نمبر پر ہے اور ہماری خواندگی کی شرح 35 فیصد ہے۔ 1990ء میں تیسری دنیا کی آزادی کا 29.7 فیصد حصہ غربت کی سطح پر زندگی بسر کر رہا ہے۔ تیسری دنیا کی 65 فیصد آبادی ایشیا میں واقع ہے ترقی یافتہ ممالک نے تجارت اور اقتصادی، میدان میں اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے۔ یورپ کے ممالک نے نوآبادیاتی دور میں محکوم ممالک سے دولت لوٹی۔ اپنے ہی ممالک کو مستحکم کیا۔ اسی طرح اقتصادیات کے میدان میں اپنا تسلط جمایا اور امیر سے امیر تر ہوتے چلے گئے۔ اگر ترقی پذیر ممالک ترقی کرنا چاہئیں تو یہ ممالک ان پر پابندیاں عائد کر دیتے ہیں اور کئی ممالک کو قرض دے کر سود میں پھانس لیتے ہیں یوں وہ ملک رہی سہی ترقی کھو بیٹھتا ہے۔ یہ معاشی ناہمواریاں سرمایہ دارانہ نظام کا شاخسانہ ہیں۔

اگر ہم اس مسئلے کا حل اسوۂ رسول میں تلاش کریں تو یہ حل ملتا ہے کہ نبی اکرم نے فلاحی مملکت کی بنیاد رکھی۔ جس کا مقصد فقر یعنی غربت کو ختم کرنا تھا۔ آپ نے زکواۃ و صدقات کے ذریعے غربت کی بیخ کنی کی۔ حضورﷺ نے مواخاۃ کا نظام قائم فرمایا اگر اسلام کا معاشی نظام کما حقہ قائم کیا جائے تو دنیا سے غربت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

ناخواندگی جہالت بیروزگاری

تعلیم کا فروغ اور جہالت کا خاتمہ عصر حاضر کی اہم ترین ضرورت ہے۔ تمام ممالک کوشاں ہیں کہ ان کے عوام علم کے نور سے منور ہوں۔ اقوام متحدہ بھی جہالت و ناخواندگی کے خلاف برسر عمل ہے ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں کرپشن، بدعنوانی جیسے جرائم لوگ زیادہ کرتے ہیں اور جب بڑی مالیاتی کمپنیوں کا دیوالیہ نکل جاتا ہے تو عوام بے روزگار ہو جاتے ہیں بے روزگاری کی اہم وجہ آبادی کا مسئلہ بھی ہے۔ آنحضورﷺ نے معلم اعظم بن کر عرب کی جاہل قوم کو علم و فن سے روشناس کرایا۔ آپ نے علم کو صدقہ جاریہ قرار دیا۔ اسلام کے نظام تعلیم سے عاصر حاضر میں بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے اس طرح انسانیت اعلیٰ اقدار سے روشناس ہوگی۔ آبادی کی کثرت، محدود وسائل اور خود کار صنعتی یونٹوں نے بے روزگاری میں اضافہ کر دیا ہے مگر آنحضورﷺ نے ہر انسان کو محنت کرنے کی تلقین فرمائی۔ اگر ہر انسان اپنے طور پر محنت کرے تو مطلوبہ میدان میں ترقی کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔

بیرونی امداد، جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام

بیرونی امداد ایک لعنت ہے۔ اس کا شکار دنیا کا تقریباً ہر ترقی پذیر ملک ہے۔ مختلف بین الاقوامی ادارے مثلاً ورلڈ بینک اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ وغیرہ پسماندہ ممالک قرضہ دیتے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کو ایک ارب کے بدلے گیارہ ارب واپس کرنا پڑتے ہیں آنحضورﷺ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور یہ کہ آپ نے سوال کرنے سے منع

فرمایا ہے اگر ترقی پذیر ممالک اپنی محنت پر بھروسہ کریں اور بیرونی امداد ترک کر دیں تو کافی حد تک اس سنگین مسئلے پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ چین، جاپان، کوریا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ دوسرا بڑا اہم مسئلہ جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کا ہے۔ یہ طبقہ سیاست پر چھایا رہتا ہے۔ ترقی یافتہ ملک ترقی پذیر ممالک پر قبضہ کر لیتے ہیں آج ساری دنیا میں طبقاتی تقسیم اور استحصال عروج پر ہے سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت نے اس وقت تمام دنیا کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے نبی اکرم ﷺ نے سرمایہ دارانہ نظام کے لیے کوئی جگہ نہ چھوڑی۔ اسلام کے اقتصادی اصول سرمایہ دارانہ نظام کو پنپنے نہیں دیتے۔ سودی کاروبار جو سرمایہ دارانہ نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ آنحضور ﷺ نے اس کو حرام قرار دیا برطانیہ جیسے ملک میں امداد محتاجگان کا قانون 1901ء میں بنام آنحضور ﷺ نے 1400 سال پہلے غریبوں کی امداد کا نظام مقرر فرمایا اگر حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل ہو تو یقیناً سرمایہ دارانہ نظام سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

نسلی امتیاز، آزادی نسواں اور عائلی نظام

آج کے دور میں معاشرتی مسائل میں نسلی امتیاز ایک بدترین مسئلہ ہے۔ برطانیہ اور امریکہ میں نسلی امتیازات موجود ہیں۔ وہاں ہوٹلوں اور چرچوں میں کالوں کو آنے کی اجازت نہیں۔ ہوٹلوں اور چرچوں پر یہ عبارتیں کندہ ہوتی ہیں:

"Blacks not allowed - If you black you should go back"

برطانیہ و امریکہ میں نسلی فسادات بھی ہوتے رہتے ہیں اور ان ممالک میں گوروں کے لیے علیحدہ یونیورسٹیاں، سکول اور کالج قائم ہیں۔ مگر آنحضور ﷺ نے فرمایا تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسلام میں مواخات کا نظام قائم ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا "کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔"

مغربی دنیا کا یہ پروپیگنڈہ بھی ہے اسلام میں عورت بے چاری، مجبور و لاچار ہے۔ مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ماڈرن عورت خود معاشرہ کے لیے دردِ سر بنی ہوئی ہے۔ اہل مغرب میں کچھ لوگ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جو حقوق عورت کو سورۃ نساء کی آیات ۷، ۱۱، ۶، ۱۷ کے ذریعے ملے ہیں وہ آج یورپ نے عورت کو دیئے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ مغربی ممالک میں خاندان کا نظام تباہی کے کنارے پر کھڑا ہے شرح طلاق خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے اگر یورپ، اسلام کے عائلی نظام پر ہاں کر لے تو یقیناً معاشرے پر اچھے اور گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔

ماحولیاتی آلودگی

جب سے دنیا میں صنعتی ترقی نے زور پکڑا ہے اسی وقت سے ماحولیاتی آلودگی نے دنیا میں جنم لیا۔ آج ماحولیاتی

آلودگی دنیا کے بڑے مسئلوں میں سے ایک ہے۔انسان نے ایجادات تو بہت کیں خلاؤں کو مسخر کیا مگر اپنی ایجادات کے مضر اثرات میں گھرتا چلا گیا دنیا میں موجود جتنی بھی الیکٹرانک چیزیں ہیں ان سے نکلنے والی زہریلی گیس اور سورج سے آنے والی گیسوں کے ساتھ تعامل کر کے اوزون کی تہہ کو خراب کر رہی ہیں اور اس کی اثرات حیوانی و انسانی زندگی پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔جنگلات کے ختم ہونے سے حیوانی زندگی زیادہ متاثر ہو رہی ہے۔لکڑی کی کٹائی کا کام تیزی سے جاری ہے۔جنوبی امریکہ میں بہت جنگل کے علاقوں کو صاف کر کے مویشیوں کے لانچ بنائے جاتے ہیں۔ترقی یافتہ ممالک کے کارخانوں اور فیکٹریوں سے نکلنے والا دھواں اور فاضل مادہ ماحول کو آلودہ کر رہا ہے اور صنعتی یونٹوں سے نکلنے والے زہریلے پانی کا اخراج سمندروں کی طرف ہے جس کی وجہ سے آبی حیات ناپید ہو چکی ہیں اور کئی کو ناپید ہونے کا خطرہ لاحق ہے اقوام متحدہ کی زیر نگرانی ورلڈ وائلڈ لائف کے کارکن اس مسئلے کو اب زیادہ سنجیدگی سے لے رہے ہیں۔آنحضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے "الطھور اسطر الایمان" اگر اس حدیث پر عملدرآمد ہو جائے تو دنیا جنت کا گہوارہ بن جائے گا۔

امن کا فقدان، انسانیت کا احترام:

دور حاضر میں سیاسی کشمکش اور عدم استحکام کی جتنی صورتیں پائی جاتی ہیں وہ اپنے دین سے دوری کا نتیجہ ہیں عہد حاضر کے مادہ پرستانہ، عیاری، مکاری، مفاد پرستی اور استحصال ہے۔آج پوری انسانیت کا مسئلہ بقا اور سلامتی کا ہے آج انسانیت کشت و خون کے دہانے پر کھڑی ہے عالمی سطح پر امن کا فقدان ہے انسان انسان کا دشمن ہے۔خطے میں ایٹمی پھیلاؤ اور اسلحہ کی دوڑ نے عالمی امن کو خطرے سے دوچار کر رکھا ہے۔اخوت و بھائی چارے کا فقدان ہے اقوام متحدہ بڑی طاقتوں کے آگے بے بس نظر آتی ہے۔بہر حال ان مسائل کے علاوہ منشیات کے مسائل عالمی سطح پر اس کی سمگلنگ، دہشت گردی، لاقانونیت اور روحانیت کا فقدان ایسے مسائل جن سے عالم انسانی ابھی تک دوچار ہیں۔اقوام متحدہ آج تک ان مسائل پر قابو نہیں پاسکی۔

حاصل کلام

اگر "یو۔این۔او" صرف آنحضرت کا خطبہ حجتہ الوداع بھی شائع کرتی تو اس کے عالمگیر اعلان سے بدرجہا بہتر ہوتا جو اقوام متحدہ نے انسانی حقوق پر مبنی چارٹر شائع کیا۔

اہل کتاب کو دعوت دی گئی کہ آؤ ہم سب ایک بات پر متفق ہو جائیں جو ہم میں پہلے ہی تسلیم شدہ ہے۔اس عالم انسانی کی بقا اسی صورت میں ممکن ہے جب ان تمام مذکورہ بالا مسائل ہیں آنحضور ؐ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوا جائے۔

بشرطیکہ غیر مسلم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی تاریخی نفرت اور تاریخی تعصبات کی گرفت سے آزاد ہو سکیں اور اسلام کے ان اصولوں اور اقدار کے مطابق انسانیت کی مشترک تقدیر کی تعمیر میں شریک کار کی حیثیت سے تعاون کریں۔

مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے لیے یہ بات اہم ہے کہ انہیں مسلمانوں کی اس ذمہ داری کا کماحقہ اندازہ ہو اور احساس ہو جو ان کے نظریہ اور دین کی رو سے امن اور تعاون کے ایک عالمی نظام کے قیام، اس کی نگرانی اور اس کی محافظت کے سلسلہ میں مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے۔ اسلامی نظام عالم وہ نظام ہے جس میں تمام افراد اور قوموں و گروہوں کی اپنے اپنے عقائد کے مطابق زندگی بسر کرنے کی پوری آزادی اور مفاہمت اور احترام کی بنیاد پر باہم تعاون کرنے کا حق حاصل ہے۔ صرف اسی طرح کا انداز فکر فلسفہ انسانوں کو ایک دوسرے سے قریب اور باہم مربوط کر سکتا ہے۔ اس حد تک وسیع کہ انسانی گروہوں کے درمیان پڑوسیوں کی سطح سے لے کر پوری انسانیت پر مشتمل عالمی امت واحدہ کی سطح تک قابل عمل سیاسی اصول اور قانون کی بالادستی قائم ہو سکے یہی واحد درست اور عملی راستہ ہے جو امن، سلامتی، تعاون اور شراکت عمل پر مشتمل قابل عمل عالمی نظام کی منزل تک پہنچا جا سکتا ہے۔ لازمی ہے کہ مسلمان سب سے پہلے خود اپنی بصیرت و فراست کی بازیابی، اپنی نفسیاتی اور تہذیبی صحت و توانائی کی بازیابی اور اپنی اخوت و وحدت کی بازیابی کی جدوجہد شروع کریں۔ انہیں از سرِ نو اپنی بہترین فکر اور بہترین اصول فکر اور ان پر مبنی اداروں کا قیام عمل میں لانا ہوگا۔ انہیں سب سے پہلے خود اپنی تعمیر و تشکیل میں اخلاص، حقیقت پسندی و افادیت کا ثبوت دینا ہوگا۔ قبل اس کے کہ دوسروں کی نگاہ میں احترام و قعت حاصل ہو۔ اور اس کے نتیجے میں وہ ایک بہترین اور گہوارۂ امن دنیا کی تعمیر میں مفید تر کردار ادا کر سکیں۔

وما علینا الا البلغ المبین

مصادر و مراجع

۱۔ تفہیم القرآن۔ مصنف ابوالاعلی مودودی جلد اول ص
ادارہ ترجمان القرآن سن اشاعت۔۱۹۹۱۔ مطبع بیلہ پرنٹنگ اینڈ پیکجنگ کارپوریشن لمیٹڈ

۲۔ معارف الرآن مصنف مولانا شفیع محمد صاحب جلد دوم۔ ص۔۹۷۔ ۹سن اشاعت ربیع الاول ۱۴۱۰ اکتوبر ۱۹۸۹ء
مطبع احمد پرنٹنگ کارپوریشن۔ اہتمام محمد مشتق ستی

۳۔ تدبیر القران مصنف امین اصلاحی۔ جلد دوم ص ۱۱۳۔۱۱۲ مطبع مکتبہ جدید پریس ناشر ماجد خاور سن اشاعت ۲۰۰۱

۴۔ تفسیر فی ظلال القرآن اردو۔ جلد اول
مصنف سید قطب شہید مترجم مولانا ساجد الرحمان صدیقی ایم اے ص ۴۵۶۔ ۴۵۷ سن اشاعت ۱۹۸۹ء
مطبع زاہد بشیر پرنٹنگ پریس ناشر اسلامی اکادمی۔

۵۔ امریکہ مسلم دنیا کی بے اطمینانی گیارہ ستمبر سے پہلے اور بعد۔ مصنف پروفیسر خورشید احمد سن اشاعت ۲۰۰۳ ص ۳۱۔۳۰
ناشر انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز

۶۔ مسلمانوں پر امریکی یلغار مصنف محمد اسلم صف ۳۰۔۳۲۔۱۶ سن اشاعت ۲۰۰۱۔ ناشر وفا پبلیکیشنز

۷۔ روگ سٹیٹ مصنف ولیم بیلم
بدمعاش امریکہ۔ مترجم سید ناصر علی۔ ص ۱۶۔ سن اشاعت جنوری ۲۰۰۳۔ ناشر صبیح پبلیکشنز

۸۔ مذاہب عالم مصنف احمد عبداللہ
ص ۱۸۲۔۱۸۳۔۱۸۴۔۱۸۵۔۱۸۶۔۱۸۷۔۱۸۸۔۱۸۹۔۲۸۹۔۲۹۰۔۲۹۱ سن اشاعت ۲۰۰۲
مطبع سعادت آرٹ پریس

۹۔ اسلام اور حقوق انسانی مصنف خواجہ عبداللہ اختر ص ۶۷۔۶۸

۱۰۔ جدید دور کے مسائل اور ان کا حل قرآن و سیرت طیبہ کی روشنی میں مصنف ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی
ص ۲۰۔۲۱۔۲۲۔۲۳۔۲۴۔۲۵۔۲۶۔۲۸۔۲۹۔۳۰۔۳۱۔۳۴ سن اشاعت ۱۹۹۸ء مطبع سنگ میل پبلی کیشنز

۱۱۔ ہمیں دنیا کو تباہی سے کیسے بچانا چاہیئے۔ مصنف۔ نامعلوم۔ چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر
ص ۵۸۔۵۹۔۷۴

۱۲۔ مغربی تمدن کی ایک جھلک مصنف سید مجتبی موسوی لاری۔ ترجمہ روشن علی۔ ص ۷۵۔۸۳

۱۳۔ اسلام اور بین الاقوامی تعلقات منظر اور پس منظر۔ مصنف۔ عبدالحمید احمد ابوسلطان۔ صف ۲۰۔۲۵۔۱۰۔۱۱

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت، ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیماتِ اسلام اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

مسز کلثوم ارشاد بانو۔ سیالکوٹ

باحوالہ آیت کریمہ

"قل یآ اھل الکتب تعالو ا الی کلمته سواء بیننا و بینکم . (آیت ۶۴ آل عمران پارہ ۳)

"(اے رسولؐ) کہہ دو کہ اے اہل کتاب ایک بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔"

آج کی دنیا کا سب سے بڑا اور پیچیدہ مسئلہ یہی ہے کہ "جدیدیت" یعنی دورِ جدید کے تقاضوں کے ساتھ مطابقت کیسے پیدا کی جائے۔" اور اس کے لیے زیادہ تر مذہب اور جارحیت میں باہمی تعلق کی ضرورت کو محسوس کرنا وقت کی عین ضرورت ہے۔ بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت کا تصور کوئی نئی بات نہیں ہے۔ آج سے پہلے بھی اس تصور کے حوالے سے کافی پیش رفت کی گئی اور ایسے آگے بھی ہوتا رہے گا جب تک کہ اس تصور کو تخیلاتی و نظریاتی خول سے نکل کر عملی میدان میں نہ اپنایا جائے۔

ابتدا ادیان سے لے کر آج تک بہت سے مناسب و ادیان کے پیروکار اپنے اپنے نظریات و اقتدار کے بل بوتے پر آپس میں برسرِ پیکار رہے۔ ان مذاہب میں سب سے زیادہ یہودیت، نصرانیت، عیسائیت، وسیت، زرتشتی، بدھ مت وغیرہ بہت مقبول رہے لیکن ظہورِ اسلام کے بعد ان تمام مذاہب کی اہمیت اور عروج کو نقصان پہنچا۔ یہودیت و عیسائیت دو بڑے مذاہب کی حیثیت سے آج بھی دنیا میں رائج ہیں اور یہ دونوں ہی "اہلِ کتاب" کے حوالے سے معروف ہیں۔

آسمانی مقدس کتب کا نزول توریت، زبور انجیل اور قرآن پاک کی صورت میں ہوا اور یہ چاروں کتب اپنے ادوار کے بڑے اولی العزم پیغمبروں پر نازل کی گئیں وحی کی صورت میں۔ زبور حضرت داؤدؑ، توریت حضرت موسیٰؑ، انجیل جیسے بائبل یا اناجیل بھی کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ اور اس کے علاوہ صحیفہ جات بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پیغمبروں تک بھیجے گئے۔ قرآن پاک ہمارے ہادی برحق حضرت محمدؐ پر وحی کی صورت میں نازل کیا گیا۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت داؤدؑ پر جو کتب الہامی نازل کی گئیں ان سب میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کا پیغام انسانوں کو ان اولی العزم پیغمبروں کے ذریعے پہنچایا۔ ان انبیاءؑ نے اللہ کے پیغام کو اس کی مخلوق تک پہنچانے

کا کام بالکل بمطابق مشیت ایزدی کے کیا اور وہ تمام تر صعوبتیں اور مشکلات برداشت کیں جوان کی قوم نے ان پر اس حق کے پیغام کو پہنچانے کے عوض دیں۔ یوں تو رب کائنات نے اپنی مخلوق کی راہبری و تربیت کے لیے ازل سے لے کر خاتم المرسلین کے ظہور تک ایک لاکھ چوبیس ہزار رسول بھیجے جو گاہے بگاہے کسی خاص قوم اور خاص خطہ کے لیے ہی مخصوص رہے اور انہوں نے اللہ کی وحدانیت کا پیغام اہل زمین تک پہنچایا۔ لیکن نسل انسانی کی یہ تمام تر اقوام ازل سے ہی خدا کے پیغام اور اس کی وحدانیت کے اقرار سے گریز کرتی رہیں اور انبیاء اور پیغمبروں کو ایذا دینا اور انہیں ڈھونگی یا فریبی کہہ کر خدا کے قہر کی حقدار ٹھہرتی رہیں۔

یہودیت و عیسائیت آج کے دور کے بھی دو بڑے مذاہب میں شمار ہوتے ہیں لیکن ان مذاہب کی بنیاد اپنے انبیاء کے پیغام و ہدایت کی وہ تصویر نہیں ہے بلکہ ان مذاہب میں انسانی ضرورتوں اور خواہشات کی آمیزش نے ان کی آفاقی حیثیت کو تاراج کر دیا ہے۔

یہودی حضرت موسیٰؑ کی نبوت سے انکار کرتے ہیں۔ وہ عزیز کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اسی طرح عیسائی حضرت عیسیٰؑ کا انکار کرتے ہیں اور انہیں خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ جبکہ حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ نے صرف اللہ کی وحدانیت کی تبلیغ کی ہے۔ جبکہ مسلمان اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو نہ صرف اپنا نبی برحق مانتے ہیں بلکہ قرآن پاک پر مکمل ایمان اور آپ کی نبوت و شریعت پر کامل ایمان کے ساتھ آپ محمد ﷺ کے نبی آخر الزمان ہونے کی شہادت کا اقرار بھی کرتے ہیں اور تمام تر سابقہ انبیاء رسول اور پیغمبر جو خدا کی طرف سے ہدایت انسانیت پر مبعوث ہوئے۔ پر ایمان اور سابقہ الہامی کتب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی اعتقاد کا اظہار کرتے ہیں کہ قرآن پاک کے بعد تمام تر الہامی کتب منسوخ ہو چکی ہیں۔

دین اسلام اس وقت تمام تر پائے جانے والے ادیان میں سے افضل اور کاملت کا حامل ہے کیونکہ یہ دین کسی شخص یا گروہی افکار پر مبنی کسی دستاویز یا پالیسی پر مبنی نہیں ہے بلکہ اسے خالق کائنات نے خود قرآن پاک کی صورت میں اپنے محبوب مبلغ سردار الانبیاء محمد ﷺ پر نازل کیا جنہوں نے اس دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے فقط احکام الٰہی کے مطابق عمل کیا۔ دین اسلام تمام تر سابقہ ادیان کی نسبت بہت تیزی سے پھیلا اور قائم بھی رہا۔ یہاں تک کہ آج چودہ سو برس گزرنے کے بعد بھی کوئی فرد نہ تو قرآن پاک میں کوئی ترمیم کر سکا اور نہ ہی شریعت محمدی ﷺ کو منسوخ کر سکا کیونکہ قرآن اور حضرت محمد ﷺ آنے والے تمام تر زمانوں کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔

روئے زمین پر نسل انسان کے مابین تصادم اور نفاق آج بھی برپا ہے ایک طرف تو جدید دنیا میں کسی صحت بخش نظریہ کا فقدان ہے اور دوسری طرف ایک ایسے نظریئے کی ضرورت ہے جو زندگی کے مسائل کو صحت مند بنیادوں پر حل بھی

کرے اور انسانی مادی ترقی کو اس کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال بھی کرے تا کہ شخصی وگروہی انتشار، سماجی بے چینی، معاشرتی کشمکش اور مذہب کے نام پر ہونے والی چپقلش پر قابو پایا جاسکے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مذہب انسان کی سب سے اہم اور بنیادی ضرورت ہے اسی لیے تاریخ انسانی میں کوئی معاشرہ کوئی قوم وتمدن اس سے بے نیاز نظر نہیں آتی۔

انسانی تجربے سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ترک مذہب سے انسان اخلاقی و مادی دونوں اعتبار سے تباہ ہو جاتا ہے ویسے تو مذاہب کی صحیح تعداد کا تعین بڑا دشوار گزار ہے لیکن آج کے دور کے بڑے بڑے مذاہب میں ہندومت، بدھ مت، یہودیت، عیسائیت اور اسلام ہی ہیں۔ اور ان میں اہل کتاب کے حوالے سے صرف یہودیت اور عیسائیت اور دین اسلام ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں ان مذہب کی کیا حیثیت ہے؟ کیا یہ اپنی اصلی الہامی شکل میں موجود ہیں؟ اور کیا ان سے دو جدید کے بدلتے تقاضوں کے حوالے سے مفید راہ عمل اختیار کی جاسکتی ہے؟ اور کیا یہ انسانیت کے لیے مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتے ہیں؟

ان تمام تر سوالوں کے جوابات کے لیے کسی لمبی چوڑی اور پیچیدہ مراحل پر مبنی تحقیق کی بھی ضرورت نہیں بلکہ ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن پاک سے استفادہ کرلیا جائے جس میں سابقہ اہل کتاب مذہب اور ان کی اقوام کو خطاب کیا گیا ہے۔

ا۔ پہلے سوال کا جواب کہ آج ان مذاہب کی کیا حیثیت ہے کا جواب ہے کہ یہودیت اور عیسائیت کے پیروکار آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ یہودیت کی بنیاد دو عقائد ہیں:

اول خدا کی وحدانیت

دوم بنی اسرائیل کا خدا کی منتخب اور مخصوص امت ہونا یہودیوں کی مذہبی کتاب توراۃ، تمام الہامی کتب میں اللہ کی وحدانیت کا تصور موجود ہے۔ لیکن بعد میں جگہ بہ جگہ اضافے اور ترامیم کی وجہ سے عقیدے کمزور اور ماند پڑتے گئے اور اس طرح یہودیت بھی آج توحید کے خالص نظریئے سے محروم ہو چکی ہے۔

یہودی اپنی نسلی اعتبار سے بنی اسرائیل کہلاتے ہیں اور حضرت یعقوبؑ کے اولاد ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ یہ خدا کے منتخب بندے ہیں جو غلط ہے لیکن بے بنیاد نہیں کیونکہ قرآن میں البقرہ کی (آیت البقرہ ۴۷) میں ارشاد ہے کہ

یٰبنی اسرائیل اذکرو نعمتی التی انعمت علیکم و انی فضلتکم علی العالمین

اے بنی اسرائیل! میری نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمہیں دیں اور یہ کہ میں نے تمہیں پوری دنیا پر فضیلت دی۔

لیکن قرآن ہی کے حوالے سے دوسری جگہ رب کائنات فرماتے ہیں کہ یہ فضیلت کسی نسلی یا ذاتی امتیاز کی بدولت نہیں بلکہ خدا نے انہیں اسلام کی دعوت کو ساری دنیا تک پہنچانے کے فریضہ پر معمور کیا ہے اور جب انہوں نے اس فریضہ سے روگردانی کی تو اللہ نے انہیں اس فضیلت سے محروم کر دیا۔

توراۃ کا اصل اور اطلاق ان پانچ کتب پر ہوتا ہے جو کوہ سینا پر حضرت موسیٰؑ کو ملی تھیں یہ آج سے تقریباً سو تین ہزار سال پہلے نازل ہوئی اس دور میں کتب کو ضبط تحریر میں لانے کے لیے کوئی مربوط طریقہ کار رائج نہ تھا بلکہ اکثر تختیوں پر درختوں کی چھال وغیرہ پر انہیں کندہ کر لیا جاتا تھا۔ اور اسی طرح کی تحریریں وقت کی طوالت اور جنگی بنیادیں میں کس طرح محفوظ رہ سکتی ہیں۔ محدود ذرائع نشر و اشاعت اور جا بجا بدلتے ادوار اور مختلف افراد اور گروہوں نے ان کتب میں اپنی من مانیوں کے بل پر بہت سی بنیادی تبدیلیاں کیں اور ظاہر ہے انسانی اغراض و حرص کے تحت کی جانے والی تبدیلیاں الہامی احکامات پر کبھی حاوی نہیں ہو سکتیں اس لیے یہ کتب اب منسوخ ہو چکی ہیں اور جب قران حکیم اس وقت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت کی طرح آخری الہامی کتاب کی صورت میں نازل ہوا تو سابقہ تمام ادیان اور کتب فطری طور پر منسوخ ہو گئے۔

اسی طرح عیسائیت موجود دور کی تقریباً 35 فیصد آبادی پر مشتمل ہے۔ یہ بھی یہودیت کی طرح ابراہیمی مذاہب کی شاخوں میں سے ایک ہے اور اس کا اور یہودیت کا بھی گہرا تعلق ہے کیونکہ یہودیت میں یہ تصور موجود تھا کہ ایک با اختیار شخص پیدا ہوگا جو بنی اسرائیل کی راہنمائی کرے گا (حضرت مسیحؑ) حضرت عیسیٰؑ کے دور میں تو یہودیوں نے آپؑ کو جھٹلایا لیکن آپؑ کے بعد عیسائیت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔

عیسائیوں کی مذہبی کتاب ''انجیل مقدس'' یعنی بائبل جو کہ عہد نامہ جدید اور عہد نامہ قدیم پر مبنی ہے عہد نامہ جدید چار اناجیل۔ متی، لوقا۔ مرقس اور یوحنا پر مشتمل ہے اور اس کے علاوہ اور بھی اناجیل اور چند خطوط اس میں شامل ہیں۔ ان سب میں باہمی اختلاف اور انحرافات موجود ہیں جس کی وجہ سے ان کو مستند حیثیت نہیں دی جا سکتی اور اس کے لیے قرآن کا دعویٰ بالکل درست ہے کہ موجودہ مسیحیت حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم نہیں ہے بلکہ اس کی تحریف شدہ شکل ہے۔ اور اس وقت عیسائی تین بڑے فرقوں میں منقسم ہیں۔

1۔ تقلید پسند

2۔ رومن کیتھولک

3۔ پروٹسٹنٹ

کیونکہ یہودیت اور عیسائیت دونوں ہی اپنی سابقہ الہامی کتب وا پنے قوم کی طرف معبوث کردہ انبیاء کی مخالفت

کرتے رہے اور بعد میں ان اصل کتب میں ترامیم اور انحرافات کردیئے اس لیے ان مذاہب میں معاشرے کے لیے صرف اخلاقیات اور مادیت پرستی جیسے نظریات کے فروغ کی گنجائشیں شامل کردی گئی ہیں جن کی بنیاد پر آج یہ مذاہب دور جدید کے تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل نہیں رہے ان کی حدود محدود ہیں۔

اس لیے صرف دین اسلام ہی مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتا ہے صرف اور صرف دین اسلام اپنی اصلی حالت میں آج بھی موجود ہے اور قرآن پاک چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی نہ محمد ﷺ کی شریعت اور دین الٰہی اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں اور تاقیامت رہیں گے دین اسلام توحید الٰہی اور محمدؐ کی رسالت اور قیامت جسے روز جزا کہا جاتا ہے پر ایمان واعتقاد کا نام ہے۔توحید یہ ہے کہ خدا واحد ہے لاشریک ہے پوری کائنات کا خالق بھی ہے اور مالک بھی۔

محمدؐ اس کے رسول اور نبی آخرالزماں ہیں۔آپ پر نبوت ختم ہے۔قیامت کا دن مقرر ہے جس دن تمام انسانوں کا حساب کتاب ہوگا۔ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا ہے۔

یہودیت اور عیسائیت ''اہل کتاب'' ضرور ہیں لیکن وہ اپنی اصل واکمل حالت میں موجود نہیں یہودیت میں توحید کا نظریہ کسی حد تک موجود ہے۔

یہ ادیان اہل کتاب سابقہ کا ایک مختصر سا تعارف ہے تفصیل میں مزید جانے کی شرائط بحث اجازت نہیں دیتی اس لیے اس مقصد موضوع کی طرف بحث کا رخ موڑنا زیادہ مناسب ہے۔

بین المذاہب اتحاد وہم آہنگی کی غرض وغایت کو بحوالہ قرآن آیت مبارکہ ۶۴ بمطابق آل عمران پارہ ۳ روشنی ڈالنا ہے اور اس آیت مبارکہ کے مطابق اہل کتاب کو مخاطب کیا جارہا ہے کہ وہ اس بات کی طرف آئیں جو مسلمان اہل کتاب (القرآن) اور یہود ونصاریٰ (سابقہ الہامی کتب) کے مابین مشترک ہے۔

اور کیا چیز ان مذاہب یا ادیان الہامی میں مشترک ہے صاف ظاہر ہے وہ ہے توحید۔

خدا رحمان کی وحدانیت کا اقرار وایمان کیونکہ الہامی ادیان کی تعلیمات میں توحید سے ہٹ کر کچھ نہیں ہے۔

یہاں بات دور جدید کے تقاضوں کی متقاضی ہے۔آج کے جدید دور میں جو کہ انتہائی اعلیٰ فنی وتکنیکی دور ہے اور اس دور میں حدود وفاصلے کوئی معنی نہیں رکھتے۔پوری دنیا اس وقت اس تکنیکی انقلاب کی بدولت عالمگیریت کے نظریئے کی طرف رواں دواں ہے جس میں تمام تر دنیا' کی مختلف اقوام وممالک ایک معاشرہ یا ایک کمیونٹی کا درجہ اختیار کرتے جارہے ہیں۔جس طرح نئی نئی اختراعات نے فاصلوں کو مٹا کر بلکہ سمیٹ باہمی روابط کو آسان بنادیا ہے اسی طرح نئے نئے افکار ونظریات نے ثقافتوں' تہذیبوں وتمدنوں کو باہم ضم کردیا ہے مشرق ومغرب کے ادغام سے کیا کیا تبدیلیاں یا مسائل پیدا ہوتے ہیں یہ ایک

الگ بحث ہے لیکن ابھی بھی مذاہب وعقائد کی بنا پر اقوام ومعاشرے نظریاتی انحراف پر ٹکے ہوئے ہیں۔

حالانکہ اہل مذاہب میں تفریق کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی کیونکہ عالمگیریت کے تصور نے اسے بہت متاثر کیا ہے۔

لادینیت کے اثرات ورجحانات کے اثر کو ختم کرنے کے لیے مذاہب کا باہمی اتحاد بہت ضروری ہے۔

سوال یہ ہے کہ آخر عالمی اتحاد جو بین المذاہب ہو آخر اس کی ضرورت کیا ہے؟ حالانکہ اس ترقی یافتہ جدید دور میں جہاں فاصلوں کی اہمیت نہیں رہ گئی وہاں پر اتحاد وہم آہنگی تو خود بخود آجانی چاہیے' لیکن یہ بات اس قدر آسان نہیں کیونکہ اول تو اتحاد یا ہم آہنگی فاصلوں یا جدید ترقی یا تکنیکی اختراعات کی محتاج نہیں ہوا کرتی۔

زمانے کی یہ تمام ترجدت یا ترقی مادیت پر مبنی ہے اور اس کی بنا پر انسانی اجتماعی زندگی میں جو ترقی یا تبدیلی ہے وہ ذرائع اور وسائل کی دنیا میں ہے۔ مقاصد اور اصول واخلاق کی دنیا میں کوئی تبدیلی یا خاطر خواہ ترقی نہیں کیونکہ مقاصد زندگی' اخلاقی اصولوں اور اقدار حیات کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

لہٰذا اتحاد وہم آہنگی ایسی ہی اقدار حیات ہیں جن کی ضرورت نسل انسانیت کو پہلے بھی تھی اور آج بھی ہے۔ Globlization تبھی ممکن ہوسکتی ہے جب ہمہ گیر امن کا قیام ممکن ہوگا۔ نظریاتی انتشار اخلاقی پستی کو مٹانے کے لیے مذہبی عقائد واقدار کا دامن تھام لیا جائے۔ آج دنیا میں ہر طرف انتشار' بے چینی' بدامنی' اخلاقی گراوٹ فروغ پارہی ہے کیونکہ اقوام عالم اپنے اپنے مذہبی عقائد سے بے بہرہ ہو چکے ہیں۔

دین اسلام آفاقی امن کا داعی ہے لیکن مسلمان بھی باہمی نزاع کا شکار ہیں دوسرے مذاہب واقوام بھی اس خرابی کی لپیٹ میں ہیں اس لیے بین المذاہب اتحاد قائم ہونا وقت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تہذیبیں وثقافتیں بدل سکتی ہیں زمانے بدل سکتے ہیں لیکن مذہب وعقائد الہامی زمانے کے ساتھ نہیں بدلتے۔

تمام اہل کتاب مذاہب میں ''توحید'' کا عقیدہ مشترک ہے اور اسے زمانے کے ساتھ بدلا نہیں جاسکتا ہے اس لیے تمام اہل کتاب مذاہب کو عقیدہ توحید کے تحت اتحاد قائم کرنا چاہیے۔

اس اتحاد کے لیے دین اسلام اور اسوۂ رسول محمدؐ (ﷺ) کی تعلیمات ہی ایک ایسا راستہ فراہم کرتی ہیں جن کی روشنی میں آج بھی بین المذاہب اتحاد انسانی فلاح وبہبود وترقی کے لیے قائم کرنے میں آسانی ہوسکتی ہے۔

جب قرآن اللہ کا حکم سناتا ہے کہ

''اے رسول کہہ دو کہ اے اہل کتاب ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔''

یعنی اے اہل کتاب آؤ عقیدہ توحید کی طرف جو اہل کتاب مذاہب (یہود۔ عیسائی) میں مشترک ہے اور آؤ تمہیں

دعوت ہے کہ مشترکہ لطیف نقاط پر استدلال کرو اور اگر چند لوگ اس سے روگردان ہوں اور تمہارا ساتھ نہ دیں تو مایوس مت ہو جاؤ بلکہ ایسی کوشش کرو کہ جس قدر مشترک اہداف و مقاصد تم ایک دوسرے کے ساتھ رکھتے ہو اتنی تو جان کاری حاصل کر لو تا کہ انسانی فلاح و بہبود کے تقاضے پورے کیے جاسکیں۔ اگر مشترک ہدف عقیدہ توحید کو ہی سامنے رکھا جائے تو غور کرنے کی بات ہے کہ جب انسان خدا کی توحید کا اقرار کرتا ہے تو اس اقرار کے ساتھ فطری طور پر خدا واحد کے تمام تر احکامات کی پیروی کرنا اس کے لیے لازم ہو جاتا ہے اور خدا بزرگ و برتر کے احکامات والہامی قوانین نسل انسانی کی بقا کے لیے ہر زمانہ میں کارآمد ہیں۔ زمان و مکان بدل سکتے ہیں۔ فطری والہامی تقاضے و احکامات نہیں بدلتے۔

اقرار توحید کے بعد حکم خداوندی کی تعمیل میں انسانی بقا، انسانی اتحاد، مذہبی اتحاد، معاشرتی و سماجی، سیاسی اتحاد، نظریاتی انتشار و بے راہ روی، ان سب برائیوں اور بگاڑ کی سمت کو درست زاویے پر لانے کے لیے احکامات و قوانین ہیں ہم آہنگی، یگانگت واتحاد کے لیے نظریاتی قربتوں کی ضرورت ہے۔

اہل کتاب مذاہب کے علاوہ بھی ادیان دنیا میں قائم ہیں ان کے پیروکاروں میں بھی تمام تر بگاڑ کی صورتیں موجود ہیں انہیں بھی عالمگیری اتحاد کے سائے میں لانے کے لیے عمل پیہم کی ضرورت ہے۔

اسلام کی تعلیمات میں تمام تر زمانوں اور تمام تر عالم اقوام کے حالات کے مطابق اصول و قوانین کی جو لچک دار اور دائمی حدود ہیں وہ تمام نوع انسان کے معاشروں کے لیے مکمل ضابطہ حیات کا فریم ورک فراہم کرتے ہیں

ہمارے نبی برحق محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی پوری زندگی آپ کا عمل یعنی سنت رسول ہمارے لیے قرآن کے احکامات اور تعلیمات کی تربیت کے لیے عملی نمونہ ہے۔ اسوۂ رسولؐ کے تحت عمل کرنے سے ہر مشکل مرحلہ کا بہترین حل آج بھی تلاش کیا جاسکتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے نبی برحق کی سیرت پاک کا وسیع النظر و وسیع قلب ہو کر جائزہ لیں آپؐ نے اپنے آپ کو تمام عالم کے لیے عمل کے طور پر پیش کیا جس میں انفرادی و اجتماعی مسائل کا ہر پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ معاشرتی، معاشی، مذہبی، سماجی و سیاسی سطح کے ہر پہلو کے لیے ہمیں سیرت پاک لائحہ عمل فراہم کرتی ہے۔

محمد مصطفیٰ ہادی برحق کی تمام تر زندگی بچپن، لڑکپن، جوانی، بڑھاپا پوری کائنات کے لیے ایک عظیم درسگاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کا بچپن ایک عام بچہ کی طرح نہیں بلکہ نہایت ہی منفرد انداز کا تھا جس میں آپؐ والدین کی بھرپور شفقت سے محرومیت کے باوجود بے حد پرسکون، مہذب و مؤدب نظر آتے ہیں۔ دادا اور چچا کے زیر سایہ لڑکپن اور جوانی جیسے پرآشوب و پرخار دور میں بھی آپؐ میں خاص ٹھہراؤ، شخصیت میں اعلیٰ ارفع وقار، مساجد، پرخلوص، باکباز، راست گو، نیک طبع و نیک شعار، خوش الہان و خوش گفتار، زمانہ ساز، دوراندیش، اعلیٰ اخلاقی محاسن کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز، عاجز و انکسار، متین و ایماندار، ہمدرد و غمگسار

غرضیکہ وہ تمام اعلیٰ ترین خوبیاں آپ کی ذاتِ اقدس میں بدرجۂ اتم موجود تھیں جو کسی ایک انسانی پیکر میں ہونا ناممکن ہیں۔

عہد نبوت سے پہلے کی زندگی کے چالیس برس گویا بغیر ثبوت کی ودیعت کے ہی آپ کی زندگی تمام تر نسل عالم انسانی کی تربیت و تعلیم کیلئے ایک عظیم درسگاہ کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے اور جب خدا کی طرف سے نبوت کا عندیہ آپؐ کے آتا ہے تو گویا آپؐ ان اعلیٰ ترین محاسن کے اعلیٰ درجوں سے بھی زیادہ ممتاز ہو کر افضل و کاملیت کے مدارج میں داخل ہو جاتے ہیں۔

عہد نبوت سے قبل بھی اردگرد کے افراد و کفار و مشرکین ایک طرف تو آپ سے برسرِ پیکار رہے تو دوسری طرف آپؐ کے اعلیٰ محاسن کا اپنی زبانوں سے اقرار بھی کرتے رہے۔ نبوت سے قبل آپؐ نے توحید کا پیغام اپنے کردار عمل سے اہل عرب و قریش مکہ تک پہنچایا اور عہد نبوت کے بعد بھی آپؐ نے دین الٰہی کیلئے دن رات کے ہر قول و فعل کے اعتبار سے خود کو وقف رکھا۔

نشر و اشاعت اسلام کے لیے آپؐ نے ہر طبقہ فکر کے ساتھ اپنے اعلیٰ محاسن کے بل پر نبرد آزمائی کی جس میں ذرا برابر بھی زیادتی کا ثبوت نہیں ملتا۔

دین اسلام کی اشاعت میں جو تیزی سے فروغ حاصل ہوا وہ صرف اور صرف محمدؐ کی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی بدولت ہے۔ زمانے کی سختیوں اور چیرہ دستیوں کا مقابلہ آپؐ نے نہایت صبر و تحمل و بردباری سے برداشت کیا۔ دین اسلام کے برملا اعلان کے بعد اہل عرب میں تیزی سے اسلام کی طرف رغبت پا لینا صرف و صرف آپ کی اعلیٰ اخلاقی زندگی کی بنا پر ہے۔

آپ سے قبل عرب یا بین الاقوامی مروت و تعلقات کا کوئی واضح تصور نہیں تھا۔ قبائل و مختلف اقوام باہمی جنگ و قتال میں اپنی طاقت و اثر و رسوخ کے بل پر کمزوروں اور بے بسوں پر اپنا جبری تسلط جما لیتے تھے۔ آپس کے معاہدوں یا وعدوں کی پاسداری ان کے لیے بے معنی تھی۔ ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول کی خاطر ہر جائز و ناجائز طریقہ استعمال کرنا عام تھا۔

لیکن محمدؐ جب مامور رسالت ہوتے ہیں اور دین اسلام کو تمام تر عالمین کے لیے بہترین دین کے طور پر مکمل ضابطہ حیات کی صورت میں پیش کرتے ہیں تو آپؐ کے مطابق اسلام کی اصل روح یہ قرار پاتی ہے کہ

ایک دوسری اقوام سے علیحدگی یا بے تعلقی انسان کی انفرادی یا معاشرتی زندگی کے لیے نقصان دہ ہے آپ کو یہ ناپسند تھا کہ قومیں ایک دوسرے سے نظریاتی دوری اختیار کریں۔

اس لیے سرکار دو عالم محمدؐ نے انسانی مساوات عدل و انصاف اور اصول و ضوابط کی مربوط اور جامع تعلیم دی نہ صرف تعلیم دی بلکہ عملی طور پر معاشرے میں مساوات، عدل و انصاف کے تمام تر محاسن کو معاشرے میں قائم کر کے مثالی کردار ادا کیا۔

تمام تر دوسرے مذاہب خواہ وہ اہل کتاب اور غیر اہل کتاب تھے آپؐ کے دور میں انہیں آزادی مذہب، آزادی رائے، حاصل تھی اس کے ساتھ ساتھ ان کے املاک و جان کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اسلامی حکومت کے ذمہ داری تھی۔

آج کے اس دور میں جب ہم مذاہب افراد بھی ایک دوسرے سے دور دور ہیں اور دوسرے مذاہب بھی ایک دوسرے سے خائف اور نبرد آزما ہیں تو ایسی صورت حال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم جو دین اسلام کے ماننے والے ہیں اللہ کے رسول ؐ کی سنت کی پیروی کریں اور تمام مذاہب کو ایک ایسے پلیٹ فارم پر مجتمع کرنے کی سعی کریں تاکہ دنیا میں پھیلی نفرت اور انسانیت پر ڈھائے جانے والے مظالم کی روک تھام کے لیے مل کر اقدامات کرنے کی صورت پیدا ہو۔

یہ تو حقیقت ہے کہ اتحاد و ہم آہنگی کی بدولت امن عالم قائم کرنے میں آسانی ہوسکتی ہے لیکن امن کا حصول عدل و انصاف قائم کیے بغیر ممکن نہیں۔ عدل و انصاف اسوہ رسول ؐ کی روشنی میں یہ ہے کہ ہر طبقہ فکر ہر فرد کی شخصی و اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے ہر سطح پر ایسے ضابطے بنائے جائیں جن کے تحت کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

اسلام کہتا ہے کہ اقوام عالم کے مابین اخوت و برادرانہ تعلقات اور حسن معاشرت کے قیام کے لیے باہمی رواداری کے تحت متوازن اور معتدل ضوابط قائم کیے جائیں۔

اسوۂ رسول ؐ کی روشنی میں تو حالت جنگ کے لیے اصول و قاعدے کی ضرورت ہے۔

اہل کتاب مذاہب اسلام و مسیحیت کے بانیوں میں حسبی و نسبی تعلق جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا دونوں سلسلے حضرت ابراہیم (علیہ الصلوۃ والسلام) تک پہنچتے ہیں۔ اور ان دونوں مذاہب میں صرف ایک خدا کی پاک ذات کو ہی قابل پرستش بنایا گیا ہے اور یہ ایک ٹھوس اساس ہے۔ دونوں گروہوں کے قرب و اتحاد کے لیے قرآن پاک میں حضرت عیسیٰؑ کے مذہب اور ان کی امت یہود و مشرکین کے مقابلے میں پوری حمایت کی ہے۔ قرآن عیسائی ایمانداری اور نیکوکار عبادت گزاروں کو خدا ترس و زاہد تسلیم کرتا ہے۔ حضرت محمدؐ نے عیسائیوں کو ہر ایک تکلیف شرعی سے معاف رکھنا اور اپنی اور مسلمانوں کی طرف سے ان کی حفاظت اور حمایت کی پالیسی مرتب کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ہدایت قرآن کے مطابق دوستی کا ایک نمونہ ہے اس طرح کے امور ہی اسوہ رسول ؐ کی روشنی میں یگانگت و ہم آہنگی پر دلالت کرتے ہیں۔ حضرت محمدؐ نے بحکم الٰہی یہودی و عیسائی اور صابئی کو نہ صرف حق پر قائم کیا بلکہ ان کو اپنی اطاعت مذہبی سے بھی مستثنیٰ قرار دیا اور علی الاعلان فرمایا۔

''بے شک وہ جو ایمان لائے ہیں اور وہ جو یہودی ہیں اور وہ جو نصاری (مسیحی) ہیں اور وہ صابئی ہیں ان میں سے ہر وہ شخص جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور عمل صالح کرتا ہے تو ایسے لوگوں کیلئے ان کے رب کے پاس اجر ہے ان کیلئے نہ تو ان پر خوف کا تسلط ہوگا نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔'' (القرآن البقرہ ۶۲)

بائبل میں یہ کچھ اس طرح ہے:

''خدا کسی کا طرف دار نہیں بلکہ ہر قوم میں جو اس سے ڈرتا ہے اور راست باز ہے وہ اس کو پسند ہے''

(بائبل اعمال برسل باب ۱۰ آیت ۳۵)

لہٰذا حضرت محمدؐ نے مسیحیوں کی تو خاص تعریف فرمائی اور ان پر اعتماد بھی کیا اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب آپؐ پر آپؐ کے ماننے والوں پر مشرکین مکہ نے مصائب و آلام کی انتہا کر دی تو آپؐ نے ان افراد کو حبشہ کے عیسائی بادشاہ کی طرف سے روانہ کر دیا حضرت ام سلمہ راوی ہیں کہ "بادشاہ کے زیر سایہ اس کی مملکت میں ہم عزت و امن کے ساتھ رہے۔" شاہ حبش کی اسی اثنا میں ایک مخالف قوم کے ساتھ جنگ چھڑ گئی تو مہاجرین مکہ نے اس میں بادشاہ کی طرف سے جنگ کرنے کی آمادگی کا اظہار کیا لیکن شاہ حبش نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ "تم ہمارے مہمان ہو" اور تمام مہاجرین نے اس جنگ میں شاہ حبشہ کی فتح کے لیے دعائیں کیں۔

آپؐ سرکار محمدؐ کا طریقہ کار تھا کہ جب بھی کسی عیسائی سے ملنے کا موقع آیا تو آپ نے دوستانہ طریقہ کار اختیار کیا اور ان کی عزت و توقیر کی۔

اہل کتاب کے ساتھ کھانے پینے کو بھی قرآن نے جائز قرار دیا۔ (قرآن ۵:۵)

حضورؐ نے حضرت عیسیٰؑ کی شان اور توصیف میں بحکم خدا ایسے ارشادات فرمائے جو انجیل مقدس کے کلمات سے بعض اوقات بڑھ چڑھ کر ہیں۔ آپؐ نے حضرت مریمؑ کی عصمت اور روح القدس کے ذریعے سے حاملہ ہونے کو بھی صریح الفاظ میں تسلیم فرمایا اور حضرت عیسیٰؑ کو قرب قیامت میں پھر ظہور ہونے کو تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ ہر ایک مسلمان کو ان باتوں پر ایمان لانے کا حکم دیا۔

اسلامی فتوحات کے بعد ہجرت حبشہ میں آرام و آزادی یہ دو ایسے امور تھے کہ مسلمانوں نے انہیں (عیسائی) دینوی اور دینوی آزادی دی امن دیا اور ان کے علماء و مشائخ کو رعایتیں دیں معاہدات کو قائم رکھنا انہیں جنگی قوانین سے مستثنیٰ رکھا گرجا کو مسجد کی طرح محترم قرار دیا رسول اکرم محمدؐ نے تو وفات کے وقت جہاں اہل بیت کی رعایت و محبت کی وصیت فرمائی وہاں یہ بھی حکم دیا کہ "اہل الذمۃ" کے معاملے میں میری سفارشوں اور رعایتوں کو قائم رکھنا ان کے ساتھ نیکی و بھلائی سے پیش آنا معاہدات کی پاسداری کرنا' اسلام نے بہت سے حقوق مسیحیوں کو ایسے دیے جو دوامی ہیں مثلاً اگر دشمن ان پر حملہ کرے گا تو ان کی طرف سے مدافعت کی جائے گی۔ جزیہ خود محصل آ کر لے گا ان کی جان اموال' قافلے' کاروان' تجارت اور زمینیں وغیرہ دیگر کی حفاظت کی جائے گی۔ روحانی پیشواؤں کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھا جائے گا ان سے عشر نہ لیا جائے گا جو مذہب وعقیدہ پہلے سے تھا اسے بدستور رہنے دیا جائے جو حقوق انہیں پہلے سے حاصل تھا وہ ہرگز زائل نہ ہوں گے۔ جو لوگ اس وقت موجود نہیں یہ احکام ان کے لیے بھی ہیں۔

ایک روایت یہ بھی موجود ہے کہ محمدؐ نے فرمایا کہ اہل کتاب بیویوں کوان کے مذہب تبدیل کرنے پر جبر کرو نہ ان کی عبادت میں روک لگاؤ، ان کے گرجے جانے میں ان کی مدد کرو اور یہ رعایتیں تب ہی قائم ہوتی ہیں جب اتحاد و ہم آہنگی کو فروغ حاصل ہو۔

نفاق سے تو دنیا فساد و بدنظمی کا شکار ہو جاتی ہے جبکہ اہل اسلام اور اہل کتاب کو عام طور پر سب کے ساتھ نیکی بھلائی کرنے اور روحانی اقدار کے حصول کے لیے سیدھے سادھے راستے متعین ہیں۔ مسیحیت اور اسلام میں ایمان کی اور عقیدہ کی بنا پر کافی قربت اور اتحاد کی گنجائش موجود ہیں۔

اسلام کی ہدایات میں تو تمام زمانوں اور اقوام کے حالات کے مطابق لچکدار قوانین موجود ہیں اور عقل و دانش کی روشنی میں ان سے کاملیت پر مبنی مطابقت قائم کی جاسکتی ہے انسانی فطرت میں جس قدر مذہبی استعداد کار موجود ہے اسلام اس کی جدید ترین ترقیوں کا آئینہ دار ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام کی روایات میں جو اسالیب فکر ہیں وہ زمانہ جدید سے مطابقت نہیں رکھتے۔ وہ صرف اسلام کو سطحی یا قیاسی آرا کے تحت سمجھ پاتے ہیں اگر ہدایات و تاریخی اعتبار و حوالہ جات کو عادلانہ انداز میں تحقیق و جائزے کے ذریعے سے سمجھا جائے تو اسلام کی ہمہ گیریت تمام تر اخلاقی تقاضوں سے فراخدلانہ رواداری کے تحت افضل و اکمل ثابت ہوگی۔ دنیا کے جن تمام مذاہب نے ضمیر انسانی پر حکومت کی ہے ان میں حضرت محمدؐ کا پیش کردہ اسلام نظام و دین ہے دین اسلام نے عام انسانی ذہنوں کو سادہ اور پر اثر طریقہ سے متاثر کیا ہے جبکہ دیگر دوسرے مذاہب میں اثر پذیری اور انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی صلاحیتیں ہی ناپید ہیں۔

پیغمبر اکرم محمدؐ سے بڑھ کر کوئی اس امر کا اندازہ و احساس نہیں کر سکتا کہ اس ترقی پذیر اور روز افزوں بدلتی دنیا میں جس کے اجتماعی و اخلاقی مظاہر ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں نت نئی ضرورتیں پیدا ہوتی رہیں گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ قرآن حکیم انسانی فطرت کو یقین واضح مدلل راہ دکھائی نہ دے سکے تو اس صورت میں قرآن کے قانون کے بعد واضح دلائل سنت رسول سے مل پائیں گے اور اگر ان دونوں سے واضح مدلل حالات سے منطبق راہ سمجھ نہ آسکے تو پھر قرآن اور سنت رسول کی روشنی میں استدلال کے بعد اجتہاد سے راستہ تلاش کرو جو کسی طرح سے بھی قرآن اور سنت سے انحراف نہ رکھتا ہو۔

اہل کتاب اور دیگر مذاہب کے ساتھ اتحاد و ہم آہنگی پیدا کرنے اور اسے قائم کرنے کے لیے جس طرح حضور اکرمؐ نے ہدایت کے لیے حکیمانہ و حلیمانہ انداز اپنایا اور ضرورت کے بعض بہترین انداز سے بحث و مباحثہ و تنقید کا دل نشین سلیقہ پیش کیا اسی طرح کے انداز کو استوار کرنے کی وقت کی عین ضرورت ہے۔ حریفانہ اور مناظرانہ انداز و افکار سے گریز کر کے خلوص و محبت کے جذبات و خوش گفتار اسلوب کی تاثیر ہی ہم آہنگی کے تصور کو پیدا کر سکتی ہے اور اس کو فروغ دے سکتی ہے۔

آج کے اس جدید دور میں تمام تر دنیا ایک سیاسی و معاشرتی انتشار کی لپیٹ میں ہے ہر ملک و قوم اندرونی و بیرونی خلفشار کے باعث طاقت و اقتدار کے توازن کو حاصل کرنے کی تگ و دو میں ہے انسانی آبادیاں بے ہنگم اور بے پناہ مسائل اور وسائل و ذرائع کی کمی کا شکار ہیں دولت کا توازن بگڑ کے انحطاط پذیری کی طرف مائل ہو چکا ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی سست روی کی طرف گامزن ہے۔ کہیں اسلام و جہاد کے نام پر خون ریزیاں جاری ہیں کہیں کفر و الحاد کے نام پر۔

حاکم و محکوم کے مابین ربط منقطع اور بداعتمادی کا شکار ہے۔ عدل و انصاف کی دھجیاں بکھری پڑی ہیں۔ نفسا نفسی طول پکڑ رہی ہے۔ خاندان و معاشرے بکھر رہے ہیں تو قومیں کس طرح نہ زوال پذیر ہوں خاندان و افراد باہم نفاق کا شکار ہیں تو قوم کس طرح اتفاق کے دھارے پر آئے گی۔ اپنوں کی بجائے اغیار پر اعتماد و بھروسہ کیا جا رہا ہے تو پھر کس طرح اتحاد و ہم آہنگی پیدا ہو یہ سب مسائل مادیت کے پیدا کردہ ہیں ہر خطہ زمین پر انسان کی وقعت انحطاط کی طرف مائل ہے ہر مذہب و ہر نظریہ کا حامل جبر و استبداد کے شکنجے میں ہے اس لیے اس وقت ہمیں ضرورت ہے باہمی اتحاد کی ایمانی اتحاد کی مذہبی اتحاد کی گروہی و لسانی اتحاد کی نظریاتی و فکری اتحاد کی تہذیبی و تمدنی اتحاد کی محبت و مئودت، خلوص و الفت، مروت و راست بازی، صداقت و دیانتداری کے اتحاد کی تاکہ اقوام عالم، نسل نوع انسانیت کی بقا کے لیے جبر و استبداد، ظلم و بربریت، لاقانونیت، بداعتمادی جیسے دیوہیکل حالات سے جنگ کر کے عالم انسانیت کو سکون و اطمینان دے سکیں۔ جبر و استبداد و ظلم و بربریت کے خلاف لڑائی میں تمام مذاہب کا اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے اس لیے آیت کریمہ۔ قل یاھل الکتب۔۔۔ کے حوالے سے ان اہل کتاب مذاہب سے اتحاد کی نوید دیتی ہے۔ جو اسلام کے ساتھ عقیدۂ توحید جیسے بنیادی پہلو پر باہم مشترک ہیں تاکہ معاشرتی و نوع انسانی کی فلاح و ترقی کے حصول کیلئے مشترکہ مفادات و اہداف پر ممکنہ عمل سے دنیا میں امن کو قائم کیا جا سکے۔ اور وہ اہداف جن میں اشتراک ممکن نہیں ان پر وقت اور قوت کا ضائع کرنا عقل مندی نہیں۔

سیرت طیبہ محمدؐ کی روشنی میں اور قرآن کے احکامات کی روشنی میں سب سے بہترین عبادت اور توحید پرست ہونے کے لیے حقوق العباد کی ادائیگی بہترین عبادت و عمل میں شمار ہوتی ہے۔

اگر دنیا کے تمام تر مذاہب بمعہ اسلام مل کر صرف ''حقوق العباد'' یعنی بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے ہم آہنگ ہو کر عملی اتحاد کا نمونہ پیش کریں تو پوری دنیا میں مذہبی اور غیر مذہبی یعنی اہل کتاب اور غیر اہل کتاب اقوام و ملت میں رواداری اور مساوات اور عدل و انصاف و احسان و رواداری جیسے محاسن پیدا ہو سکتے ہیں جس سے بین الاقوامی بین المذہبی امن قائم ہو سکتا ہے امن کی جدید دنیا میں بے حد ضرورت ہے۔ امن کا قیام اتحاد کا عملی ثبوت ہو سکتا ہے۔ ذاتی اغراض و مقاصد کو یکطرفہ رکھ کر گروہی و اجتماعی مفاد کے لیے برسرپیکار رہنا خدا کے نزدیک ایک بہترین عبادت ہے۔

جس طرح یہودی خود کو خدا کا چہیتا سمجھتے ہیں لیکن خدا نے انہیں یہ فضیلت اس لیے سونپی تھی کہ وہ تمام اقوام کو توحید کا پرچار کریں لیکن انہوں نے حکم الٰہی کی نافرمانی کی اور پھر ظہور اسلام اور رسول اکرمؐ کے معبوث ہونے کے بعد تمام تر سابقہ ادیان و کتب منسوخ ہوگئیں اس حوالے سے مسلم امہ کی اب یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمام اقوام عالم کو دین الٰہی کی تبلیغ کریں اور شریعت محمدیؐ اور سنت رسولؐ کی پیروی کرتے ہوئے نسل انسانیت کی فلاح و بقا کے لیے غیر مذاہب کو اتحاد و یگانگت کے علم تلے مجتمع کریں اور اخلاقی اقدار کے ذریعے دین اسلام کی اہمیت کو اجاگر کریں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ اقوام اسلام کے علم کے سائے میں حلقہ بگوش ہوں۔

اسلام اور سیرت رسولؐ نے تبلیغ اسلام میں جبر و تشدد سے کام نہیں لیا بلکہ تبلیغ اس طرح کی کہ ہر کوئی ذاتی پسند کے ذریعے حلقہ بگوش اسلام ہو کیونکہ دین میں کوئی جبر نہیں اور پھر قرآن خود کہتا ہے۔

لا اکراہ فی الدین (آیت البقرہ ۲۵۶) "دین میں کوئی جبر نہیں"

اس بین المذاہب اتحاد کے لیے سیرت پاک کی تعلیم سے ہی ہمیں راہ عمل مل پاتی ہے کیونکہ موجودہ دیگر مذاہب کے شارعوں اور بانیوں اور مبلغوں کی سیرتوں کے تمام صفحے پڑھ لیں دلچسپ تصویریاں ضرور ملیں گی۔ دلآویز حکایات بھی ہوں گی۔ خطیبانہ و بلند و پرزور مقرر اور فصاحت و بلاغت کی عمدہ مثالیں بھی ملیں گی لیکن عملی کام اور احکام و نصائح کا کردار و فعل نہیں ملے گا یہ صرف اور صرف اکملیت و جامعیت کے مربی اسلام کے مبلغ عظیم محمدؐ کے عمل سے ہی ملے گا اس لیے اطاعت رسولؐ بہت ضروری ہے۔

القرآن: **وما ارسلنک من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ**"

ہم نے جس رسول کو بھی بھیجا اسی لیے بھیجا کہ اذن خداوندی کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے۔

القرآن: **من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ**

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی (النساء۔۸۰)

القرآن: **لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ**

(مسلمانو) تمہاری پیروی کیلئے رسولؐ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

اسلام جغرافیائی حدود و قیود کا پابند نہیں بلکہ اس کا مقصد اولین ایک عالمی انسانی برادری قائم کرنا ہے جس میں نسلی، گروہی، قومیتی، لسانی، رنگ و وطن جیسے امتیازات کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

فرق کی بنیاد تقویٰ اور ایمان ہیں۔حدیث مبارکہ کے تحت پوری انسانیت کو''عیال اللہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

لہٰذا اسلام پوری عالمی انسانی برادری کی تنظیم کا داعی ہے اور ہر تنظیم اتحاد و یگانگت کے ہر پہلو کے اعتبار سے منظم و بہترین ہوتی ہے۔غیر مذاہب و غیر اقوام سے بھی حسن سلوک کا روا رکھنا سیرت محمدیؐ اور خدا کی تعلیمات پر مبنی ہے۔

دین اسلام اور اسوۂ رسولؐ کیونکہ الہامی اور روحانی تعلیمات و قوانین کا منبع ہیں اور مکمل ضابطہ حیات عالم نوع بشر کے لیے فراہم کرتے ہیں اس لیے جب بھی غیر اہل کتاب یا اہل کتاب سے روابط، تعلقات استوار کیے جائیں گے تو اس اتحاد و ہم آہنگی کے قیام میں ہمیشہ اس بات کو اہمیت دیتا۔وقت و فطرت کی اہم ترین ضرورت ہوگی کہ یہ اتحاد و ہم آہنگی کو کچھ اس طرح قائم کی جائے جس سے مذہب اسلام کی اصل روح پر کوئی ضعف نہ لگے بلکہ دین اسلام اپنی اکملی اور جامع انداز فکر و اسلوب کی اصلی حالت میں افضل نظر آئے دوسرے مذاہب سے ممتاز نظر آئے کیونکہ یہ خاصیت تو صرف دین اسلام کے حصے میں ہی آئی ہے کہ جب کسی دوسری قوم یا دوسرے مذاہب کے ساتھ روابط و اتحاد کی صورت میں پیش آئی حضرت محمدؐ نے مقابل والوں کو بہترین حقوق معاشرتی و معاشی فراہم کیے جن سے ان کی اپنی شناخت بھی برقرار رہی اور دین اسلام کی افضلیت پر بھی آنچ نہیں آئی اور وہ دوسری قومیں بھی اپنے حقوق کے حصول سے خوش رہیں اور نہ صرف خوش رہیں بلکہ انہوں نے دین اسلام سے اس قدر اثر پذیری حاصل کی کہ آخر کار اس کے دائرہ میں خود کو حلقہ بگوش کر لیا۔

اس لیے اتحاد و ہم آہنگی کی ضرورت وقت اور جدید زمانے کی ضرورت ضرور ہے لیکن اس عملی اتحاد و یگانگت کے حصول و قیام کی خاطر اس کی افضل حیثیت کو برقرار رکھنے کا بھی پوری طرح سے اقدام ہونا چاہیئے۔

ایک مسلمان جب بھی اتحاد کی طرف دوسری قوم کے لیے قدم بڑھائے گا ی جہتوں کے حصول کے لیے باہمی اشتراک و عمل کے لیے مل جل کر گروہی، معاشرتی، خاندانی، قومی، بین الاقوامی کیے ہیں جن سے انسانی فلاح و بہبود مربوط ہے انہیں باہمی اتحاد و ہم آہنگی کے ذریعے فروغ دیا جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ نوع انسان ان سے مستفید ہو بہی اتحاد کرے۔

یہ اتحاد اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں یورپامی اور بین المد اہداف ترقی جو دوسری اقوام نے حاصل کیے ہیں وہ اعلیٰ مدارج معاشرتی جن جن اقوام نے وضع اور مشرق و مغرب میں جدید تکنیکی ترقی کا جو سیلاب آیا ہے اس سے تمام اقوام مل کر باہمی فوائد حاصل کریں۔وہ سکے۔

> ''جس طرح اسلامی نظام کے تحت سرکار دو عالم محمدؐ نے جنگی قیدیوں کے ذمے یہ فرض سونپا تھا کہ وہ جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں وہ دوسرے مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں اور اس کے عوض انہیں آزاد کر دیا جائے گا۔''

یہ ایک ایسی قربت اور معاشرتی فلاح کا اقدام ہے کہ تمام اقوام اس طرح کے اہم ترین امور میں ایک دوسرے کے ہیم کار بن سکتے ہیں۔

گویا بین المذاہب اتحاد و ہم آہنگی کی ضرورت و اہمیت ہی اس بات پر مبنی ہے کہ

1۔ عالم انسان باہمی نفاق و تصادم کو مٹائیں۔

2۔ فلاح و بہبود و ترقی و اجتماعی وسیع مفاد کو مد نظر رکھیں۔

3۔ پورے عالم انسانی کیلئے حقوق العباد کی ادائیگی عقیدہ توحید اور حکم الٰہی کے مطابق عمل میں لا کر امن قائم کیا جائے۔ عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق۔۔۔

"قل یا اھل الکتابِ تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم" کے حوالے سے دور جدید میں

بین المذاہب عالمی اتحاد ویگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت

(تعلیمات اسلام اور اُسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں)

میمونہ فدا

دنیا کی موجودہ ابتری اور تباہی کا اصلی سبب یہ ہے کہ جس رفتار سے دنیا میں سائنس نے ترقی کی ہے اس رفتار سے انسان کے شعور نے ترقی نہیں کی۔ سائنس کی ترقی کا تو یہ عالم ہے کہ انسان نے ساری جغرافیائی حدبندیاں توڑ ڈالیں۔ اپنی نت نئی ایجادوں اور مشینوں کے زور سے اس وسیع زمین کو ایک مکان کے صحن کی طرح مختصر کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود انسانی ذہن کا یہ حال ہے کہ دنیا اب تک قوم پرستی اور وطن پرستی سے نجات حاصل نہیں کر سکی۔

مشرق ہو یا مغرب، مسلمان ہوں یا غیر مسلم، افراد ہوں یا معاشرہ سب ایک مصیبت میں گرفتار ہیں وہ یہ کہ ان پر ایک ایسی مصیبت مسلط ہو گئی ہے جس نے ان کے دلوں کا اطمینان چھین لیا ہے۔ خود غرض، مادیت پرستی، نفسانیت وہوس کو معاشرہ کی رگ رگ میں پیوست کر کے ان کی زندگیوں کو جہنم بنا ڈالا ہے۔ انسانیت فرقوں، گروہوں اور پارٹیوں میں بٹی ہوئی ہے ہر فرقہ کے اندر مزید فرقے، ہر پارٹی کے اندر مزید پارٹیوں کا لامحدود سلسلہ ایسا ہے کہ صحیح معنوں میں دو آدمیوں کا اتفاق واتحاد بھی ایک افسانہ بن کر رہ گیا ہے۔

تاریخ عالم میں صدہا محاربات کا باعث جو چیزیں بن چکی ہیں وہ اقوام کا تعصب مذہبی ہے مذہب کی حقیقی تعلیمات کے بالکل برخلاف عموماً ہر مذہب کے پیرو دوسرے مذہب کے پیرووں کو عداوت ونفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور ہر وقت اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ جس طرح ممکن ہو انہیں نیچا دکھا کر اپنے مذہب کا علم بلند کیا جائے۔ دنیا میں اب تک جتنی خونریزیاں تعلیمات مذہب کے غلط معنی لے کر اور نفس کی خباثتوں کو مذہب کا جامہ پہنا کر کی گئی ہیں اتنی شاید کسی دوسرے موثر کے ماتحت نہ ہوئی ہوں۔ موجودہ دور اسی طرح کے فتنوں سے بھرا پڑا ہے اور روز بروز مختلف نوع کے فتنے جنم لے رہے ہیں، ایک فتنہ ابھی ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے امن اور دستوریت محض مذہبی منافرت اور مناقشت کی وجہ سے معرض التوا میں ہے۔ لہٰذا اس پر آشوب دور میں اتحاد ویگانگت کی جس قدر ضرورت ہے وہ اصحاب دانش وبینش پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

اتحاد و ہم آہنگی دراصل کسی قوم کے صحت مند رویئے کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ یہ اسقدر معقول، ضروری اور مقتضائے فطرت ہے۔ جس طرح صحت کی فکر، حسن کا ذوق اور حسن عمل کی سعی۔ اتحاد کے دراصل معنی یہ ہیں کہ ایک دوسرے کا ادب ملحوظ رہے اور باہم نفع رسانی کی کوشش رہے۔ اتحاد و ہم آہنگی لے کر فکر کا نام ہے یہ یگانگت کی سوچ اور احساس ہے۔ اس کی جستجو تب ہی ممکن اور موثر ہوسکتی ہے جب یہ سمجھ لیا جائے کہ نوع انسانیت ایک وحدت ہے تمام ممالک ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں، مادر گیتی سب کی مشترک ماں ہے، وہ کرۂ ارض کے کسی خطہ میں آباد ہو سب کو ایک ہی منزل تک پہنچنا ہے، تمام اقوام مختلف ایک ہی اصل انسانیت کی شاخیں اور ایک ہی حقیقت کے مختلف مظاہر ہیں، سچا محب وطن وہ ہے جو اپنی قومیت میں انسانیت ہی کا عکس دیکھے لیکن کیا ممکن نہیں کہ وہ دوسری قوموں میں بھی یہی عکس دیکھے۔ کیوں نہ موت سے پیشتر زندگی ہی میں سب ایک دوسرے کو متحد سمجھیں۔

دنیا کی بہت بڑی آبادی مذہبی افراد پر مشتمل ہے جن کے لی لیے علم و عقل، فلسفہ و منطق کا کوئی فتویٰ حجت نہیں ہو سکتا۔ اگر واجب العمل احکام ہیں تو صرف مذہب کے۔ ان کی تسکین اگر ہوسکتی ہے تو محض ارشادات مذہب سے ضرورت ہے کہ ان سے تخاطب کے وقت ان کے عقاید و باطنی احساسات کا بھی لحاظ رکھا جائے۔ گفتگو کی ابتدا کرتے وقت بین المذاہب مشترکہ اور متحد کرنے والے نکات زیر بحث لائے جائیں تا کہ یگانگت کا احساس ہو۔

بحث اور دعوت اتحاد کا یہی طریقہ عنوان بالا میں دی گئی آیت کریم " **قل یاھل الکتاب تعانوا الٰی کلمته سوآء بیننا وبینکم**" اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اختیار فرمایا ہے۔ سورۂ آل عمران کی یہ ۶۴ ویں آیت جو کہ مکمل آیت کچھ اس طرح ہے:

> **قل یاھل الکتب تعالوا الٰی کلمته سوآی بیننا وبینکم لاتعبدالا اللہ ولا نشرک به شیاء ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابامن دون اللّٰہ فان تولو فقولوا اشھدو ابانا مسلمون(۶۴)**

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے اے رسول کہ ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں، نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو رب بنائیں پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ساتھ اتحاد و اجتماعیت کے اظہار کے لیے انہیں ''یا اھل الکتاب''

کے خطاب سے پکارا ہے۔اور اہل کتاب کے ہر گروہ کے بہترین عناصر کو بہترین اسلوب کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے۔اس دعوت میں عقلی استدلال بھی موجود ہے۔قرآن کا طرز استدلال وہی ہے جو کہ ہر انسان کا تسلیم شدہ طرز استدلال ہے۔اس میں اہل کتاب اور وہ لوگ جنہوں نے مخالفت کے محاذ کھول رکھے ہیں ان کے بہترین احساسات وجذبات کو حرکت میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔بحث کا یہ طریقہ قرآن کے قرارداد وہ طریقہ کے بالکل مطابق ہے۔جس کی اس نے آیت کریمہ

ادع الی سبیل ربک بالحکمتہ والموعظتہ الحسنتہ (النحل ۱۸)

''اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے دعوت دو'' میں تلقین فرمائی ہے۔

اس طریقہ ''حکومت ودعوت کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ اگر مخاطب سے بحث کے لیے کوئی مشترک بنیاد مل سکتی ہو تو اسی پر گفتگو کو آگے بڑھایا جائے۔خواہ مخواہ اپنی انفرادیت کی دھونس جمانے کی کوشش نہ کی جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب قیصر روم کو دعوت کا خط بھیجا جو عقیدے کے اعتبار سے عیسائی تھا تو یہی آیت لکھ کر بھیجی۔اہل نجران کا ایک وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے دین کی دعوت پیش فرمائی آپ کی دعوت کی بنیاد یہ تھی کہ جس عقیدے پر ہم اور عیسائی مشترک ومتحد ہیں وہاں سے بات کا آغاز کریں۔

یہ صرف کلمہ سواء یا نقطہ اشتراک ہی ہے جو اہل کتاب کو اتحاد ویگانگت کی ایسی لڑی میں پروسکتا ہے کہ جس کا ہر موتی اپنی جداگانہ چمک دمک کے علاوہ اجتماعی لحاظ سے بھی لڑی کی خوبصورت سے خوبصورت تر بناتا ہے۔اس کلمہ سواء یا نقطہ اشتراک کو سمجھنے کے لیے ایک نئے ذہن کو بروئے کار لانے اور ایک دوسرے کے متعلق اپنے نقطہ نظر کو صاف کرنے کی ضرورت ہے جو کہ مسلمانوں اور دوسرے اہل کتاب کے درمیان واقع ہے ہمارا کلمہ سواء ذیل کے مشترک نکات سے بنتا ہے۔

عیسائی، یہودی اور مسلمان تینوں خدا پرست گروہ ہیں۔تینوں کے ہاں آخرت کا تصور موجود ہے، تینوں کی عبادات کا طرز ملتا ہے، تینوں کے نزدیک بنیادی اخلاقی اقدار یکساں ہیں۔تینوں کی مذہبی تعلیمات ایک ہی الہامی سرچشمہ سے ماخوذ ہیں۔اور مسلمان جملہ انبیاء کو ایک ہی عظیم صداقت اور ایک ہی دین کے علمبردار مانتے ہیں۔تمدنی حیثیت سے دیکھیں تو اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان ذیل کے نقطہ ہائے اتحاد موجود ہیں:

☆ مغربی تمدن نے علم اور سائنس کی ترقی کی جو راہیں کھولی ہیں۔مسلمانوں کا خالص نقطہ نظر ان ترقیوں کا قدر شناس ہے اور اسلامی نظریات اور روحانیت کے ساتھ ساتھ اپنے تمدن میں اس افادیت کو جگہ (تھوڑی سی حدود کے ساتھ) دے سکتا ہے جس میں مغرب نے عروج حاصل کیا ہے۔دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام دین اور نظام ہونے کی وجہ سے زیادہ وسعت ظرف رکھتا ہے۔

☆ جمہوریت کے جن اصولوں کے ساتھ مغربی تمدن نے سیاسی ہئیتیں استوار کی ہیں۔ پیروان اسلام کی فکر میں وہ پہلے سے شامل ہیں، بلکہ ان کا مکمل ترین مظاہرہ کرتے ہیں۔

ماحول کی مطابقت میں

☆ عالمی کھچاؤ اور بحران کو پیش نظر رکھئے تو اس کا حل تلاش کرنے میں بھی دو وجوہ سے مسلمانوں کا تعاون مغرب کے اصلاح پسندوں کے لیے زیادہ قیمتی ہوسکتا ہے۔

☆ اگر مغرب سنجیدگی واخلاص سے سوچے تو امن عالم کے مسئلے میں جتنا تعاون مسلمان بہم پہنچا سکتے ہیں اتنا اور کسی عنصر سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ یہی گروہ اتنی محبت انسانیت رکھتا ہے۔ اور جہانِ وحدت کے لیے ایسی اصولی بنیادیں رکھتا ہے کہ اگر ایسے کام کرنے کا پوری طرح موقع ملے تو بین الانسانی تصادموں کا انسداد ہوسکتا ہے مستقبل کے عالمی نظام کی تعمیر کے لیے اصول واقدار کا مسالہ وافر حد تک مل سکتا ہے۔

☆ مادیت کی دو انتہا پسندانہ اشکال یعنی سرمایہ پرستی اور کمیونزم دونوں کا مقابلہ کرنے اور ایک درمیانی راہ عدل پر انسانیت کو لانے کے کام میں اسلام اور اس کے پیروؤں ہی سے کچھ زیادہ امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔ اسلام کی دعوت فی الحقیقت اتحاد کی دعوت ہے اسلام تو دنیا کی تمام قوتوں کو متحد کر کے دنیا میں امت اسلام کے نام سے ایک عظیم امت قائم کرنے کے لیے آیا ہے۔ کوئی افریقی ہو یا امریکی، روسی ہو یا چینی، ہندوستان میں پیدا ہونے والا ہو یا عرب سرزمین پر بسنے والا، فارسی بولتا ہو یا انگریزی کوئی بھی رنگ ہو اس کی کھال کا۔ اسلام کا پیغام ان سب کے لیے ہے۔ زمان ومکان کی قید سے بالاتر ایک عالمگیر پیغام ہے۔

اگر کوئی شخص اسلام کو بحیثیت مجموعی دیکھے تو یہ کسی جگہ بھی انگلی رکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیز کسی خاص قوم، قبیلے کے لیے یا نسل، طبقے یا مفاد کے لیے ہے یہ تو پورے کا پورا دین اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ یہ انسانوں کے لیے ہے اور اس کی نظر میں وہ سب انسان یکساں ہیں جو اس کے اصول قبول کر کے ان کی دی ہوئی عالمگیر برادری میں شامل ہو جائیں۔

کلام اللہ تو بہت پہلے نوع انسانی کو واللہ المشرق والمغرب کی نوید سنا چکا ہے اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے چنانچہ

قرآن حکیم کی پہلی آیت الحمدللہ رب العالمین ہے اور آخری سورہ الناس ہے جس میں اللہ تعالیٰ پوری نسل انسانیت کا رب ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں اجتماعیت کا ذکر کس حد تک موجود ہے اس کا اندازہ ہمیں یاایھا الناس ، یا بنی آدم اور یاایھا الانسان جیسی آیات سے بخوبی ہو جاتا ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''ہر ایک نبی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے اور میں تمام سرخ وسیاہ اقوام کی طرف بھیجا گیا ہوں (اسلم، باب المساجد)

ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک قوم کے لیے نہیں بلکہ جمیع اقوام کے لیے مبعوث فرمائے گئے ہیں اور دین اسلام کسی ایک ملک یا وطن کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے سارے دینوں کے لیے۔

آفرینش عالم سے لے کر آخری پیغمبر تک جتنے بھی سچے معلمین خدا کی طرف سے حق وصداقت کی اشاعت پر مامور ہوئے بلا استثناء سب کا مذہب اسلام ہی رہا ہے اور اسلام ہر کالے اور گورے پر اترا۔ توحید اور وحدت کی دعوت انسانی اجتماع کو تمام انبیاء نے دی۔ جس طرح یہاں آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا کہ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اعلان فرمایا:
وامرت ان اکون من المسلمین (یونس۔۷۲) حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں آتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ اسلیم (فرمانبردار ہوجا) تو انہوں نے فرمایا اسلمت لرب العلمین (میں رب العالمین کیلئے فرمانبردار ہوگیا) (البقرہ ۱۳۱)

حضرت ابراہیم و یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی فلا تموتن الا و انتم مسلمون (البقرہ ۱۳۲)

تمہیں موت اسلام پر آنی چاہیئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی توفنی مسلما (یوسف ۱۰۱)

مجھے اسلام کی حالت میں دنیا سے اٹھانا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین (یونس ۸۴) اگر تم مسلمان ہو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے کہا۔ واشھد جاننا مسلمون (المائدہ) اسی طرح اور بھی تمام انبیاء اور ان کے مخلص پیروکاروں نے اسی اسلام کو اپنایا جس میں توحید الہویت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی دنیا میں صرف اسلام ہی اتحاد نسل انسانی کا داعی ہے اور توحید اس کی بہترین بنیاد ہے۔ معاشرے کی ہیئت ترکیبی اور تصور توحید باہم مربوط ہیں۔

عقیدہ توحید وحدت انسانی کا مصدر اعلیٰ ہے جہاں یہ ناپید ہے وہاں وحدت انسانی بھی ناپید ہے۔ توحید محض عہد و اقرار نہیں۔ محض شعور عقلی ہیں بلکہ ایک عظیم ترین اخلاقی قوت ہے۔ توحید کا تصور ایک ایسی ذات سے وابستہ ہے جو لامحدود ہے چنانچہ اس سرچشمہ سے پھوٹنے والی تمام قدریں آفاقی اور کائناتی ہیں۔ یہ عقیدہ اپنی اصل کے اعتبار سے کسی محدود تصور کا متحمل

نہیں وجہ ظاہر ہے کہ اللہ سب کا ہے اور سب اس کے ہیں۔ سب ایک دوسرے سے وابستہ ومنسلک ہیں اور حقوق میں

برابر ہیں۔ نسل انسانی کی شیرازہ بندی اس عقیدہ سے ممکن ہے کیونکہ وہاں ذات پات، رنگ ونسل کی تفریقات کا گزر ممکن نہیں۔

آج اگر یہودیت اور نصرانیت نے انسانیت کو رنگ ونسل کی بنا پر ٹکڑے ٹکڑے بنا رکھا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے سامنے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ کی اصل تعلیم نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے۔

اوتو الکتب الا من بعد ما جاء هم العلم بغيا بينهم و من يكفر بايت الله فان الله سريع الحساب .

ترجمہ: اور اہل کتاب نے اپنے پاس علم آ جانے کے بعد آپس کی سرکشی اور حسد کی بنا پر ہی اختلاف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ جو بھی کفر کرے اللہ تعالیٰ اس کا جلد حساب لینے والا ہے۔

یہ بات کہ توحید بنیادی طور پر ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان ایک مشترک حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔ جو شخص بھی تورات اور انجیل پر نگاہ رکھتا ہے وہ اس سے اچھی طرح واقف ہے کہ ان میں توحید کی تعلیم کس قدر واضح ہے۔ اہل کتاب کی تمام پچھلی اکائیوں کی پھوٹ اور اختلاف کی وجہ صرف ایک ہی تھی کہ دلیل آ جانے کے بعد جو سبب اجتماع تھی پر نظر ثانی کرنے کے لیے وہ تیار نہ تھے۔ آج پھر اہل کتاب نے تعلیمات الٰہ کو بھول کر مصنوعی فکری خاکے مرتب کرنے شروع کر دیئے جس کی وجہ سے باہمی اختلافات روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ سبب اجتماع کو سبب تفریق بنا لینے والے اپنی اجتماعیت کو دیر تک برقرار نہیں رکھ سکتے۔

چاہیے کہ اسلام کو عیسائیت کے ایک حریف مذہب کی حیثیت سے نہ لیں بلکہ جمہوریت، اشتراکیت اور دوسری اصولی تحریکوں کی طرح تحریک اور زندگی کے ایک تہذیبی نظام کی حیثیت سے لیں جو روشنی توحید کے چراغ سے ملتی ہے اس کے لیے دل ودماغ کے دریچے کھول دیں۔

اسلام کی دعوت اگر چہ ہر فرد کو یہی ہے کہ وہ سب ایک ہی خدا کو مانیں اس کے اتارے ہوئے قانون کو سب اپنے لیے شریعت بنائیں اور ایک ہی آدم کے مشترک گھرانے کا اپنے آپ کو دیکھیں۔ جس رب کو مسلمان مانتے ہیں اس کی ربوبیت مسلمانوں کے لیے مختص ہیں وہ بلا امتیاز سب کا پالنہار ہے، وہ رب المسلمین نہیں رب العالمین ہے اور یہی چیز وحدت نسل انسانی کی اصل بنیاد ہے اور اسی اساس پر بلا شبہ ایک عالمگیر سیاسی تنظیم کی عمارت قائم ہوسکتی ہے اور دنیا کی موجودہ

مصیبتوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے اس کے سوا جتنی بھی تدبیریں بھی اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے کی جائیں گی وہ رشتے میں ایک اور گرہ کا اضافہ کریں گی اور کسی مشکل کو حل نہیں کرسکیں گی۔

اسی لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر اپنے خطاب میں فرمایا:

ایھا الناس قولوا الا الہ تفلحوا وتمبلکو العرب والعجم

"لوگو لا الہ الا اللہ کہو اور دین و دنیا کی فلاح و کامیابی حاصل کرلو اور عرب و عجم یعنی ساری دنیا کے حکمران بن جاؤ۔"

صلح و امن کی عمارت کو مستحکم اور پائیدار بنانے کے لیے اور طوفان جذبات حیشہ کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لیے صرف یہ عقیدہ کام دے سکتا ہے کہ زید و بکر شاہ و گدا، نیک و بد، مومن و کافر، یہ اور وہ ہیں اور تو اپنی اصل سرشت کے لحاظ سے ایک ہیں۔ ایک ہی نور حقیقت کے پرتو، ایک ہی آفتاب کی شعاعیں، ایک ہی سمندر کی لہریں، ایک ہی دریا کے حباب، ایک ہی جسم کے اعضاء ہیں۔ ان میں باہم جو اختلاف و فرق نظر آتا ہے۔ وہ محض اس لیے کہ حقیقت یکتا مختلف اضافتوں اور مختلف نسبتوں کے ساتھ اپنے مظاہر پیدا کرتی رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے: **ولقد خلقنا الا نسان من سلالتہ من طین** (المومنین۔۱۲)

بلاشبہ ہم نے انسان کو کیچڑ کے خلاصے سے پیدا کیا۔ اس کے بعد سارے انسان اپنی اصل واحد کے باعث باہم مربوط ہیں۔ سبکی نسبت اس کی اصل کے ساتھ برابر ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **انتم بنو ادم و ادم من تراب** (مسلم داؤد) تم سب آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ اسی طرح قرآن حکیم اس لازوال سچائی کا بھی اعلان کر رہا ہے کہ

یاایھا الناس القور بکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا روجھا وبث منھما جالا کثیر ونساء (النساء:۱)

ترجمہ: اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اس نے اس میں سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور ان دو سے بکثرت مرد و عورت پھیلائے۔ نوع انسان کو ایک ہی جان سے پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے اس کے افراد میں مرد اور عورتیں پیدا کر کے ان کو اتحاد و یگانگت میں بدل دیا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"اور ابتدا میں انسانوں کی ایک ہی امت تھی پھر الگ الگ ہو گئے" (یونس ۱۹)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اے ہمارے اور ہر چیز کے پروردگار میں گواہی دیتا ہوں کہ سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔تم اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔" (البخاری)

انبیائی دعوت کی بھی دو ہی بنیادیں ہیں۔ایک وحدت الٰہی اور دوسری وحدت بنی آدم یعنی رحمت عالم۔ یہ بات نظروں سے اوجھل نہ ہو کہ اصل چیز تو توحید ہے اور دوسری بنیاد توحید کا لازمی تقاضا ہے جو خدا سے محبت کرے وہ اس کے بندوں سے بھی محبت کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔انسانوں کے درمیان اتحاد و یگانگت کی بنیاد مواساۃ و مرحمت ہے یعنی یہ کہ تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور یہ واقعتاً سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اسلام نے آ کر سیاہ و سفید اور اس قسم کے دوسرے تعصبات کو ختم کر دیا اور اسلام نے اعلان کیا

افخر العوبی علی العجمی و لا الابیض علی الاسود ۔اسلام میں اگر کوئی فرق ہے تو وہ تقویٰ کی بنیاد پر۔

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ساتھ دوستی کے حوالہ سے واضح الفاظ میں حکم فرمایا ہے۔

الیوم احل لکم الطیبٰت و طعام الذن اوتو الکتب حل لکم وطعابعکم حل لنهم وطعامکم حل لهم و المحصنت من المومنت و المصحت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم

ترجمہ : آج ہمارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے ہو یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔

مسلمانوں کے درمیان محض عقیدے کی بنیاد پر کوئی تنگی موجود نہیں ،خود اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ساتھ اخوت و مساوات کا لازوال درس دیا ہے۔اور مسلمانوں اور عیسائیوں کو جس صدق دل کے ساتھ دوستی اور رواداری کے جذبوں کو اپنانے کا درس دیا ہے وہ سب ہی مذاہب کے پیروکاروں کے لیے چشم کشا اور قابل قبول ہونا چاہیے۔اس حوالے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے۔

"جو کوئی ذمی ہو اس کا خون ہمارے خون کی طرح اور اس کی دیت ہماری دیت کی طرح ہے اور اگر مسلمان ذمی کو قتل کر دے تو اس کی سزا بھی قتل ہے۔"

اسی طرح تقریباً سبھی مذاہب اتحاد و یگانگت ،رواداری اور کشادہ دلی کی تعلیم دیتے ہیں سماجی الجھاووں کو صرف مذاہب رفع کر سکتے ہیں۔آج دنیا بھر میں پوری نوع انسانی امن و سلامتی کے جو خواب دیکھ رہی ہے اس کی تعبیر کے لیے

ضروری ہے کہ سب مذاہب کے پیروکار اپنے قلب و ذہن سے تعصب اور عناد کا زہر خارج کر دیں اور آپس کے جھگڑوں اور ذہنی و مذہبی منافرت و مناقشت کو ختم کر کے ایک دوسرے سے رواداری اور کشادہ دلی کے مظاہرے کریں۔

اس وقت مشرق وسطی کی پوری سرزمین پر بالعموم اور فلسطین میں بالخصوص نفرت، عداوت اور تشدد کی جو آگ بھڑکی ہوئی ہے اس میں نہتے فلسطینیوں اور اہل کشمیر سمیت سب ہی امن پسند عربوں کا کوئی ہاتھ نہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ تنظیم آزادی فلسطین بنیادی طور پر سیکولر ہے اور اسے صیہونیت کی بالادستی کے عزائم کے خلاف فلسطینی یہودیوں اور عیسائیوں کی حمایت بھی حاصل ہے جبکہ جارحانہ عزائم کی حامل صیہونیت نے فلسطینی عیسائیوں اور مسلمانوں کے خلاف عناد اور عداوت کی بدترین مظاہروں کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے۔

دوسری طرف بھارت کی مضحکہ خیز جمہوریت اور جعلی سیکولرازم کے دعوے، کشمیر میں انسانی حقوق کی گھناؤنی خلاف ورزیوں، عیسائی و مسلمان اقلیتوں کے اجتماعی قتل، مساجد اور کلیساؤں کو تباہ کرنے سے دنیا کے سامنے عیاں ہو گئی ہے۔

اس ظلم کو مٹانے کی یہی صورت ہے کہ جو تعلق فرد کو خاندان سے ہوتا ہے خاندان کو شہر سے شہر کو ملک سے اور ملک کو صوبہ سے وہی تعلق اب ایک ملک کو مجموعہ ممالک سے ہونا چاہیے ایک ملک، ایک مذہب کو صرف اپنی ہی زندگی اور سلامتی کی نہیں بلکہ اس سے زائد کی فکر ہونی چاہیئے۔ افراد و اقوام دونوں کے لیے یہی اخلاق کا صحیح قانون ہے۔ بس یہی فلاح و غافیت کا سیدھا راستہ بھی ان امور کے حصول کے لیے لازمی ہے کہ تمام مذہبی تعصبات کو دور کر کے ایک طبقہ کو دوسرے طبقہ پر ترجیح دینا ایک ظلم ہے جس کے ہوتے ہوئے دنیا میں امن و امان ناممکن ہے۔ اس ظلم کے مٹانے کی یہی صورت ہے کہ اپنی ذات، اپنی انانیت، اور اپنی خودی کو اس قدر وسعت دی جائے اتنا پھیلا دیا جائے کہ سارے عالم اور مافی العالم کو مرادف کر دیا جائے قطرہ کی نجات اسی میں ہے کہ وہ اپنے تئیں خود کو سمندر میں گم کر دے

ع عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

کرۂ ارض پر بسنے والے تمام اہل کتاب اللہ کے نام لیوا ایک دوسرے کے قریب آ کر اور عقیدوں کے اختلاف پر مبنی اختلافات اور ماضی و حال کے جھگڑوں کو فراموش کر کے شرف انسانیت کے یکساں احترام کو اپنا شعار بنا سکتے ہیں اور اب تک ان کے مابین جو تنازعات اور ظلم و زیادتی کے واقعات ہوتے رہے ہیں ان پر ایک دوسرے کو کھلے دل سے معاف کرتے ہوئے نوع انسان کے لیے دیرپا امن و سلامتی کو یقینی بنا سکتے ہیں اور اگر ایسا ہو گیا تو بلاشبہ اس کرۂ ارض پر موجود سب ہی تنازعات خالص انصاف اور انسانیت کی بنیاد پر پرامن طریقوں سے حل ہو سکیں گے اور پوری نوع انسانی کو بہتر اور محفوظ مستقبل کی بشارت میسر آ سکے گی۔ انشاءاللہ

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت

(تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں)

بیگم بلقیس عبدالوہاب چوہدری

مذہب کی تعریف

انگریزی زبان میں مذہب کے لئے (Religion) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جو لاطینی زبان کا لفظ ہے لاطینی زبان سے ماخوذ ہے جس کا مفہوم ہے ''عقیدہ'' ہے۔

مذہب مفکرین کی نظر میں

''سرای بی ٹیلر نے مذہب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"Religion means the belief in spiritul beings."

(انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا جلد 11 ایڈیشن 192913ء 103ء)

کانٹ کہتا ہے کہ ''ہر فریضہ کو خدائی حکم سمجھنا چاہیے یہی مذہب ہے۔''

شوپنہار لکھتا ہے کہ ''مذہب موت کے تصور سے وابستہ ہے''

مشہور ماہر نفسیات پروفیسر جیمز ایچ لیوبا نے مذہب کی مختلف تعریفیں کی ہیں جو مذہب کے کسی نہ کسی جزو پر حاوی ہیں۔ مذہب نام ہے اس احساس کا جو کسی مقدس بالاتر اور ان دیکھی ذات کا وجود انسانؑ کے قلب ودماغ میں پیدا کرتا ہے۔

مذہب ایک ازلی اور ابدی حقیقت پر ایمان لانے کا نام ہے جس کی حیثیت اور ارادہ انسانی منشا سے بالاتر ہے۔

مذہب ایک روحانی اور نفسی حاسہ ہے جس کی بنیاد پر عقیدہ ہے کہ انسان اور کائنات میں باہم ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

مذہب نام ہے ان مافوق الانسانی قوتوں کی رضاجوئی کا جو انسانی زندگی پر حکمران ہیں مذہب اس جستجو کا نام ہے جو انسان زندگی کے حقیقی مقاصد کے ادراک کے لئے کرتا ہے۔

برونائٹ ہیڈ کے نزدیک مذہب اعتقاد کی اس قوت کا نام ہے جس میں یہ تاثیر ہوتی ہے کہ وہ انسان اور انسانی کریکٹر میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے بشرطیکہ انہیں خلوص کے ساتھ قبول کیا جائے اور بصیرت کے ساتھ سمجھا جائے۔

(امام غزالی کا فلسفہ مذہب واخلاق ڈاکٹر سید حسین صاحب قادری)

اوسپنسکی نے گرجیف کے حوالے سے لکھا ہے "مذہب ایک انسانی تصور ہے۔ مذہب فطری چیز ہے۔" مذہب کے فطری ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہر قوم اور ہر نسل میں مذہب مشترک امر ہے۔ جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مذہب ایک فطری امر ہے کیونکہ تمام دنیا کا کسی موہوم اور باطل چیز پر جمع ہونا عندالعقل ممتنع ہے۔

فرید وجدی نے لکھا ہے کہ مذہب ان معقول خیالات کے مجموعہ کا نام ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد انسانی رشتہ میں منسلک ہو جائیں اور وہ جسمانی فائدوں سے اس طرح مستفید ہوں جس طرح قوت عقلیہ سے وہ ہدایت حاصل کرتے ہیں مذہب انسان کے لئے ابدی چیز ہے۔

پلوٹارک کہتا ہے کہ کسی انسان نے کوئی ایسی بستی نہیں دیکھی جس میں مذہب نہ ہو۔

فرانس کا مشہور مفکر والٹیر کہتا ہے: ZOROASTER زوراسٹر MANOU منو، SOLON سولن، SOCRATES سقراط سب کے سب ایک ہی کی پرستش کرتے تھے اور یہی فطرت ہے۔ مارٹن لوتھر کتاب الفلسفہ (ترجمہ عربی) بیروت بحوالہ امام غزالی کا فلسفہ مذہب واخلاق ڈاکٹر سید حسین صاحب قادری شوری ایم اے)

مذہب کی غرض وغایت:

مذہب کی غرض وغایت فطرت کے اقتضات کو پورا کرنا ہے۔ فطرت کے اقتضات دو قسم کے ہیں۔ روحانی اقتضاء اور مادی اقتضاء

روحانی اقتضاء: اگر تمام مذاہب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا تصور ہر مذہب میں پایا جاتا ہے جو اس امر کا ثبوت ہے کہ مذہب کی غرض وغایت اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا کرنا ہے۔

مادی اقتضاء: فطرت کی دوسری اقتضاء مادی ہے جس میں خاندان معاشرہ حکومت اور بین الاقوامی امور شامل ہیں۔ مذہب ان تمام اداروں سے متعلق کامل تعلیم دیتا ہے جس سے انسان کی زندگی نہایت خوشگوار ہو جاتی ہے۔

مذہب کی ضرورت:

دنیا میں انسان کی دو بنیادی ضرورتیں ہیں پہلی ضرورت میں جسم اور روح کے رشتے کو قائم رکھنے کے لئے مادی اور جسمانی وسائل درکار ہیں اور دوسری ضرورت انفرادی اور اجتماعی زندگی کو صحت مند بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے اخلاقی وتمدنی اصولوں کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کی دونوں ضرورتوں کو پورا کرنے کا اہتمام کیا ہے مادی اور جسمانی ضرورت کی تسکین کے لئے وسائل کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ زمین وآسمان میں رکھ دیا ہے اور اخلاقی اور تمدنی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے جنھوں نے انسان کو زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا زندگی گزارنے کے اس طریقے کا نام مذہب ہے۔

مذہب انسان کی سب سے اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔تاریخ انسانی میں کوئی معاشرہ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو مذہب سے بالکل بے نیاز رہی ہو۔ مذہب کو ترک کر کے انسان نہ صرف اخلاقی حیثیت سے تباہ ہو جاتا ہے بلکہ مادی وسائل کے استعمال میں بھی وہ توازن برقرار نہیں رکھ سکتا جو فلاح وخوشحالی کے لئے ناگزیر ہے مذہب ایک ایسی سچائی ہے جس کا تعلق زندگی کی گہرائیوں سے ہے اور جس کی جڑیں انسان کے قلب ودماغ میں پیوست ہیں اور اس کی شاخیں انسانی زندگی کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔مذہب ایسا سرچشمہ ہے جس سے زندگی کے سب رنگ پھوٹتے ہیں اور زندگی کی سمتیں متعین ہوتی ہیں معاشرتی معاملات، اخلاق واجتماع، سیاست وآئین، علم وفلسفہ، تہذیب وشائستگی زندگی کے تمام مناظر ومظاہر کسی بھی مذہب کے بنیادی تصور کا عکس ہوتے ہیں۔(مولانا سید ابوالحسن ندوی ''مذہب وتمدن'')

قرآنی تعریف:

''مذہب ان ہدایات اور احکام کا نام ہے جو وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے اپنے بندوں کے لئے بھیجے جن پر عمل کر کے انسان دنیا اور آخرت کی زندگی سنوار سکتا ہے''۔

گویا مذہب انسان کی روح اور جسم کی تمام اقتضات کو پورا کرنے کا نام ہے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

'' ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار (البقرہ۲۰۱)

ترجمہ: ''اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا''

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ مذہب کا تعلق جسم اور روح دونوں سے ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر ایک قوم میں اس کی اخلاقی اور روحانی نشوونما کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے۔

ارشاد ربانی ہے: '' ولکل امۃ رسول ''(یونس ۴۷) ترجمہ''اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے''۔

تمام انبیاء علیہم السلام ایک ہی دین کو لے کر آتے رہے ہیں۔وہ اصولی اور بنیادی دین، توحید، عبادت، اور معاملات، یہ وہ تین امور ہیں جن پر بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت اور ہم آہنگی کا تصور پایا جاتا ہے۔اور جن کی انبیاء علیہم السلام زمانے کے تقاضے کے مطابق اپنی اپنی قوم میں تبلیغ واشاعت کرتے رہے اور یہی وہ امور ہیں جن پر بین المذاہب اتفاق ہے۔جزئیات احکام میں ہر قوم ومذہب کی زمانی ومکانی خصوصیات کے سبب اختلاف ہوسکتا ہے لیکن دین کے اصل اصول میں سرمو اختلاف نہیں اس نظریہ کو قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کردیا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

''شرع لکم من الدین ماوصی به نوحاو الذی او حینا الیک وما وصینابه ابرهیم وموسی وعیسیٰ ان اقیمو الدین وال تتفرقو فیه . کبر علی المشرکین ما تدعو هم الیه . الله بجتبی الیه من یشاء ویهدی الیه من ینیب (الشوریٰ ۱۳)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا اور جو بذریعہ وحی ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو دیا تھا کہ اس دین (مذہب) کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا جس چیز کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں وہ تو ان مشرکین پر گراں گزرتی ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔''

شرع کے معنی ہیں، بیان کیا، واضح کیا، اور مقرر کیا۔ لکم (تمہارے لئے) یہ امت محمد ﷺ سے خطاب ہے۔ مطلب ہے کہ تمہارے لئے دین (مذہب) مقرر فرمایا ہے جس کی وصیت اس سے قبل تمام انبیاء علیہم السلام کو کی جاتی رہی ہے اس ضمن میں جلیل القدر انبیاء کے نام ذکر فرمائے۔ دین (مذہب) سے مراد اللہ پر ایمان، توحید، اطاعت رسول اور شریعت الٰہیہ کو ماننا ہے تمام انبیاء کا یہی دین تھا جس کی وہ دعوت اپنی اپنی قوم کو دیتے رہے۔ اگرچہ ہر نبیؑ کی شریعت میں بعض جزوی اختلافات ہوتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا!'' لکل جعلنا منکم شرعة ومنها جا .'' (المائدۃ ۴۸)

ترجمہ: ''تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے دستور اور راہ مقرر کر دی ہے''۔

لیکن مذکورہ اصول سب کے درمیان مشترکہ تھے۔ اسی بات نبی ﷺ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

''ہم انبیاء کی جماعت علاتی بھائی ہیں ہمارا دین (مذہب) ایک ہے''۔ (صحیح بخاری)

اور یہ ایک مذہب ہی دہی توحید و اطاعت رسول ﷺ ہے۔ یعنی ان کا تعلق ان فروعی مسائل سے نہیں ہے جن میں دلائل باہم مختلف یا متعارض ہوتے ہیں یا جن میں کبھی فہم کا تباین اور تفاوت ہوتا ہے کیوں کہ ان میں اجتہاد یا اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے اس لئے یہ مختلف ہوتے ہیں اور ہو سکتے ہیں تاہم توحید و اطاعت فروعی نہیں، اصولی مسئلہ ہے جس پر کفر و ایمان کا دارو مدار ہے۔

صرف ایک اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت یا اس کے رسول ﷺ پیغمبر کی اطاعت جو دراصل اللہ ہی کی اطاعت

ہے وحدت کی بنیاد ہے اور اس کی عبادت واطاعت سے گریز یا ان میں دوسروں کو شریک کرنا، افتراق وانتشار انگیز ہے، جس سے ''پھوٹ نہ ڈالنا'' کہہ کر منع کیا گیا ہے۔ اور وہی توحید اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہے یعنی جس کو ہدایت کا مستحق جانا اسے ہدایت کے لئے چن لیا اور عبادت کو اللہ کے لئے خاص کرنے کی توفیق اس شخص کو عطا کر دیتا ہے جو اس کی اطاعت و عبادت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی وحدت کو قرآن مجید نے دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

قل یآ ھل الکتب تعالو الی کلمة سوآء بیننا و بینکم (آل عمران ۶۴)

''آپ کہ دیجئے کہ اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے''۔

اگر تمام مذاہب عالم کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ذات باری تعالیٰ کا عقیدہ تمام مذاہب میں امر مشترک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'' و ان ھذہ امتکم امة واحدة و ان ربکم فاتقون o (المومنون ۵۲)

ترجمہ: ''اور بیشک تمھاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرتے رہو تمام انبیاء علیہم السلام اسی روحانی چشمہ سے سیراب ہو کر ایک دین کو لے کر آتے رہے ہیں اس اصولی اور بنیادی مذہب کی آخری شکل اسلام ہے۔''

رسول کریم ﷺ غیر مسلموں کو مسجد میں ٹھہراتے ان کو ان کے طریقے پر مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دے دیتے۔ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کو وفد مدینہ آیا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت ان کی نماز کا وقت آ گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے مسجد میں نماز شروع کر دی۔ بعض مسلمانوں نے روکنا چاہا۔ مگر حضور ﷺ نے ان کو منع کر دیا اور فرمایا: ''نماز پڑھ لینے دو''۔ چنانچہ عیسائیوں نے مسجد نبوی ﷺ کے اندر نماز پڑھی۔ (زاد المعارج اول ص ۵)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں:

'' عن ابی ھریرة قال ، قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اولی الناس فبعیسی ابن مریم فی الدنیا و الاخرة و الانبیاء اخوة لعلات امھاتھم شتی و دینھم واحد (صحیح بخاری کتاب الانبیاء)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں سب لوگوں سے عیسیٰ ابن مریم سے دنیا اور آخرت میں قریب ہوں اور تمام انبیاء علیہم السلام آپس میں علاتی بھائی ہیں کہ ان کی مائیں

جدا جدا ہیں اور دین ایک ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو اسی راہ پر چلنے کی ہدایت فرمائی جس پر پہلے انبیاء علیہم السلام گامزن تھے۔

ارشاد خداوندی ہے: "یرید اللہ لیبین لکم ویھدیکم سنن الذین من قبلکم"۔ (النساء ۲۶)

ترجمہ: "اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے کھول کر بیان کر دے اور تم کو ان کی راہیں دکھا دے جو تم سے پہلے تھے"۔

مندرجہ بالا آیات یہ ظاہر کرتی ہیں بین المذاہب عالمی اتحاد تھا اور اب بھی ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے وہی راستہ اختیار کیا جس پر پہلے انبیاء علیہم السلام چلے اور وہی راہ جو بنی نوع انسان کی فلاح کی ضامن ہے۔ قرآن مجید میں وہی تعلیم ہے جس کی تبلیغ مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء علیہم السلام نے دی۔ رسول کریم ﷺ کوئی نئی دعوت لے کر اس دنیا میں نہیں آئے بلکہ اسی دعوت کا اعادہ اور تکرار ہے جو دنیا سے مٹ چکی تھی یا مختلف مذاہب کے پیروکاروں نے اس دعوت کی حقیقت کو مسخ کر دیا تھا۔ اسلام نے اس مٹی ہوئی تعلیم کو تفصیل اور تکمیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے جس کی روشنی میں بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت اور ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت پوری ہوگئی ہے۔

کتب سابقہ:

لوگوں نے سابقہ کتب سماوی میں بعض ایسی غلط باتیں شامل کر دی تھیں جو مذہب کی روح کے سراسر منافی تھیں۔ قرآن مجید نے ان غلطیوں کی اصلاح کی۔ قرآن مجید نے فرداً فرداً تمام انبیاء علیہم السلام کا ذکر انتہائی تعریفی الفاظ میں کیا ہے۔ کوئی شخص اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ پہلی کتب پر ایمان نہ لائے۔

مذہبی اختلافات:

اسلام سے پہلے تمام مذاہب اختلافات اور تنازعات کا شکار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام اختلافات کا فیصلہ کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ پر مذہب اسلام کی تعلیم کو نازل فرمایا۔

ارشاد ربانی ہے: "ہم نے تم پر کتاب صرف اس لئے نازل کی کہ تو ان کے لئے وہ باتیں کھول کر بیان کرے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور وہ لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں"۔ (النحل ۶۴)

تکمیل انسانیت:

بین المذاہب کتب سماوی میں انسان کی نشوونما اور تربیت کے لئے افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ یہود مذہب انتقامی

جذبہ کو ابھارتا ہے، اور عیسائیت جذبہ رحم کی اس طرح تربیت کرتی ہے کہ غصہ جو انسان کا طبعی جذبہ ہے بالکل ختم ہو جاتا ہے۔عیسائیت کی رو سے اگر کوئی کسی عیسائی کے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف کر دینا چاہیے۔اس وجہ سے ایسے مذہب کی ضرورت تھی جو تکمیل انسانیت کے لئے انسانی قوتوں کی اعتدال پر نشوونما کرے پس مذہب اسلام میں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی گئی ہے۔قرآن مجید بدلہ لینے کی اجازت بھی دیتا ہے لیکن معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔

قرآن مجید رحم کی بھی تعلیم دیتا ہے مذہب اسلام نے انسان کی نشوونما اعتدال پر کر کے انسانیت کی تکمیل کی ہے۔

مذہبی تعصب:

بین المذاہب، مذہبی تعصب کو ختم کرنے کے لئے یہ تعلیم دی کہ تمام کتب اور رسل اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔وہ تمام قابل احترام اور معزز ہستیاں ہیں اسی وجہ سے بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت اور ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت کو تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں اس طرح بیان کیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے" لاتفرق بین احد من رسله ". (البقرہ ۲۸۵)

ترجمہ: ''ہم کسی رسول کے درمیان تفریق نہیں کرتے''۔

مذہبی تعصب کو ختم کرنے کے لئے قرآن مجید تمام مذاہب کو ایک مشترکہ اور یعنی توحید پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے۔کیونکہ تمام مذاہب کی بنیاد ہی توحید پر قائم ہے اگر تمام مذاہب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر مذہب میں خدا کا تصور موجود ہے قومی اور لسانی تعصبات: بین المذاہب عالمی اتحاد کے لئے قومی اور لسانی تعصبات نہایت ہی خطرناک ہیں ان تعصبات نے بین المذاہب اقوام میں منافرت اور مخاصمت کی آگ بھڑکا دی ہوئی ہے۔دور جدید میں بین المذاہب تعصبات کے بدنتائج اور عواقب کو دیکھ کہ خود انسان اس نظریہ سے بیزار نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر ہکسلے نے 1947ء میں لکھا تھا:

> ''قومیت پرستی اخلاقی تباہی کا موجب ہے کیونکہ یہ عالمگیریت کے تصور کے منافی اور ایک خدا کے انکار پر مبنی ہے۔اور انسان کی قیمت بحیثیت انسان کچھ نہیں سمجھتی۔دوسری طرف یہ تفرقہ انگیزی کا موجب ہے۔انانیت اور تکبر پیدا کرتی ہے باہمی نفرت بڑھاتی ہے اور جنگ کو نہ صرف ضروری قرار دیتی ہے بلکہ مقدس ٹھہراتی ہے''۔

''DA GAULD'' اپنی کتاب ''MAN, NATURE AND TIME'' میں لکھتا ہے'' اب جو چیز بالکل فطری نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام نوع انسانی کی ایک منظم برادری قائم کی جائے''۔اس نظریہ کو

قرآن مجید نے چودہ سو سال قبل بیان کر دیا تھا۔ اسلام ایسا مذہب ہے جس کا خدا صرف مسلمانوں کا خدا نہیں بلکہ سب جہانوں کا خدا ہے۔ سب کی ربوبیت اسی کے ذمہ ہے۔

''الحمد اللّٰہ رب العلمین ''(الفاتحہ۲)

ترجمہ: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔''

مذاہب عالم کی کثرت اور ان میں عقائد و اعمال کے تنوع کی وجہ سے مذہب میں مختلف لوگوں نے اتنے اضافے کر دیئے ہیں کہ ان کے متعلق اب یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ یہ کتابیں انسانوں کے ذہنوں کی اختراع ہیں اور انسانی سوچ بچار کا نتیجہ ہیں ان پر خاص الہامی ہونے کی مہر نہیں لگائی جاسکتی۔'' دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں'' بین المذاہب انسان کے مذہبی افکار کی تشکیل ایک عرصہ دراز سے ہو رہی ہے اور بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کے مذہبی تصورات میں مسلسل ارتقاء اور اصلاح ہو رہی ہے دور جدید میں ایسا نہیں ہوا کہ انسان کی علمی ترقیوں کا اثر بین المذاہب، افکار پر نہ پڑا ہو، قوموں کے میل جول اور تہذیبوں کے امتزاج سے بین المذاہب انسان یگانگت کا اثر قبول کرتے ہیں۔ مذہب زندگی گزارنے کے لئے اشد ضروری ہے بلکہ مذہب کل زندگی ہے نہ کہ زندگی کا ایک شعبہ تمام مذاہب ایک وحدت ہیں۔ تمام مذاہب کو الگ الگ قوموں میں تو تقسیم کیا جاسکتا ہے، مگر یہ تقسیم قطعی اور آخری نہیں ہوسکتی ہر مذہب کا ایک دوسرے سے متاثر ہونا لازمی ہے تمام مذاہب ایک دوسرے پر اثر پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ان میں سب سے زیادہ قومی اور مؤثر حقیقت کا وہ نظریہ ہے جو تصور فطرت اللہ ہے جو انسان کو کائنات کے بالمقابل قائم کرتا ہے چونکہ مذہب بھی کائنات کا تصور پیش کرتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ مذہب ایک دوسرے سے ہم آہنگ نہ ہوں۔ بین المذاہب مکمل علیحدگی ممکن نہیں۔ البتہ یہ سمجھنا بھی غلط ہوگا کہ تمام مذاہب ایک وحدت ہیں جن میں کوئی فرق یا اختلاف نہیں جزئیات اور تفاصیل میں تو تمام مذاہب الگ الگ ہیں مگر اصولی اور کلی مسائل میں یہ سب ایک نقطہ پر جمع ہوتے ہیں اور سب کا آخری مدار وہی تصور ہے جو انسان حقیقت حیات اور فطرت اللہ کے بارے میں قائم کرتا ہے۔ مذہب اسلام انسان کے مذہبی ارتقاء کی فیصلہ کن منزل ہے اسلام نے بین المذاہب حقائق کو یک جاں کر کے اپنی وحدت میں سمولیا ہے اس لئے ہر مذہب میں جتنی یگانگت و ہم آہنگی ہے اس کا تصور اسلام میں موجود ہے۔ بین المذاہب افکار و تصورات میں اب بھی مسلسل ارتقاء جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ اسلام نے چند بنیادی اور اصولی امور کی طرح ڈال دی ہے، اور حدود متعین کر دی ہیں۔ دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد کے لئے ان حدود

کے اندر رہتے ہوئے جو بھی تبدیلیاں واقع ہوں گی وہ عین مقتضائے اسلام ہیں۔ مذہب جزئیات وفروعات کا نام نہیں، بلکہ اصول وکلیات کا نام ہے۔ ان اصول وکلیات پر بین المذاہب عالمی اتحاد کی نئی تشکیل ہوگی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد ﷺ تک سب انبیاء نے ایک ہی مذہب کی تبلیغ کی، جو مذہب اسلام ہے۔ دوسری قوموں نے اصل دین کو بگاڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام بھیجے تا کہ اصل دین لوگوں تک پہنچائیں اور یہ دین اسلام حضرت محمد ﷺ کی معرفت ہم نے قبول کیا اور اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے۔ (مولانا ابوالکلام آزاد 'ام الکتاب'')

مذاہب عالم کی کثرت کی وجہ سے مذاہب کی تعداد کا تعین مشکل ہے۔ اس وقت دنیا میں ہزاروں مذاہب کے پیروکار موجود ہیں۔ ان میں کچھ مذاہب کے پیروؤں کی تعداد کروڑوں تک ہے اور بعض مذاہب صرف سو یا دو سو قبیلوں تک محدود ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں ہم صرف چند ایک کا ذکر کر سکتے ہیں۔ ہندومت، بدھ مت، یہودیت، عیسائیت اور اسلام۔

''آپ کہہ دیجئے کہ اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ ہم میں تم میں برابر ہے''۔ (آل عمران ۶۴)

مذہب کے آغاز کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر یہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد ﷺ تک سب انبیاء نے ایک ہی دین کی تبلیغ کی اور وہ ہے دین اسلام۔ دوسری قوموں نے اصل دین کو بگاڑ دیا لیکن اسلام اپنی اصل شکل میں محفوظ ہے۔ یہودیت اور نصرانیت ایک ہی مذہب کی دو شاخیں ہیں اور ایک دوسرے کو جھوٹا کہتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے: ''وقالت الیھود یست النصری علی شیء وقالت النصری یست الیھود علی شیء ھم یتلون الکتب ہ'' (البقرہ ۱۱۳)

ترجمہ: ''یہود کہتے ہیں کہ نصرانی (عیسائی) حق پر نہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں حالانکہ یہ سب لوگ تورات پڑھتے ہیں۔''

یہودی تورات پڑھتے ہیں جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے لیکن اس کے باوجود یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکفیر کرتے تھے۔ عیسائیوں کے پاس انجیل موجود ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کے من عنداللہ ہونے کی تصدیق ہے اس کے باوجود یہ یہودیوں کی تکفیر کرتے ہیں، یہ گویا اہل کتاب کے دونوں فرقوں کے کفر وعناد اور اپنے اپنے بارے میں خوش فہمیوں میں مبتلا ہونے کو ظاہر کیا گیا ہے۔ یہود غیر یہود کو (GENTILE) بے دین اور کافر کہتے تھے اور اپنے آپ کو خدا کی لاڈلی قوم مانتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "نحن ابنوء الله اوحبآ ئوہ ۔"(المائدہ۔۱۸)

ترجمہ:" کہتے ہیں ہم اللہ کے بیٹے ہیں"۔

یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا ہے اور اپنے آپ کو بھی اللہ کے بیٹے اور اس کا محبوب قرار دے دیا ہے۔ یہ لوگ اہل کتاب ہیں۔

مذہب کے ارتقائی تصور کی رو سے انسان کی ابتدا گمراہی اور لاعلمی سے ہوئی۔ انسان نے ابتدا میں اپنی جہالت کی وجہ سے مظاہر فطرت کی پرستش شروع کردی، لوگوں نے ہر چیز کو دیوتا بنالیا تھا مثلاً سورج کو جب سورج غروب ہوگیا تو چاند کو، یا آگ کی پرستش شروع کردی۔ پھر علمی ترقی کے ساتھ ساتھ دیوتاؤں کی تعداد کم ہونے لگی۔ مذہبی نقطہ نظر سے لوگوں میں جب گمراہی پھیلی تو اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے پیغمبر بھیجے اور ان پر کتاب نازل کی، جنہوں نے انسانوں کو ہدایت کا راستہ دکھایا۔ اس وقت دنیا میں جتنے بڑے بڑے مذاہب ہیں ان کے داعی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہی تھے اور اس بنا پر کہ وہ "اہل کتاب" ہیں ان سب کی تعلیمات جزوی فرق کو چھوڑ کر یکساں تھیں۔ بعد میں ہر مذہب کے ماننے والوں نے اپنے اپنے مذاہب میں ترامیم کرلیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

"لقد ارسلنا بالبینت و انزلنا معھم الکتب و المیزان لیقوم الناس بالقسط ہ(الحدید ۲۵)

ترجمہ: "یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل فرمایا تا کہ لوگ عدل پر قائم رہیں"۔

علم الانسان کی جدید تحقیق کے مطابق بہت سے مغربی ماہرین بھی اب ارتقائی نقطہ نظر کو چھوڑ کر مذہبی نقطہ نظر کو ماننے پر مجبور ہوگئے ہیں کیونکہ مذہب ان صداقتوں کے مجموعہ کا نام ہے جن میں یہ قوت ہوتی ہے کہ وہ انسانی کردار میں انقلاب پیدا کردیں۔ مذہب انسان کی سب سے اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ انسانی میں کوئی معاشرہ میں کوئی تمدن اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو مذہب سے لاعلم رہی ہو۔ مذہب نے عمل اور فکر کی وحدت کا اثبات کیا ہے۔ مذہب نے علم ظاہر اور علم باطن میں کوئی تفریق نہیں کی، اور نہ کسی فوق الحس عالم کا تصور پیش لیا ہے مذہب احساسات و محرکات کو عقل کے منافی قرار نہیں دیتا ہے اور نہ عقل کو وجدان کی ضد ٹھہراتا ہے۔

زندگی کی سطحیں مختلف اور متعدد ہیں، لیکن یہ سب ایک دوسرے میں پیوست ہیں کوئی بالاتر سطح ادنیٰ تر سطح کو خارج نہیں کرتی بلکہ اس کی ترکیب و تشکیل پر منتج ہوتی ہے اس طرح حسیات فکر کے متضاد نہیں، بلکہ فکر انہیں ایک نئے انداز سے منظم کرتا ہے وجدان فکر استدلالی کا نقیض نہیں بلکہ اس کی ایک بہتر تشکیل کا نام ہے۔ جو انسانی سوچ کو واضح کرتا ہے۔ حیوانی زندگی

طبعی زندگی سے خارج نہیں بلکہ اس کی ایک اعلیٰ ترین صورت ہے۔یہی حال روحانی زندگی کا ہے۔جو انسان کے تمدن اور معاشرتی علائق سے خلاصی کا نام نہیں بلکہ ان علائق کی بہتر تنظیم سے عبارت ہے۔

دین ایک مکمل نظام حیات جو زندگی کے مسائل کا ایسا معقول اور سائنٹیفک حل پیش کرتا ہے جو فکر و نظر کی ہر الجھن کو دور اور ہر مشکل کو حل کرتا ہے اور تہذیبی اور تمدنی زندگی کے لئے ایک مفصل لائحہ عمل دیتا ہے جو انسانی معاشرے کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اور مضبوط بنیادوں پر اس کے مستقبل کے ارتقا کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ مذہب زندگی کی روحانی حقیقت کا اظہار کرتا ہے اور زندگی کی بنیادی حقیقتوں پر روشنی ڈالتا ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ زندگی کی حقیقت کیا ہے۔اس کائنات کی حقیقت کیا ہے۔اس میں انسان کا اصل مقام کیا ہے۔مذہب بنیادی عقائد کی شکل میں زندگی کی حقیقتوں سے روشناس کراتا ہے۔کائنات اور زندگی کے متعلق انسان کو درست زاویہ نظر عطا کرتا ہے خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، معارشرتی ہو یا تمدنی، مادی ہو یا روحانی، معاشی ہو یا سیاسی ملکی ہو یا بین الاقوامی۔اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں سب نمایاں ہو جاتا ہے۔

"قل یاھل الکتاب "۔ترجمہ" کہہ دیجئے اے اہل کتاب" (القرآن)

اہل کتاب کی اصل دعوت یہ ہے کہ خدا کی زمین پر خدا تعالیٰ کی مرضی پوری ہو۔اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور الہامی کتابیں اس لئے بھیجی کہ وہ ہدایت ربانی کے نور سے پوری دنیا کو منور کردیں اور دین حق کی راہنمائی میں ایک بہترین معاشرہ قائم کریں۔تمام انبیاء علیہم السلام اسی مشن کو لیکر آئے اور اس کام کو اپنی آخری مکمل ترین شکل میں حضرت محمد ﷺ نے انجام دیا۔

" کہہ دیجئے اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے"۔

(آل عمران ۶۴)26

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اس کا اقتدار اعلیٰ

اس کی حاکمیت کے سامنے واطاعت وہ نظام فکر و عمل جو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے زیر اثر ہے۔صلہ، جزا و سزا جو اقتدار اعلیٰ کی طرف سے اس نظام کی وفاداری واطاعت یا اس سے سرکشی و بغاوت کے صلے میں دی جائے۔یہ تمام باتیں اہل کتاب کے درمیان برابر ہیں۔

تورات کے متعلق فرمایا: " فیھا ھدی و نور "(المائدہ ۴۴) ترجمہ "جس میں ہدایت و نور ہے"

جب تمام مذاہب سچے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ہر ایک کے پاس کتاب موجود ہے تو بین المذاہب اتحاد یگانگت میں کیا مشکل ہے وجہ یہ کہ دوسرے تمام مذاہب کے لوگوں نے کتب میں تبدیلیاں کرلی ہیں۔

پارسی مذہب میں نوید آنحضرت ﷺ، پارسی مذہب ایران کا قدیم مذہب ہے اب اسی مذہب کو آتش پرست اور مجوسی دین بھی کہا جاتا ہے۔ دنیا میں ایک ہی عظیم الشان رسول آنحضرت ﷺ ہوئے ہیں جن پر یہ پیش گوئی صادق آتی ہے، وہ تمام صفات جو اس بشارت میں بیان کی گئی ہیں وہ آپ ﷺ کی ذات مقدس میں پائی جاتی ہیں آپ ﷺ کا فاتح مہربان ہونا فتح مکہ کے دن ظاہر ہوا۔ اپنے خونخوار دشمنوں کو" لا تثریب علیکم الیوم " (یوسف ۹۲)" آج تم پر کوئی ملامت نہیں" کہہ کر چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ آپ ﷺ کا رحمتہ العالمین ہونا جبکہ آپ ﷺ سے قبل تمام نبیاء صرف اپنی اپنی قوم کے لئے رحمت تھے آپ ﷺ کا حاشر ہونا یعنی آپ ﷺ کے قدموں پر دنیا کی تمام قوموں کا اکٹھا ہونا، بت پرستوں کی اصلاح کرنا یہ صرف حضرت محمد ﷺ کی خصوصیات ہیں۔

(جیمس ڈارمسٹر مترجم ژند اوستا کا اس آیت پر نوٹ فروز دین یشت ۲۹ آیت ۱۲۹)

مہاتما بدھ نے بدھ کی کتب مقدسہ جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۷ تا ۴۷ میں حضور ﷺ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ کامل معرفت والا حکمت، نیکی اور سرور مطلق والا، تمام عالمین کا عالم اس کے ساتھ ہزاروں صحابہؓ کی جماعت ہوگی۔

اہل ہنود کی کتب مقدسہ میں پیشگوئی۔ ہندوؤں کی کتاب میں ہے ایک اجنبی ملک اور زبان کا معلم روحانی اپنے صحابہؓ کے ساتھ آئے گا اس کا نام محمد ﷺ ہوگا۔ آپ ﷺ ہر قسم کی بدی کو مٹانے والے ہوں گے۔ آپ ﷺ کو فخر نسل انسانی بتایا ہے۔ اتھر وید میں رسول کریم ﷺ کی بشارت: آپ کا نام محمد ﷺ ہوگا۔ وہ شہزادہ امن ہوگا، دشمنوں کی کثرت میں خدا اس کی حفاظت وصیانت کریگا۔ یہ تینوں امور حضور ﷺ کی ذات اقدس میں بدرجہ اتم موجود پائے جاتے ہیں۔

سام وید میں رسول اللہ ﷺ کی بشارت:

اس بشارت میں حضور ﷺ کا نام احمد، آپ ﷺ کو شریعت دیئے جانے کا ذکر ہے۔ تورات مقدس میں آپ ﷺ کی پیشگوئی کی گئی ہے" میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی ﷺ برپا کروں گا۔

انجیل مقدس میں رسول اللہ ﷺ سے متعلق نوید احسن

"وہ روح حق جب آئے گی تو وہ تمہیں سچائی کی طرف رہنمائی کرے گی۔ کیونکہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گی مگر جو کچھ وہ سنے گی وہی کہے گی اور وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی" (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۳)

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے

قرآن مجید نے یہ دعویٰ کیا ہے:

▪ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا .(المائدہ ۳)

ترجمہ ''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام ہونے پر رضامند ہو گیا ہوں''۔

اسلام کے مکمل دین ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی راہنمائی کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:" ونزلنا علیک الکتب تبیا نا لکل شی ء ہ(النحل ۸۹)

ترجمہ: ''ہم نے آپ ﷺ پر ایسی کتاب اتار دی ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے''۔

قرآن مجید ایسی کتاب ہے ''جس میں انسان کی ضرورت کی ہر چیز ہر بات بیان کی گئی ہے''۔

فیھا کتب قیمة ۔(البینۃ ۳)

اس قرآن میں تمام کامل اور درست احکام جمع ہیں۔

رسول کریم ﷺ کو وہی تعلیم دی گئی جو پہلے پیغمبروں کو دی گئی۔ آپ ﷺ کوئی نئی دعوت لے کر اس دنیا میں نہیں آئے بلکہ پرانی تعلیم اور دعوت کا اعادہ اور تکرار ہے، جو دنیا سے مٹ چکی تھی یا مختلف مذاہب کے پیروکاروں نے اس دعوت کی حقیقت کو مسخ کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس تعلیم کو تفصیل اور تکمیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

ہندو مذہب:

ہندو قوم کی تاریخ محفوظ نہیں ۔ ہندومت مذہب کا بانی کوئی ایک فرد نہیں ہے ۔کوئی ایسی شخصیت نہیں ملتی جس کو ہندوؤں کا رہنما قرار دیا جاسکے یا جس کو ہندو مذہب میں مرکزی حیثیت حاصل ہو۔ اسی طرح ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کو بھی کسی ایک شخصیت کی جانب منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ ہندو مذہب میں ایک سے لے کر تیں کروڑ تک خداؤں کو ماننے والے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف عقائد رکھتے ہیں۔ ہندوؤں میں یہ عقیدہ ہے کہ موت کے بعد ایک نئی ارضی زندگی کا آغاز ہوتا ہے جس میں انسان کو اپنے گذشتہ جنم کے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ انسان کی قسمت اس کے گذشتہ اعمال سے متعین ہو جاتی ہے۔

عقیدہ تناسخ:

انسان مرنے کے بعد فنا نہیں ہوتا بلکہ دوسرا جنم لیتا ہے۔ نئے جنم میں جو شکل اختیار کرتا ہے اس کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اچھے اعمال کرے گا تو اعلیٰ ذات کے انسانوں میں جنم لے گا۔ برے اعمال کی وجہ سے اعلیٰ ذات والا بھی کسی جانور کی شکل

میں پیدا ہو سکتا ہے۔ اُپنشدوں کے مطابق ارواح کو مرنے کے بعد دو راستوں میں سے ایک پر سفر کرنا ہوتا ہے ایک تو دیوتاؤں کا راستہ ہے (دیو آ ئیں) دوسرا ربار کا راستہ (پتر آ ئیں) ہے اعلیٰ ترین روحیں پہلے راستے سے سفر کر کے عالم خداوندی (برہم لوک) تک پہنچ جاتی ہیں اور مراقبہ میں محو ہو کر خود کو مکمل کرتی ہیں اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی ذات میں جذب ہو جاتی ہیں۔ نیک روحیں دوسرا راستہ اختیار کر کے چاند تک جا پہنچتی ہیں اور وہاں جا کر اپنے نیک اعمال کی وجہ سے آرام کرتی ہیں اور وقت پورا ہونے پر پھر زمین میں دوبارہ پیدا ہونے کے لئے نزول کرتی ہیں۔ (منڈک ا۔35۱۲) (چھاندا گیہ ۵،۳،۱۰،36)

ہندو عوام اور خاص دونوں تناسخ اور نفرت انگیز ذات پات پر یکساں اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کے بغیر اپنے مذہب کو نامکمل سمجھتے ہیں۔ موجودہ ہندو مذہب پرانوں (PURANAS) پر مبنی ہے۔ جن میں تخلیق عالم کے متعلق بہت سے افسانے ہیں۔

برہما: آریوں کا دیوتا تھا جس کو وہ خالق اور معبود کے معنوں میں بولا کرتے تھے لیکن اس کی حیثیت ایک فلسفیانہ تصور سے زیادہ نہیں ہے۔

وشنو: کی اہمیت زیادہ ہے یہ سلامتی اور بقا کا دیوتا ہے، وشنو اشیاء کی بقا اور حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ اس کی زوجہ لکشمی دولت وثروت اور عیش وفراوانی کی نمائندہ ہے۔ وشنو کو انسانی دعاؤں سے عالم مادی میں نزول پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ رام اور کرشن اسی معبود کے اوتار تھے۔

شیوا: شیوا وشنو کی عین ضد ہے۔ وہ زندگی کی پرانی شکلوں کو مٹاتا اور نئی صورتیں پیدا کرتا ہے اکثر سنیاسی اور درویش اس دیوتا کے پرستار ہیں۔ ان کے نام پر مندر میں جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے۔ ہندوستان میں ان کے مجسموں کی پوجا زوروں پر ہے۔ (اسلام اور مذاہب عالم ''محمد مظہر الدین صدیقی'')

ذات پات کی تقسیم: ہندوؤں ہمیں ذات پات کا امتیاز بہت زیادہ ہے۔ ہندوؤں کی کتب میں لکھا ہے کہ برہمن ''برہما'' کے سر سے پیدا ہوئے چونکہ سر جسم میں بلند ترین حصہ ہے اس وجہ سے برہمن کو ہندوؤں میں سب سے بلند ترین ذات سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد کھشتریوں کا مقام ہے جو ''برہما'' کے کندھوں اور ہاتھوں سے پیدا ہوئے۔ تیسرا درجہ ویشوں کا ہے جو ''برہما'' کی رانوں سے پیدا ہوئے تھے۔ چوتھے درجے پر شودر تھے جو ''برہما'' کے پاؤں سے پیدا ہوئے۔

ذاتوں کا دائرہ عمل: برہمنوں کا یہ کام تھا کہ وہ مذہبی تعلیم کی اشاعت کریں، عبادت گزار ہوں، عقل وخرد اور سکون کی دولت سے مالا مال ہوں۔ کھشتریوں کا کام ملک کا دفاع تھا۔ اس لئے ان کو بہادر اور عالی حوصلہ ہونا چاہیے۔

ویشوں کا کام تھا زراعت کریں مویشی پالیں، تجارت کریں، ملک کا معاشی نظام ان کے ہاتھ میں تھا۔ شودروں کا کام تھا کہ وہ

باقی ذاتوں کی خدمت کریں۔

ہندوؤں کی مقدس کتب

وید: ویدوں میں دنیا سے کنارہ کشی کی تعلیم ملتی ہے۔

مہابھارت: اس میں کوروؤں اور پانڈوؤں کی جنگ کے حالات ہیں اور دنیا کی بے ثباتی کے بارے میں بیان ہے

رامائن: اس میں رام کا واقعہ ہے جو ہندوؤں کے بڑے اوتار تھے ہندو مذہب میں دنیا کو ترک کرنا روحانیت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اسی لئے ہندو سادھو آبادیوں چھوڑ کر ویرانوں میں چلے جاتے ہیں اور وہاں عبادت وریاضت کے ذریعے اپنے نفس کی اصلاح کرتے ہیں۔ بیشتر ہندو، ہندوستان میں آباد ہیں اس کے علاوہ پاکستان، برما، سیام اور انڈونیشیا میں بھی تھوڑے بہت ہندو آباد ہیں۔ (اسلامی نظریہ حیات ''خورشید احمد'')

بدھ مذہب: اس کے بانی گوتم بدھ تھے، جو ایک شاہی خاندان کے فرد تھے تیس سال کی عمر میں گھربار چھوڑ دیا اور اہل علم سے استفادہ کیا۔ ہر آسائش چھوڑ دی۔ گوتم نے نفس امارہ پر مکمل فتح حاصل کرلی۔ اسے وہ راستہ مل گیا جس کی تلاش میں تھا۔ بڑ کا درخت بدھوؤں کے نزدیک ایک مقدس درخت ہے۔ ہندوؤں میں بھی پیپل اور بڑ کے درخت مقدس خیال کئے جاتے ہیں جن کے نیچے دیوتا استراحت کرتے ہیں۔ (اتھر وید کانڈ ۵ سوکت۔ منتر اور رگوید منڈل ۱۰ اسوکت۔ ۱۳۵ منترا منڈل ۱۶۴ سوکت)

گوتم بدھ کی تعلیمات میں ہشت پہلو راہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

(ا) صدق وعقیدت (ب) پختہ ایمان (ج) راست گوئی (ہ) حلال روزی (د) عزم صمیم (ز) سچی توبہ (ح) ثبت فکر۔
اس کے علاوہ گوتم بدھ نے اپنی تعلیمات میں راہ اعتدال اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ اس کے باوجود روحانی تقدس حاصل کرنے کے لئے دنیا کو ترک کر کے خانقاہی زندگی اختیار کرنے کو کہا ہے۔ شروع میں بدھ مت میں بت پرستی نہیں تھی۔ مہاتما بدھ کو کسی نشان سے ظاہر کیا جاتا تھا۔ مثلاً کھڑاؤں، یا خالی تخت یا ان کی موجودگی کا تصور پیدا کیا جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ ہندومت کے اثر سے بدھ مت میں بھی بہت سے عقیدے شامل ہو گئے چنانچہ ان میں بت پرستی کا رواج بہت بڑھ گیا۔ (احمد عبداللہ المدوسی مذاہب عالم)

بدھ مذہب نے نروان کا عقیدہ پیش کیا ہے جو ایسی حالت ہو گی کہ اس میں انسانی نفس بالکل فنا ہو جائے گا۔ جیسے چراغ جلتے جلتے بجھ جاتا ہے نروان کو فنائے کامل بھی کہا جاتا ہے۔ گوتم بدھ کی کتابوں میں مہاتما بدھ کی تعلیمات کو بہت کچھ

اضافہ اور ترمیم کے بعد پیش کیا گیا ہے۔انسان معرفت حاصل کرنے کے لیے ظاہری مراسم کی ادائیگی بھی ضروری جانتے ہیں۔(اسلام اور مذاہب عالم مظہر الدین صدیقی)

یہودیت: حضرت یعقوب علیہ اسلام کی نسل اسرائیل کے نام پر بنی اسرائیل کہلائی۔اسرائیل کے بڑے بیٹے کا نام یہود تھا۔یہودیت کی بنیاد دو عقائد پر ہے اول اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دوم بنی اسرائیل کا خدا کا منتخب ہونا۔یہودہ ان کا قومی دیوتا تھا۔حضرت ابراہیمؑ پہلے شخص ہیں جنہوں نے یہوداہ کی پرستش کے لیے ایک عبادت خانہ بنوایا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کا ذکر تورات میں ہے۔

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ اسلام کا ذکر ۷۰ مرتبہ آیا ہے۔دنیا کے تین بڑے مذاہب کے پیروکار مسلمان، یہودی اور عیسائی انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔توحید کی تعلیم اسلام کے علاوہ یہودیت میں ملتی ہے۔قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا ذکر۔ یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی ا التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العلمین (البقرہ ۴۷)

ترجمہ: اے بنی اسرائیل تم میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو انعام میں دی تھی اور میں نے تمہیں دنیا پر فضیلت بخشی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اسلام کی دعوت پر مامور کیا تھا۔یہودیوں نے جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو انہیں زوال ہوا، یہ عروج و زوال مادی بھی تھا اور روحانی۔پھر ان میں پیغمبر مبعوث ہوئے۔حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام جو پیغمبر بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔ایک یہودی فلسفی موسیٰ بن میمون نے اپنے عقائد اس طرح بیان کیے ہیں:۔

وجود خداوندی پر ایمان اس کی وحدت پر ایمان۔اس کے دائم ہونے پر ایمان۔اس کے غیر مادی ہونے کا تصور اور اس پر ایمان کہ عبادت صرف اسی کی جائے۔پیغمبروں پر ایمان۔اس پر ایمان کہ حضرت موسیٰ سب سے بڑے پیغمبر تھے۔اس پر ایمان کہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ سینا پر عطا کی گئی۔اس پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔اس پر ایمان کہ وہ ناقابل تغیر ہے۔یوم آخرت کی جزا و سزا پر ایمان اور حیات بعد موت پر ایمان۔مسیحؑ کے آنے پر ایمان۔مردوں کے زندہ کیے جانے پر ایمان۔

یہودیوں کا اخلاقی بگاڑ مذہبی طبقے میں پھیل گیا تھا اور توراۃ صرف انہیں ہی حاصل تھی اس لیے انہوں نے اس میں من مانی تبدیلیاں کر ڈالیں۔یہودیوں میں ہفتے کے دن (SATOR DAY) کی بہت اہمیت بیان کی گئی ہے۔جمعہ کی شام غروب آفتاب سے لے کر ہفتہ کی شام تک ستاروں کے نکلنے تک راسخ العقیدہ یہودی دنیاوی کام چھوڑ کر زیادہ سے زیادہ عبادت اور مراقبے میں مشغول رہتے ہیں۔

عیسائیت : موجودہ دنیا کی آبادی کا تمیں فیصد لوگ عیسائی مذہب کے ماننے والے ہیں۔ان کی الہامی کتاب بائیبل ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی راہنمائی کے لیے واعظ کیے اور معجزوں کا مظاہرہ کیا۔آپؑ کے معجزوں میں بیماروں کو تندرست کرنا، مردوں کو زندہ کرنا، اور بے روح اشیاء میں جان ڈالنا تھے۔عیسائی مذہب کے عقائد میں تثلیث (TRINITY) کا عقیدہ بہت نمایاں ہے۔اس میں باپ بیٹا اور روح القدس شامل ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تثلیث کا دوسرا فرد تسلیم کیا جاتا ہے۔عیسائیت کی ابتدا میں بے شمار ایسے فرقوں کا نشان ملتا ہے۔جو عقیدہ تثلیث کو نہیں مانتے تھے بلکہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ تسلیم کرتے تھے۔دنیا میں ایک فرقہ ابھی بھی موجود ہے جو اپنے آپ کو موحد کیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا قائل ہے۔(ابوسعید بزمی تاریخ انقلابات)

(۴۳)(OUT LINE OF WORDL HISTORY, H.G.WILLES)

اسلام :ان الدین عند اللہ الاسلام .(آل عمران۔۱۹)

ترجمہ :بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل دین (مذہب) اسلام ہے۔

اسلام اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کا نام ہے جو اس نے اپنے برگزیدہ نبیوں کے ذریعے سے انسانی راہنمائی کے لیے بھیجی اور جو اپنی آخری اور مکمل شکل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہمیں ملی۔اسلام وہ ضابطہ حیات ہے جو عین فطرت کے اصولوں کے مطابق ہے۔اس کے ذریعے دونوں جہانوں کی کامیابیاں مل سکتی ہیں۔یہ زندگی گزارنے کا مکمل قانون ہے۔یہ ہمیشہ قائم رہے گا اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔

لاتبدیل لکلمت اللہ ط (یونس ۶۴)

اللہ تعالیٰ کی باتیں تبدیل نہیں کی جاسکتیں۔

ولا مبدل لکلمت اللہ ط (الانعام۔۳۴)

اور خدا کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے۔

خدا کے قانون میں کسی تبدیلی کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔خدا تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔اسلام اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی روشنی میں زندگی کے تمام شعبوں کی تعمیر کرتا ہے۔اسلام وہ دین ہے جو حکمت کی اساس پر قائم ہے۔جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے صحیح طریقہ زندگی قرار دیا ہے۔

(مولانا ابوالاعلیٰ مودودی قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں اسلامک پبلیکشنز لمیٹڈ لاہور)

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ (آل عمران ۸۵)

اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین (مذہب) تلاش کرے گا اس سے وہ دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

مغربی دنیا کا المیہ یہ ہے کہ وہ ایک طویل عرصے سے تک مکمل نظریہ حیات سے محروم رہی ہے جدید مغربی افکار کا مغربی افکار کا ارتقا جن خطوط پر ہوا ہے وہ زندگی کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والے ہیں۔ اب مغربی دنیا کو ایسے نظریئے کی ضرورت ہے جو کثرت کو وحدت میں تبدیل کر دے۔ دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اس لیے ضروری ہے کہ انسان اس اہمیت کو اپنی حاصل کردہ نئی قوتوں کو تعمیر و تشکیل کے لیے استعمال کر سکے۔ دور جدید کی اس سب سے بڑی ضرورت کو اسلام پورا کر سکتا ہے۔ اسلام زندگی کے مسائل کا ایسا معقول اور سائنٹیفک حل پیش کرتا ہے جو ہر عقدے کو حل کر دیتا ہے اور تہذیبی اور تمدنی زندگی کے لیے ایک مفصل لائحہ عمل دیتا ہے جو انسانی زندگی کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ مضبوط بنیادوں پر اس کے مستقبل کے ارتقا کی راہیں استوار کرتا ہے۔ اسلام مادی وسائل اور اخلاقی مقاصد کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسوۂ اسلام انسان میں وہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز تیرے لیے ہے۔ دنیاوی زندگی کی بہتر میں غفلت برتنا اور یہ سمجھنا کہ اس طرح انسان اپنی آخرت سنوار رہا ہے غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

ولا تنس نصیبدی من الدنیا

ترجمہ: اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول۔

تعلیمات اسلام سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ دنیوی زندگی اور اخروی زندگی دونوں کی اصلاح ضروری ہے۔ ان میں سے کسی کو بھی ترک نہیں کیا جا سکتا، اور دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار (البقرہ ۲۰۱)

ترجمہ: ''اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بہترین اجر دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تعلیمات اسلام ہمیں اعمال خیر کی توفیق سکھاتے ہیں۔ یعنی اہل ایمان دنیا میں بھی اعتدال پسندی اور میانہ روی کو اختیار کرتے ہیں۔ ہمارا ملک ایک مسلمان ملک ہے اور اسلامی نظریات اور تہذیب ہمارا ورثہ ہے۔ اس لیے ہمیں ہر معاملے میں اعتدال پسند ہونا چاہیے۔ خواہ اس معاملے کا تعلق سماجیات سے ہو اقتصادیات سے ہو یا سیاسیات سے، ہمیں اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

اعتدال پسندی تعلیمات اسلام کا حصہ ہے۔ آج دنیا بہت چھوٹی ہو گئی ہے، سمٹ گئی ہے۔ گلوبل ویلج بن گئی ہے لہٰذا

ممالک اور مذاہب کے درمیان قوت برداشت ہونی چاہیے کیونکہ دنیا میں بہت سی تہذیبیں پائی جاتی ہیں، مختلف مذاہب موجود ہیں۔ مشرقی اور مغربی تہذیبیں ہیں ان تہذیبوں کے درمیان قوت برداشت کی بہت ضرورت ہے۔ جو اعتدال پسندی سے ہی آ سکتی ہے۔ دنیا میں مختلف تہذیبوں کا تصادم ہوتا رہا ہے۔ ماضی میں چنگیزیت اور فرعونیت نے تباہی مچائی۔ اس لیے مجموعی طور پر جو نقطہ نظر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ دنیا انسانوں کے لیے بہترین زندگی گزارنے کے لیے بنائی گئی ہے تعلیمات اسلام کے نقطہ نظر سے یہ عارضی دنیا ہمارے لیے کمرہ امتحان کی مانند ہے۔ اس کے بعد دائمی دنیا میں داخل ہونا ہے تو اس جہان کو بین المذاہب خون خرابے سے برباد نہ کریں بلکہ اعتدال پسندی سے اس دنیا کو پر امن بنائیں۔ بین المذاہب دنیا میں اعتدال اور روشن خیالی کی کمی ہے۔ ہمیں اپنے اپنے مفادات کے گرد گھومنے کی بجائے اعتدال اور روشن خیالی کو فروغ دینا چاہیئے۔ یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اس میں تعلیمات کی صحیح تشریح کریں۔ اسلام ہمیں برداشت کا سبق دیتا ہے جو کہ ہم میں نہیں ہے اس کے پیچھے ذاتی مفادات کا عنصر ہے ہم نے اپنی مفاداتی دنیا چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر لی ہے۔ اسی وجہ سے معاشرے میں قوت برداشت ختم ہو گئی ہے۔ اسلام ہمیں خیر کی توفیق سکھاتا ہے اہل ایمان دنیا میں بھلائی طلب کرتے ہیں اور آخرت میں عذاب سے بچنے کی دعا کرتے ہیں۔ دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ ون مین اتھارٹی کی بجائے تمام مذاہب کے اجتماعی مشورے سے دنیاوی مسائل کا حل سوچ سکتے اور اس پر عمل کر کے مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں۔ اسلام کا طریق کار یہ ہے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے حدود واضح کر دیتا ہے جو انسان کو صراط مستقیم پر رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔ بین المذاہب ان تمام ذرائع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے جو قدرت نے انسان کو فراہم کیے ہیں اسلامی بصیرت کے ساتھ دور جدید کے پیش آمدہ مسائل کے لیے قرآن مجید سے رہنمائی لینی چاہیے۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین ط اھدنا الصراط المستقیم (الفاتحہ ۵-۶)

ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ہمیں سیدھی اور سچی راہ دکھا۔

اللہ تعالیٰ کو تمام لوگ مانتے ہیں، حتیٰ کہ مشرکین بھی۔ قرآن مجید میں مشرکین مکہ کا اعتراف نقل کیا ہے۔ ''اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پوچھیں کہ تم کو آسمان وزمین میں رزق کون دیتا ہے، یا تمہارے کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور بے جان سے جان دار اور جاندار سے بے جان کو پیدا کرتا ہے۔ جھٹ کہہ دیں گے اللہ'' (سورہ یونس ۳۱)

اگر آپ اُن سے پوچھیں آسمان وزمین کا خالق کون ہے تو یقیناً یہی کہیں گے کہ اللہ (الزمر ۳۸)

یہ حقیقت ہے کہ اللہ کا دین ثابت ومحکم ہے انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین پر خلیفہ بنا کر اتارا گیا ہے۔ اللہ

تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق جو کچھ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ سب اس لیے کہ انسان کو اس ہستی کی معرفت حاصل ہو، جس کی طرف سے وہ خلیفہ بنا کر زمین پر بھیجا گیا ہے اور جس کی خوشنودی حاصل کرنا انسان کی زندگی کا حاصل ہے۔ (اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی مولانا مودودی ۵۳)

دور جدید میں بین المذاہب ایک اجتماعی کلچر تخلیق کرنا چاہیئے۔ انگلستان میں لوگ برداشت کرتے ہیں۔ وہاں پر ایک دوسرے کی بہتری کے راستے نکالے جاتے ہیں وہاں ویلفیئر اسٹیٹ ہے یہ سب اسلامی اقدار ہیں اگر ہمیں قوت برداشت اور اعتدال پسندی کے راستے پر چلنا ہے تو بین المذاہب اتحاد کو فروغ دینا ہوگا۔ اگر کسی مذہب یا ملک سے کوئی پرخاش ہے تو اس کی وضاحت ہونی چاہیے کہ کن امور کی وجہ سے اس کو پسند نہیں کرتے ان کا رویہ دیکھتے ہوئے یکسر روشن خیالی اور اعتدال پسندی کو مسترد کر دینا درست نہیں ہے۔

روشن خیالی اور اعتدال پسندی کو صرف مذہب کے حوالے سے ہم محدود نہیں کر سکتے بلکہ اس کا اثر زندگی کے ہر زاویے پر ہوتا ہے۔ اسلام میں مشورے کا جو تصور ہے اس کا مطلب ہے کہ ہم چیزوں کو تمام لوگوں کی رائے میں دیکھیں، اس کے بغیر اجتہاد، قیاس اور اجماع کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ معاملات کو حالات کے تحت سمجھنا چاہیئے تاکہ اسکی بنیاد تبدیل نہ ہو اور مسائل کا حل بھی مل جائے۔ روشن خیالی کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آزاد معاشرہ قائم کیا جائے۔ امریکہ سرمایہ دارانہ نظام کی رہنمائی کرتا ہے، اس لیے اس کے خلاف کام ہو رہا ہے یعنی سرمایہ دارانہ نظام کو ناپسند کیا جا رہا ہے۔ اس کے اثرات سے مسلمان کافی متاثر ہوئے، جسے زائل کرنے کے لیے مسلمانوں کو کچھ اقدامات کرنے پڑے۔ روشن خیالی تو دنیا کی ویسے ہی ضرورت ہے۔ اسے کسی کے کہنے پر اپنانے کی ضرورت نہیں اب تو وقت اور حالات کے اعتبار سے بین المذاہب عالمی ضرورت بن گئی ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ اس پر عملدرآمد کیا جائے۔ روشن خیالی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ کی ملک کی تہذیب سے اس قدر متاثر ہو جائیں کہ آپ کی اپنی شناخت کھو جائے۔ مسلمان ہونے کے حوالے سے ہمارے کچھ تقاضے ہیں جو ہمیشہ قائم رہیں گے۔

ارشاد ربانی ہے۔ ولکن یو اخذ کم بما کسبت قلوبکم ط (البقرۃ ۲۲۵)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اس چیز پر ہے جو تمہارے دلوں کا فعل ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات ۵۶ یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اگر ایک ملک اچھا کام کرتا ہے یعنی سائنس میں ترقی کر کے جدید تحقیق کرتا ہے لیکن اس کی نیت خراب ہے تو وہ اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ کسی عمل کی اچھائی یا برائی کا فتویٰ دل کے خیال پر مبنی ہے۔ اگر خیال

اچھا ہے اور عمل بھی اچھا ہے تو اس عمل پر اجر مرتب ہو جائے گا لیکن اگر خیال برا ہے خواہ عمل اچھا ہی ہو تو اس پر اجر مرتب نہیں ہو گا بلکہ وہ عمل قابل مواخذہ ہو گا۔ روشن خیالی سب سے پہلے اسلام سے شروع ہوئی، اس کی جڑیں اسلام میں پیوست ہیں۔ اسلام نے غلاموں کو آزادی دی روشن خیالی بھی غلامی سے نجات ہے۔ اسلام کا ابتدائی زمانہ روشن خیالی کا زمانہ تھا۔ جب غلام اور آقا ایک ہی صف میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ آج روشن خیالی کو مغربی فکر تصور کیا جاتا ہے۔ جب جدید روشن خیالی کی بات ہو تو اس سے مراد چودہ سو سال پہلے کا زمانہ ہے۔ واقعات، نظریات اور خیالات کو جنم دیتے ہیں۔ واقعات انسان کے دل و دماغ کو متاثر کرتے ہوئے بعض اوقات کسی نظریئے یا خیال کی تخلیق بھی کرا دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ دور جدید میں بین المذاہب تنگ نظری کو برا خیال کیا جاتا ہے۔ تعلیمات اسلام اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں تمام مذاہب کے احترام کا درس دیا گیا ہے۔ دوسرے مذاہب کی کسی بھی بات یا طور طریقے سے اعتراض کی اجازت نہیں دی گئی۔ اسلام آنے والے زمانوں کے لیے ایک روشن خیال مذہب ہے۔ اعتدال ہر چیز اور ہر کام میں ہونا چاہیئے۔ اعتدال پسندی بدلتے وقت کی ضرورت ہے۔ موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ دوسرے ملکوں سے تعلقات بڑھائے جائیں۔ گلوبلائزیشن نے ہر ملک کی اقدار کو متاثر کیا ہے۔

اسلام تمام نوع انسانی کی بہتری کے لیے آیا ہے دور جدید کے پیدا کردہ مسائل کو حل کرنے کے لیے بین المذاہب عالمی اتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ تعلیمات اسلام کی علمی اور فکری بنیادوں میں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحت مند نظریہ حیات ہے۔ ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت عقلی تجربہ اور تاریخی تجربہ دونوں اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت کے بغیر انسانی زندگی، حقیقی کامیابی سکون و اطمینان اور امن و امان سے مالا مال نہیں ہو سکتی۔ دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں زندگی کے تمام مسائل کو بحسن و خوبی حل کر سکتا ہے۔ اور نفس انسانی کی اصلاح کے لیے بہت ضروری ہے۔ تعلیمات اسلام کا مقصد انسان کو اس کے صحیح مقام سے روشناس کروانا ہے۔ کائنات کی حقیقتوں زندگی اور اس کے مقاصد سے انسان کا رشتہ صحیح بنیادوں پر استوار کرنا ہے۔ تعلیمات اسلام کی روشنی پر پورا نظام قائم ہے۔ انسانی زندگی کا ہر پہلو انہی بنیادوں سے وابستہ ہے۔

بین المذاہب ہم آہنگی کے تصور کا مرکز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ہے۔ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم انسان مطلوب کو تیار کرنے کے لیے تعلیمات اسلام کا ایک مفصل تربیتی نظام فراہم کرتا ہے۔ جو پسندیدہ اور مطلوب صفات کو پیدا کرتا اور پروان چڑھاتا ہے۔ اور برائیوں سے انسان کو بچاتا ہے اور پاک کرتا ہے۔ جو بین المذاہب ہم آہنگی کے تصور کو

نقصان پہنچائے ۔ یہ تصورِ نظام عبادت ہے اور مکمل نظام زندگی مہیا کرتا ہے اور حیات انسانی کے ہر شعبے اور گوشے کی صورت گری کرنا چاہتا ہے تاکہ دور جدید میں بین المذاہب ہم آہنگی کے تصور سے زندگی کی تمام وسعتوں میں اللہ تعالیٰ کا قانون جاری و ساری ہو اور حیات انسانی کا ہر گوشہ تعلیمات اسلام سے منور ہو جائے ۔ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام مذاہب کے اجتماعی مسائل کو اخلاقی نقطہ نگاہ سے حل کرتا ہے ۔ اس لیے بین المذاہب عالمی اتحاد اور عائلی مسائل کو بھی لیتا ہے اور معاشرتی پیچیدگیوں کو بھی ۔ معاشی جدوجہد بھی اس کا موضوع ہے اور سیاسی فکر و نظر بھی لیکن ان سب میں اس کا مخصوص زاویہ نظر یہ ہے کہ تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ، اخلاقی اصولوں کی بالادستی ، احترام انسانیت ، دوسروں کے حقوق کی پاسداری اور آخرت میں جواب دہی کے اصولوں پر طے ہوں ۔

8 اکتوبر 2005ء کی صبح پاکستان کے شمالی علاقوں اور آزاد کشمیر میں تباہ کن زلزلے کے مصائب کم کرنے اور متاثرین کو فوری خوراک ، کپڑے ، خیمے اور طبی سہولتیں فراہم کرنے کے سلسلے میں روز و شب سرکاری و نجی اور سماجی ادارے کاموں میں مصروف ہیں بین المذاہب تمام ممالک زلزلہ زدگان کی امداد کے لیے پر جوش ہیں تمام مذاہب کے لوگوں نے مل جل کر زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں جا کر زلزلہ زدگان کی مدد کر کے بین المذاہب عالمی اتحاد کا ثبوت دیا ہے ۔

امریکہ سے مٹی اور ملبہ ہٹانے کی بھاری مشینیں پاکستان پہنچ چکی ہیں ۔ پاکستانی اور امریکی انجینئر مل کر متاثرہ علاقوں میں سڑکوں کی بحالی کا کام کر رہے ہیں ۔ امریکی ہیلی کاپٹروں نے ۴۸۳ ریلیف پروازیں کیں اور ایک ملین پونڈ امداد پہنچائی ۔ 2800 زخمیوں کو طبی امداد پہنچائی گئی ۔

کینیڈا کی 200 ارکان پر مشتمل ٹیم 20- اکتوبر سے امدادی سرگرمیوں میں شریک ہو چکی ہے کینیڈا کے ہائی کمشنر ڈیوڈ کونسلر نے کہا ہے کہ ”زلزلے سے متاثر ہونیوالے افراد کینیڈا میں اپنے رشتہ داروں کے پاس جانا چاہیں تو ان کو ترجیحی بنیادوں پر ویزا دیا جائے گا ۔ کینیڈا نے پینے کے صاف پانی کی فراہمی کے چار پلانٹ بھی لگائے ہیں جن میں سے تین مظفر آباد اور ایک گڑھی دوپٹہ ہیں ۔ ہر پلانٹ کی گنجائش پچاس ہزار لیٹر روزانہ ہو گی اس مشکل وقت میں بین المذاہب اتحاد کا جو تصور سامنے آیا ہے وہ ایک بے مثال جذبہ ہے ۔ کوریا کی طرف سے متاثرین کے لیے ادویات اور دوسرے سامان کی کھیپ پاکستان پہنچ چکی ہے ۔ امریکہ ، برطانیہ ، روس ، جرمنی ، جاپان ، چین اور فرانس سمیت سولہ ملکوں نے زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں زلزلہ پروف گھر تعمیر کرنے کی پیشکش کی ہے ۔

ترکی کا ایک سی 130 طیارہ ، 19 رکنی میڈیکل ٹیم لے کر پاکستان پہنچا ہے ۔ 20- اکتوبر کی شام تک 1400 ٹن امدادی اشیاء پاکستان پہنچ چکی تھیں ۔ 35 ممالک نے کسی نہ کسی صورت میں امدادی سامان بھیجا ہے ۔ ترکی کی سولہ رکنی ٹیم اپنی آمد کے بعد

گڑھی دوپٹہ میں زخمیوں کا علاج کر رہی ہے۔اب تک یہ ٹیم مشکل حالات میں ہزاروں زلزلہ زدگان کو طبی امداد فراہم کر چکی ہے۔

جرمنی کی دو ریلیف ٹیمیں ہیلی کاپٹروں کے ذریعے دیہات پہنچ گئی ہیں۔ جو زخمیوں کے علاج میں مصروف ہیں۔

بین المذاہب تمام ملکوں نے پاکستان کی بھرپور مدد کی ہے۔

اقوام متحدہ ۳۱۲ ملین، سعودی عرب ۵۰ کروڑ ریال، ۷۰ ٹن امدادی اشیاء پر مشتمل طیارے، عالمی بنک ۴ کروڑ، چین ۹۰ ٹن امدادی سامان، ۱۵۰۰ ٹینٹ ۲۰۰ امدادی کارکن، کینیڈا ۲۱ کروڑ ڈالر اور امدادی سامان، سوئٹزرلینڈ ۴۰ ٹن امدادی سامان، کویت ۱۰ کروڑ ڈالر، متحدہ عرب امارت ۱۰ کروڑ ڈالر، امریکہ ۵ کروڑ ڈالر، برطانیہ ۲۰ لاکھ پونڈ، قطر ۱۰ کروڑ ڈالر، بھارت ایک ارب روپے ۲۵ ٹن امدادی سامان، ایران نے ۷۰۸۴۴ پونڈ کا امدادی سامان، ریڈ کراس ۱۹۲۰ پونڈ کا امدادی سامان، آسٹریلیا ۱۰ ملین ڈالر، ہالینڈ 1.22 ملین ڈالر، ترکی ۱۰ کروڑ ڈالر، امدادی کارکن، ڈاکٹرز، افغانستان ہیلی کاپٹر ۵۱ ڈاکٹر امدادی اشیاء تین ٹن ادویات، کیوبا آرتھوپیڈک، سائیکالوجسٹ، امدادی سامان، لبنان امدادی سامان اور طیارے۔

ملٹی نیشنل کمپنی پی پی ایل نے ایک ملین ڈالر اور دو سو ہزار ڈالر صدارتی فنڈ میں جمع کروائے۔ ملائیشیا ۵۰ رکنی امدادی ٹیم، یورپی یونین ۳۶ لاکھ یورو، ہانگ کانگ کے بزنس مین ٹائی کون نے ۵ لاکھ امریکی ڈالر، سری لنکا ۸۵۷۵ خیموں پر مشتمل امدادی سامان ۔ یورپی کمیشن نے ۴۰ لاکھ ڈالر مزید امداد ابھی تک جاری ہے۔(۵ نومبر ۲۰۰۵ء WEEKLY FAMILY MAGAZINE -LAHORE

روشن خیال اعتدال پسندی اور ترک وزیر اعظم

ترک وزیر اعظم طیب ارژگان نے پاکستان کے زلزلہ زدگان کے لیے امداد اکٹھی کرنے کے لیے ایک ڈنر کا اہتمام کیا جہاں دو گھنٹے کے اندر ۱۵ ملین ڈالر کے عطیات جمع ہو گئے۔ جناب طیب ارژگان یہ رقم لے کر خود پاکستان تشریف لائے۔ ترک وزیر اعظم فرماتے ہیں کہ وہ پاکستان کے مسلمانوں کو اس مصیبت کی گھڑی میں تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔ بین المذاہب عالمی برادری نے پاکستان کے زلزلہ زدگان کی امداد کیلئے بڑھ چڑھ کر کردار ادا کیا ہے (ہفتہ روزعزم لاہور ۱۳۱ کتوبر)

اقوام متحدہ کی اپیل پر جنیوا میں ایک خصوصی اجلاس ہو رہا ہے جس میں زلزلہ زدگان کی امداد کے لیے مزید اقدامات پر غور کیا جائے گا۔ ناٹو اور سعودی عرب نے مل کر ایک ایسا مستقل فضائی رابطہ قائم کر دیا ہے جس کے ذریعے عالمی امداد کی سپلائی کو یقینی بنا دیا گیا ہے۔ اردن کے شاہ عبداللہ خود پاکستان تشریف لائے اور انہوں نے ہر طرح کی امداد کا وعدہ کیا ہے۔

قابل ستائش امر یہ ہے کہ بین المذاہب عالمی اتحاد کی وجہ سے دوست ممالک نے پاکستان کی امداد میں جوش

وخروش کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسلام آباد ائیر پورٹ پر اب تک ۱۰۷ امدادی طیارے سامنے لے کر اتر چکے ہیں۔ مندرجہ بالا حالات کی بنیادی وجہ دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم روشنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں کے وقت دل نہیں چھوڑنا چاہیئے اور اپنے گناہوں پر توبہ استغفار کرتے رہنا چاہیئے جولوگ مصیبت کے وقت صبر ورضا کا مظاہرہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بہت نوازتا ہے۔

"قل یاھل الکتب تعالوا کلمته سو آء بیننا وبینکم"

کوہ غم، چشم پر نم، شریک غم کل عالم

پاکستان میں منعقدہ حالیہ ڈونرز کانفرنس کے نتائج توقع سے بڑھ کر حوصلہ افزا ہیں۔ بین الاقوامی برادری نے حکومت پاکستان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی مدد کا یقین دلایا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنی صلاحیتوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھر پور اعتماد کیا جائے۔

ہم نے کتنے ہی چمن خزاں سے بچالیے۔ برادر اسلامی ممالک کے علاوہ، بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت اور ہم آہنگی، دنیا کے بھر کے تمام چھوٹے بڑے ممالک بے مثال طریقے سے پاکستان کی امداد کر رہے ہیں۔ قابل تحسین بات یہ ہے کہ آج بین المذاہب ممالک کا اتحاد قابل تعریف، قابل فخر اور قابل قدر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے۔

قدرتی آفات میں بین المذاہب ممالک کا کردار کہ اس ضرورت کی گھڑی میں مالی اور اخلاقی مدد کی ہے۔

"یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں"

بین المذاہب روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا مفہوم ذہنی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے مطابق حکمت عملی اختیار کرنا ہے۔ دور جدید میں بین المذاہب اعتدال پسندی "بیننا وبینکم" دوطرفہ حکمت عملی ہے جس کی ایک سمت کا تعلق "یاھل الکتب" خود مسلم دنیا سے ہے کہ وہ عسکریت پسندی سے گریز کرتے ہوئے سماجی واقتصادی ترقی کی راہ منتخب کریں جبکہ دوسری سمت "تعالوا الی کلمته سو آء بیننا وبینکم "مغربی دنیا سے ہے کہ وہ بین المذاہب دنیا کو ان کی سماجی واقتصادی ترقی میں مدد دے۔ روشن خیالی کا براہ راست تعلق "کلمته سو آء" علمی استعداد سے بھی ہے کیونکہ جاہلیت گمراہی کی طرف لے جاتی ہے جبکہ علم ہمیں اعتدال پسندی کی تعلیم دیتا ہے۔

وقل جآء الحق وزھق الباطلط ان الباطل کان زھوقا ۔ (بنی اسرائیل ۸۱)

اور کہہ دیجئے کہ حق (علم) آچکا ہے اور باطل بھاگ گیا نابود ہو گیا یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا۔

حدیث میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں تین سو ساٹھ بت تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھڑی کی نوک سے بتوں کو مارتے جاتے اور "جاالحق وزھق الباطلط" اور "جآء الحق وما یبدی الباطل وما بعد" پڑھتے جاتے (صحیح بخاری، تفسیر بنی اسرائیل وکتاب المظالم، باب ہل تکسر الزمان التی فیھا الضمر، وسلم الجہاد، باب الانضام من حول الملکعبتہ)

اس آیت سے معلوم ہوا علم اعتدال، سوجھ بوجھ اور بہتری کا راستہ دکھاتا ہے۔ آج مسلمانوں کو اعتدال پسندی کا راستہ اپناتے ہوئے ہر میدان میں ترقی یافتہ اقوام کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ دینی درسگاہوں کو جدید علوم کے مراکز میں تبدیل کر دیا جائے۔ آج دنیا کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ تعلیمات اسلام ترقی کی مخالف نہیں ہے۔ بلکہ عدل وانصاف اور اعتدال کی راہ اختیار کرنے پر زور دیتا ہے۔ ہر طرح کے ظلم وزیادتی کا مخالف ہے۔

اسوہ رسول ﷺ امن کا داعی ہے اور یہ نہ صرف آپس میں بھلائی کا درس دیتا ہے بلکہ دشمن کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ اس کے دل میں اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے احترام پیدا ہو۔ لیکن بدقسمتی سے غیر ذمہ دار عناصر کی وجہ سے یعنی ان کے منفی رویے کی بدولت مسلمان پر پوری دنیا میں نہ بدنام ہو رہے ہیں بلکہ بین المذاہب زیر عتاب بھی ہیں۔ ترقی اور امن میں انسانی حقوق کا احترام جزولازم ہے اس لیے دنیا میں قیام امن کے بغیر معاشی خوشحالی ممکن نہیں ہے

. ولقد کرمنا بنی ادم (بنی اسرائیل۔۷۰)

"ہم نے نوع انسان کو قابل تعظیم بنایا ہے۔ ہمارا دین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی تلقین کرتا ہے اور حقوق العباد پر بھی زور دیتا ہے۔ حقوق العباد بندوں پر بندوں کے حقوق ہیں جس کی ادائیگی ہم سب پر لازم ہے۔"

حدیث مبارکہ :العلم دینا ورب کل شی ء الی اشھدا ان العباد کلھم اخوۃ (احمد، داؤد)

"اے ہمارے اور ہر چیز کے پروردگار میں گواہی دیتا ہوں کہ سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں"

حدیث مبارکہ ہے کہ "تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا انسان محفوظ رہے" (بخاری)

یعنی کسی کے ساتھ زیادتی نہ کریں اسے برا بھلا نہ کہیں لڑائی جھگڑا نہ کریں تو ہم بہترین انسان ہیں۔ بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی یہی ہے کہ تمام ممالک سائنس وٹیکنالوجی میں آگے بڑھیں دنیا سے ناانصافی کو ختم کیا جائے۔ ہر ملک اور ہر شخص اپنے افعال کا ذمہ دار ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

" ولا تزروا و ازرۃ وزر آخری "

ترجمہ: "اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا"

یہ سب اس طرح ممکن ہے کہ ہم اپنا اپنا احتساب کریں۔ اپنے رویئے میں اعتدال پیدا کریں اور کردار کو مضبوط بنائیں، ہر کام میں میانہ روی اپنائیں۔ بین المذاہب تمام ممالک دوسروں کے معاملوں میں انصاف پسندی کا مظاہرہ کریں۔

قرآن مجید نے انسانی تفریق کا خاتمہ کیا ہے۔

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جآء ھم البینت ط واولئک لھم عذاب عظیم (آل عمران۔۱۰۵)

''اوران لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جنہوں نے تفرقہ کیا اور اختلاف کیا اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی باتیں آچکی تھیں اور ایسے لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

یہودی ونصاریٰ کے باہمی اختلاف وتفرقہ کی وجہ یہ نہ تھی کہ انہیں حق کا پتہ نہ تھا بلکہ انہوں نے محض اپنے دنیاوی مفاد اور نفسانی اغراض کے لیے اختلاف وتفرقہ کی راہ پکڑی تھی اور اس پر جمے ہوئے تھے۔

رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو ہمیں اپنے مشعل راہ بنانا ہے تاکہ ہم دین کی باتیں جان اور سمجھ سکیں۔ ہمارا کردار اچھا ہوگا اور امن پسند ہوں گے تو ہمارا پورا معاشرہ اچھا ہوگا اس کا اثر ہمارے شہر اور ملک پر ہوگا۔ دنیا میں ہماری پہچان ایک پرامن اور اعتدال پسند قوم اور ملک کے طور پر ہوگی۔

ارشاد ربانی ہے: وما ارسلنک الا رحمتہ للعلمین (الانبیاء۱۰۷)

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔''

مشرکین کے لیے بددعا نہ کرنا یہ بھی آپ ﷺ کی رحمت کا ایک حصہ ہے۔

انی لم ابعث لمانا وانما بعثت رحمۃ (صحیح مسلم ۲۰۰۶)

''اسی طرح غصے میں بھی کسی کو برا نہ کہنا قیامت والے دن رحمت کا باعث ہوگا'' آپ ﷺ کی رحمت کا حصہ ہے۔

(مسند احمد ج ۵/۴۳۷، ابوداؤد ۴۶۵۹، والاحادیث الصحیحۃ للالبانی ۱۷۵۸)

آپ ﷺ کو پوری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے مثالی کردار تحمل وبرداشت اور انصاف پسندی کی وجہ سے اسلام دنیا کے تمام ممالک میں آج تک موجود ہے ہر ملک میں مسلمان بستے ہیں۔ ہمیں بھی اعتدال اور روشن خیالی سے اپنے دین کو سمجھ کر اس پر عمل کر کے دنیا میں امن کے پیامبر کے طور پر سامنے آنا ہے تاکہ بین المذاہب اہل کتاب کے درمیان دنیا میں جو نفرت ہے اسے ختم کرسکیں۔ روشن خیالی یہ ہے کہ اسلام کو عملی زندگی میں نافذ کیا جائے تعلیمات اسلام سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ ہمیں اپنے ملک کو مضبوط بنانا ہے تمام مذاہب اور تحریکوں میں تعلیمات اسلام کی روشنی میں ٹھوس

بنیادوں پر بین الاقوامی عدل وانصاف کی فضا قائم ہوسکتی ہے اور بین الاقوامی امن قائم ہوجائے گا۔

جب مذاہب عالم کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ تمام مذاہب خالص توحید کی تعلیم دیتے ہیں، کوئی مذہب بھی توحید کے تصور سے خالی نہیں ہے۔ توحید انسانی عقل کا فطری اور مرکزی نقطہ ہے اور فطرت کائنات کے مطابق ہے۔ کیونکہ نظم کائنات اور قوانین فطرت میں وحدت پائی جاتی ہے۔ نظم کائنات اور قوانین فطرت میں وحدت اس بات کی دلیل ہے کہ خالق کائنات بھی واحد ہے۔

یہ قرآنی آیت کریمہ مندرجہ بالا کی سچائی بیان کرتی ہے۔ "قل یآھل الکتب تعالوا الی کلمته سوآء بیننا وبینکم" یعنی تمام اہل کتاب توحید کی تعلیم برابر ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ تمام کتب میں تبدیلی پیدا ہوگئی ہے۔ اس وجہ سے غیر مسلم شرک کرنے لگے ہیں جبکہ قرآن مجید نے توحید کو نہایت خوبصورتی سے جامع الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

قل ھو اللہ احد. اللہ الصمد . لم یلد ولم یولد . ولم یکن لہ کفوا احدہ . (اخلاص۔۱۔۲۔۳۔۴)

ترجمہ: آپ ﷺ کہہ کیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

روشن خیالی اور وحدت نسل انسانی

اسلام وحدت نسل انسانی کا داعی ہے۔ تفریق بین الناس کا شدید مخالف ہے، قومی، لسانی اور نسلی امتیازات کو جڑ سے کاٹتا ہے۔ نسل انسانی کی وحدت کا نظریہ وہ نظریہ ہے جس کی نظیر تعلیمات اسلام میں ملتی ہے۔

اعتدال پسند اور روشن خیال معاشرے کی اہم وجہ احترام انسانیت ہے۔ ایک محب وطن اور سچا پاکستانی ہونے کے ناطے ہمیں ہر لحاظ سے اپنے آپ کو اعتدال پسند بنانا ہوگا، اور یہ کہ اس وقت ممکن ہے جب ہم سب مل کر اس کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوں اور مکمل یکجہتی کے ساتھ تمام مسائل کا سامنا کریں۔

اخلاقی مسئلہ

دنیا میں فساد اور بگاڑ کی وجہ اخلاق باختگی ہے۔ جب تک فرد اور اقوام عالم اخلاق حسنہ کے زیور سے آراستہ نہیں ہوتیں ان کا روشن خیال اور اعتدال پسند ہونا ممکن نہیں کیونکہ تمام مسائل اخلاق حمیدہ کے اردگرد گھومتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے اس مسئلہ کی اہمیت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

بعث لاتمم حسن اخلاق (موطا مالک حسین اخلاق، مسند احمد، بیہقی، ابن سعد)

میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

قرآن مجید میں بین المذاہب ہر قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجے ہیں اور سب ایک ہی چشمہ نبوت سے سیراب ہوئے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔وان من امته الا خدا فیھا نذیر (فاطر۲۴)

ترجمہ :اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا :لکل امته رسول ج (یونس۴۷)اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔ اللّٰہ النبین مبشرین ومنذرین ص وانزل معھم الکتب بالحق (البقرہ۲۱۳)

''اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں۔''

تمام انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتب پر ایمان لانا دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے ضروری ہے۔رسول کریم ﷺ کی بعثت کے وقت تمام مذاہب فساد اور عدم اتحاد کا شکار ہو چکے تھے اور ان کے ماننے والے باطل عقائد میں بری طرح پھنس چکے تھے۔آسمانی کتب میں تحریف ہو چکی تھی۔

ارشاد خداوندی ہے۔ ظھر الفساد فی البرِ والبحر (الروم۴۱)

ترجمہ:خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے فساد پھیل گیا۔

آج بھی بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کی اشد ضرورت ہے تاکہ روشن خیال اور اعتدال پسند معاشرہ تشکیل پا سکے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت اور ہم آہنگی کے تصور اور اس کی ضرورت واہمیت کو دنیا میں اجاگر کر سکیں۔آمین ثم آمین

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین

واخردعونا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

قرآن پاک میں دین، منہاج اور سبیل کے الفاظ
...زبان سے ماخوذ ہے اس کا مفہوم ہے،
...چلا جائے۔ الغرض وہ ضابطہ

قُلْ یَا اَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ
دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتح...
کی ضرورت اور اہمیت، تعلیمات اس...

یہ حسین کائنات اپنی تمام تر رعنائیوں اور جلوہ سامانیوں ...
جب ہی تو ایک دن خالق کائنات اپنے فرشتوں سے ہمکلام ہوا۔

انی جاعل فی الارض خلیفه

''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔'' (بقرہ ۳۰)

انسان، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بہترین شاہکار ہے، ظاہری طور پر اور باطنی طور پر بھی جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا'' (التین ۰۴)

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا اس کو علم، عقل، ارادہ اور اختیار عطا فرمایا۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو آشکار کرنا چاہا تو انسان کو تخلیق کیا۔ گویا انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کا عکس ہے، خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الارض ہے یہ اس کے لئے عظیم اعزاز ہے اسی کی بدولت فرشتوں نے اس کو سجدہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کا نائب و خلیفہ ہونا جہاں انسان کے لئے باعث اعزاز ہے وہاں اس کے سبب اس پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن سے بحسن و خوبی عہدہ برآ ہونا ہی درحقیقت انسانیت کی معراج ہے۔۔ان ذمہ داریوں کی صحیح طریقہ سے ادائیگی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ''خلیفہ اللہ'' اور خلیفۃ الارض ہونے کی حقیقت کو اچھی طرح نہ سمجھ لیا جائے۔

خلیفہ، وہ جو کسی کی ملک میں اس کے تفویض کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے۔ خلیفہ مالک نہیں ہوتا بلکہ اصل مالک کا نائب ہوتا ہے اس کے اختیارات ذاتی نہیں ہوتے بلکہ مالک کے عطا کردہ ہوتے ہیں وہ اپنے منشا کے مطابق کام کرنے کا حق نہیں رکھتا، بلکہ اس کا کام مالک کی منشا کو پورا کرنا ہوتا ہے اگر وہ خود اپنے آپ کو مالک سمجھ

اور کائنات میں دریافت کرے،،

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ایک بالاتر ہستی کا تصور ہمیشہ سے انسان کے ذہن میں واضح رہا ہے۔اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ تمام انسانوں کی فطرت اور اصل ایک ہی ہے۔

مذہب انسان کا فطری جذبہ اور عالمگیر داعیہ ہے وہ ابتدائے آفرینش سے ہی مذہبی عقائد وتصورات سے وابستہ رہا ہے یہ عقائد کتنے ہی ابتدائی اور غیر واضح کیوں نہ رہے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی زمانے میں بھی انسان مذہب سے بے تعلق نہیں رہا ہے۔

بنی نوع انسان کو مذہب کی ضرورت ہے یا نہیں اس سوال کا جواب قطعی اثبات میں ہے۔انسان کو واقعی مذہب کی ضرورت ہے یہ ایک فطری، تاریخی اور اٹل حقیقت ہے اس کی شہادت اس امر سے ملتی ہے کہ تاریخ انسانی میں کوئی معاشرہ، تمدن اور قوم ایسی نہیں گزری جو مذہب سے کلیتہً بے نیاز رہی ہو۔

''انسان نے کوئی ایسی بستی نہیں دیکھی جس میں مذہب نہ ہو،، (ریلوٹارک)

فرانس کے فلسفی زتیان کا کہنا ہے:

''یہ ممکن نہیں کہ مذہب کو دنیا سے مٹا دیا جائے یا اس کی قوت کو فنا کر دیا جائے،،

مولانا شبلی نعمانی فرماتے ہیں:

''دنیا میں ہر قوم، ہر نسل اور طبقہ کوئی نہ کوئی مذہب رکھتا ہے عالم، جاہل، رذیل، شریف، شاہ وگدا، افریقہ کا وحشی اور یورپ کا تعلیم یافتہ سب اس میں برابر ہیں

مولانا مودودیؒ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

''مذہب کا کمال یہ ہے کہ اس نے انسان کو ایک معاشرہ کی صورت میں منظم کر کے اس کے تمام معاشرتی مسائل کا عادلانہ حل پیش کیا۔مذہب سے بیگانگی کی بنا پر انسان اس دنیا کا نہیں کسی اور دنیا کا باسی ہوتا ہے''

ایک جرمن مفکر نے اس ابدی وفطری حقیقت کو بڑے فطری انداز میں بیان کیا ہے جس کی تائید اسلام بھی کرتا ہے۔

''مذہب ابدی چیز ہے کیونکہ مذہب جس حاسہ اور فطرت کا نتیجہ ہے وہ معدوم نہیں ہو سکتی''

اسی انسانی فطرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید کہتا ہے:

فَاَقِمۡ وَجۡهَکَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡهَا ؕ

''اپنا منہ سب سے موڑ کر دین کی طرف کر لو۔یہی وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے انسان کو پیدا کیا'' (الروم:۳۰)

فطرت انسان کے سب سے بڑے شناسا، حضورؐ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

كَلُّ مَولُودٍ يُوْلَدُ عَلَى الفِطرَة.

''ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے''

یورپ میں تحریک احیائے علوم اور علمی نشاۃ ثانیہ کے بعد الحادو افکار مذہب کے رجحانات نے تقویت حاصل کی اور بعض سائنس دانوں نے بھی اس کی تائید کی۔ لیکن اب مغربی دنیا سمیت دنیا کے دیگر خطوں میں بھی لادینی نظریات کے بادل چھٹ رہے ہیں اور مزاجعت الی المذہب (Back To Relegion) کی تحریک زور پکڑ رہی ہے۔

مغرب کے دانشور، مفکر اور سائنس دان، زیادہ سے زیادہ انسانی زندگی میں مذہب کی ضرورت کے حامی اور ہستیء باری تعالیٰ کے قائل نظر آتے ہیں۔

اس ضمن میں کتاب ''خدا موجود ہے'' قابل ذکر ہے۔ جس میں چالیس جدید مغربی ماہرین، علم ارضیات، علم فلکیات، علم حیوانیات، علم نباتیات اور دیگر علوم کے ماہرین نے وجود خدا پر علمی اور سائنسی دلائل پیش کئے۔ ضرورت مذہب پر اس بلند پایہ کتاب سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے ڈاکٹر ایڈورڈ لوتھر لکھتے ہیں:

> ''گزشتہ چند سال سے ہماری قوم میں وسیع پیمانے پر مذہبی بیداری پیدا ہو رہی ہے اور اس کے اثرات صرف کالج کی نئی پود ہی میں ظاہر نہیں ہو رہے بلکہ اعلیٰ علمی اور تحقیقی اداروں کی ذہنی فضا میں سرایت کر گئے ہیں اور اس ذہنی تبدیلی میں سائنس کے پیش کردہ دلائل و شواہد نے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے، کیونکہ ان شواہد نے اس کارخانہ، عالم کے لئے ایک خالق کی ضرورت کو ناگزیر حقیقت ثابت کیا ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ مذہب کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود انسان کی اپنی تاریخ۔ مذہب کے ارتقائی تصورات کی رو سے، جو کہ غلط فہمی کا نتیجہ ہیں، انسان کی زندگی کی ابتدا گمراہی اور لاعلمی سے ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ انسانوں نے مشرکانہ خدا پرستی ۔۔۔ اور توحید پرستی اختیار کر لی۔

اس کے برعکس قرآن کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دنیا میں انسان کی زندگی کا آغاز توحید کی روشنی میں ہوا دنیا کا پہلا انسان ایک پیغمبر تھا جو براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہدایت یافتہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی مادی و جسمانی ضروریات کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی و اخلاقی تربیت کا بھی اہتمام فرمایا اور اس سلسلہ رسالت و نبوت جاری کیا۔ شرک اور اس کی تمام اقسام بعد کی پیداوار ہیں اس اعتبار سے توحید قدیم ہے

اور شرک جدید۔ جس فطری و ابدی حقیقت کو سائنس نے آج تعلیم کیا ہے قرآن پاک ڈیڑھ صدی قبل اس کو بیان کر چکا ہے۔

''اور جب تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کہ ''ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں،، یہ ہم نے اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔'' (الاعراف ۱۷۲)

اس آیت میں تمام انسانوں سے خطاب کر کے انہیں یہ حقیقت یاد دلائی گئی ہے کہ تم سب اپنے خالق کے ساتھ ایک میثاق (عہد الست) میں بندھے ہوئے ہو اور تمہیں ایک روز جواب دہی کرنی ہے کہ تم نے اس میثاق کی کہاں تک پابندی کی۔

متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ تخلیق آدم کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اس وقت جس طرح فرشتوں کو جمع کر کے انسان اول (حضرت آدمؑ) کو سجدہ کرایا گیا تھا اور زمین پر انسان کی خلافت کا اعلان کیا گیا تھا اسی طرح پوری نسل آدم کو بھی جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی، اللہ تعالیٰ نے بیک وقت وجود اور شعور بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا تھا اور ان سے اپنی ربوبیت کی شہادت لی تھی۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابی بن کعب نے غالباً حضورؐ سے استفادہ کر کے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس مضمون کی بہترین شرح ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو جمع کیا اور (ایک ایک قسم یا ایک ایک دور کے) لوگوں کو الگ الگ گروہوں کی شکل میں مرتب کر کے انہیں انسانی صورت اور گویائی کی طاقت عطا کی۔ پھر ان سے عہد و میثاق لیا اور انہیں آپ اپنے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور آپ ہمارے رب ہیں۔

تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم پر زمین و آسمان سب کو اور خود تمہارے باپ آدم کو گواہ ٹھہراتا ہوں تاکہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس کا علم نہ تھا۔

خوب جان لو کہ میرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اور میرے سوا کوئی رب نہیں ہے۔ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ میں تمہارے پاس اپنے پیغمبر بھیجوں گا جو تم کو یہ عہد و میثاق جو تم میرے ساتھ باندھ رہے ہو یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں بھی نازل کروں گا۔

اس پر سب انسانوں نے کہا کہ ہم گواہ ہوئے، آپ ہی ہمارے رب اور آپ ہی ہمارے معبود ہیں،

آپ کے سوا نہ کوئی ہمارا معبود ہے نہ رب۔"

قرآن وحدیث دونوں میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ قیامت کے روز بنی آدم پر حجت قائم کرتے ہوئے اس ازلی عہد واقرار کو بطور سند پیش کیا جائے گا، تا کہ انسانوں میں سے جو لوگ اپنے معبود واحد سے بغاوت اختیار کریں وہ اپنے اس "جرم" کے پوری طرح ذمہ دار قرار پائیں۔ انہیں اپنی صفائی میں نہ تو لاعلمی کا عذر پیش کرنے کا موقع ملے اور نہ وہ سابق نسلوں پر اپنی گمراہی کی ذمہ داری ڈال کر خود بری الذمہ ہوسکیں۔

گویا بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ اس ازلی عہد و میثاق کو اس بات پر دلیل قرار دیتا ہے کہ نوع انسانی میں سے ہر شخص انفرادی طور پر اللہ تعالیٰ کے الہ واحد اور رب واحد ہونے کی شہادت اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور اس بنا پر یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی شخص کامل بے خبری کے سبب سے، یا گمراہ ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے اپنی گمراہی کی ذمہ داری سے بالکل بری ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک اہم ترین سوال یہ ہے کہ کیا یہ ازلی میثاق ہمارے شعور اور حافظہ میں محفوظ ہے؟ کیا ہم میں سے کوئی شخص بھی یہ جانتا ہے آغاز آفرینش میں وہ اپنے معبود واحد، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور اس سے الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) کا سوال ہوا تھا اور اس نے بلی (ہاں) کہا تھا؟ اگر نہیں تو پھر اس اقرار کو جس کی یاد ہمارے شعور و حافظہ سے محو ہوچکی ہے ہمارے خلاف حجت کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس میثاق کا نقش انسان کے شعور وحافظہ میں تازہ رہنے دیا جاتا تو انسان کا دنیا کی موجودہ امتحان گاہ میں بھیجا جانا سرے سے فضول ہوجاتا کیونکہ اس کے بعد تو اس آزمائش وامتحان کے کوئی معنی ہی باقی نہ رہ جاتے۔۔۔ جیسے تعلیمی سلسلے کے امتحان میں پیپر آؤٹ ہوجائے تو پھر امتحان دینے کا اصل مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے۔۔۔ لہٰذا اس نقش کو شعور وحافظہ میں تو تازہ نہیں رکھا گیا، لیکن وہ تحت الشعور Sub Concious اور وجدان (intuition) میں یقیناً محفوظ ہے۔

یہ صریح حقیقت ہے کہ اس میثاق (عہد) یا دوسرے الفاظ میں توحید کا تصور ہر انسان کے دل پر نقش ہے۔ غفلت، گمراہی، حالات اور ماحول کے تحت وہ "نقش،، دھندلا تو سکتا ہے لیکن مٹ نہیں سکتا۔۔۔ اس کا تجربہ ہر انسان کو روزمرہ کی زندگی میں ہوتا رہتا ہے لیکن اس کا شعور واحساس اہل دل ہی کو ہوتا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ توحید کے اس نقش کو جہالت، تعصبات، خواہشات نفس اور شیاطین جن وانس کی گمراہ کن تعلیمات وترغیبات نے ہمیشہ دبانے، چھپانے، منحرف اور مسخ کرنے کی کوشش کی ہے جس کے نتیجہ میں شرک، دہریت، الحاد اور اخلاقی وعملی فساد رونما ہوتا رہا ہے لیکن ضلالت کی ان ساری طاقتوں کے متحدہ عمل کے باوجود توحید کا نقش انسان کی لوح دل پر کسی نہ کسی حد تک موجود رہا ہے اور اسی لئے تذکیر وتجدید کی کوششیں اسے ابھارنے میں کامیاب ہوتی رہی ہیں۔

دنیا میں بڑے بڑے فلسفی، مفکرین، سیاست دان اور راہنما پیدا ہوئے لیکن انسان فلاح و بہبود اور نجات کے لئے" قانون"، تخلیق کرنے سے قاصر رہے آج تک ماہرین قانون کو وہ "صحیح بنیاد"، نہیں ملی جس پر وہ اپنے ضابطہ حیات کی عمارت کھڑی کرسکیں۔۔۔جو بنی نوع انسانیت کے لئے امن وفلاح اور نجات کی ضامن ہو۔

لہٰذا اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے بغیر انسان خود اپنے لئے قانون وضع نہیں کرسکتا، چنانچہ مشہور ماہر عمرانیات، ڈاکٹر فرائڈ مین لکھتے ہیں:

"اب وقت آ گیا ہے کہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ انسان خدا کی راہنمائی کے بغیر قانون نہیں بنا سکتا، پھر الہامی قوانین اس لحاظ سے بھی انسان کے خودساختہ قوانین پر فوقیت رکھتے ہیں کہ الٰہی قانون اٹل ہوتا ہے جس میں کوئی ردوبدل نہیں کرسکتا، لیکن انسانی قوانین لیل ونہار کی گردشوں کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔"

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی گزشتہ صدیوں کی ناکامیوں اور نامرادیوں نے یہ بات اچھی طرح واضح کردی ہے کہ انسان کے لئے فلاح ونجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ افراد اور اقوام عالم اس الہامی ہدایت پر عمل پیرا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں، (انبیائے کرامؑ) کے ذریعہ سے نوع انسانی کو نوازا۔۔۔اور جس کی مکمل، آخری اور دائمی شکل ہمارے سامنے قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ کے دلکش روپ میں موجود ہے۔ جس کا اصطلاحی نام "دین اسلام"، ہے یہ صریح حقیقت ہے کہ "اسلام"، عالمی مذاہب کا کامل "جدید ترین" اور "آخری ایڈیشن" ہے۔ جس ہستی نے کائنات تخلیق کی اور جو تمام انسان کا خالق و مالک ہے اسی کا مرتب کردہ یہ دین ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

ان الدین عنداللہ الاسلام

"اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے" (ال عمران۔۱۹)

یعنی اللہ کے نزدیک انسان کے لئے صرف ایک ہی نظام زندگی اور ایک ہی طریقہ حیات صحیح و درست ہے اور وہ یہ کہ انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق، مالک اور معبود شعوری طور پر تسلیم کرے اور اس کی بندگی و غلامی میں اپنے آپ کو بالکل سپرد کر دے اور اس کی بندگی بجالانے کا طریقہ خود نہ ایجاد کرے، بلکہ اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے جو "ہدایت" بھیجی ہے، ہر کمی و بیشی کے بغیر صرف اسی کی پیروی کرے۔

اسی طرز فکر و عمل کا نام "اسلام"، ہے اور یہ بات سراسر بجا ہے کہ کائنات اور خود انسان کا خالق و مالک اپنی مخلوق اور رعیت کے لئے "اس اسلام" کے سوا کسی دوسرے طرز عمل کو جائز تسلیم نہ کرے۔

یہ حقیقی وفطری دین ہے جو دراصل پوری بنی نوع انسانیت کا دین ہے..... یہ بھی حقیقت ہے کہ دین اسلام زور و زبردستی کا قائل نہیں ہے۔۔۔ یہ اس کے دین فطرت ہونے کی صریح دلیل ہے۔

لَآ اِکْرَاهَ فِي الدِّيْنِ

''دین کے معاملے میں کوئی زور وزبردستی نہیں ہے'' (بقرہ ۲۵۶)

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بھی واضح فرمادی۔

اِنَّا هَدَ ينهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا

''ہم نے اسے راستہ دکھادیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا'' (الدھر ۳)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض علم وعقل کی قوتیں دے کر ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ساتھ ساتھ اس کی رہنمائی کے لئے پے در پے انبیاء بھیجے، کتابیں نازل کیں۔۔ تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ شکر کا راستہ کون سا ہے اور کفر کا راستہ کون سا۔۔ اور اس کے بعد جو راستہ بھی وہ اختیار کرے اس کا ذمہ دار وہ خود ہو۔

اس ضمن میں بنیادی اور اہم ترین حقیقت یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضورؐ تک تمام انبیائے کرامؑ ایک ہی دین اور ضابطہ حیات و ہدایت لے کر آئے تھے، ان کی تعلیمات یکساں تھیں ان کا مقصود ایک ہی تھا۔۔ ایک اللہ کی بندگی کی طرف دعوت دینا، عقیدہ توحید کی تبلیغ، پرچار اور اشاعت۔

اللہ تعالیٰ کی حد درجہ رحمت، عنایت اور لطف و کرم ہے کہ اس نے کسی قوم کو بھی اس نعمت عظیم سے محروم نہیں رکھا۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ج

''ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔'' (النحل: ۳۶)

سورہ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ٥

''(اے محمدؐ) ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو''

اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں توحید کا جو تصور فطری و پیدائشی طور پر نقش فرمایا ہے اس کو ابھرنے، ظہور میں لانے اور عملی صورت اختیار کرنے کے لئے ایک خارجی اپیل کی ہمیشہ ضرورت رہی ہے چنانچہ انبیائے کرامؑ کتب آسمانی اور ان کی

پیروی کرنے والے داعیان حق، سب کے سب یہی خدمت سرانجام دیتے رہے ہیں اسی لئے ان کو قرآن میں مذکر (یاد دلانے والے) کہا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انبیاء الہامی کتب اور داعیان حق انسان کے اندر کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتے بلکہ اسی چیز کو ابھارتے اور تازہ کرتے ہیں جو ان کے اندر پہلے سے موجود ہے۔ نفس انسانی کی طرف سے ہر زمانہ میں اس تذکیر کا جواب بصورت لبیک ملنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اندر فی الواقع توحید کا نقش چھپا ہوا تھا جو اپنے پکارنے والے کی آواز پہچان کر جواب دینے کے لئے ابھر آیا۔

قرآن پاک میں انبیائے کرامؑ کی آمد کو باران رحمت قرار دیا گیا ہے۔ جنھوں نے گلشن توحید کی آبیاری پورے تن من دھن سے کی اور اس کے لئے اپنی جانیں تک قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔

انبیائے کرامؑ کی آمد انسان کی اخلاقی زندگی کے لئے ویسی ہی ''رحمت'' ہے جیسی بارش کی آمد اس کی مادی زندگی کے لئے رحمت ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح آسمانی بارش کے نزول سے مردہ پڑی ہوئی زمین یکا یک جی اٹھتی ہے اور اس میں کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں اسی طرح آسمانی وحی کا نزول اخلاق و روحانیت کی ویران پڑی ہوئی دنیا کو جلا اٹھاتا ہے اور اس میں فضائل و محامد کے گلزار لہلہانے شروع ہو جاتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں جو افراد و اقوام جو اس باران رحمت سے براہ راست فیضیاب ہوئیں۔ باران رحمت کا یہ سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

نبی آخری الزمان حضرت محمد ﷺ پر رسالت و نبوت کی تکمیل ہوگئی اور بارگاہ الٰہی سے یہ خوشخبری سنائی گئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً ط

''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے''۔ (مائدہ:۳)

حضورؐ پوری بنی نوع انسانیت کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اس سلسلے میں قرآن پاک میں آپ کو حکم دیا گیا۔

''(اے محمد) کہو کہ اے انسانو: میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی امّی پر، جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے اور پیروی اختیار کرو اس کی، امید ہے کہ تم راہ راست پالو گے''۔ (الاعراف ۱۰۸)

حضورؐ کا دور رسالت و نبوت تا قیامت ہے اس لحاظ سے قیامت تک آنے والی نسل انسانی کو آپ کا ''مخاطب'' ہونے کا شرف و اعزاز حاصل ہے۔ اسی لئے آپ کو ''معلم انسانیت'' محسن انسانیت اور رحمۃ اللعالمین کے القابات سے یاد

کیا جاتا ہے۔

تمام انبیائے کرامؑ نے توحید کا ''آفاقی نظریہ'' پیش فرمایا۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضورؐ تک تمام انبیائے کرامؑ کی تعلیمات کا ''بنیادی نکتہ'' عقیدہ توحید ہے۔۔ یعنی تمام انبیائے کرامؑ کا ایک ''پیغام'' رہا ہے۔ ہر دور اور ہر زمانے میں ایک ہی مقصد کے تحت وہ بھیجے گئے یہ امر اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انہیں ایک ہی ہستی، اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، لہٰذا اس سب کا یکساں ادب و احترام لازمی ہے۔

بحیثیت نبی کے وہ ایک دوسرے پر ایمان رکھتے تھے، ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے تھے اور ایک دوسرے کے معاون و مددگار تھے۔

حضورؐ کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہم ایک اللہ اور آخری رسولؐ پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ تمام انبیائے کرامؑ پر یکساں ایمان رکھتے ہیں کہ اس کے بغیر ہمارا ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں اپنے رسولوں اور سچے اہل ایمان کی یہی صفات بیان فرمائی ہیں۔

> ''رسول اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور سب مومن بھی اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں کوئی فرق نہیں کرتے اور وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی''۔ (بقرہ: ۲۸۰)

انبیائے کرامؑ نے عقیدہ توحید کا صرف درس ہی نہیں دیا بلکہ اپنے ہر قول و فعل سے اس کی تصدیق کی۔ انہیں خدائے واحد پر ''کامل یقین'' تھا۔ کوئی خوف، لالچ اور دھمکی انہیں ''راہ حق'' سے ہٹا نہ سکی۔

انبیائے کرامؑ کی غیر معمولی عظمت، رفعت کا راز درحقیقت ان کے مثالی جذبہ عبوریت اور کامل اطاعت خداوندی میں پوشیدہ ہے وہ ایک اللہ کی بندگی کے جذبہ سے سرشار تھے۔ توحید کے علمبردار اور پرستار تھے ایک اللہ کی بندگی پر ان کو فخر و ناز تھا۔ ان کی زندگی کا حاصل و مقصود صرف اور صرف رب واحد کی رضا و خوشنودی کا حصول تھا۔ یہی بندگی کی معراج ہے۔

عقیدہ توحید کی اہمیت مسلم ہے یہ وہ بنیادی حقیقت ہے جس پر دین اسلام سمیت دیگر الہامی مذاہب کے نظام عائد کی بنیاد ہے، عقیدہ توحید تمام انبیائے کرامؑ کا مشترکہ ورثہ ہے۔

جب ہر سو غیر اللہ کی بندگی و پرستش کی جا رہی تھی لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسب نسب اور اولاد کا تصور رکھتے تھے۔ مشرکین یہود و نصاریٰ حضورؐ سے اس سلسلے میں مختلف سوالات کرتے تھے کہ آپ کا رب جس کی بندگی کی آپؐ دعوت

دے رہے ہیں کون ہے کیسا ہے کس چیز سے بنا ہے اور اُس کا حسب ونسب کیا ہے؟۔۔ان سوالات کے جواب کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ''سورہ الاخلاص'' نازل فرمائی (اس وقت اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں قرآن کی مفصل آیات ابھی نازل نہیں ہوئی تھیں۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ٥ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ٥ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ ٥ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ ٥

''کہو، وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔کسی ہستی کی کسی دوسری ہستی کے ساتھ شرکت کی تین وجوہات ہوسکتی ہیں''۔

1۔ کوئی ہستی دوسری ہستی کی محتاج ہو

2۔ کوئی ہستی دوسری ہستی کے ساتھ رشتہ توالد وتناسل رکھتی ہو

3۔ کوئی ہستی دوسری ہستی کے برابر ہو

اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ان تمام عیوب سے مبرا ومنزہ ہے لہٰذا اس کے ساتھ کسی دوسری ہستی کو شریک کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے یہ سورت توحید کا خالص، واضح اور جامع تصور پیش کرتی ہے۔سورہ اخلاص میں خالص توحید پیش کی گئی ہے اس سورت کو یہ نام اس حوالے سے بھی دیا گیا ہے کہ جو شخص بھی اس کی سمجھ کر اس کی تعلیم پر ایمان لے آئے گا وہ شرک سے خلاصی پا جائے گا۔

حضورؐ کی نگاہ میں اس صورت کی بڑی عظمت تھی اور آپؐ مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو اس کی اہمیت محسوس کراتے تھے تاکہ توحید کا نقش دل پر راسخ ہوجائے۔آپؐ نے اس صورت کو ایک تہائی قرآن قرار دیا۔توحید کی شہادت خود اللہ،اس کے فرشتے اور علم حقیقی رکھنے والے دیئے ہیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ

''اللہ نے خود شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور (یہی شہادت) فرشتوں اور اہل علم نے بھی دی ہے۔'' (ال عمران:۱۸)

اس آیت میں تین معتبر شہادتوں کے ذریعے سے یہ بات واضح فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں توحید باری تعالیٰ پر ایمان کا پہلا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ انسان اسی کی عبودیت اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ اسی عبودیت کو قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لئے کی گئی ہو۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کی اپنی توحید پر شہادت کے متعلق علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے کائنات کی کتاب کے ہر صفحہ پر توحید کے ایسے روشن اور اٹل دلائل ثبت کئے ہیں جس سے کوئی صاحب عقل سلیم انکار نہیں کرسکتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ جو کائنات کا خالق ہے جو کائنات کی تمام حقیقتوں کا براہ راست علم رکھتا ہے جو تمام موجودات کو بے حجاب دیکھ رہا ہے جس کی نگاہ سے زمین وآسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔۔اس سے بڑھ کر معتبر شہادت کس کی ہوسکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے معتبر شہادت فرشتوں کی ہے کیونکہ وہ سلطنت کائنات کے انتظامی اہلکار ہیں اور براہ راست اپنے ذاتی علم کی بنا پر شہادت دے رہے ہیں کہ اس سلطنت میں ایک اللہ کے سوا کسی کو حکم نہیں چلتا۔

اہل علم کی شہادت بھی اہمیت کی حامل ہے۔جن کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ الَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ ط

''کہہ بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے ،دونوں برابر ہوسکتے ہیں''(از ہر:۹)

عقیدہ توحید کا اقرار جن الفاظ میں کیا جاتا ہے اصطلاح میں اسے کلمہ طیبہ کہا جاتا ہے قرآن پاک اس کو شجر طیبہ سے تشبیہ دیتا ہے:

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ

''اس (کلمہ طیبہ) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت جس کی جڑیں زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں''(ابراہیم:۲۴)

کلمہ طیبہ کے لفظی معنی تو ''پاکیزہ بات'' کے ہیں مگر اس سے مراد وہ قول حق اور عقیدہ صالحہ ہے جو سراسر حقیقت اور راستی پر مبنی ہو۔ یہ قول اور عقیدہ قرآن مجید کی رو سے لازماً ہی ہوسکتا ہے جس میں توحید کا اقرار انبیاء کتب آسمانی اور آخرت کا اقرار ہو۔قرآن انہی امور کو بنیادی صداقتوں کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین سے لے کر آسمان تک چونکہ سارا نظام کائنات اسی حقیقت پر مبنی ہے جس کا اقرار ایک مومن اپنے کلمہ طیبہ میں کرتا ہے۔اس لئے کسی گوشے میں بھی قانون فطرت اس سے نہیں ٹکراتا،کسی شے کی بھی اصل اور جبلت اس سے اختلاف نہیں کرتی ،کہیں کوئی حقیقت اور صداقت اس سے متصادم نہیں ہوتی اسی لئے زمین اور اس کا پورا نظام اس سے تعاون کرتا اور آسمان اور اس کا پورا عالم اس کا خیر مقدم کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پورا نظام کائنات حق یعنی عقیدہ توحید پر قائم ہے۔زمین وآسمان اور ان میں پائی جانے والی ہر شے توحید کی گواہی دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے۔

''اس کی پاکی تو ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں بیان کر رہی ہیں جو آسمان اور زمین میں ہیں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو''

کائنات کی تخلیق اور اس کا نظم وضبط بذات خود اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ ایک بالآخر ہستی تنہا سارا نظام چلا رہی ہے۔ ورنہ اس کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

''اگر آسمان وزمین میں ایک اللہ کے سوا دوسرے معبود ہوتے تو دونوں میں فساد برپا ہو جاتا''

قرآن کا واضح اعلان ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

''اللہ، وہ زندہ جاوید ہستی جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے'' (بقرہ: ۲۰۰)

اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ نادان لوگوں نے اپنی جگہ چاہے کتنے ہی معبود بنا رکھے ہوں مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ خدائی پوری کی پوری بلا شرکت غیرے اس غیر قانونی ذات کی ہے جو کسی کی بخشی ہوئی زندگی سے نہیں بلکہ آپ اپنی ہی حیات سے زندہ ہے اور اس کے بل بوتے ہم کائنات کا یہ سارا نظام قائم ہے۔

اپنی سلطنت میں خداوندی کے جملہ اختیارات کا مالک وہ خود تنہا ہے، کوئی دوسرا نہ اس کی ذات وصفات میں شریک ہے اور نہ اس کے حقوق واختیارات میں۔ لہٰذا اس کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ شریک ٹھہرا کر زمین وآسمان میں جہاں بھی کسی اور کو معبود (الٰہ) بنایا جا رہا ہے۔ ایک جھوٹ گھڑا جا رہا ہے اور حقیقت کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے۔

آیۃ الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی ایسی مکمل معرفت بخشی کی گئی ہے جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی اسی بناء پر حدیث میں اس آیت کو سب سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ تمام انبیائے کرامؑ نے صرف اور ایک اللہ کی عبادت کی تعلیم دی۔ ان کے نزدیک ''عبادت'' صرف ''پوجا'' نہ تھی۔ ان کی دعوت یہ نہیں تھی کہ صرف پوجا الٰہ کی کرو باقی بندگی واطاعت جس کی چاہو کرتے رہو، بلکہ وہ انسان کو خدائے واحد کا پرستار بھی بنانا چاہتے تھے اور مطیع فرمان بھی۔ حضرت نوحؑ اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے میری قوم کے لوگو: اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں ہے، کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ (مومنون: ۲۳)

حضرت ہودؑ اپنی قوم کو یہی پیغام توحید دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں ہو" (مومنون:۳۲)

حضرت صالحؑ عقیدہ توحید کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے برادران قوم: اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی کھلی دلیل آ گئی ہے" (الحراف ۷۳)

حضرت ابراہیمؑ اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حقیقت میں تمہارا رب وہی ہے جو زمین اور آسمانوں کا رب اور ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس پر میں تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں" (انبیاء:۵۶)

حضرت یعقوبؑ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا

"بچو: میرے بعد تم کس کی بندگی کرو گے؟

ان سب نے جواب دیا ہم اسی ایک خالق کی بندگی کریں گے جسے آپ نے اور آپ کے بزرگوں، ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق نے خدا مانا ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

تلمود میں حضرت یعقوبؑ کی جو مفصل وصیت درج ہے اس کا مضمون قرآن کے بیان سے بہت مشابہہ ہے یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ دونوں اللہ تعالیٰ کے کلام ہیں۔

ا۔ خداوند اپنے خدا کی بندگی کرتے رہنا، وہ تمہیں اسی طرح تمام آفات سے بچائے گا جس طرح تمہارے آباؤ اجداد کو بچاتا رہا ہے۔ اپنے بچوں کو خدا سے محبت کرنے اور اس کے احکام بجالانے کی تعلیم دینا تا کہ ان کی مہلت زندگی دراز ہو، کیونکہ خدا ان لوگوں کی حفاظت کرتا ہے جو حق کے ساتھ کام کرتے ہیں اور اس کی راہوں پر ٹھیک چلتے ہیں۔

جواب میں ان کے بیٹوں نے کہا "جو کچھ آپؑ نے ہدایت فرمائی ہے ہم اس کے مطابق عمل کریں گے۔ خدا ہمارے ساتھ ہو۔

تب یعقوب نے کہا "اگر تم خدا کی سیدھی راہ سے دائیں بائیں نہ مڑو گے تو خدا ضرور تمہارے ساتھ رہے گا۔

انبیاء کی زندگی کا اولین مقصد عقیدہ توحید کا پرچار تھا۔"

حضرت یوسفؑ سالہا سال قید و بند میں رہے لیکن اپنی ذمہ داری سے غافل نہیں ہوئے اپنے جیل کے ساتھیوں سے خطاب فرماتے ہیں:

"میں نے ان لوگوں کا طریقہ چھوڑ کر جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں، اپنے

بزرگوں، ابراھیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں درحقیقت یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور تمام انسانوں پر (کہ اس نے اپنے سوا کسی کا بندہ ہمیں نہیں بنایا) مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے زنداں کے ساتھیو! تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ اس کو چھوڑ کر تم جن کی بندگی کر رہے ہو وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کے لئے کوئی سند نازل نہیں فرمائی فرماں روائی کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے۔ اس کا حکم ہے کہ خود اس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو یہی ٹھیک سیدھا طریق زندگی ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں" (یوسف ۳۷۔۴۰)

حضرت الیاسؑ اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

"تم لوگ ڈرتے نہیں ہو؟ کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑ دیتے ہو، اس اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے اگلے پچھلے آباؤ واجداد کا رب ہے؟" (صفت ۱۲۴۔۱۲۶)

حضرت موسیٰؑ وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جن کا قرآن مجید میں سب سے زیادہ ذکر کیا گیا ہے۔ قوم بنی اسرائیل (یہود) کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ سب سے زیادہ انبیاء اس کی طرف بھیجے گئے۔

قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے عظیم ترین نعمتوں سے نوازا، انبیاء مبعوث فرمائے، کتابیں نازل کیں، امامت کے عظیم الشان منصب پر سرفراز فرمایا۔ دنیا کی تمام اقوام پر فضیلت بخشی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوا نِعۡمَتِيَ الَّتِيٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّيۡ فَضَّلۡتُكُمۡ

"اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری وہ نعمت، جس سے میں نے تمہیں نوازا تھا، اور یہ کہ میں نے تمہیں دنیا کی تمام قوموں پر فضیلت دی تھی۔"

خدائے واحد، اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کی سخت ترین غلطیوں خطاؤں اور کوتاہیوں سے صرف نظر کر کے انہیں معاف کیا۔ پے در پے نعمتیں اور انعامات عطا فرمائے (صحرا میں پانی وغذا کا انتظام، ابر کا سایہ وغیرہ کا) تاکہ وہ شکر گزار ہوں۔ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو رب واحد کے احسانات یاد دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی اس نعمت کا خیال کرو جو اس نے تمہیں عطا کی تھی۔ اس نے تم میں نبی پیدا کئے، تم کو فرمانروا بنایا، اور تم کو وہ کچھ دیا جو دنیا میں کسی کو نہ دیا تھا۔" (مائدہ ۲۰)

مندرجہ بالا آیت میں بنی اسرائیل کی اس عظمت گزشتہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسیٰؑ سے بہت پہلے کسی زمانہ میں ان کو حاصل تھی۔ ایک طرف حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ جیسے جلیل القدر پیغمبران کی قوم میں پیدا ہوئے اور دوسری طرف حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں اور ان کے بعد مصر میں ان کو بڑا اقتدار نصیب ہوا مدت دراز تک یہی اس زمانہ کی مہذب دنیا کے سب سے بڑے فرمانروا تھے۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنی وفات سے پہلے اپنی قوم کو توحید خالص کا درس دیا جو بڑا موثر اور نصیحت آموز ہے:

''سن اے اسرائیل! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ تو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے اپنے خداوند کے ساتھ محبت رکھ اور یہ باتیں جن کا حکم آج میں تجھے دیتا ہوں تیرے دل پر نقش رہیں اور تو ان کو اپنی اولاد کے ذہن نشین کرنا اور گھر بیٹھے اور راہ چلتے اور لیٹتے اور اُٹھتے ان کا ذکر کرنا۔'' (باب ۱۶ آیات: ۴:۷)

حضرت موسیٰؑ نے فرعون جیسے ظالم بادشاہ کے دربار میں توحید کا علم بلند فرمایا۔ فرعون نے جب آپؑ سے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو آپؑ نے جواب میں فرمایا:

''میرا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی، پھر اس کو راستہ بتایا۔''

قرآن سراسر حق ہے، حق کی تعلیم دیتا ہے۔۔۔ لہٰذا اپنے مخالفین کی بھی حق بات کو سراہتا ہے۔۔ یہ قرآن ہی کا اعزاز ہے:

''مگر سارے اہل کتاب (یہود) یکساں نہیں ہیں، ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راہ راست پر قائم ہیں، راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور اس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں، اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں یہ صالح لوگ ہیں اور جو نیکی بھی یہ کریں گے اس کی ناقدری نہ کی جائے گی اللہ پرہیز گار لوگوں کو خوب جانتا ہے۔'' (ال عمران ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵)

حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو معجزانہ طور پر بن باپ کے پیدا کیا تا کہ لوگوں کی آزمائش کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو دیگر معجزات بھی عطا فرمائے تھے۔۔ آپؑ نے لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔

''اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، لہٰذا تم اسی کی بندگی اختیار کرو۔'' (ال عمران ۵۱)

آپؑ اور آپؑ کے حواریوں کا مشن عقیدۂ توحید کی دعوت واشاعت تھا۔

جب آپؑ نے لوگوں سے سوال کیا:

مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ط

''کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتا ہے؟

آپؑ کے حواریوں نے جواب میں فرمایا:

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ج

''ہم اللہ کے مددگار ہیں'' (ال عمران ۵۲)

لوگوں کو ''اللہ کی طرف'' بلانے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنا ''رفیق ومددگار'' قرار دیتا ہے۔ یہ بندگی کا بلند سے بلند مقام ہے اور ان کے لئے ایک اعزاز۔

ایک یہودی عالم نے حضرت مسیحؑ سے پوچھا کہ احکام دین میں اولین حکم کون سا ہے؟ آپؑ نے فرمایا:

''خداوند اپنے (واحد) خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ، بڑا اور پہلا حکم یہی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے جس خلوص، لگن، جوش وسرگرمی سے عقیدہ توحید کی دعوت پیش فرمائی وہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپؑ کو ایک اللہ کی بندگی پر فخر وناز ہے۔۔۔ الوہیت میں آپؑ کا کوئی حصہ نہیں۔''

یہ امر بھی ایک ''واضح حقیقت،، ہے کہ آپؑ ''وہی دین'' لے کر آئے تھے جو حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیائے کرام لائے تھے اور جس کی تکمیل حضورؐ پر ہوئی۔ رائج الوقت اناجیل میں بھی اس حقیقت کی تصدیق کی گئی ہے انجیل متی میں حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں۔

''یہ نہ سمجھ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔'' (۵:۱۷)

قرآن اپنی ''روایت'' کو برقرار رکھتے ہوئے ان اہل کتاب (عیسائیوں) کی ''نیکی'' کو بھی سراہتا ہے۔

''تم ایمان لانے والوں کے لئے دوستی میں قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس وجہ سے کہ ان میں عبادت گزار عالم اور تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور ان میں غرور

نفس نہیں ہے جب وہ اس کلام کو پڑھتے ہیں جو رسول پر اترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔ وہ بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار! ہم ایمان لائے، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔" (مائدہ ۸۲:۸۳)

۱۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان جو جنگ ہوئی اس میں مسلمانوں کی ہمدردیاں رومیوں (عیسائیوں) کے ساتھ تھیں۔ ان کا دین مسلمانوں کے دین سے قریب تر تھا اس لئے مسلمانوں کی خواہش تھی کہ فتح رومیوں کی ہو۔ قرآن پاک کی سورہ روم (الروم) میں رومیوں کی فتح کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ یہ امر اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی اصل ایک ہی ہے یعنی عقیدہ توحید۔

عقیدہ توحید اسلام اور ایمان کی روح ہے۔ حضورؐ سے سوال کیا گیا اسلام کیا ہے؟

آپؐ نے جواب میں فرمایا "کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا،، (بخاری مسلم)

آپؐ سے مزید پوچھا گیا "ایمان کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا

"اللہ کو (ایک) ماننا، ملائکہ، اس کی کتاب کو ماننا، اس کے رسولوں کو ماننا، مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان رکھنا اور اس بات پر ایمان لانا کہ جو کچھ اس دنیا میں ہوتا ہے اللہ کی مشیت اور اس کے فیصلے کے تحت ہوتا ہے۔" (بخاری، مسلم)

اسلام کے پیش کردہ تصور توحید پر ایمان لانے اور اس کے مطابق عمل کرنے سے ایمان کامل ہوتا ہے حضورؐ کا ارشاد مبارک ہے:

"ایمان کا مزہ چکھا اس شخص نے جو اللہ کو اپنا رب ماننے، اسلام کو اپنا دین ماننے اور محمدؐ کو اپنا رسول تسلیم کرنے پر راضی ہو گیا۔" (بخاری، مسلم)

حضورؐ نے نہ زبان وقومیت کا نعرہ بلند فرمایا نہ معاشی مسئلہ کو مقدم سمجھا اور نہ ہی اپنی تحریک کو سیاسی رنگ دیا۔ آپؐ نے اپنی دعوت کی بنیاد عقیدہ توحید پر رکھی اور لوگوں کو "توحید خالص" کی طرف بلایا اور انہیں قرآن کا پیغام یاد دلایا:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً

"ابتداء میں سب لوگ ایک ہی امت تھے۔"

آپؐ نے لوگوں کو قرآن پاک کی اس تنبیہ کی بھی یاددھانی کروائی:

''اس (اللہ) نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جسے (اے محمدؐ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جانا۔'' (الشوریٰ ۱۳)

اسی حقیقت کو حضورؐ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے''

اسی حقیقت کے حوالے سے حضورؐ نے لوگوں کو ہمیشہ یہ درس دیا:

كُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَاناً

''اے اللہ کے بند! بھائی بھائی ہو جاؤ''

آپؐ نے ایک خدا، ایک رسولؐ ایک کتاب اور ''ایک دین'' پر ایمان رکھنے والوں کو ایک جسم سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا:

''مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے جس کے کسی عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم اس تکلیف میں شریک ہوتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے حضورؐ نے اپنے چچا سے فرمایا:

''اے چچا، میں لوگوں سے صرف ایک کلمہ کا مطالبہ کرتا ہوں، وہ کلمہ ایسا ہے کہ اگر یہ لوگ مان تو لیں تو پورا ملک عرب اس کلمہ کی بدولت ان کے ماتحت آجائے گا اور غیر عرب قومیں ان کو جزیہ دیں گی۔''

لوگ نبیؐ کی یہ بات سن کر چونک اٹھے، انہوں نے کہا کہ تم ایک کلمہ کا مطالبہ کرتے ہو، تمہارے باپ کی قسم ہم دسیوں باتیں ماننے کے لئے تیار ہیں، بتاؤ وہ کلمہ کیا ہے؟ ابوطالب نے بھی کہا بھتیجے بتاؤ وہ کلمہ کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا ''وہ کلمہ'' ''لا الہ الا اللہ'' ہے

پھر چشم فلک نے یہ انوکھا منظر دیکھا کہ اس کلمہ کی بدولت، اونٹوں کے گلہ بان قوموں کے ہادی و امام بن گئے۔۔۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ایک دوسرے کے جاں نثار بن گئے اور انہوں نے اس آیت قرآنی کی عملی تفسیر پیش کی۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

''بے شک مومن تو آپس میں بھائی ہیں۔'' (حجرات ۱۰)

مسلمانوں نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ایک دیوار کی طرح ہیں جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

تاریخ کے صفحات پر واقعاتی رنگ میں، مسجد نبوی کی پر نور مجلس میں آپ دیکھیں گے کہ محمدؐ کے گرد ایک ہی بوریا پر ایک ساتھ حضرت ابی بن کعب بھی بیٹھے ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام بھی بیٹھے ہیں، حضرت سید بن سعید، حضرت سلمان فارسیؓ، صہیبؓ رومی، حضرت بلالؓ حبشی، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور جملہ مہاجرین وانصارؓ بھی بیٹھے ہیں اور اس طرح بیٹھے ہیں کہ ان میں نہ تفریق ملت کا امتیاز باقی ہے کہ یہ یہودی ہیں، یہ عیسائی ہیں، یہ مجوسی ہیں، یہ بت پرست ہیں، نہ تفریق قومیت کا، نہ تفریق نسل کا، نہ تفریق وطن کا! بس ایک طوق لا الہ الا اللّٰہ کا ہے جو سب کی گردنوں میں پڑا ہوا ہے اور ایک مضبوط ڈوری اسلام کی ہے۔ جس نے سب کو "المسلم اخو المسلم" کے رشتہ میں باندھ رکھا ہے۔ اب یہ گل ہائے رنگا رنگ جو ایک رشتے اسلام سے بندھے ہوئے ہیں۔ باوجود اپنی اپنی انفرادی خصوصیت کے، انفرادی رنگ و بو کے ایک گلدستہ بنے ہوئے ہیں اور باہم ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ ان کی یہ وابستگی اور پیوستگی اللہ تعالٰی کی ایک "عظیم ترین نعمت" اور "انعام" ہے۔۔۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

"اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے، تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دل جوڑ دیے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔" (ال عمران ۱۰۳)

یہ "عظیم ترین نعمت" اور "انعام" آج ہمیں بھی حاصل ہو سکتا ہے اگر ہم "رب واحد" کے اس فرمان کو حرز جاں بنالیں:

وَعْتَصِمُوْ ابِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّ قُوْاَ

"تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور آپس میں تفرقہ نہ کرو۔" (ال عمران ۱۰۳)

اس عظیم ترین امت اور انعام کو برقرار رکھنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ مذکورہ فرمان الٰہی کو ہمیشہ حرز جاں بنائے رکھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کو حاصل کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا کہ اس کو برقرار رکھنا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ عظیم ترین نعمت اور انعام کس سبب سے حاصل ہوا، حاصل ہو سکتا ہے اور برقرار و قائم رہ سکتا ہے۔۔۔ وہ ہے عقیدۂ توحید پر یقین کامل، عقیدہ توحید وہ فطری "انقلابی" اور عالمگیر "عقیدہ" ہے کہ جو شخص یا قوم اسے بنیاد بنا کر اپنی زندگی کا نظام اس پر تعمیر کرے، اس کو ہر آن اس کے مفید نتائج حاصل ہوتے رہتے ہیں کہ اس کی حیثیت "شجر طیبہ"

کی ہے۔

یہ انقلابی عقیدہ، فکر میں سلجھاؤ، طبیعت میں سلامت، مزاج میں اعتدال سیرت میں مضبوطی، اخلاق میں پاکیزگی، روح میں لطافت، جسم میں طہارت و نظامت، برتاؤ میں خوشگواری، معاملات میں راست بازی، کلام میں صداقت شعاری، قول وقرار میں پختگی، معاشرت میں حسن سلوک، تہذیب میں فضیلت، تمدن میں توازن، معیشت میں عدل ومواساہ، سیاست میں دیانت، جنگ میں شرافت، صلح میں خلوص اور عہدو پیمان میں وثوق پیدا کرتا ہے۔۔۔ یہ ایک ایسا ''پارس'' ہے جس کی ''تاثیر'' اگر کوئی ٹھیک ٹھیک قبول کرلے تو کندن بن جائے۔

آخرت میں ''کامیابی کی ضمانت'' بھی یہی عقیدہ ہے جو کہ اصلی، حقیقی اور دائمی کامیابی ہے۔۔۔ اسی لئے رب واحد اپنے بندوں سے یہ وعدہ فرماتا ہے:

''بے شک مسلمان ہوں یا یہودی، عیسائی، صابی ہوں، جو بھی اللہ اور روز آخر پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور اس کیلئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔'' (بقرہ ۶۲)

مذہب سے دوری، بیزاری اور دینی اقدار سے بعد نے آج کے مہذب اور ترقی یافتہ انسان کو ذہنی وقلبی اذیت سے دوچار کردیا ہے۔

۔۔۔ مادہ پرستی کے اس دور میں ہر انسان دنیا طلبی اور مفاد پرستی کا شکار ہے۔

مذہب آج کے پر آشوب، جوہری دور میں بھی نجات دہندہ ثابت ہوسکتا ہے۔۔ شرط یہ ہے کہ اس کی ''اصلیت'' اور حقیقت کو سمجھا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ عقیدۂ توحید ہی وہ عقیدہ ہے جو دکھی اور مضطرب انسانیت کو نہ صرف سکون و اطمینان بخش سکتا ہے بلکہ انہیں ایک ''پلیٹ فارم'' پر جمع کر ان کو ایک ''متحدہ قوت'' بنا سکتا ہے۔ عدل ومساوات سے آشنا کرسکتا ہے۔۔ کہ اسی میں انسانیت کی فلاح ونجات ہے۔

یہ درحقیقت ہر انسان کے دل کی آواز ہے۔۔۔ جب ہی تو قرآن حکیم، انسانوں سے یہ سوال کرتا ہے:

''ان سے کہو، ذرا غور کر کے بتاؤ اگر کبھی تم پر اللہ کی طرف سے کوئی بڑی مصیبت آجاتی ہے یا آخری گھڑی آپہنچتی ہے تو کیا اس وقت تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہو؟ بولو، اگر تم سچے ہو۔''

حقیقت یہ ہے کہ ایسے وقت میں کٹر سے کٹر مشرک اور کافر کے دل سے بھی ''توحید'' کی شہادت، ابلنی شروع ہوجاتی

ہے۔۔یعنی ''حقیقت'' حقیقت بن کر ظاہر ہو جاتی ہے۔۔اور تمام انسانوں کی ''حقیقت'' ایک ہے۔۔۔کیونکہ ان کا مالک حقیقی ''ایک'' ہے۔اسی ''حقیقت'' کے پیش نظر اہل دنیا کو ''دعوت عام'' ہے۔

تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط

''آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے۔'' (ال عمران ۶۴)

حوالہ جات

1۔ تفہیم القرآن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا مودودیؒ

2۔ راہ عمل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا جلیل احسن

3۔ زادراہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایضاً

4۔ سیرت سرور دو عالم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا مودودیؒ

5۔ سیرت پیغمبر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عبدالصمد رحمان

6۔ مذاہب عالم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد نواز

7۔ مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ ۔۔۔۔علامہ دلبر حسن خان

دور جدید بین المذاہب عالمی اتحاد و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت

کنیز فاطمہ۔ لاہور

پیش لفظ

دنیا میں عام طور پر حالات کی جو ابتری موجود ہے وہ اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ انسانی معاشرے کے مستقبل کو محفوظ بنانے کے لئے زندگی کے مختلف شعبوں میں ایسی تبدیلیاں ترتیب دی جائیں جو معاشرے کے مختلف حصوں میں اور دنیا کی مختلف قوموں کے مابین، امن وآشتی اور ہم آہنگی لاسکیں یہی ایک راستہ ہے جس کے ذریعے انسانیت کے مستقبل کو محفوظ اور درخشاں بنایا جاسکتا ہے۔

اس سلسلے میں مذہب کے تصور کا تفصیلی اور گہرا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے مذہب کا تصور انسانی فہم وفراست اور معاشرتی رویوں کی اصلاح کی راہ میں اہم رکاوٹ رہا ہے مذہب نہ صرف مسلم معاشروں کے لئے ایک سنجیدہ مسئلہ ہے بلکہ اس نے عیسائی، یہودی، ہندو معاشروں میں بھی ابتری پھیلا رکھی ہے اس لئے یہ اور بھی زیادہ ضروری ہوگیا ہے کہ ہم اس مسئلے کا تفصیلی جائزہ لیں اور اس کے نتیجے میں ایسے امکانات پیدا کریں کہ وہ ملنسار امن پسند، باہم تعاون کرنے والی مذہبی شخصیتیں بن جائیں جو نہ صرف اپنے معاشروں کی بہبود بلکہ دوسری اقوام کی بہتری کے لئے کام کرسکیں۔ آج اقوام عالم اخلاقی پستی کے بھنور میں گرفتار اور روز بروز پستی میں گرتی چلی جارہی ہیں۔ لالچ وحرص اور خودغرضی نے لوگوں کو ایسا اندھا بنادیا ہے کہ وہ اپنے تھوڑے سے فائدے کے لئے دوسری کو بڑے سے بڑا نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کرتے مذہب ان سب برائیوں کی روک تھام کرتا ہے وہی ہم کو اعراض کی دعوت، رواداری کا درس اور اخوت ومحبت کا پیغام دیتا ہے وہ صرف مسلم کو ہی نہیں بلکہ غیر مسلم کے ساتھ بھی اخوت ومحبت، رواداری کا درس دیتا ہے۔

مذاہب عالم

دنیا میں بہت سے مذاہب پائے جاتے ہیں اور ہر مذہب والا اپنے ہی مذہب کو حق سمجھتا ہے ایسی حالت میں آخر اس فیصلے کی کیا صورت ہے کہ کون حق پر ہے اور کون نہیں اور یہ عقل کا تقاضا بھی نہیں بلکہ اخلاق کا تقاضا بھی ہے کیونکہ ان اختلافات اور ان کشمکشوں میں بہت سے فریقوں نے حصہ لیا ہے کسی نے ظلم کیا ہے اور کسی نے سہا ہے کسی نے قربانیاں دی ہیں ور کسی نے اس کو وصول کیا ہے ہر ایک نے اپنے نظریے کے مطابق ایک اخلاقی فلسفہ اور ایک اخلاقی رویہ اختیار کیا ہے۔

اس سے اربوں اور کھربوں انسانوں کی زندگیاں برے یا بھلے طور پر متاثر ہوئی ہیں۔ حالانکہ بنیادی طور پر تمام آسمانی کتابیں اصولی مسائل میں ہم آہنگ ہیں اور سب کا ہدف ومقصد ایک ہی ہے یعنی سب انسانی تربیت، ارتقا اور تکمیل کے در پے ہیں۔ اسلام اپنے آفاقی نظریات زبردستی کسی پر مسلط نہیں کرتا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے لا کراہ فی الدین . دین کے بارے میں کسی پر کوئی زبردستی نہیں۔ آج دنیا امن وامن کی پیاسی ہے محبت واخوت کی متلاشی ہے رواداری اور صلح وآشتی کو ڈھونڈتی پھرتی ہے اس لئے اگر ہم خلوص واخلاق کے ساتھ ان کو پروان چڑھائیں گے تو مملکت خداداد پاکستان اور اطراف عالم میں چین وسکون کی ہوائیں چلیں گی۔

آسمانی کتابیں

قرآن اور وہ تمام کتابیں جو مختلف زمانوں میں اللہ کی طرف سے نازل ہوئیں سب کی سب ایک ہی کتاب ہے ایک ہی ان کا مصنف ہے ایک ہی مقصد ہے ایک ہی اس کی تعلیم ہے اور ایک ہی علم ہے فرق ہے تو عبادات کا ہے جو ایک ہی مقصد کیلئے مختلف مخاطبوں کے لحاظ سے مختلف طریقوں سے اختیار کی گئیں یہ اور بات ہے کہ بعد کی تراش خراش نے ان میں تبدیلیاں کردی ہوں اور طرح طرح سے ان کو مسخ کردیا ہو۔ اگر یہودی اور عیسائی اسی تعلیم پر قائم رہتے ہیں تو یقیناً حضور کی بعثت کے وقت راست رو اور حق پرست لوگوں کو قرآن کے اندر ہی روشنی نظر آتی جو سابقہ آسمانی کتابوں میں پائی جاتی ہے تو اس صورت میں انہیں حضور کی پیروی اختیار کرنے میں اسلام لانے میں سرے سے کئی سوال پیدا نہ ہوتا ان کے لئے اسلام بھی وہی راستہ ہوتا جس پر وہ پہلے سے چلے آرہے ہیں۔

قرآن مجید میں پارہ ۲۸ (سورۃ الصف آیت نمبر ۶) میں ارشاد ہے:

"اور یاد کرو عیسیٰ ابن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں تصدیق کرنے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جسکا نام احمد ہوگا"۔

اسلام

اسلام کسی مخلوق کے ذہن کی پیداوار نہیں، وہ خالق کا حقیقی پیغام تھا اس لیے وہ رہنمایان دین میں سب کی عظمت کا محافظ ہے وہ ان سب پر ایمان کی دعوت دیتا ہے وہ اسماعیل واسحٰق دونوں ہی کو سچا نبی مانتا ہے اور اولاد یعقوب میں جو انبیاء ہوئے ان سب پر ایمان کی دعوت دیتا ہے۔ اس طرح اس کے بالمقابل جو جماعتیں ہیں وہ جزوی حیثیت سے ایمان رکھتی ہے یعنی بعض پر ایمان کے ساتھ اور بعض کفر کی مرتکب ہیں۔ خدا پر ایمان رکھنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ مان لیا کہ خدا ہے آدمی کو خدا کو رب واحد تسلیم کرے اور اللہ کی ذات، صفات اس کے حقوق اور اس کے اختیارات میں خود شریک بنے اور نہ ہی کسی

دوسرے کو شریک ٹھہرائے لیکن اہل کتاب دونوں ہی ارتکاب کرتے ہیں۔

توحید الٰہی تمام انبیاء کا اصلی ورثہ ہے

محمد ﷺ کسی نئے مذہب کے بانی نہیں ہے اور نہ انبیاء میں سے الگ مذہب کا بانی گزرا ہے اللہ کا دین ایک ہے جسے تمام انبیاء شروع سے پیش کرتے چلے آرہے ہیں اللہ کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے انسانوں کے درمیان جو بھی اختلاف ہو اس کا فیصلہ کرنا اس کا کام ہے اللہ تعالیٰ نے براہ راست اپنی ہدایات ہر انسان کے پاس نہیں بھیجیں جب بھی مناسب سمجھا ایک شخص کو رسول مقرر کر کے اس کے حوالے کیں یہ ہدایت شروع سے یکساں رہی ہے اللہ کا دین ایک ہی دین ہے جیسا کہ یہودی اور عیسائی دونوں دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے پیغمبر تھے حالانکہ تورات جس پر یہودی ایمان رکھتے تھے اور انجیل جسے عیسائی مانتے تھے دونوں حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے سینکڑوں برس بعد نازل ہوئیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی اور عیسائی کیسے ہو سکتے تھے؟ اسی لئے قرآن کریم نے نبی کریم کو ملت ابراہیمی کا اتباع کرنے کا حکم دیا:

ان اتبع مِلة ابرهيم حنيفا (النحل ۱۲۳)

اس طرح یہ سب انبیاء الٰہی میں تفریق کے مرتکب تھے حالانکہ اللہ کا دین تو الگ ہے۔

اسلام اگر اپنے پیروں کے جذبات کی پیداوار ہوتا تو وہ نفسیاتی طور پر ردعمل کے جذبہ کا شکار ہو کر اس کے برعکس تفریق کا قائل ہو جاتا مثلاً حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی عظمت کا منکر ہو جاتا یا حضرت اسمٰعیل کو آگے بڑھا کر حضرت اسحاق سے مغایرت برتتا مگر اسلام تو کسی مخلوق کے ذہن کی پیداوار نہیں۔

سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۳۶:

قولو امنا بالله وما انزل الينا وما انزل الى ابراهيم واسمعيل واسحق ويعقوب ولا سباط وما اولى موسى وعيسى وما او بى النبيون من ربهم لا تفرق بين احد منهم ونحن له مسلمون (النحل ـ ۱۲۳)

ترجمہ: ''اے مسلمانوں تم سب کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر جو ہماری طرف اتاری گئی اور جو چیز ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ اللہ کی جانب سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو دیئے گئے ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں''۔

قل یاھل الکتب تعالو کلمته سواء بیننا وبنکه الا نعبر الا الله ولا نشرک به شیاء ولا تیحز بعضنا اربابا من دون اللّٰہ فان تولو فقو لو اشھد بانا مسلمون

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے نہ اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو رب بنائے پس اگر وہ منہ پھیرلیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو اہل کتاب کو مشترک کلمے توحید کی دعوت ہم تو مسلمان ہیں۔''

اہل کتاب کو مشترک کلمہ توحید کی دعوت

اس آیت میں اہل کتاب کو توحید کی دعوت دی گئی ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں جیسا کہ تم نے حضرت مسیح اور حضرت عزیز علیہ السلام کی ربوبیت کا جو عقیدہ گھڑ رکھا ہے یہ غلط ہے وہ رب نہیں ہیں انسان ہی ہیں۔ اہل کتاب میں یہود حضرت موسیٰؑ کو مانتے تھے اور حضرت عیسیٰؑ کے منکر تھے نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو مانتے تھے اور رسول اللہ کے منکر تھے پھر یہ دونوں ہی فریق متحدہ طور پر نسلی تعصب کی وجہ سے اسحٰق کی تو عظمت کو بہت سراہتے مگر اسماعیلؑ کو ان کے مقابلہ میں نظرانداز کرتے تھے جب ان کے سامنے توحید پیش کی جاتی ہے تو کہتے کہ ہم بھی خدا کو ایک کہتے ہیں بلکہ ہر مذہب والا کسی نہ کسی رنگ میں اقرار کرتا ہے کہ بڑا خدا ایک ہی ہے یعنی عقیدہ خدا کا ایک ہونا جس پر ہم متفق ہے ایسی چیز ہے جو ہم سب کو ایک کرسکتا ہے۔

اگر کوئی کسی ایسی جماعت دینے کا خواہش مند ہو جو عقائد ونظریات میں اس سے مختلف ہو تو وہ مخالف جماعت کو صرف ایسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہوسکتا ہو۔

ہم عصر سلاطین کو دعوت اسلام

رسول اللہ نے متعدد ہم عصر سلاطین کو اسلام کی دعوت نامے ارسال فرمائے تاکہ وہ اور ان کی رعایا ایمان کی نعمت سے مستفیض ہوں اس مقصد کے لئے آپ ﷺ نے ایک مہر بنوائی جو چاندی کی تھی جس پر یہ الفاظ کندہ تھے۔

اللہ

رسول

محمد

رسول اللہ ﷺ نے حضرت رحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کو اپنا سفیر بنا کر روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس بھیجا۔ ہرقل قیصر روم عیسائیت کا عالم تھا اس نے یہ پیشگوئی پڑھی ہوئی تھی کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک

پڑھا جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا:

بسم اللہ کے بعد خدا کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے ہرقل شاہ روم کو سلام اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا میں تمہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام قبول کرلو سلامتی پاؤ گے اللہ تعالیٰ تم کو دو گنا اجر دے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو یاد رکھو تم پر تمہاری رعایا کا بھی گناہ ہوگا رعایا کا گناہ اس وجہ سے کہ وہ بھی تمہاری وجہ سے اسلام قبول نہیں کرے گی رسول اللہ ﷺ نے ایسے مسئلے کی طرف دعوت دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر۔

کن بنیادوں پر عالمی امن واتحاد ہوسکتا ہے؟

دین اسلام مسلمانوں کی اجارہ داری نہیں ہے تمام انسان خواہ وہ مسلمان، مسیحی یا یہودی، ہندو یا کوئی اور ہو سب خدا کے مساوی حقوق اور برابر حیثیت رکھنے والے بندے ہیں خدا سب انسانوں کا خدا ہے کسی مخصوص گروہ کا نہیں اس لئے دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کو بھی صرف خدا پر ایمان کی بنیاد پر ہی باہمی گفت وشنید کا آغاز کرنا چاہیے اور آپس میں ایمان کی بنیاد پر انسانی رشتے قائم کرنا چاہیے۔ عالمی امن واتحاد صرف خدا پر ایمان محکم کے ذریعے ہی حاصل ہوسکتے ہیں روایتی مذہبی عقائد اور ان میں شامل روایات پر مبنی تعصبات اور عدم رواداری کے رویہ کی بنیاد پر نہیں ہوسکتا۔

نجران کے نصاریٰ سے معاہدہ

محمد رسول اللہ کے دور میں جو معاہدہ ہوا اس کا اطلاق تمام مسیحیوں پر تھا:

1۔ ان کے گرجے، عبادت خانے، خانقاہیں اور مسافر خانے خواہ وہ پہاڑوں، کھلے میدانوں، تیرہ وتار غاروں کے اندر ہوں یا آبادیوں میں گھرے ہوئے ہوں یا وادیوں کے دامن میں یا ریگستان میں ہوں، ان کی حفاظت میرے ذمے ہے۔

2۔ ان کے عقائد ورسوم مذہب کا تحفظ میری ذمہ داری ہے۔

3۔ ان کے پادری، راہب ورسیاح جن مناصب پر ہیں انہیں معزول نہ کروں گا۔

4۔ ان کی عبادت گاہوں میں بھی مداخلت نہ کروں گا نہ انہیں مساجد میں تبدیل کروں گا۔

5۔ نہ انہیں مہمان سرائے کے طور پر استعمال کروں گا۔

6۔ نصرانی کو مسلمان ہونے پر مجبور نہ کیا جائے۔

7۔ عدل وانصاف، سماجی معاملات میں ان کے حقوق مسلمانوں کے حقوق کے برابر ہیں۔

8۔ جس مسلمان کے گھر نصرانی عورت ہے اسے اپنے مذہبی شعائر ادا کرنے کی اجازت ہونا چاہیے۔ وہ عورت جب چاہے اپنے علماء سے مسئلہ دریافت کرسکتی ہے۔

9۔ جو شخص اپنی نصرانی بیوی کو اس کے مذہبی شعائر ادا کرنے سے منع کرے وہ خدا رسول ﷺ کی طرف سے دیئے گئے میثاق کا مخالف اور عنداللہ کاذب ہے۔

10۔ اگر وہ اپنی عبادت گاہوں اور خانقاہوں یا قومی عمارتوں کی مرمت کرنا چاہے اور مسلمانوں سے مالی اور اخلاقی امداد کے طلب گار ہوں تو ان کی اعانت کی جائے۔

میثاق مدینہ مذہبی رواداری کی اساس

اس طرح جب ہجرت مدینہ کے بعد جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے تو مدینہ منورہ مختلف جماعتوں میں بٹا ہوا تھا۔ جن میں مہاجرین، انصار، منافقین، عیسائی اور یہودی شامل تھے۔ یہودیوں کے بعض قبائل طاقتور تھے اور کافی عرصہ انصار کے مقابلہ میں فوقیت رکھتے تھے۔ رسول اللہؐ نے تمام لوگوں میں نظم وضبط پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی استحکام پیدا ہو اور مسلمانوں کے تعلقات غیر مسلمانوں سے واضح، معین اور منضبط ہو جائیں۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں طعام کے مسائل

الیوم احل لکم الطیب وطعام الذین او تو الکتب حل لکم وطعامکم حل لهم.

ترجمہ: ''آج کے دن تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے اور ان کا کھانا تمہارے لئے حلال کردیا گیا''۔

اسلام اہل کتاب کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کو بڑی متوازن بنیادوں پر استوار کرتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ نہ تو اپنے شہریوں کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنا اسلامی تشخص کو فراموش کردے اور نہ ہی ان سے یوں کنارہ کشی ہو جائیں کہ کوئی تعلق ہی قائم نہ رہے۔

رواداری کی بہترین مثال

انہی احکام میں سے ایک حکم یہ ہے کہ مسلمان اہل کتاب کا ذبیحہ کھا سکتے ہیں اور ہم مسلمان اپنا کھانا انہیں کھلا سکتے ہیں۔ اسلام غیر مسلم رعایا کے حقوق متعین کر کے ہر طرح کے تحفظات فراہم کرتے ہیں اس کو حقوق ومراعات اور مذہبی آزادی دینے کے بعد ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے اسلام اپنے مسلم باشندوں کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے شرعی حدود کے

اندر رہتے ہوئے غیر مسلموں سے تعلقات استوار رکھیں وہ ان حدود کے اندر ان سے محبت وشفقت کی فضا قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے اگر نفسیاتی اعتبار سے دیکھا جائے جس شخص کو ہم معاشرے میں الگ تھلگ چھوڑ دیں اس سے میل جول نہ رکھیں تو وہ اپنے آپ کو کمتر سمجھنے لگتا ہے یہی احساس کمتری باہمی نفرت کا سبب بن جاتا ہے۔ اس نفرت کی فضا میں کوئی طبقہ بھی سکون کی زندگی نہیں گزار سکتا یہ ماحول دعوت دین کے حوالے سے بھی چنداں مفید نہیں ہے نفرت کے ماحول میں کوئی کسی کی دعوت قبول نہیں کرتا۔ اسلام یک دعوت عالمی دعوت ہے اگر وہ ایک ہی معاشرے کے افراد کو اس بنیاد پر تقسیم کر دے تو اس سے عالمی دعوتی پروگرام پر بھی زد پڑتی ہے۔ اس کے حق میں ابن کثیر نے مندرجہ ذیل دلائل دیئے ہیں:

عبداللہ بن معقل کا بیان:

جنگ خیبر میں مجھے چربی کی بھری ہوئی ایک مشک ملی میں نے یہ مشک قبضے میں لے لی اور میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں تو یہ کسی اور کو نہیں دوں گا ایک طرف دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ساتھ کھڑے میری بات سن رہے تھے آپ ﷺ نے سن کر تبسم فرما دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی نے نبی کریم ﷺ کو جو کی اور روٹی اور خشک چربی پیش کی تھی۔ اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے اسی وقت حلال ہے جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ کتابی نے ذبح کے وقت غیر اللہ کے نام لیا تھا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس ن ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا تھا تو اس صورت میں میں اس جانور کے مسلمان کے لئے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔

تغیر المنار میں ہے کہ:

اہل کتاب کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت جس زمانے میں دی گئی اس وقت تک انہوں نے اپنی کتاب میں تحریف کر ڈالی تھی سورۃ المائدہ قرآن مجید کی آخری سورت ہے اس کے بعد احکام نازل نہیں ہوئے اہل کتاب اس وقت عقیدہ تثلیث کا شکار ہو چکے تھے ان کے اس عقیدے کی مذمت کے باوجود اہل کتاب کو عام لوگوں سے الگ رکھا گیا ہے۔ مغیر لکھتے ہیں کہ کتابی کا ذبیحہ حلال ہے کیونکہ اس کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ ذبح کرنے والے ملت توحید سے ہو چا ہے حقیقتاً چاہے دعوے کے طور پر عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ اللہ نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کیا حالانکہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اللہ اس سے آگاہ ہے۔ لیکن یہ رواداری اسلامی جمعیت، عزت اور عزت اور اسلامی تشخص کی حفاظت کے ساتھ مشروط ہے اس کی طرف جھکاؤ ہرگز نہ ہو اسلامی تعلیمات یا اس کے تشخص کی تحقیر ہرگز نہ ہو۔ اس تعاون کو محض حسن سلوک ہی کی ایک شکل حاصل رہے نہ کہ ان کے ساتھ سازگاری۔

حق و باطل کا مقابلہ ہر دور میں ہوتا رہا

حق و باطل اور حلال و کذب کی کشمکش ابتدا ہی سے چلی آ رہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کے ذریعے جب قوم کو ہدایت کی تبلیغ کرایا کرتے تھے تو اس پیغمبر کے وصال کے بعد اس کے ماننے والے مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جاتے اور راہ ہدایت سے ہٹ کر گمراہ ہو جایا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ کسی دوسرے پیغمبر کو مبعوث فرما کر ان کو ہدایت کی دعوت دیا کرتے تھے مگر اس پیغمبر کے وصال کے بعد بھی قوم فرقوں میں تقسیم ہو کر صحیح راستہ سے بھٹک جایا کرتی تھی، یہ سلسلہ حضرت خاتم النبین تک چلتا رہا اور جب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ؐ کو آخری پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ سابقہ سب پیغمبروں نے ایک ہی دین توحید کو انسانوں کے سامنے پیش کیا اور یہ ہی دین ہے جو آپ پر بھی نازل کیا جا رہا ہے لیکن اس دین اسلام میں اختلاف اس لئے پیدا ہوا کہ سابقہ امتیں پیغمبروں کے مسلک کو ترک کر دیتی تھیں۔ اسلام وہ نہیں جو ہم مسلمانوں نے بنا رکھا ہے اور جو مغرب نے سمجھ رکھا ہے کہ جس کی بنیاد پر وہ ایک طرف مسلمان اپنے سے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے خلاف وقتاً فوقتاً جہاد کا اعلان کرتے رہتے ہیں اور دوسری طرف اہل مغرب مسلمانوں کے خلاف بنیاد پرستی اور دہشت گردی کے الزامات دھرتے رہتے ہیں۔

مذہبی اجارہ داری

- اسلام صرف پیدائشی مسلمان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ ہر ضرورت مند کے کام آنے کا نام ہے ہماری مذہبی اجارہ داری نے مسلمان اور کافر کی جو عمومی تقسیم کر رکھی ہے اور مذہبی تعصبات کے نام پر بھڑکاتے رہتے ہیں اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ انسانیت کے خدمت کو زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھنا چاہیے اور انسانی دکھوں کا مداوا کرنے اور انسان کے ذریعے انسان کا استحصال ختم کرنے کے لئے تمام تر کوشش صرف کی جائیں کیونکہ کوئی شخص غریب اور ناداری کو ختم اور ظالم کا مقابلہ کئے بغیر اپنے آپ کو خدا کا وفا شعار بندہ نہیں کہہ سکتا۔ کسی فرد کے خلاف رنگ، نسل، عقیدہ اور جنس کی بنیاد پر تعصب نہیں برتنا چاہیے۔

مذہبی رواداری کے فروغ میں پیغمبر اسلام کا امتیاز

حقیقت میں اسلام کی یہ تعلیم دینا کی مہتم بالشان تعلیمات میں سے ہے جس کا وجود کسی دوسرے مذہب میں نہ تھا یہ رواداری بے تعصبی اور عام انسانی اخوت کی سب سے بڑی تعلیم ہے یہودی اپنی کتاب کو چھوڑ کر تمام دوسری آسمانی کتابوں سے انکار کر کے بھی نجات حاصل کر سکتا ہے، عیسائی تورات اور تمام دوسرے صحیفوں کا انکار کر کے بھی آسمانی بادشاہی کا متوقع

ہوسکتا ہے' پارسی اوستا کے سوا دوسری ربانی کتابوں کو باطل مان کر بھی جنت کا استحقاق پیدا کر سکتا ہے ہندو اپنے ویدوں کے سوا دنیا کی تمام آسمانی کتابوں کو فریب قرار کر آواگون سے نجات حاصل کر سکتا ہے' بدھ مت والے اپنے تمام دنیا کے وحیوں کا انکار کر کے بھی فروان کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں مگر مسلمان جب تک قرآن کے ساتھ تمام دنیا کی آسمانی کو منجانب اللہ نہ تسلیم کرے جنت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ کی اس تعلیم نے دنیا میں امن وامان اور مسلمانوں میں مذہبی رواداری کے پیدا کرنے میں کتنا عظیم الشان حصہ لیا ہے۔ یہی وہ نظریہ تھا جس نے مسلمانوں کو اپنے مذہبی عقائد وشریعت کی سخت پیروی کے باوجود دنیا کی دوسری قومیں کے ساتھ مشارکت اور میل جول کے لئے آمادہ کیا اور مجوسیوں' صابیوں' یہودیوں' عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر مختلف ملکوں میں مختلف تمدنوں کی بنیاد رکھنے کی ان میں قوت پیدا کی۔

اسلام اتحاد عالم کا داعی

مشہور یورپی مصنف ای بلا ئیڈن لکھتا ہے:

''اسلام نے انسانیت کو متحد کیا۔ اسلام صرف عربوں تک محدود نہیں تھا محمد ﷺ کا مشن اور پیغام پوری انسانیت کیلئے تھا پیغمبر اسلام نے لیگ آف نیشنز (League of Nation) کی جو بنیاد رکھی ہے اس نے بین الاقوامی اتحاد اور انسانی بھائی چارہ کی ایسے خطوط پر آفاقی بنیادیں رکھ دی ہیں کہ دوسروں کی راہنمائی کرے گی اور حقیقت یہ ہے کہ لیگ آف نیشنز کے تصور کے سلسلہ میں اسلام نے جو کچھ پیش کیا ہے دنیا کی کوئی قوم اس کا جواب پیش نہیں کر سکتی۔''

اسلام تہذیب وتمدن کا علمبردار

مصر کے مشہور اخبار میں ایجپٹ (Egypt) میں ایک عیسائی عالم لکھتا تھا:

''عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ کرتے ہیں تو ایک نمایاں فرق یہ نظر آیا ہے کہ عیسائی مذہب کے راستہ میں جب علوم وفنون آ گئے تو اس نے نہایت بے دردی کے ساتھ ان کو پامال کیا۔ لیکن اسلام نے خود علوم وفنون کی بنیاد قائم کیں اور عیسائیت ومجوسیت نے جن شائقین علوم کو شوق علم کے جرم میں جلا وطن کیا اسلام نے انہیں اپنے دامن میں پناہ دی جس طرح عیسائیت علم وتمدن کے میدان میں اسلام کے دوش بدوش نہیں چل سکتی اسی طرح اخلاقی حیثیت سے بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔'' (آئینہ حقیقت نما ص ۵۷)

مشہور محقق و مذہبی مصنف موسیولیبی کا قول ڈاکٹر گشا دولی بان نے اپنی کتاب ''تمدن عرب'' میں نقل کیا ہے!
اسی قدر کہنا کافی ہے کہ وہ مسلمان قوم جس کو تعلیم دینے کا دعویٰ یورپ کر رہا ہے، فی الواقع وہ قوم جس سے خود اسے سبق لینا چاہیے۔ پنڈت جواہر لال نہرو اسلام کی روحانی قوت سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں:

''اسلام کی روحانی قوت کا فیض تھا کہ یک بیک عربوں کی کایا پلٹ گئی، اسی انداز سے ان میں بیداری کی روح پھونکی کہ خود اعتمادی کے اوصاف پیدا ہو گئے۔ یہ انتہائی حیرت انگیز بات ہے کہ جو قوم سالہا سال سے بے حسی کا شکار تھی اس بلا کے جوش اور اس غضب کے جذبہ کا ثبوت دیا کہ تمام عالم انگشت بد ندان رہ گیا۔ عربوں کی تاریخ کا یہ ایک واقعہ کہ انہوں نے ایشیا اور یورپ میں کسی برق رفتاری سے سکہ بٹھایا اور کس سرعت سے تہذیب و تمدن کے اعلیٰ مدارج طے کیے مورخین کی نظر میں معجزہ سے کم نہیں۔''

(رسالہ مولوی دہلی، شوال، ۱۳۷)

معاشی استحکام

معاشرے میں پسے ہوئے اور محروم افراد کی معاشی اور سماجی بہتری کے لئے کام کرنا چاہیے اگر ایک اسلامی ریاست کے تعلیمات دیگر ریاستوں سے بہتر ہوں تو ظاہر ہے کہ آپس کی تجارت اور لین دین کے ذریعے زر مبادلہ میں اضافہ ہوگا اور ریاست کو معاشی استحکام ملے گا۔

عالمی امن

اسلام پر امن قانون بین الاقوامی کے ذریعے سے عالمی سطح پر اقوام کے درمیان امن کی فضا بحال کی جا سکتی ہے اس سے بین الاقوامی تعلقات کو فروغ ملے گا جو ملکی ترقی و سالمیت کے لئے ضروری ہے۔

باوقار مقام کا حصول

مسلم قوم سطح پر ایک باوقار مقام حاصل کر سکتی ہے اور آپس میں اتحاد یگانگت اور یکجہتی کی فضا برقرار کر سکتی ہے اسلام اور قوموں اور تہذیبوں کی تباہی ہمیشہ اخلاقی زوال کے راستے آئی اور اخلاقی زوال ایسے معاشروں میں بہتری سے پھیلا جہاں عورت کو اس کے منصب سے ہٹا کر محفلوں اور شاہراہوں پر لا کر تسکین ہوس سامان بنایا گیا، یہاں تک کہ یورپ کے جدید معاشروں میں زنا بالرضا قانوناً جائز ہے اور عصمت فروشی بھی حلال ٹھہرائی گئی ہے، ان حدود کے باہر جن کا اسلام نے حکم دیا اپنی جنسی خواہشات کو پورا کرتا ہے اور اپنی منفی ضروریات کی تکمیل کا سامان کرنا، زنا کاری، بدکاری ہے اسلام اپنے ماننے والوں

کو جنسی بے راہروی سے سختی سے منع کرتا ہے۔

مغرب کی تہذیب

اس دور میں مغرب کی جس ملحدانہ تہذیب سے ہم متاثر ہیں آخر کس چیز پر ناز ہے؟ موجودہ حیوانی مغربی تہذیب پر جو قدیم یونانی اور رومی وحشیانہ تہذیبوں کا امتزاج ہے، اس تہذیب کا اوج کمال کیا ہے ایٹم بم، نیوٹران بم، اور جراثیمی ہتھیار اسے کس شے پر فخر ہے 20 لاکھ سالانہ حرامی بچوں پر، سالانہ 25 لاکھ بن بیاہی ماؤں پر، سالانہ 15 لاکھ مطلقہ عورتوں پر، ہائی سکولوں کی 86 فیصد ٹین ایجز حاملہ طالبات پر۔ ہیروشیما کے ویرانوں پر، ناگاساکی کے کھنڈرات پر، ویٹو کے امتیازی حق پر، عراق میں سویلین آبادی کو بطور جنگ فاقوں میں مبتلا کرنے پر، کمزور ملکوں کی بحری اور معاشی ناکہ بندی کرنے پر، لاکھوں شیر خوار بچوں کے منہ سے فیڈر چھین لینے پر، کوریا اور ویت نام کی جنگوں پر اپنے 6 لاکھ فوجیوں کو ہلاک کروانے پر اور 2 لاکھ کو لولا لنگڑا بنانے، لاس اینجلس میں 75 ہزار اور کیلیفورنیا میں 5 لاکھ شہریوں کی اجتماعی خودکشی پر۔ اگر یہی تمدن ہے، تہذیب ہے، یہی روشن خیالی ہے یہی سائنسی ترقی ہے یہی ثقافتی عروج ہے اور یہی جمہوریت ہے اگر یہ تمدن ہے تو ہم اس تھوکتے ہیں اگر یہ تہذیب ہے تو اس انسانیت کش اور بے غیرت تہذیب کو ہم جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں اگر یہ ثقافت ہے تو ہم اس ننگی ثقافت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اگر یہ ترقی ہے تو ہم پسماندہ ہی بھلے۔ مگر یہی روشن خیالی ہے تو ہماری تاریک خیالی پر ایسی کروڑوں روشن خیالیاں نثار نہیں چاہیے ہمیں یہ علم یہ سائنسی ترقی یہ آمریت پرور جمہوریت، یہ گندی تہذیب، یہ ننگی ثقافت، یہ اندھی روشن خیالی۔ (از حافظ شفیق الرحمٰن صلب بحوالہ روزنامہ دن)

اس نے صنعتی انقلاب کے وقت اس نعرے کے تحت عورت کو گھروں سے نکال کر کارخانوں میں سجایا کہ جب تک مرد اور عورت شانہ بشانہ کام نہ کریں ترقی نہیں ہوسکتی پھر آہستہ آہستہ آزادی نسواں کی تحریک ابھری جس نے عورت کو گھر سے لباس سے عفت وحیا سے مذہبی اخلاق اور معاشرتی روایات سے بالکل آزاد کر دیا۔

اسلام میں عورت کا مقام

عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وقرن فی بیوتکن"

اپنے گھروں میں ٹک کر رہیں' 'اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہیں۔ دونوں معنی مراد لیے جاسکتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کی زندگی اور اس کے فرائض کا اصل مقام گھر ہے۔

حضور اکرمؐ سے عورتوں نے شکایت کی کہ مرد تو سارا اجر لے جاتے ہیں جہاد وغیرہ کرتے ہیں ہم کیا عمل کریں کہ ان کے برابر ثواب لے جائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو تم میں سے اپنے گھر میں بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کے برابر اجر پائے گی''۔

عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

''عورت اللہ کی رحمت سے قریب تر اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر میں ہو''۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گھر میں کیوں بٹھایا

کیونکہ تربیت اولاد ایک کل وقتی کام ہے جز وقتی نہیں اگر محمد بن قاسم، طارق بن زیاد بنانا ہے تو عورت کو گھر میں ہی رہنا چاہیے۔ اولاد کی تربیت ایک بہت اہم فریضہ ہے۔

گویا اب اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کیا اسلام عورت کو جہازوں میں ائر ہوسٹس بن کر، دفتروں میں پائلٹ اور سیکرٹری بن کر دوکانوں میں سیلز گرل بن کر، ہوٹلوں میں گاہکوں کا سرمایہ تسکین بن کر یا سوشل ورکر کے طور پر گلی گلی گھومنے کی اجازت دیتا ہے کہ اتنا ہی نہیں وہ سرمایہ داروں کے کاروبار کو چمکانے کے لئے اپنے آپ کو ماڈلنگ کے لئے پیش کرتی ہے۔ اعضاء کی نمائش کرتی ہے، مقابلہ ہائے حسن میں شریک ہو کر اپنی نمائش کرتی ہے۔ اسٹیج اور سکرین پر شو بزنس کے لئے چہرے اور اعضا کا حسن اور ناز و ادا، حرکات و سکنات بیچتی ہے۔ اس کے ساتھ اسلام کا نقطہ نظر یہ بھی نہیں ہے کہ عورت کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے ضرورت کے تحت وہ حجاب کے ساتھ گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ دین میں مسخ و تحریف اور اسکا قرآنی جواب ''غیروں کے آلہ کار بننے والوں تقاضہ ہے کہ اسلام جو اللہ کا دین ہے اس میں اجتہاد کے نام پر کچھ ایسی ایجادیں کی جائیں یا اپنے تعلیمی نظام سے قرآنی آیات کو نکال دیا جائے نہ یہ صورت حال کہ دین کے مسخ و تحریف کے تقاضے اٹھنے لگے مخالفت حضورؐ کو بھی پیش آئی تھی مخالف لوگ کہتے تھے کہ یہ قرآن اور دین تو بہت سخت ہے کوئی اور قرآن لائیے یا اس میں سے کچھ ہمارے رجحانات اور وقت اور ماحول کے تحت تبدیلی کر لیجئے اس پر اللہ تعالیٰ نے جواب دلوایا:

''اور جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہم سے ملاقات کا یقین نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ اس قرآن کے بجائے اور قرآن لے آؤ یا اس تھوڑا بدل دو ان سے کہہ دیجئے کہ میرا یہ مقام نہیں کہ میں اسے اپنی مرضی سے بدل دوں میں تو صرف اسی کا پیروکار ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ اگر میں کوئی نافرمانی کروں تو میں یوم عظیم کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔'' (سورۃ یونس آیت نمبر ۱۵)

عالمی برداری سے یکجہتی

اگر ان شریعتوں میں کچھ ایسے احکام پائے جاتے ہوں جو قرآنی احکام کے ساتھ متحد ہوں یعنی ویسے ہی احکام قرآن میں بھی موجود ہو جو وہاں موجود ہے تو ان میں کوئی تعجب نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ قرآن میں ان مشترکہ احکام سے بہت زیادہ خصوصی تعلیمات اور بہت سے ایسے شعبوں کے متعلق احکام وقوانین کیسے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس شریعت کو خدا نے نازل کیا ہے۔ جس نے ان شریعتوں کو ان کے محدود زمانہ کے لحاظ سے محدود احکام پر مشتمل نازل کیا تھا۔ اگر دیکھا جائے جتنی بھی برتر قوتیں ہیں وہ صرف خود کو تحفظ فراہم کرتی ہے۔ عراق، ایران، افغانستان، بوسینا، چیچینا، فلسطین، کشمیر وہ جلتے شرارے ہیں جو اقوام متحدہ کو نظر نہیں آتے یہاں تمام انسانی حقوق پامال ہوتے ہیں بچے یتیم ہو جاتے ہیں عورتیں اپنی عزت گنوا کر خودکشی پر مجبور ہو جاتی ہیں لیکن ان امن لیڈروں کو کچھ نظر نہیں آتا۔ اگر ان ممالک میں کوئی چھوٹا سا بھی مسئلہ پیدا ہو جائے تو پوری دنیا کی امن فوج حرکت میں آ جاتی ہے اگر مسلم ممالک کا کوئی شہری ان کے ہاں جرم کرتے تو اسے سزا دی جاتی ہے ان کے شہری اگر مسلم ممالک میں کوئی جرم کرے تو انہیں غریب مسلم ممالک کے حوالے نہیں کیا جاتا جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا دور ہے حالانکہ اسلام مساوات عدل وانصاف کا درس دیتا ہے اسلام مذہبی رویات پر مبنی عبادات ورسول کا مجموعہ نہیں اور نہ موروثی طور پر حاصل ہونے والی ایمان کا نام ہے بلکہ یہ کائنات خالق کی طرف سے انسان کو دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے دی گئی ہدایات ہیں۔

ضروری اقدامات

عالمی برادری سے اتحاد ویکجہتی کیلئے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے نفسیاتی سطح پر اپنے آپ کو تیار کریں ہمیں سب سے پہلے اپنے آپ کو خدا کو کامل خدمت گار سمجھنا ہوگا جس کے نزدیک تمام انسانوں کے یکساں حقوق اور ذمہ داریاں ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کو برابر کے انسان اور ساتھی کی حیثیت سے دیکھنا ہوگا۔ خدا کی عبادت بیشک ہم اپنے اپنے طریقوں سے کریں مگر ہمیں اپنے دلوں میں رواداری کے جذبہ کو جگہ دینا ہوگی تب ہی بین المذاہب مکالمہ کی اصل غرض اتحاد ویگانگت پوری ہوسکتی ہے۔

''قُل یا اھل الکتاب تعالو الٰی کلمته سوآء بیننا و بینکم''

کے حوالے سے دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اسکی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

رابعہ رمضان۔ لاہور

دنیا کے موجودہ حالات

آج ہم اگر دنیا کے حالات پر نظر دوڑائیں تو چونکہ یہ دنیا ایک Global Village بن چکی ہے لہذا ہم سے کوئی بات بھی چھپی نہیں رہ سکتی۔

دنیا میں آج کل 9/11 کے بعد کے واقعات پر اگر نظر دوڑائی جائے تو اس کے بعد ہمارے سامنے کیا تصویر آتی ہے کہ ہر جگہ بدامنی، خوف و ہراس، دہشت گردی، لوٹ مار، تباہی و بربادی اور غربت ہی نظر آتی ہے مسلمان جن کو امریکہ نے Terrorist کہہ کر ساری دنیا میں بدنام کر دیا اور جس طرح وہ امن کے نام پر دنیا میں بدامنی پھیلا رہا ہے اس کی مثالیں بھی ہمارے سامنے ہیں اسرائیل جو کہ فلسطینیوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہا ہے ہندوستان جو کہ کشمیریوں پر کب سے قابض ہوا بیٹھا ہے اور اب عراق، افغانستان وغیرہ کی صورتحال کو دیکھ کر دنیا کی کیا شکل سامنے آتی ہے؟

اس صورتحال سے نمٹنے کیلئے صرف ایک ہی صورت ہمارے سامنے آتی ہے کہ ہم آپس میں باہم گفت وشنید کے ذریعے اور ایک دوسرے کو برداشت کرتے ہوئے مذہبی اختلافات کو کیسے دور کرتے ہیں آپس میں اتحاد سے رہیں کیونکہ مذہب ہر انسان کی فطری اور پیدائشی ضرورت ہے ہر انسان تو عام طور پر فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ۔

مامن مولو دالا یولد علٰی الفطرۃ

لیکن بعد میں اس کے والدین ان کو عیسائی یا یہودی بناتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور ہمیں صرف اس کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے اور اسی کو ہی ہر طرف پھیلانا چاہیے لیکن یہ کام بھی مکمل صبر و تحمل اور برداشت کے ساتھ ہوتا ہے۔

دعوت دین کا کام کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ اس کے لئے نبی ﷺ جیسا حوصلہ ہمت اور برداشت چاہیے پھر یقیناً

یہ دین غالب آ کر رہے گا لیکن اس کے لئے پہلے مسلمانوں کو خود آپس میں اتحاد کی ضرورت ہے۔

اسلام کے تمام ارکان ہمیں اتحاد کا درس دیتے ہیں نماز سے لے کر حج تک جو کہ اجتماعیت کی سب سے بڑی مثال ہے ہمیں اس چیز کا درس دیتی ہے کہ ہم باقی معاملات میں بھی متحد و معاون رہیں۔ اپنے اعمال اس قدر اچھے کر لیں کہ غیر مسلم ہمیں دیکھ کر یا ہمارے اخلاق سے متاثر ہو کر ہی اسلام قبول کر لیں یہ ہماری لاپرواہیوں کا ہی نتیجہ ہے کہ آج ہم پر کافر مسلط ہیں اور ویسے بھی زلزلوں، طوفانوں اور مختلف صورتوں سے ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے دوچار ہو رہے ہیں۔

بین المذاہب اتحاد اگر چاہتے ہیں تو ہمیں اسوہ رسول ﷺ سے سبق لینا چاہیے اور اسی پر عمل پیرا ہو کر ہم غیر مسلموں کو مسلمان کر سکتے ہیں اور اس دنیا کو جنت کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے دور میں دعوت کی مثالیں

آپ ﷺ کا دور ہمارے لئے بہترین نمونہ ثابت ہو سکتا ہے جب کہ جب آپ ﷺ نے ایک اللہ کا پیغام تمام کافروں کو دینا شروع کیا تو کس طرح سب آپ ﷺ کے مخالف ہو گئے اس دور میں بھی عیسائی اور یہودی موجود تھے لیکن یہ بات ہم پر عیاں ہے کہ آپ ﷺ نے کس طرح بین المذاہب اتحاد قائم کیا۔

ہجرت کے بعد مدینہ میں جو میثاق ہوا وہ اس کی کھلی اور واضح دلیل ہے۔

ایک غیر مسلم مفکر ولیم میور لکھتا ہے کہ:۔

آپ ﷺ صرف اپنے دور کے ہی عظیم انسان نہیں تھے بلکہ آپ ﷺ رہتی دنیا تک کے لئے مثال کی حیثیت رکھتے ہیں آپ ﷺ نے ایک عظیم مدبر حکومت اور سیاستدان کی طرح سے مختلف الخیال مختلف العقیدہ مختلف الآراء اور منتشر قبائل کو یکجا کرنے کا کام بڑی مہارت سے سرانجام دیا۔ آپ ﷺ نے ایک ریاست Common wealth دولت مشترکہ قائم کی جو بین الاقوامیت کے اصولوں پر Based تھا۔

معاشرے اور ریاست کی اس تنظیم و تدبر کا اثر تھا کہ 12ھ کو جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو کم و بیش پورا عرب آپ کی سیادت کو تسلیم کر چکا تھا اور تقریباً 10 لاکھ مربع میل پر مشتمل علاقہ اسلامی سلطنت کے زیرنگیں آ چکا تھا۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ کی دعوت کی مثالیں ہمارے لئے نمونہ ہیں کہ آپ ﷺ نے کس طرح غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی آپ ﷺ نے مختلف بادشاہوں کے نام خطوط لکھے اور قاصدوں کو آپ ﷺ نے روم کی طرف' شاہ حبش نجاشی کی طرف' قیصر روم کی طرف' کسریٰ کے دربار میں' شاہ مصر کی طرف روانہ کیا جو اسلام لے آیا اس کو جنت کی خوشخبری دی اور جو نہ

لایا اس کو جزیہ دینے کا کہا گیا۔

اس سے ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ کسی کو زبردستی مسلمان نہیں کیا گیا بلکہ صرف سب کو دعوت پیش کی گئی اور نہ کسی کے دین کو یا بتوں کو برا بھلا کہا گیا بلکہ اس بات کو سختی سے منع کیا گیا ہے کہ تم اس کے معبودوں کو گالی نہ دینا اس طرح بدلے میں وہ نادانی میں تمہارے خدا کو گالی نہ دے بیٹھیں۔

آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ کے دور کو ہم دیکھیں تو وہ بھی ایک سنہری دور تھا سب نے آپ ﷺ کے اسوہ پر عمل کرنے، تمام مذاہب کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کی دعوت دی تھی حضرت ابوبکرؓ سب کو برابر کی تنخواہ دیتے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ حضرت عمر فاروقؓ نے غیر مسلموں کے لئے بھی کوئی فرق پالیسی نہیں بنائی بلکہ ان کے لئے بھی مہینہ مقرر کیا گیا تھا اسی طرح باقی صحابہ نے بھی غیر مسلموں سے رواداری کا سلوک کیا اور اس سلسلے میں کسی مسلم یا غیر مسلم کو ترجیح نہ دی بلکہ کوئی قانونی فیصلہ کرتے وقت بھی اگر غیر مسلم کے حق میں فیصلہ جاتا تو اسی کے حق میں فیصلہ فرماتے اسی لئے اس دور میں مسلمان بہت زیادہ تھے اور سچے مسلمان جو کہ باعمل تھے جن کو دیکھ کر غیر مسلم اسلام قبول کیا کرتے تھے وہ اپنی مرضی ومنشا سے دین اسلام کو پسند کرتے اور اس کے پیروکار ہونے پر فخر محسوس کیا کرتے تھے اور پھر کوئی چیز ان کو اس راستے سے ہٹا نہ سکتی تھی۔

قُل یااَھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمتہ سوآء بیننا وبینکم.

آیت کا ترجمہ:۔

اے اہل کتاب! جو بات ہمارے تمہارے درمیان یکساں ہے اُس کی طرف آؤ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں۔

اب ہم اس آیت کے حوالے سے جائزہ لیتے ہیں کہ موجودہ دور میں اتحاد کیسے ہونا چاہیے۔

یا اہل الکتاب کا خطاب اگرچہ یہود و نصاریٰ دونوں سے یکساں ہے لیکن اس سورہ میں نصاریٰ چونکہ خاص طور پر مخاطب ہیں اس لئے روئے سخن ان کی طرف زیادہ ہے۔

توحید کے متعلق قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ اہل الکتاب اور مسلمانوں کے درمیان یکساں مشترک و مسلم ہ قرآن نے اس مشترک کلمہ کو بنیاد بنا کر ان سے بحث کا آغاز کیا ہے کہ جب توحید ہمارے اور تمہارے درمیان ایک مشترک حقیقت ہے تو موازنہ کرو کہ اس قدر مشترک کے معیار پر قرآن اور اسلام پورے اترتے ہیں یا یہودیت و نصرانیت۔

اس طریقہ حکمت کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ اگر مخاطب سے بحث کیلئے کوئی پہلو مشترک مل سکتا ہو تو اسی پر گفتگو کو

آگے بڑھایا جائے خواہ مخواہ اپنی انفرادیت کی دھونس جمانے کی کوشش نہ کی جائے چنانچہ قرآن نے یہاں یہی طریقہ اختیار کیا ہے اہل کتاب آسمانی صحیفوں کے حامل ہونے کے سبب سے توحید کی تعلیم سے اچھی طرح آشنا بھی تھے اور اس کے علمبردار ہونے کے بھی مدعی تھے ان کے صحیفوں میں نہایت واضح الفاظ میں توحید کی تعلیم موجود تھی۔

انہوں نے اگر شرک کا یہ رویہ اختیار کیا تو اس وجہ سے نہیں کہ ان کے دین میں شرک کے لئے کوئی گنجائش تھی بلکہ اپنے نبیوںؑ اور صحیفوں کی تعلیمات کے بالکل خلاف محض بدعت کی راہ سے انہوں نے یہ چیز اختیار کی اور پھر بدعت کی پیروی کر کے اس کے حق میں الٹی سیدھی دلیلیں گھڑنے کی کوشش کی یہ بات کہ توحید بنیادی ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان ایک مشترک حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے وضاحت کی محتاج نہیں ہے جو شخص بھی تورات اور انجیل پر نگاہ رکھتا ہے وہ اس سے اچھی طرح واقف ہے جہاں تک تورات کا تعلق ہے تو توحید کی تعلیم وضاحت وقطعیت اور اتنی کثرت سے ہے البتہ اس کو انجیل کے کچھ حوالہ جات سے یہاں پیش کرتے ہیں۔

لوقا ۴:۸ میں ہے۔

"یسوع نے جواب دیا میں نے اس سے کہا کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اسی کی بندگی کر"

یسوع نے جواب دیا کہ اول (حکم) یہ ہے کہ اے اسرائیل سن! "خداوند ہمارا ایک ہی خدا ہے"

چنانچہ حضرت عیسٰیؑ کی حقیقت، تخلیق، ارادہ الٰہی اور وحدانیت کا بیان کر کے اہل کتاب کو دعوت توحید دی جاتی ہے اور انہیں دعوت مباہلہ دی جاتی ہے اور بالآخر نبی ﷺ حاضر و غائب تمام اہل کتاب کو ایک عمومی دعوت دیتے ہیں جو کہ قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہے۔

توحید:۔

توحید کیا ہے؟

توحید لفظ واحد سے نکلا ہے اس کا لفظی معنی ہے ایک کرنا ایک ٹھہرانا، ایک بنانا وغیرہ توحید کا اصطلاحی مفہوم ہے اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا۔

اسلام میں توحید کا عقیدہ تمام عقائد دینیہ کی اصل اور بنیاد ہے قرآن حکیم کا اصل پیغام بھی توحید ہی ہے قرآن حکیم کے بیان کے مطابق تمام سابقہ انبیاء و رسل کی تعلیمات کا مرکز و محور توحید ہی تھا حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور لوطؑ کی نسل سے اٹھنے والے تمام انبیاؑ خالص توحید کے قائل تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی شروع سے تمام انبیاءؑ کے ذریعے انسانیت کو یہی پیغام پہنچانا چاہا کہ تمہارا خدا ایک ہے چنانچہ ارشاد ہوا۔

" والھکم الہ ، واحد ج لا الہ الا ھو الرحمان الرحیم

(حوالہ نمبر 2)

"ان الدین عند اللہ الاسلام"

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی سب سے پسندیدہ دین صرف اسلام ہے۔

(حوالہ نمبر 3)

چنانچہ جو کوئی اس کے علاوہ راستہ اختیار کرے گا یا کوئی عمل کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول نہ ہوگا۔ صرف اللہ تعالیٰ پر اور رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو قبول کریں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام سابقہ ادیان کو رد کرتے ہوئے صرف اسلام کو ہی آخری دین قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

(حوالہ نمبر 4)

اس طرح واضح الفاظ میں شرک کی نفی کر دی اور صاف صاف کہہ دیا کہ:۔

" لاتتخذوا الھین اثنین ط انما ھو الہ واحد "

(حوالہ نمبر 5)

اس کے علاوہ عیسائی عقائد کی صاف طور پر مذمت کر دی گئی۔ ارشاد ہوا

لقد کفر الذین قالو ان اللہ ھو ثالث ، ثلثہ

(حوالہ نمبر 6)

بلکہ ان کو صاف طور پر سمجھایا گیا کہ تمام انبیاؑ و رسل نے صرف ایک ہی بات کا درس دیا دنیا کے تمام یہودی و عیسائی اور مسلمان حضرات حضرت ابراہیمؑ کو اپنا رہبر رہنما اور اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہیں دنیا کو چالیس صدیوں میں جو ہدایت ملی وہ اس انسان کی پاکیزہ اولاد کی بدولت میسر آئی۔

حضرت ابراہیمؑ کی بنیادی طور پر دو شاخیں ہیں حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ۔ حضرت اسحاق کے بیٹے حضرت یعقوبؑ جن کا لقب اسرائیل تھا ان کی نسل سے انبیائے کرامؑ کا سلسلہ چلا جس کی انتہا حضرت عیسیٰؑ پر ہوئی۔ اس طرح حضرت ابراہیمؑ ہی جد الانبیاءؑ ہوئے اور تمام انبیا بھی ان کو ہی اپنے امام اور پیشوا مانتے تھے لیکن اختلاف صرف اور صرف حضور ﷺ کا

حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے ہونا اور حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں سے نہ ہونا تھا۔ اسی بنا پر یہ اپنے آپ کو یہودی یا نصرانی کہلواتے ہیں حالانکہ حضرت ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ چنانچہ ارشاد ہوا:۔

"ماکان ابراهیم یهودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما ط"

(حوالہ نمبر 7)

چنانچہ شاہ ولی اللہ نے الفوز الکبیر میں علم مخاصمہ کے نام سے وہ تمام بحثیں بیان کی ہیں جو قرآن میں ان مذاہب کے ساتھ کی گئی ہیں اور عقلی طور پر ان پر واضح کرنا چاہا ہے کہ اگر تم خود کو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے اور ان کو اپنا جدامجد مانتے ہو تو پھر ہمارے تمہارے درمیان جھگڑا کس بات کا ہے پھر تم ایمان کیوں نہیں لاتے؟

اسلام امن پسند دین ہے:

اسلام جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ اسلم یسلم اسلاماً۔

امام راغب لکھتے ہیں۔

اس کے اصل معنی سَلم (صلح) میں داخل ہونے کے ہیں اور صلح کے معنی یہ ہیں کہ فریقین باہم ایک دوسرے کی طرف سے تکلیف پہنچنے سے بے خوف ہو جائیں۔

اسلام سے پہلے دنیا کی حالت:

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار کے مطابق

"ظہور اسلام کے وقت دنیا کی روحانی، اخلاقی اور تمدنی حالت انتہائی پست تھی بڑے بڑے مذاہب جن میں ہندومت، بدھ مت، مجوسیت، یہودیت، اور مسیحیت بے روح تھیں اور بڑی بڑی تہذیبیں بے جان ہو چکی تھیں جس کی تصویر قرآن نے یوں کھینچی ہے کہ

"ظهر الفساد فی البرو البحر بما کسبت ایدی الناس"

اسی اثناء میں نبیؐ ایک ابدی مذہب ایک مکمل قانون اور ایک مکمل شریعت کا پیغام لے کر آتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے صلاح وہدایت کا اجالا ہر طرف پھیل جاتا ہے کیونکہ

"هوالذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره ، علی الدین کله"

شاہ معین الدین ندوی رقمطراز ہیں۔

ظہور اسلام سے پہلے کے تمام مذاہب میں رہنمائی کی صلاحیتیں باقی نہ رہ گئی تھیں اور وہ خود اپنے ماننے والوں کے لئے زحمت بن گئے تھے تو دوسروں کے لئے کس طرح رحمت بن سکتے تھے۔

لٰہذا اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور قیامت تک آنے والوں کے لئے یہی مذہب ہے چنانچہ اسلام ایک امن پسند دین ہے۔ قیامت تک آنے والے لوگ اگر اس کی تعلیمات پر عمل پیرا کرتے رہیں گے تو وہ امن میں رہیں گے اس کے علاوہ اگر ہم تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہمیں صرف اسلام ہی ایسا مذہب نظر آتا ہے جو کہ سراسر سلامتی اور امن کا پیغام دیتا ہے اور تمام نسل انسانی کو ایک وحدت قرار دیتا ہے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ بات ہمارے سامنے ہے کہ نبی ﷺ نے تمام نسلی امتیازات مٹا دیئے ہیں اور کہہ دیا کہ کسی کالے کو گورے پر یا کسی گورے کو کالے پر کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے اسی طرح اسلام مذہب کی بنیاد پر بھی کسی کو برا نہیں کہتا۔

اگر ہم ماضی پر نظر دوڑائیں تو ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ مسلمان جب بھی اقتدار میں رہے تو انہوں نے ایک مثالی ریاست قائم کی کسی مذہب کی بنیاد پر کم تر یا برتر نہیں سمجھا بلکہ ان سے ایسا سلوک کیا کہ وہ مسلمان ہو گئے۔

ہندوستان جو کہ ذات پات کے نظام کو بہت اہمیت دیتا تھا اور برہمن، کھشتری اور شودر وغیرہ پر قائم تھا۔ اگر ہم تاریخ کو دیکھیں تو ہمارے صوفی بزرگوں نے یہاں پر آ کر لوگوں سے ایسا سلوک روا رکھا کہ کسی سے کوئی فرق نہ کرتے تھے تو لوگ کس طرح جوق در جوق مسلمان ہوئے۔

اس کے علاوہ محمد بن قاسم، غزنوی، غوری اور جتنے بھی فاتح ہندوستان آئے تو انہوں نے کبھی کسی پر ظلم و ستم نہیں کیا بلکہ مقامی لوگوں کو ہی فوقیت دی اور ان کو ہی عہدوں پر فائز کیا اور جو خوشی سے مسلمان ہوتا اس کو خوش آمدید کہا جاتا اور جو نہ ہونا چاہے وہ ذمی بن کر رہ سکتا تھا اور اس کو بھی اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی کھلی آزادی تھی۔

مسیحیت چھٹی صدی عیسوی میں

مسیح مذہب میں کبھی بھی اس درجہ تفصیل و وضاحت نہ تھی کہ جس کی روشنی میں زندگی کے اہم مسائل سمجھائے جا سکیں اس کی بنیاد پر تمدن کی تعمیر ہو سکے یا اس کی زیر ہدایت کوئی سلطنت چل سکے جو کچھ تھا وہ صرف حضرت مسیحؑ کی تعلیمات کا ایک ہلکا سا خاکہ تھا جس پر توحید کے سادہ عقیدہ کا کچھ پرتو تھا مسیحیت کا یہ امتیاز بھی اس وقت تک قائم رہا جب تک یہ مذہب سینٹ پالی کی دستبرد سے بچا رہا اس نے تو آ کر اس کی رہی سہی روشنی بھی گل کر دی۔

اس بعد قسطنطین کا زمانہ آیا جس نے اپنے دور میں رہی سہی اصلیت بھی کھو دی غرض یہ کہ چوتھی صدی عیسوی ہی میں

مسیحیت ایک معجون مرکب بن کر رہ گئی تھی جس میں یونانی خرافات، رومی بت پرستی، مصری افلاطونیت (Neo-platonism& Monasticism) اور رہبانیت کے اجزاء شامل تھے۔

سیل (sale) جس نے انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کیا ہے چھٹی صدی عیسوی کے عیسائیوں کے بارے میں کہتا ہے:

مسیحیوں نے بزرگوں اور حضرت مسیحؑ کے مجسموں کی پرستش میں اس درجہ غلو کیا کہ اس زمانہ کے رومن کتھولک بھی اس حد کو نہیں پہنچے پھر نفس مذہب سے متعلق کلامی مباحث ابھر آئے اور بے نتیجہ اختلافات کی شورش نے قوم کو الجھا دیا جس میں ان کی ذہنیتیں ضائع ہوئیں اور قوائے عملیہ شل ہو گئے بیشتر ان خانہ جنگیوں نے بڑے پیمانے پر خونی معرکہ کی شکل اختیار کر لی ہے مدارس کلیسا اور لوگوں کے مکانات حریف کیمپ میں تبدیل ہو گئے تھے اور پورا ملک خانہ جنگی کا شکار تھا بحث صرف یہ تھی کہ حضرت مسیحؑ کی فطرت کیا ہے؟ اور اس میں بشری اور فطری جز و کس تناسب سے ہیں۔

روم و شام کے ملکانی عیسائیوں کا مذہب یہ تھا کہ حضرت مسیحؑ کی فطرت مرکب ہے اس میں ایک جزو الٰہی ہے اور ایک بشری لیکن مصر کے منوفیزٹ عیسائیوں کا اصرار تھا کہ حضرت مسیحؑ کی فطرت خالص الٰہی ہے پہلا مسلک گویا حکومتی سرکاری مسلک تھا بازنطینی سلاطین و اہل حکومت نے اس کو عام کرنے اور پوری مملکت کا واحد مذہب بنانے میں پوری قوت صرف کی اور مخالفین مذہب کو سخت ترین سزائیں دیں جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مگر مذہبی کشمکش بڑھتی رہی دونوں فریق ایک دوسرے کو ایسے ہی خارج از مذہب اور بددین سمجھتے تھے جیسے دو متضاد مذہب کے پیرو قیرس کی نیابت مصر کے دس سال (۶۳۱ـ۴۱ء) کی تاریخ وحشیانہ سزاؤں اور لرزہ خیز مظالم کی داستانوں سے لبریز ہے۔

چھٹی صدی کے آخر میں یہودیوں اور عیسائیوں کی باہم رقابت و منافرت اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ ان میں سے ایک فریق دوسرے کو ذلیل کرنے اور اس سے اپنی قوم کا انتقام لینے اور مفتوح کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا تھا۔ 610ء میں یہودیوں نے انطاکیہ میں عیسائیوں کے خلاف بلوہ کیا شہنشاہ فوقا نے ان کی سرکوبی کے لئے مشہور فوجی افسر بنوسوس کو بھیجا اور اس نے پوری یہودی آبادی کا اس طرح خاتمہ کیا کہ ہزاروں کو تلوار سے سینکڑوں کو دریا میں غرق کر کے آگ میں جلا کر اور درندوں کے سامنے ڈال کر ہلاک کر دیا۔

غرض کہ ہر قسم کا ظلم ان کے ساتھ روا رکھا گیا اس کے علاوہ بے جا ٹیکس عوام پر نافذ کئے جاتے تھے روم و ایران دونوں جگہ پر عیش پرستی کا بھوت سوار تھا۔

اس کے علاوہ اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ بات ہمارے سامنے ہے کہ عیسائی یا یہودی جب بھی اقتدار میں آئے

ہیں انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ متضاد مذہب کے ساتھ ناروا سلوک رکھا۔

ہٹلر کا دور ہم دیکھیں جو کہ ظلم و بربریت کی واضح مثال ہے اس کے علاوہ 4 اگست 1945ء کو جاپان کا بدقسمت شہر ہیروشیما جس طرح امریکہ نے تباہ کیا کہ کوئی جاندار باقی نہ رہا اس میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد دو لاکھ دس ہزار اور دو لاکھ چالیس ہزار کے درمیان تھی۔

آج اگر ہم دیکھیں تو اسرائیل، بھارت، چیچنیا، بوسنیا، فلسطین، کشمیر، عراق، افغانستان میں کس طرح انہوں نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں یہ ظاہری امن کو پھیلانے والے دنیا میں بدامنی کی مثالیں قائم کر رہے ہیں انڈونیشیا میں کس طرح عیسائی مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

"اقوام متحدہ" کے نام نہاد چارٹر کہ جس میں انسانی حقوق کی تنظیمیں بنائی گئی ہیں وہ سب بھی صرف امریکہ کے حکم کی پابند ہیں یہ جب بھی اقتدار میں آئے انہوں نے کبھی کسی کو مذہبی آزادی نہ دی بلکہ زبردستی لوگوں کو عیسائی بنایا اور جو نہ بنا اس کو زندگی سے چھٹکارا ملا۔ صلیبی جنگیں اس کا واضح ثبوت ہیں غرضیکہ ہم تاریخ کے اوراق کو پلٹ کر دیکھیں تو ہمیں ان کے جابرانہ اقتدار کی بہت سی مثالیں ملیں گی۔

لفظ آخر کہ ان کے دور میں امن وسکون کو کوئی شاذ و نادر ہی مثال ملے گی ورنہ تمام ادوار ہی ظلم ستم دہشت گردی اور ناجائز قبضے اور عصبیت سے بھرے ہوئے ہیں۔

اتحاد کی صورتیں:

اسلام ایک Rational یعنی عقلی، منطقی اور فطری دین ہے اس کے تمام احکامات (اوامر و نواہی) کی کوئی نہ کوئی افادیت ہے اور اسلام کے تمام احکام کسی نہ کسی مصلحت کی بنا پر ہیں اسلام معاشرے کے حقائق کو تسلیم کرتا ہے اور اس کے ہر طرح کے لوگوں کو وہ طرح کا تحفظ دیتا ہے اسلام ایک Balanced دین ہے یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے پیروکار اپنی ہی خود پسندی تک محدود ہو جائیں اور دوسروں کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

اسلام مذاہب کے لحاظ سے الہامی مذاہب اور غیر الہامی مذاہب کے مابین فرق کرتا ہے جو لوگ الہامی مذاہب پر یقین رکھنے والے ہوں مثلاً اسلام، یہودیت اور نصرانیت اور وہ لوگ جو غیر الہامی مذاہب کے پیروکار ہوں مثلاً یہودیت، سکھ مت اور بدھ مت وغیرہ ان کے درمیان اسلام ایک خاص مصلحت و حکمت کے تحت تقسیم بندی فرق کرتا ہے۔

اہل کتاب سے قلبی دوستی کے لحاظ سے ارشاد ہوتا ہے:

یاایها الذین امنو الا تتخذوا الیهود النصری اولیاء بعضهم اولیآء بعض ومن یتو لهم منکم فانه منهم ان اللّٰہ لایهدی القوم الظلمین (حوالہ نمبر8)

اسلام اہل کتاب اور مشرکین میں فرق کرتا ہے اور اہل کتاب کو غیر اسلامی مذاہب کی حیثیت دیتا ہے اس میں ایک لطیف نکتہ مخفی ہے وہ یہ کہ اسلام غیر مسلموں سے مقصد کے تحت تعلق قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے وہ اشاعت اسلام اور تبلیغ دین ہے اور یہ کام اہل کتاب میں آسانی سے ہوسکتا ہے غیر اہل کتاب شرکت کرتے ہیں جبکہ اہل کتاب ایسا نہیں کرتے اسی طرح اہل کتاب کے تمام عقائد ونظریات اسلام کے عقائد ونظریات سے متعارض نہیں جبکہ اہل کتاب کے جملہ عقائد ونظریات اسلامی عقائد سے مشابہت رکھتے ہیں اس لئے اہل کتاب پر تبلیغ دین کا اثر غیر اہل کتاب کی نسبت زیادہ ہے۔

مثال کے طور پر اگر عقیدہ رسالت ہے اہل کتاب کو سمجھانا مقصود ہو تو وہ چونکہ اس فلسفے سے پہلے ہی واقف ہیں لہٰذا وہ بہت جلد اور آسانی سے سمجھ جائیں گے لیکن اگر یہی عقیدہ غیر اہل کتاب کو سمجھانا مطلوب ہو تو اس کے لئے بہت سی مشکلات اور پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑے گا الغرض اسلام جس مقصد کے تحت غیر مسلموں سے تعلقات کی اجازت دیتا ہے وہ مقصد اہل کتاب کے حوالے سے زیادہ آسانی اور جلدی سے پورا ہوسکتا ہے بہ نسبت غیر اہل کتاب کے اسی بنا پر اسلام اہل کتاب سے طعام اور مجلسی زندگی حوالے سے تعلق قائم کرنے کی (مشروط) اجازت دیتا ہے۔

یہودی ونصاریٰ سے مجلسی تعلقات کس طرح کے ہوں:

اسلام غیر مسلموں یعنی اہل کتاب سے قیام تعلق کے سلسلے میں چند قوائد وکلیات متعین کرتا ہے کہ ان سے نہ تو بے رخی ہو اور نہ بے تکلفی نہ غیر نوازی ہو نہ خود پرستی۔ ان کے پاس باوقار طریقے سے جانا چاہیے تاکہ وہ اسلامی عقائد سے اور مسلمانوں کے طرز حیات سے متاثر ہو کر اسلام کی حقانیت کے قائل ہوسکیں یہی وہ مقصد ہے جس کی غرض تکمیل سے اسلام نے ان سے تعلق رکھنے کی اجازت دی ہے۔

باسلیقہ اور شائستہ لہجے انداز میں گفتگو کریں کلام والفاظ شیریں اور انداز دلنشیں ہو تا کہ وہ یہ کہیں کہ ہم تو مسلمانوں کو برا سمجھتے تھے یہ تو بہت خوش اخلاق ہیں۔

عزت دارانہ انداز میں ان سے ملاقات کی جائے ہر حال میں اپنی اپنی دینی حمیت اور ذاتی وقار کو ملحوظ رکھا جائے اور کسی پہلو سے بھی ان سے مغلوب نہ ہوا جائے۔

ان کے پاس گھٹیا حرکتیں ہرگز نہ کریں تاکہ اس کا غلط تاثر ان پر نہ پڑے کیونکہ یہ شخص (مسلمان) جب کسی غیر مسلم

سے (اہل کتاب) سے ملاقات کرتا ہے تو اس وقت وہ اپنے دین کا Representative ہوتا ہے۔ اور اس کی بے عزتی اصل میں دین کی بے حرمتی ہوتی ہے اسے اس حال میں غیر مسلموں سے ملنا چاہیے کہ ان پر ہر صورت ایک مثبت تاثر پڑے اور ان کے دل میں اسلام کی صداقت، عظمت وار حقانیت کا تصور اُمڈ آئے۔

زیادہ ہنسی مذاق سے پرہیز کرنا چاہیے کھانے پینے اور لباس میں بھی اپنے آپ کو فائق رکھا جائے غرضیکہ ان پر ہر طرح سے اچھا تاثر چھوڑنا چاہیے۔

اہل کتاب سے تعلق کا مقصد، نوعیت اور فوائد:

اسلام کی Basic Spirit یہ ہے کہ کسی نہ کسی تک پہنچایا جائے پس منظر میں یہی مقصد کارفرما ہو محض دوستی بنانے کے لئے نہ ہو اشاعت اسلام کے پہلو کو مقدم رکھا جائے۔

تاریخ اسوۂ حسنہ سے بہت سی مثالیں اس بات کی شاہد ہیں کہ غیر مسلم لوگ مسلمانوں کے اخلاق حسنہ اور فضائل حمیدہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول ہو کر اسلام قبول کر گئے۔

غیر مسلموں کیساتھ تعلقات میں رواداری کا پہلو بھی پیش نظر ہو رواداری یہ ہے کہ اپنے نقطہ نظر پر قائم رہنے اور دوسروں کے نقطہ نظر کو برداشت کرنا اگر ہم غیر مسلموں سے نہ ملیں تو وہ ہمارے بارے میں کہیں گے کہ مسلمان ہمیں حقیر سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو بالاتر سمجھتے ہیں یہ چیز انسانی مساوات کے بھی منافی ہے۔

ان سے رواداری اور نرمی سے ملنا اور اس کے بعد اپنے دین کو پیش کرنا ہی ان کے ساتھ تعلقات کا اصل مقصد و مدعا ہے جیسا کہ قرآن نے ہمیں حکمت کے بہترین اصولوں میں بتایا دیا کہ:۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمته والموعظته الحسنته و جادلهم بالتی هی احسن و ان ربک هو اعلم بمن ضل عنه سبیله و هو اعلم بالمهتدین .

(حوالہ نمبر 9)

غیر مسلموں (اہل کتاب) سے تعلقات کی چند شرائط وحدود کا تعین کرتا ہے جس کی پابندی بحثیت مسلمان ہم سب پر لازم آتی ہے۔

1) ان کے ساتھ گھل مل جانا
2) ان کو اپنا قلبی رفیق بنانا

3) ان کو محرم واسرار ورموز بنانا

4) اوران کو اپنے عقائد ونظریات پر حاوی ہونے کا موقع دینا۔

یہ سب اسلام میں ممنوع اور ناجائز ہیں۔ جب ان سے دوستی میں تکلف جاتا رہے گا تو اسلام نے جو مصلحتیں اس پر تکلف تعلق میں رکھی ہیں وہ اپنی وقعت کھو بیٹھیں گی اس کی تائید مندرجہ ذیل حدیث شریف سے ہوتی ہے:

ایک دفعہ آنحضور ﷺ سے کچھ لوگوں نے پوچھا کہ ہمارے پاس اہل کتاب رہتے ہیں تو ہم کیا اس کے برتن استعمال کرسکتے ہیں فرمایا نہیں البتہ اگر تمہارے پاس برتن نہ ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تعلق میں تکلف ضروری ہے بمطابق مصلحتی تقاضا۔

ان کے زیردست کی حیثیت سے ان کے تحت آکے ان سے مغلوب ہوکے اوران کی برتری کا تصور لےکران سے ملنا اسلام میں قطعاً ممنوع ہے ایسا نہ ہو کہ مسلمان ان کے دباؤ میں آکر اپنے مذہبی سارا راگل دے چاہیے تو یہ کہ مسلمان اپنے خداداد غلبہ کو برقرار رکھتے ہوئے ان پر برتری جما کر ملے۔

کماجاء فی القرآن

" لیظهره علی الدین کله "

''تاکہ وہ اس کو (اسلام) تمام ادیان پر غالب کردے''

اوراس دین کی اور توحید کی انسان کو خود ضرورت ہے اور یہ اس کی فطرت میں داخل ہے اوراس کے انسان کی اجتماعی زندگی پر بھی بہت سے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

وحدت انسانی:

خدا کی وحدت سے بنی نوع انسان کی وحدت پیدا ہوتی ہے جبکہ خداؤں کی کثرت سے بنی نوع انسان میں تفریق و انتشار پیدا ہوتا ہے متعدد اور مختلف خداؤں پر ایمان رکھنے اوران کی پرستش کرنے سے تو انسان مختلف گروہوں اور قوموں ہی میں تقسیم ہوں گے۔

اخوت ومساوات:

توحید ابنائے آدمؑ کو اخوت ومساوات کا درس دیتی ہیں خدا ایک ہے اسی ایک خدا نے آدم کو پھر حواؑ کو پیدا کیا سب انسان آدم اور حواؑ کی اولاد ہیں سب ایک ہی ماں اور باپ کی اولاد ہیں تو ظاہر ہے سب رشتہ اخوت میں باہم منسلک ہیں اور

سب بحیثیت انسان مساوی ہیں کسی بھی وجہ سے دوسرے انسانوں پر برتری حاصل نہیں رنگ، زبان، وطن، نسل کوئی بھی چیز برتری کی وجہ نہیں بن سکتی۔

عالمگیر معاشرہ:

توحید سے ایک عالمگیر معاشرہ وجود میں آتا ہے اگر تمام دنیا کے انسان صرف ایک خدا پر ایمان لے آئیں تو مختلف وجوہات کی بنا پر قائم ہونے والی موجودہ گروہ پابندیاں ختم ہوسکتی ہیں۔

عالمی امن:

عالمی امن کی خواہش آج کے انسان کی شاید سب سے بڑی خواہش ہے انتہائی مہلک اسلحہ کے انباروں اور دو عالمی جنگوں کی تباہ کاریوں نے جنگ کے خوف وہراس کی وجہ سے انسان کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں اگر دنیا بھر کے تمام انسان توحید پر ایمان لاکر اپنے وضع کردہ ان جھوٹے امتیازات کو ختم کر کے اخوت ومساوات کا ماحول قائم کرلیں تو عالمی امن کے قیام کی یہ خواہش پوری ہوسکتی ہے۔۔

وآخر دعوانا ان الحمد اللہ

حوالہ جات

حوالہ نمبر 1۔ تفسیر فی ظلال القرآن (سید قطب شہید) تدبر قرآن (امین احسن اصلاحی)

حوالہ نمبر 2۔ سورہ البقرہ (آیت نمبر 163)

حوالہ نمبر 3۔ سورہ آل عمران (آیت نمبر 19)

حوالہ نمبر 4۔ سورہ المائدہ (آیت نمبر 192)

حوالہ نمبر 5۔ سورہ النحل (آیت نمبر 51)

حوالہ نمبر 6۔ سورہ المائدہ (آیت نمبر 73)

حوالہ نمبر 7۔ سورہ آل عمران (آیت نمبر 67)

حوالہ نمبر 8۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر (مولانا سید ابوالحسن ندوی)(Page 34)

حوالہ نمبر 9۔ سورہ المائدہ (آیت نمبر 51)

حوالہ نمبر 10۔ سورہ النحل (آیت نمبر 125)

هذا من فضل ربی

قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم

اسلام انسانیت کا دین ہے

ریحانہ وہاج۔ کراچی

آج کے منظر نامے پر نظر ڈالیے۔ دنیا بھر کے لوگ اسلام کو صلح و آشتی کے مسلک اور نظام کی جگہ تشدد اور دہشت گردی کے مسلک کے طور پر پیش کر رہے ہیں دراصل اس رویہ اور رجحان کے پیچھے یہودی سازشی ذہن اور سرمایہ ہے جو عیسائیوں کو ورغلا کر اب اپنے سازشی مقاصد کے لیے مسلمانوں کے خلاف ان کو اپنے ساتھ ملا کر رکھنا چاہتے ہیں اور وہ بڑی حد تک دور حاضر میں اس مقصد میں کامیاب ہیں۔ اس دور میں چونکہ عالم اسلام دوسری اقوام عالم کے مقابلے میں بہت کمزور ہے اور اس کی اپنی سیاست و معیشت، تعلیم و ترقی غرض ہر دنیاداری کے شعبہ میں دوسروں کی محتاجی نے دور حاضر میں مسلمانوں کو اتنا مجبور کر دیا ہے کہ وہ طاقت یا قوت سے ان سازشوں کا دفاع کرنے کے اہل ہی نہیں رہے البتہ سنبھلنے کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ ابتدائی مکی دور کی اتباع کرتے ہوئے مناظرانہ انداز کی جگہ افہام و تفہیم اور صبر و برداشت سے کام لے کر اہل کتاب یعنی مذہبی قوموں کے ساتھ اتحاد کریں اور ان سے اشتراک و تعاون کر کے دور حاضر میں اپنی بدحالی اور پستی کا علاج کریں۔ لیکن یہ بتا دیا جائے کہ اس وقت صرف دو مذہبوں کے پیروکار ہی اہل کتاب ہیں یعنی عیسائی اور مسلمان۔ یہود کو بعثت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے خود صاحب کتاب یعنی خداوند قدوس نے اس ضمن میں خارج کر دیا ہے۔

اسلامی نظام حیات اسی خالق کا مرتب و متعین کردہ ہے جس نے انسان کو اور دیگر مخلوق کو پیدا کیا ہے جس طرح اس نے دیگر مخلوق کی دنیاداری کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کے لیے ہر ایک کا ایک خاص انداز مقرر کر دیا ہے اس طرح انسان کے لیے جو ضابطہ حیات دیا ہے وہ بھی انسان کی فطرتوں، طبعی تقاضوں اور ضروریات کی نسبت اور تعلق سے دیا ہے تا کہ دنیاداری کے کاموں میں معاون مددگار رہے۔

فاقم وجھک للدین حنیفا ط فطرت اللّٰہ التی فطر الناس علیھا ط لا تبدیل لخلق اللّٰہ ط ذلک الدین القیم ق ولکن اکثر الناس لایعلمون (الروم۔۳۰)

(تو اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لیے ایک اکیلے اسی کے ہو کر۔ اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی بنائی چیز نہ بدلنا یہی سیدھا دین ہے مگر بہت لوگ نہیں جانتے)

دراصل اسلام انسانیت کا دین ہے آیت میں اسی پر انسانوں کو پابند کیا گیا ہے کہ اس ہی دین پر استقامت و استقلال سے قائم رہیں۔ بخاری و مسلم میں بھی حدیث ہے کہ بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے یعنی اس ہی عہد پر جو الست بربکم فرما کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ ابتدا سے ہی یہ دین انسان کا ایک رہا ہے۔

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم و موسی و عیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ ط (الشوری۔۱۳)

(تمہارے لیے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا (اے سیدنا محمد ﷺ) اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا ہم نے حکم ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو پھوٹ نہ ڈالو)

آیت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء علیہم السلام آئے ہیں وہ سب ایک ہی دین کی راہ لے کر آئے ہیں تو پھر تمام ہی انبیاء علیہم السلام کی امتیں اس کی پابند ہیں اور ان کو حکم ہے **ولا تتفرقوا فیہ ط** اس دین میں پھوٹ نہ ڈالو عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت سے یہود نے انحراف شروع کیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق انہوں نے جو بہتان تراشیاں کیں اور اپنی کتابوں میں مبالغہ آرائیوں کا اضافہ کیا شریعت یہود کے نام سے جو کتابیں دور حاضر میں دستیاب ہیں ان کا بیان اور اسلوب خود بولتا ہے کہ وہ آسمانی کتاب نہیں ہیں۔

دور حاضر کے یہود اہل کتاب نہیں!

قرآن کریم نے یہودیوں کی موجودہ کتابوں میں جو ناشائستگی اور بکواس کی زبان ہے اور قصے ہیں ان کا رد کیا ہے اور صحیح حقائق بیان کر دیئے ہیں قرآن نے بتا دیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کے کہنے کے مطابق مجبور انسان نہیں تھے بلکہ ایک جلیل القدر منصب پر فائز تھے ان کو خالق نے باطل قوتوں سے جہاد کرنے کے لیے مبعوث کیا تھا ان کی جلالت و منزلت جو قرآن میں بیان ہوئی ہے ضرورت تھی کہ یہاں اس کو نقل کیا جاتا تاکہ عیسائیوں کو بتایا جاتا کہ اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیا مرتبہ حاصل ہے تاکہ عیسائی اسلام کو صحیح تناظر میں سمجھنے کی کوشش کریں کہ مسلمان ان کا کتنا احترام کرتے ہیں کیونکہ دور حاضر کے حالات میں اس ڈوبتی اور بگڑتی دنیا کو سنبھلنے کے لیے مسلمانوں اور عیسائیوں کا ایک دوسرے کے قریب آنا ضروری ہے کیونکہ اب صرف یہ دونوں ہی اہل کتاب ہیں مگر مقابلہ کے مقالہ کے لیے جو صفحات کی قید ہے اس کی وجہ سے

چھوڑتی ہوں۔ پہلے کچھ اقتباسات۔

1۔ ''تب خداوند نے موسیٰ کو کہا نیچے جا کیونکہ تیرے لوگ جن کو تو ملک مصر سے نکال لایا تھا بگڑ گئے ہیں وہ اس راہ سے جس کا میں نے ان کو حکم دیا تھا بہت جلد پھر گئے ہیں انہوں نے اپنے لیے ڈھالا ہوا بچھڑا بنالیا ہے اسے پوجا اور اس کے لیے قربانی چڑھائی یہ بھی کہا کہ اے اسرائیل یہ تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا تھا اور خدا نے موسیٰ سے کہا کہ میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ یہ گردن کش قوم ہے۔'' (کتاب خروج باب ۳۲ آیات ۷ تا ۱۰)

2۔ ''اور خداوند نے موسیٰ اور ہارونؑ سے کہا میں کب تک اس خبیث گروہ کو جو میری شکایت کرتا رہتا ہے برداشت کروں۔'' (گنتی باب ۱۳ آیات ۲۶۔۲۷)

3۔ کیونکہ یہ باغی لوگ ہیں جھوٹے فرزند ہیں جو خداوند کی شریعت کو سننے سے انکار کرتے ہیں جو غیب بینوں سے کہتے ہیں غیب بینی نہ کرو اور نبیوں سے کہتے ہیں ہم پر سچی نبوتیں ظاہر نہ کرو۔ ہم کو خوشگوار باتیں سناؤ ہم سے جھوٹی نبوت کرو۔ راہ سے باہر جاؤ۔ راستے سے برگشتہ ہو اور اسرائیل کے قدوس کو ہمارے درمیان سے موقوف کرو۔ پس اسرائیل کا قدوس یوں فرماتا ہے چونکہ تم اس کلام کو حقیر جانتے ہو اور ظلم و کجروی پر بھروسہ رکھتے ہو اور اسی پر قائم ہو۔ اس لیے یہ بدکاری تم پر ایسی ہوگی جیسی پھٹی ہوئی دیوار جو گرا چاہتی ہے۔ (یسعیاہ۔ باب۔ ۳۰۔ آیات ۹ تا ۱۲)

4۔ تمہاری بدکرداری نے ان چیزوں کو تم سے دور کر دیا اور تمہارے بے گناہوں نے اچھی چیزوں کو تم سے باز رکھا۔ کیونکہ میرے لوگوں میں شریر پائے جاتے ہیں وہ پھندا لگانے والوں کی مانند گھات میں بیٹھتے ہیں وہ جال پھیلاتے ہیں اور آدمیوں کو پکڑتے ہیں۔ جیسے پنجرا چڑیوں سے بھرا ہو ویسے ان کے گھر مکر سے بھرے ہیں۔

(یرمیاہ باب ۴ آیات ۲۵ تا ۲۷)

حقیقتاً بنی اسرائیل تو موسیٰ علیہ السلام کے زمانے ہی میں نافرمانیاں کرتے رہے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت پر تو وہ کھل کر دین الٰہی سے باغی ہو گئے اور انہوں نے جو سلوک ان کے ساتھ کیا اس کا مختصر حال پڑھیے:

آج سے تقریباً دو ہزار سے کچھ زیادہ برس کے زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت یہودیوں کا اقتدار سمٹ رہا تھا اور رومی قوت اور طاقت پکڑے جاتے تھے۔ یہودی سلطنت ''یہودیہ'' جو شام کے آس پاس کے علاقوں پر قائم تھی وہ بھی قیصر روم کی باج گذار بن چکی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بعثت کے بعد جب دعوت و تبلیغ شروع کی تو عوام جو بت پرستوں اور یہودیوں کی بالادستی کی وجہ سے بادشاہ جس کا نام ہیرودیس تھا اس سے متنفر تھے عیسیٰ علیہ السلام کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔ ان کا دعوت و تبلیغ کا انداز والہانہ تھا نہ تو انہوں نے شادی کی اور نہ ہی اپنے لیے گھر بنایا وہ شہروں اور دیہاتوں میں

پھرتے رہتے جہاں بھی رات آتی وہ کسی خاص انتظام کے بغیر رک جاتے اور صبح ہوتے ہی چل پڑتے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے معجزات عطا فرمائے تھے کہ ان کے ہاتھ پھیرنے یا دم کرنے سے مریض صحت مند ہو جاتا جس کی وجہ سے ان کو عوام میں ایسی پزیرائی ملی کہ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا تو وہ خود غرض اور ہوس پرست یہودی جو رومیوں کی چاپلوسی میں لگے رہتے تھے۔عیسیٰ علیہ السلام کی مقبولیت سے خائف ہوئے اور انہوں نے جو عوام کو اپنی مذہبی خود ساختہ باتوں سے بیوقوف بنا کر عیش کر رہے تھے اپنی چودھراہٹ کے چلے جانے کا ڈر بیٹھ گیا۔یہودیہ میں اس وقت رومیوں کا گورنر جن کا نام پلاطیس تھا متعین تھا۔

یہودیوں کا ایک وفد رومی گورنر کے پاس پہنچا اور اس کو یہ باور کرایا کہ یہ شخص اس طرح آزادی سے کام کرتا رہا تو آپ کی حکومت کے لیے خطرہ بن جائے گا اور ہمارا دین بھی صحیح سلامت نہیں رہ سکے گا وہ عام لوگوں کو جو جمع کر رہا ہے وہ رومیوں کو یہودیہ سے نکالنے کی تیاری کر رہا ہے تاکہ وہ خود یہاں کا بادشاہ بن جائے چنانچہ وفد کے افراد کی چاپلوسی سے متاثر ہو کر رومی گورنر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا اور حکم دیا کہ مجرم کو دربار میں پیش کیا جائے۔مختصر یہ کہ یہود کی سازشیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے موقعہ کی تلاش میں زمین پر جاری تھیں تو آسمان پر خالق نے عیسیٰ علیہ اسلام کو محفوظ رکھنے اور ان کو یہودیوں کے حملوں سے بچانے کا منصوبہ تیار کر لیا تھا

ومکروا ومکر اللہ ط واللہ خیر الماکرین . (آلعمران۔۵۴)

(یہودیوں نے بھی (مسیح علیہ السلام کو قتل کرنے کی خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی (مسیح علیہ السلام کو بچانے کی خفیہ تدبیر کی اللہ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے)

یہودیوں نے اپنی مذہبی عدالت میں الحاد کا الزام لگا کر عیسیٰ علیہ السلام کو واجب القتل قرار دلایا پھر رومی حاکموں کی ملکی عدالت میں لا کر ان پر بغاوت کا مقدمہ چلایا وہاں ان کو کوڑے لگا کر ذمہ داروں کے حوالے کیا کہ اس کو صلیب دی جائے۔ غرض یہ کہ قرآن مجید نے ان تمام من گھڑت کہانیوں اور قصوں کا تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اور بتا دیا ہے کہ یہودی عیسیٰ علیہ السلام پر نہ تو قابو پا سکے اور نہ ہی ان کو کوئی اذیت پہنچا سکے:

وقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ ج وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم ط وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ط مالھم بہ من علم الا اتباع الظن ج وما قتلوہ یقینا. بل رفعہ اللہ الیہ ط وکان اللہ عزیزا حکیما . (النساء۔۱۵۷۔۱۵۸)

(اوران کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح (علیہ السلام) عیسیٰ بن مریمؑ کو جو کہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انہوں نے ان کو یقینی بات ہے قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست حکمت والے ہیں)

قرآن مجید کے اس روشن اور واضح اعلان کے بعد اور تاریخی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک اولوالعزم پیغمبر اور مقرب بارگاہ الٰہی رسول ہیں ان کی تعلیم بھی وہ ہی تعلیم تھی جو ابتداء سے چلی آرہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پولوس رسول نامی شخص نے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد جو انجیل مرتب کی ہے اس میں اپنے عہدہ سینٹ پال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تثلیث اور کفارہ کا عقیدہ داخل کیا اس طرح یہ عقیدہ عیسائیت میں داخل ہوا۔ یہودیوں کا یہی تو یہی عقیدہ ہے اس طرح یہودی اور جدید عیسائیت کے پیرو دونوں اس معاملہ میں ایک ہو گئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے عیسائیوں کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ یہودیوں کی داستان کو جس میں عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنا، ان کا مذاق اڑانا، کانٹوں کا تاج پہنانا اور بالآخر صلیب پر چڑھانا بیان ہوا ہے کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیں اور ان کو بتایا جائے کہ جو گروہ اللہ تعالیٰ کے ایک اولوالعزم پیغمبر کی توہین و تذلیل کرنے سے نہیں چوکتی وہ یقیناً قابل اعتماد نہیں ہو سکتی اور نہ ہی وہ اہل کتاب ہو سکتی ہے۔

قرآن مجید میں یہودیوں کے عروج و زوال کی تفصیل بھی ہے ان کی نافرمانیوں، عہد شکنیوں اور غداریوں کا حال بھی مذکور ہے اور واضح اعلان بھی ہے کہ یہ قوم اب اللہ کے زیر عتاب ہے اور اس کے غضب میں گھری ہوئی ہے۔

وبآء و بغضب من اللہ وضربت علیھم المسکنته ط ذلک بانھم کانو یکفرون بایت اللہ ویقتلون الانبیاء بغیر حق ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون (آلعمران۔۱۱۲)

(یہ مستحق ہو گئے ہیں، غضب الٰہی کے اور مسلط کر دی گئی ہے ان پر محتاجی یہ اس لیے کہ وہ کفر کیا کرتے تھے اللہ کی آیتوں سے اور قتل کیا کرتے تھے انبیاء کو ناحق۔ یہ (بے باکی) اس لیے تھی کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور سرکشی کیا کرتے تھے)

گویا کہ یہ پھٹکار ان پر بلاوجہ نہیں پڑی بلکہ وہ ان جرائم کے مرتکب ہوتے تھے جن کا ذکر آیت میں بیان ہوا ہے۔

اس کی گویا یہ سزا ہے۔ آیت مذکور کا اول حصہ ضربت علیهم الذلته این ماثقفوا الابحبل من الله وحبل من الناس (مسلط کردی گئی ہے ان پر ذلت ورسوائی جہاں کہیں یہ پائے گئے بجز اس کے اللہ کے عہد ے یا لوگوں کے عہد ہے) یعنی ان کے مقدر کی پیشانی پر ذلت ومسکنت کی مہر لگادی گئی ہے ہاں دوصورتوں میں انہیں امن وسکون میسر ہوسکتا ہے ایک تو یہ ہے کہ اللہ کے عہد میں داخل ہوجائیں اسلام قبول کرلیں اور ''حبل من الناس'' دوسری صورت یہ ہے کہ انسانوں کی کوئی دوسری طاقت ان کی پشت پناہی کرلے دور حاضر میں جو اسرائیلی حکومت قائم ہے وہ دوسری صورت کی وجہ سے یعنی اس کے قیام اور اس کی بقا کا انحصار یورپ وامریکہ کی امداد اور سرپرستی پر ہے ویسے تاریخ گواہ ہے کہ وہ اس سے قبل ہر جگہ راندہ درگاہ ہی رہے۔ اختصار کے پیش نظر اس سے قبل جرمنی، ہنگری، اٹلی اور چیکوسلاوکیہ میں جو ان کا حشر ہو چکا ہے۔ اس کو نقل کرنے سے گریز کررہی ہوں اور آج بھی وہ مکاری۔ بے حیائی اور بے غیرتی کی وجہ سے یورپ وامریکہ کی اقتصادیات اور سیاسیات پر چھائے ہوئے ہیں ان کا منصوبہ یہ ہے کہ یورپ وامریکہ کے لوگوں کو نفس پرستی اور عیاشی میں الجھائے رکھیں۔ جس کے لیے عریانی، فحاشی، رقص وموسیقی، سودخوری اور نقالی ان کے درمیان پھیلانے میں لگے رہتے ہیں۔ انہوں نے لہو ولعب کی بے شمار اقسام ایجاد کر کے لوگوں کے درمیان جاری کررکھی ہیں۔ دراصل یہود نے دور حاضر کے انسانوں کو چارلس ڈارون کے فلسفہ کے مطابق حیوان سمجھ رکھا ہے۔ اگرچہ ڈارون عیسائی تھا لیکن یورپ میں اس کے فلسفہ کی پذیرائی دیکھ کر اس کے فلسفہ ارتقاء کو عیسائیوں کو قابو میں رکھنے کے لیے استعمال کررہے ہیں علمائے یہود کے نظم عمل میں موجود ہے۔

''ڈارون اگرچہ یہودی نہیں ہے مگر اس کے فلسفہ ارتقاء کی وسیع پیمانے پر اشاعت کر کے ہم مسیحیت کو ختم کرسکتے ہیں اور غیر یہودی افکار میں گراوٹ پیدا کرسکتے ہیں، اسطرح یہودیوں کی مقدس کتاب تلمود میں لکھا ہے:

> ''غیر یہودی قومیں ان گدھوں کی مانند ہیں جنہیں اللہ نے اس لیے پیدا کیا ہے کہ اللہ کی محبوب اور چہیتی قوم (یہود) ان پر سواری کرے''۔ یہودیوں کی خفیہ تعلیم کے مطابق یہودیوں کو غیر یہودیوں کی غفلت کا منتظر رہنا چاہیئے اور جونہی ان گدھوں کو غافل پائیں دبوچ لینا چاہیئے۔'' (از ''قران اور ماضی حال و مستقبل'' ص۔۴۰)

دراصل یہودی سرمایہ اور نسوانی حسن کے ذریعہ تمام دنیا پر بالادستی حاصل کر کے پوری دنیا پر یہودی حکومت قائم کرنے کے لیے وہ سب کچھ کررہے ہیں جو ان کے بس میں ہے میرا کہنا یہ ہے کہ عنوان کی آیت میں جو اہل الکتب ہے اس کو صرف مسلمانوں اور عیسائیوں تک محدود رکھ کر اور دور حاضر کی دونوں بڑی قوموں عیسائیوں اور مسلمانوں میں اشتراک وتعاون پیدا کر کے بھی انسانیت کو درپیش مسائل کا حل نکل سکتا ہے۔

مسلمانوں اور عیسائیوں کا اتحاد

قرآن مجید نے بھی مسلمانوں کو متنبہ کر دیا ہے کہ تمہارے اصل اور بڑے دشمن یہود اور مشرک ہیں جبکہ تمہارے سب سے زیادہ قریب عیسائی ہیں:

لتجدن اشد الناس عداوة للذين امنو اليهود و الذين اشركو ج ولتجدن اقربهم مودة للذين امنوا الذين قالو انا نصرى ط لک بان منهم قسيسين ورهبانا وانهم لايستكبرون . (المائدہ۔۸۲)

(آپ لوگوں میں ایمان والوں کے ساتھ سب سے بڑھ کر دشمنی رکھنے والے یہود اور مشرکین کو پائیں گے اور آپ ایمان والوں کے ساتھ دوستی میں سب سے زیادہ قریب انہیں پائیں گے جو اپنے کو نصاری کہتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور اس لیے کہ یہ تکبر نہیں کرتے)

دور حاضر میں اگر چہ عیسائی ان صفات کے حامل نہیں رہے تو مسلمان بھی علم دوست، شب بیدار اور درویش کہاں ہیں؟ اس لیے اگر مسلمان اپنی پستی اور بدحالی کا ازالہ کرنے کے لیے آج کے عیسائیوں سے اتحاد کر لیں تو دور حاضر کے حالات میں یقیناً مفید ہی ہوگا۔ مثلاً مسلمانوں پر جو بنیاد پرستی کا الزام ہے وہ دور حاضر کے بہت سے عیسائیوں نے بھی دعوت و تبلیغ سے متاثر ہو کر خود اسلام قبول کیا ہے۔ گویا ایک بڑی تعداد عیسائیوں کی اسلام کی حقانیت کی معترف ہے۔ دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ترجمان ماہنامہ دعوۃ کے مارچ 1999ء کے شمارے میں مسٹر گریگ نوح (Greg Naaks) کا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ وہ فورٹ ورتھ ٹیکساس کے پروٹسٹنٹ گھرانے میں پیدا ہوئے اور پلے بڑھے لیکن واشنگٹن رپورٹ میں نیوز ایڈیٹر بننے کے بعد مجھے شرق اوسط کے حالات اور واقعات کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا اور تین سال کے مطالعے، جستجو اور غور و خوض کے بعد میں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا اور بالاخر میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اگر چہ انٹرویو میں تفصیل ہے کہ ''میں مسلمان کیوں ہوا؟'' لیکن اس کا یہاں نقل کرنا صفحات کی پابندی کی وجہ سے ممکن نہیں۔

اس طرح فیصل آباد سے شائع ہونے والے رسالہ پندرہ روزہ ''المنبر'' کی جلد ۴۴ کے شمارہ نمبر ۱۹، ۲۰ یعنی ۱۹ جنوری تا ۱۷ فروری ۱۹۹۹ء میں ''اسلامک فیوچر'' جدہ کے حوالہ سے ''اسلام کی سائنسی سچائیوں نے سائنس دانوں کے دل موہ لیے'' کے زیر عنوان کچھ سائنسدانوں کے اسلام قبول کرنے سے متعلق ایک مضمون ہے جس میں ڈاکٹر ایسوں (عبداللہ ایسوں) جو برٹش یونیورسٹی کے شعبہ الیکٹریکل اور الیکٹرونکس انجینئر نگ کے سربراہ ہیں، نامور فرانسیسی ماہر بحریات مسٹر جیکس وس کا وسطے

اور پروفیسر تجاتن تہاسن سابق صدر شعبہ اناٹومی اینڈ ایمبر یالوجی اور موجودہ تھائی لینڈ یونیورسٹی کے کالج آف میڈیسن کے سربراہ کے خیالات شائع ہوئے ہیں کہ وہ اسلام کی سائنس سچائی تک کیسے پہنچے؟

اختصار کے پیش نظران سائنسدانوں کے خیالات کونقل کرنا ممکن نہیں ہے اس پر جملہ پر اکتفا کرتی ہوں۔

''قرآن سب سے بڑی سچائی ہے جن سچائیوں تک جدید سائنس کی رسائی حال میں ہوئی ہے قرآن نے انہیں چودہ سوسال پہلے واضح کردیا تھا۔محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) امی تھے یقیناً جو کچھ نازل ہوا اللہ ہی کی جانب سے ہوا۔''

مشہور ومعروف انگریز فلاسفر برٹینڈ ررسل جن کو دور حاضر کے عیسائی اعلیٰ مدبر اور بے نظیر مفکر تسلیم کرتے ہیں ان کے اسلام سے متعلق خیالات تو دور حاضر کی کتابوں میں بھی موجود ہیں ان کا بھی ایک پیراگراف نقل کرتی ہوں:

''میں نے دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک زندہ مذہب ہونے کی امتیازی خصوصیت کی بنا پر ہمیشہ احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے۔اسلام تنہا مذہب ہے جس میں گوناگوں حالات، بدلتے ہوئے ادوار، اور زندگی کی تغیر پذیر صورتوں سے مطابقت پیدا کرنے اور ان پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔اس ہی بنیاد پر میں پیشنگوئی کرتا ہوں اور اس کے آثار ابھی سے ظاہر ہیں کہ مستقبل میں یورپ کا مذہب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیش کردہ دین ہوگا'' (از۔شریعت عدل واحسان اور نبی آخرالزماںؐ ۱۴۹)

بتانا یہ ہے کہ اس وقت انسانی قافلے کی قیادت یورپ وامریکی مفکرین کے ہاتھوں میں ہے اور دنیائے انسانیت کے مسائل تضادات اور کشمکشوں میں ایسے الجھے ہوئے ہیں کہ انسانیت اپنے فطری مطالبات تک سے محروم ہوکر ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی ہے جس کا احساس خود یوروپی وامریکی حکمرانوں کو بھی ہورہا ہے ممکن ہے افہام وتفہیم کا ماحول پیدا ہوجانے کے بعد دونوں مذاہب کے پیرو اپنی دنیا وآخرت سنوارنے کی طرف مائل ہوں اور دور حاضر کے انسانی مسائل کا حل اس طرح کی افہام وتفہیم سے نکل آئے۔خود قرآن کریم کا اہل کتاب کے درمیان اتحاد ایک نکاتی ایجنڈا دور حاضر کی کشیدگی اور دہشت گردی کے لیے آج بھی قابل عمل اور موثر ہے۔

قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمته سوآء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولد نشرک به شینا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابامن دون اللّٰہ ط(العمران۔۶۴)

(تم فرماؤ اے کتابیو ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور

اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا)

قرآن، توریت اور انجیل بلکہ تمام آسمانی کتابوں میں یہی تعلیم ہے اور دور حاضر کے انسانوں کے لیے بھی یہی تعلیم انسان کی فلاح و بہبود اور اس کے فطری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم .

حوالہ جات

۱۔۲۔۳۔۴ یہ "شریعت عدل واحسان اور نبی آخر الزمان" نامی کتاب کے صفحات ۶۷ تا ۷۰ سے نقل کیے ہیں۔
یہ کتاب مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی نے ۱۹۸۶ء میں شائع کی ہے۔

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور
اس کی ضرورت و اہمیت تعلیمات اسلام اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر شاہین کوثر

تعارف

تمام حمد و ثناء اس رب العزت کے لیے ہے جس نے انسان کو احسن تخلیق کیا اور اشرف الخلوقات بنا کر بھیجا اسے زمین پر خلافت کی نعمت بخشی اور اس کے لیے موجودات عالم کو مسخر کیا پھر اس کی تربیت و ہدایت کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام کا سلسلہ بھیجا تا کہ اس کے افکار و اعمال کی اصلاح کی جائے اور اس میں اتحاد و اتفاق، اخوت و مروت، محبت و یگانگت جیسے اوصاف کو پروان چڑھایا جائے اور انتشار و افتراق، فتنہ و فساد باہمی تعصب اور کینہ پروری سے پاک کیا جائے تا کہ انسانی کردار کی تعمیر ہو اور انسانیت کی ایک مکمل صورت معرض وجود میں آئے۔

مقصد تخلیق انسانی یہ ہے کہ انسان ایک ایسا طرزِ عمل اختیار کرے جو اپنے ہم جنسوں کے لیے زیادہ مفید ہو اور انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر باوقار زندگی بسر کر سکے۔ اتحاد و یگانگت وہ قوت ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کے انتہائی ممکن

درجات تک لے جاسکتی ہے جس پر ایک مضبوط نظام تمدن کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے دنیا کے تمام مذاہب کی تعلیمات میں وحدت ویگانگت کا درس موجود ہے۔ تمام مذاہب انصاف، انسان دوستی اور مروت کے قائل ہیں۔ جبر و تشدد کینہ پروری اور باہم منافرت پر کسی بھی مذہب میں تحسین آفرین کے پھول نہیں برسائے گئے بے جا دشمنی اور دست درازی کو کہیں بھی نگاہ استحسان سے نہیں دیکھا گیا۔ یہودیوں کی اصل تعلیمات خدائی وحدت اور انسان دوستی کی تعلیمات ہیں حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات بھی خدا کی وحدانیت اور خیر خواہی کی تعلیمات ہیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان کے مذہبی ٹھیکیداروں نے ان میں تبدیلیاں کر دیں انسانیت اور مساوات سے عاری ہو گئے۔

اسلام

دنیا کا پہلا اور آخری مذہب ہے جو اعتدال کا قائل ہے یہ ہمہ گیر مذہب ہے فطرت انسانی کے عین مطابق ہے تمام انسانوں کا مذہب ہے عالمین کا مذہب ہے جو تمام انسانیت کی بلا تخصیص بھلائی کا قائل ہے۔ وہ محض مذہب یا گروہ کی بنیاد پر کسی کو قابل نفرت نہیں سمجھتا اسلام کی تاریخ انسان دوستی کی باہم احترام کی لطف و کرم کی عنایت و مہربانی کی تاریخ ہے

ارشاد خداوندی ہے

ان الدین عند اللہ الاسلام

"بے دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے"

اسلام عالمگیر مساوات کا قائل ہے ہر گروہ ہر مکتب فکر ہر مذہب کی جائز آزادی کا قائل ہے دین اسلام بے جا تلخی بے حرمتی بے عزتی بدکلامی یا دوسروں کی توقیر پر حملہ کی اجازت نہیں دیتا بلکہ فراخدلانہ، فیاضانہ اور روادارانہ سلوک کا حامی ہے۔ ارشاد رب العزت ہے

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی

دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے (سورۃ بقرہ)

اسلام نے احترام انسانیت اور دوسروں کی عزت نفس کو بہت اہمیت دی ہے اس سے آپس کے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں اس کا پیغام امن اور دوستی اپنوں کے لیے بھی ہے اور غیر مسلموں کے لیے بھی اس کا قانون انصاف سب کے لیے برابر ہے۔ اس نے غیروں کے ساتھ دوستی اور انصاف کے اصولوں اور اس طرح نبھایا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی

ارشاد رب العزت ہے

فذکر انما انت مذکر ولست علیھم معطیر

نصیحت کرتا رہ کیونکہ تو نصیحت کرنے والا ہی ہے

ان پر دروا غہ نہیں ہے

حضور ﷺ کا طرز عمل ۔اسلام کے علمبردار اور بانی سرور کائنات فخر موجودات رہنمائے کاروان انسانیت ہادی اعظم عدیم المثال معمار انسانیت معلم اعظم کا درس اتحاد کا درس ہے۔

اخوت کا درس ہے محبت و مروت اور خدمت انسانی کا درس ہے جس کی ذات ہمارے لیے آئیڈیل عالمگیر اور دائمی نمونہ ہے اس دانائے سبل، ختم الرسل مولائے کل نے زندگی کے ہر شعبے میں سنہری اصول چھوڑے تاکہ راہ ہدایت کے طلب و جو سعید کی مبارک کرنوں سے فیض پا کر منزل مقصود حاصل کر سکیں۔

اسی لیے ارشاد قدرت ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنتہ

تمہارے لیے رسول ﷺ کی ہستی میں بہترین نمونہ ہے (سورۃ احزاب)

آپؐ نے اس سرزمین میں جہاں اخوت و محبت اتحاد و اتفاق اور بھائی چارے کا نام و نشان نہ تھا۔لوگ انسانیت کے تقدس سے ناآشنا تھے وہاں محبت و اخوت باہمی الفت یگانگت اور انسانی رشتوں کے احترام کا عظیم اخلاقی انقلاب بپا کیا۔ بلاشبہ وہ ایک بہترین نظام بہترین ضابطہ اور بہترین نمونہ لے کر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانی دشمنوں منافقین اور یہود مدینہ کے ساتھ درگزر، فراخدلی، تعاون و دوستی خیر خواہی اور خیر سگالی کا جو ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے دوسرے مذاہب کے ساتھ بھائی چارے کی بنیاد پر برادرانہ تعلقات قائم کیے ان کی عبادت اور مذہبی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی گئی۔مدینہ میں پہلی عظیم الشان اسلامی ریاست کی داغ بیل ڈالی اور یہود مدینہ کے ساتھ قابل فخر قابل ذکر اور بے مثال تاریخ ساز معاہدہ کیا جو دنیا کے حکمرانوں کے لیے ایک روشن نمونہ ہے اور جس طرح مواخات کے اصول کے تحت مسلمانوں کو وحدت کی لڑی میں پرو دیا وہ ایک پیغمبر برحق کے شایان شان ہو سکتا ہے اس لیے ولیم میور کو کہنا پڑا کہ مواخات مدینہ کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی؛ باہم دست گریباں اور نسل در نسل دشمنی کرنے والوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔

حضور ﷺ کا یہودیوں کے ساتھ

محسن اعظم، بادشاہ کونین کا یہودیوں کے ساتھ معاہدہ ان کی عمدہ و اعلیٰ فراست سیاسی بصیرت بہترین حکمت عملی حسن

تدبر اور پرامن بقائے باہمی اور اتحاد کا مظہر ہے جس کی وجہ سے غیر مسلموں کو تحفظ ملا اور ان کے مذہبی اور سیاسی حقوق محفوظ ہوئے۔ یہ معاہدہ رحمت العالمین ﷺ کی انسان دوستی اور تعاون کا کھلا ثبوت ہے کہ ان کا پیام رحمت صرف اپنوں کے لیے نہیں تھا بلکہ مخالفوں اور غیر مسلموں کے لیے بھی تھا۔ انہوں نے یہودیوں کو وہ تاریخ ساز حقوق دیئے جس کے تحت اسلامی ریاست کے اندر امن اور بھائی چارے کو فروغ ملا۔ ایک عالمگیر اور عظیم الشان اسلامی ریاست کی جڑیں مضبوط ہوگئیں اور عظیم الشان اسلامی ریاست کی جڑیں مضبوط ہوگئیں۔

عیسائیت کے ساتھ اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ

عیسائیوں کی اسلام دشمنی کے باوجود نجران کے عیسائیوں کے ساتھ اہم تاریخی معاہدہ کیا اور ان کو جملہ حقوق دیئے انسانیت کی اعلیٰ اقدار اور شاندار روایات کی بنیاد پر ان کے جان و مال کے تحفظ کی ضمانت فراہم کی اس عہد آفریں معاہدے کے ذریعے انہیں اس قدر مراعات سے نوازا گیا جو انہیں ان کی اپنی حکومت میں بھی میسر نہ آتیں انسان دوستی کی وہ زریں روایت قائم کی جو ہر دور کے حکمرانوں کے لیے مثال ہے۔

مشرکین مکہ کے ساتھ اعلیٰ انسانی سلوک

مشرکین مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے ان کے ساتھ آپؐ نے جس وسیع النظری اور اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا۔ محسن اعظم کی فراخدلی اور فیاضی کی یہ اعلیٰ مثالی تاریخ اسلام کے ہر دور میں سنہری حروف میں لکھی جائے گی مشرکین اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے حبیبؐ خدا کے خلاف مسلسل سازشیں کرتے اور آپؐ کو نقصان پہنچانے اور اذیت دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں آپؐ کو اور مومنین کو سخت اذیتیں اور تکلیفیں دیں پھر مدینہ کی اسلامی ریاست میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔

آٹھ ہجری کو جب توحید کے متوالوں کا لشکر لے کر مکہ روانہ ہوئے تو کفر و باطل کی کھوکھلی طاقت پارہ پارہ ہوگئی اس وقت انتقام کا بہترین موقع تھا لیکن آپؐ نے کمال مہربانی، کمال درگزر اور صلح جوئی کا ثبوت دیتے ہوئے تمام مظالم پر مہربانی کا خط کھینچ کر کہا

"آج تم پر کوئی گرفت نہیں تم سب آزاد ہو۔"

ہندو سیرت نگار لکشمن پرشاد "عرب کا چاند" میں لکھتا ہے دنیا کی ان جلیل القدر ہستیوں میں جن کے اسمائے گرامی انگلیوں پر شمار کیے جاسکتے ہیں شفیع المذنبین اور سید المرسلین کو کئی اعتبار سے فضیلت حاصل ہے۔

مومنین کے درمیان اتحاد واخوت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراخدلانہ اور فیاضانہ سلوک نے جہاں یہودیوں، عیسائیوں کے ساتھ رعایت برتی، وہاں مومنین اور مسلمانوں کو بھائی چارے کا پیغام دیا۔ اخوت مساوات کا پیغام، باہمی محبت اور یگانگت کا پیغام دیا۔ خون کے پیاسوں کو خوافات کے مضبوط اور دیرپا رشتے میں باندھ دیا اور اتنا قریب کر دیا کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے گھر، کاروبار جائیداد میں شریک کر لیا۔ اس لیے غیر مسلم بھی اس اسلامی ریاست کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ جان ڈیپر History of intelligence Development of Europe. میں لکھتا ہے کہ ''حضورؐ کی تدابیر اور حکمت عملی نے نسل انسانی پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔''

آپؐ کی بادشاہت میں کوئی لوٹ مار قتل وغارت اور جعل سازی نظر نہیں آتی بلکہ امن ورواداری اخوت ومحبت کے اصول عروج پر نظر آتے ہیں۔ جہاں امیر وغریب بندہ وآقا شاہ وگدا کے ساتھ مساویانہ سلوک تھا۔ قانون سب کیلئے ایک تھا۔ نہ رئیس اعظم کو اختیار تھا کہ فقیر کو ہٹا کر صف اول میں آ جائے اور نہ فقیر کیلئے فرض تھا کہ رئیس کے احترام میں جگہ خالی کر دے۔

آپؐ نے اخوت ومساوات کا ایسا تصور دیا کہ سب توحید کے پرچم تلے خدائے وحدہ لاشریک شیدائی اور متوالے ہو گئے۔ ان کی نفرتیں اور دشمنیاں دوستی، محبت اور بھائی چارے میں بدل گئیں وہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے بجائے ایک دوسرے کی بھلائی کے خواہاں ہو گئے۔

مسلمان جب تک اخوت کے مضبوط رشتے کو تھامے رہے۔ راستے کے پیچ وخم ان کی گرد راہ بنے رہے۔ ان کے راستے نہ دریاؤں نے روکے نہ صحراؤں نے وہ دنیاوی جاہ وجلال سے مرعوب ہوئے اور نہ بادشاہوں کی بارگاہ عظمت میں ان کا دل دھڑ کا نہ امارت کے جلوے ان کی نگاہوں میں خیرگی پیدا کر سکے۔ گردش لیل ونہار ان سے شکست کھا گئی جہاں بانی اور کشور کشائی کے میدان میں ان کا سکہ چلنے لگا۔

اتحاد ویگانگت کی بدولت مسلمان دنیا کی سب سے بڑی قوت بن گئے کہیں یورپ کے کلیساؤں میں اللہ اکبر کی صدائے دل نواز سنائی جانے لگی کہیں افریقہ کے تپتے صحراؤں میں گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دینے لگیں کہیں اندلس کے ساحل پر کشتیاں نذر آتش ہوئیں، کہیں چنگیز اور ہلاکو کے صنم خانے کعبے میں تبدیل نظر آنے لگے۔ اسلامی تہذیب کے مراکز سمرقند بخارا آذربائیجان مسلم عروج کا ثبوت تھے اس بلندی اور عظمت کا سبب وہ اتحاد واتفاق تھا جس سے غیر مسلم قوتیں لرزہ براندام ہوتی رہیں۔ مسلمانوں نے جب اتحاد یگانگت کے اس جوہر کو کم کر دیا تو تو ان کی شوکت وعظمت کا چراغ، ''ابھی بجھا چاہتا

ہوں'' کی صدا لگانے لگا۔ دوسروں کے لیے مثال بننے کے بجائے باہم دست وگریبان ہونے لگے۔

آج عالم اسلام اور مسلمانوں میں نفسانفسی دیکھ کر سچے مسلمانوں اور صاحبان علم کے دل فرط الم سے لبریز ہیں کہ یہی وہ قوم ہے جسے نبی اکرمؐ نے ایک جسم قرار دیا۔ آج امت مسلمہ چاروں طرف سے مصائب میں گھری ہوئی ہے ہر طرف خطرے کے الارم بج رہے ہیں۔ بین المذاہب اتحاد کے بجائے مسلمان مسلمان سے دست وگریباں ہے۔ کیا یہ انداز مسلمانی ہے؟ کہ بھائی بھائی کا گلہ کاٹے پڑوسی، پڑوسی کا حق چھینے؟ آج غیر اسلامی طور طریقے زندگیوں میں داخل ہو گئے ہیں بے حسی، تعصب وعناد بڑھ گیا ہے۔ ذاتی مفاد کی خاطر ایک دوسرے کی کھینچا تانی شروع ہوگئی ہمارا اصل سے رشتہ کٹ گیا ہے۔ ہماری معیشت، سیاست، جمہوریت میں صرف اسلام کا نام ہی رہ گیا ہے ہم عملاً اس سے دور جا چکے ہیں اس کی وجہ مرکز سے دوری اور سیرت رسولؐ اور اسوہ رسولؐ سے دوری ہے جب گھر کے اندر ہی خارزار ہوں تو بیرونی صفائی کیسے ہوگی؟ جب اندرون خانہ کمزور ہوگا تو بیرونی چیلنج کا مقابلہ کیسے ہوگا؟ کہیں دین وطن کے جھگڑے ہیں کہیں لسانی اور نسلی تعصبات ہیں گلستان کے اجڑ رہے ہیں۔ افغانی مسلمان کیا کم ستم رسیدہ تھے؟ کہ عراق کی سرزمین پر یتیم بچیوں بے آسرا بہنوں اور مظلوم ماؤں کی آہیں سنائی دیتی ہیں۔ سرزمین کشمیر بے رونق ہے بوسنیا پریشان ہے۔ مسلمان رحمت العالمین کی تعلیم اخوت ومحبت کو بھلا چکے ہیں

المومن للمومن کا لبیان یشد بعضہ بعضا (مشکوۃ المصابیح ص ۴۲۴)

اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کے اندر، نسلی، لسانی اور گروہی تعصبات پیدا کر کے اور نظریاتی اختلافات کو ہوا دے کر فرقہ وارانہ فسادات کو بھڑکا کر انہیں ایک دوسرے کے خلاف استعمال کر رہی ہیں حالانکہ ہمارا مرکز ایک ہے ہماری اصل ایک ہے۔ بقول اقبال

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

اتحاد واتفاق قوموں کی ترقی کا ضامن ہے دوسری اقوام کے ساتھ تعاون اور یک جہتی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ رقابت اور مخاصمت عالمی امن کے لیے خطرہ ہے ہر مذہب کی اصل میں وحدت و یگانگت کا درس ہے۔ ہر آسمانی کتاب اللہ کی جانب سے ہے اس لیے ہمیں اچھائی اور مساوات کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے باہمی مخاصمت سے عالمی حالات پریشان کن ہیں انسان کا سکون غارت ہو گیا ہے۔ خصوصاً مسلمان ممالک بے سکونی اور پریشانی کی آگ میں جل رہے ہیں امریکہ دہشت گردی کے خاتمے کا ڈھونگ رچا کر مسلمانوں کے خون کے دریا بہا رہا ہے افغانستان کی تباہی کے بعد اس نے عراق میں مسلمان آبادیوں کو میزائلوں کے ذریعے راکھ کا ڈھیر بنا دیا ہے۔ فلسطین میں اسرائیل کی دہشت گردی بھی کچھ کم نہیں کشمیر میں قتل وغارت آئے دن کا معمول ہے۔ مسلمان استحصال کا شکار ہیں۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ اپنی

اعلی اقدار اور روایات کی حفاظت کرتے ہوئے دوسری اقوام کے ساتھ تعاون اور خیر خواہی کو فروغ دے۔اسلام کے داعی کا پیغام ہی امن اور خیر خواہی کا پیغام ہے۔اتحاد ہی قوموں کی بقا کا باعث ہے۔جس طرح فولاد اپنی ذات میں مضبوطی اور استحکام برقرار رکھتا ہے اسی طرح اتحاد عالمی استحکام کا باعث ہے نبی اکرم ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ درگزر اور ضبط وتحمل کا مظاہرہ کیا تعاون واتحاد اور صلح جوئی کا ہاتھ بڑھا کر جس وسیع النظری اور بلند ظرفی کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

امت مسلمہ کیلئے اتحاد کی ضرورت

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

مسلمان کی شناخت اس کے حسب ونسب سے نہیں اس کی جغرافیائی حدود میں نہیں۔امارت وثروت میں نہیں زر وجواہر سے نہیں بلکہ ملت سے ہے۔امت مسلمہ کو یہ احساس ہونا چاہیئے کہ وہ کائنات کے متعلق یکساں اور ٹھوس نکتہ نظر رکھتے ہیں انہیں کائنات کی امامت سونپی گئی ہے اگر مسلمان بحیثیت قوم ترقی کریں گے انہیں عروج حاصل ہوتا رہے گا کیونکہ قدرت کا وعدہ ہے

وعد اللہ للذین امنو منکم وعملو الصلحت یستخلفنھو فی الارض

اے ایمان والو تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے ان سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ انہیں اپنا نائب مقرر کرے گا۔

امت مسلمہ ایک ضابطے کے مالک ایک درخت کی شاخیں ایک گلدستے کے پھول ایک چشمے کے قطرے ایک تسبیح کے دانے ایک عمارت کی اینٹیں ایک جسم کے اعضا ہیں اسی لیے ارشاد قدرت ہے

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولاتفرقو

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو

باہمی انتشار اور تفرقہ بازی سے قوت کمزور پڑ جاتی ہے مفاد پرستی اور نفسا نفسی پریشانیوں کا باعث بن جاتی ہے لہٰذا ہمیں جغرافیائی حد بندیوں کو اہمیت نہیں دینی چاہیئے ہم پہلے مسلمان اور ملت اسلامیہ کے افراد ہیں پھر ترکی،عربی،ایرانی اور مرزا سید اور افغانی ہیں اس لیے اقبال نے جغرافیائی حد بندیوں کی مخالفت کرتے ہوئے کہا تھا۔

بتان رنگ وبو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا

نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

عالم اسلام پر اس وقت کڑی آزمائش کا وقت ہے غیر مسلم طاقتیں مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کر رہی ہیں اس وقت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی ضرورت ہے اور غیر اقوام کے ساتھ رواداری انسان دوستی اور صلح جوئی کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنے کی ضرورت ہے اسی طرح ہماری معاشرتی اقتصادی اور سائنسی ترقی ممکن ہوسکتی ہے اور امت مسلمہ کو عظمت وعروج بھی حاصل ہوسکتا ہے، ہم جس مشعل میں صداقت ودیانت اتحاد واتفاق اور اخوت اور بھائی چارے تیل ڈالیں گے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بجھاسکتی۔

ہمیں ترقی کرنے کے لیے اور عروج اور عظمت حاصل کرنے اپنے بہترین ضابطہ اور بہترین دین جسے پروردگار نے قرآن پاک کی سورہ مائدہ میں اپنا پسندیدہ دین قرار دیا سے راہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور سیرت رسولؐ پر سنجیدگی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے امت مسلمہ کے اندر اس وقت جتنی خرابیاں ہیں وہ رسول کی حیات پاک بہترین نمونہ سامنے نہ رکھنے کی وجہ سے ہیں کیونکہ ارشاد قدرت ہے

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی

کہہ دیجیے اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔

مسلمان سب خدائے وحدہ کو لاشریک مانتے ہیں اس کی توحید کے نام لیوا بھی ہیں اسلام کا نام لیتے ہیں اس دین وطن کے جھگڑے ذات و برادری کی رنجشیں ختم کر کے ایک مرکز پر جمع ہونا چاہیے۔ اور وہ مرکز حضورؐ کی ذات یہ وہ شجر سایہ دار جس کی چھاؤں میں استحصال زدہ انسانوں کو پناہ بھی ملتی ہے اور عروج بھی ہماری تمام تر عبادات میں ہمیں اتحاد کا درس ملتا ہے نماز باجماعت بتاتی ہے کہ وہ ایک ایسی جماعت کے افراد ہیں جس میں امیر غریب آقا وغلام کالے گورے کی تمیز نہیں روزہ رکھ کر اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ ایک نظام کے پابند ہیں حج کے ذریعے وہ اس بات کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ وہ بین الاقوامی سطح پر ایک خدا کے ماننے والے ہیں۔ تمام ذاتی تشخصات کو ختم کر کے قومیتوں، نسلوں اور زبانوں کی قید سے آزاد ہو کر اپنی انفرادیت کو ملت میں ضم کر دیں ہمارے اتحاد کی بنیاد خدائے واحد ذات اور ہماری ترقی اسوہ رسول پر چلنے میں ہے علمائے اسلام کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو ایک مرکز لانے کی بھرپور سعی کریں اسی میں ہماری ترقی بھی ہے اور نجات بھی تاکہ پھر سے زور حیدر فقر بوذر اور صدق سلمانی پیدا ہو۔ وہی عظمت وعزت حاصل ہو جو آج سے چودہ سو سال پہلے تھی۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے

یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

کتابیات

تفسیر قرآن	عماد الدین ابن اکثیر مبطع التجاریہ		۱۳۵۶
تفسیر قرآن	امام رازی		۱۲۸۹
تفسیر القرآن	سید عبداللہ علوی طہران		۱۳۵۲
صحیح بخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری الخیریہ		۱۳۲۰
تعلیمات نبوی	مولانا محمد سلیمان فرخ		
تقابل ادیان	علی حیدر نقوی رحمت اللہ بک ایجنسی		
تاریخ اسلام	علامہ نجم الحسن کراروی		
آفتاب نبوت	قاری محمد طیب		
ختم نبوت	مولانا ادریس کاندھلوی		
خاتم النبین	قاری محمد طیب		
ڈاکٹر حمید اللہ	حضورؐ کا سیاسی نظام		
محسن انسانیت	نعیم صدیقی	اسلامک پبلیکشنز	۱۹۸۱

قرآنی آیات کریمہ قل یاھل الکتب تعالو الی کلمته سواء بیننا وبینکم "کے حوالے سے دور جدید میں بین المذاہب عالم یا تحاد یگانگت اہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت

(تعلیمات اسلام اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں)

ذکیہ نذیر۔ کوئٹہ

بلغ العالے بکمالہ

کشف الدجے بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلوا علیہ وآلہ

مذہب اور صرف مذہب ہی دنیا کو کھوئے ہوئے امن وسلامتی سے ہمکنار کر سکتا ہے وہ انسان کے دل میں سچائی سے محبت پیدا کر کے اس کو بدی اور استبداد کے سامنے ڈٹ جانے کا حوصلہ عطا کرتا ہے اور اس کو بتاتا ہے کہ اگر وہ اپنے رب اور آقائے حقیقی کو خوشنودی کا طالب ہے تو اس کو برائی کے غلبے اور اقتدار کے بت پاش پاش کر کے زمین پر صرف اپنے رب کی حکومت قائم کرنی چاہیے اس راہ میں ہر شرح کی مشکلات اور مصائب کو صبر و استقامت سے برداشت کرنا چاہیے اور صرف آخرت کے اجر پر نگاہ رکھنی چاہیے پھر کیا آج کی دنیا کو امن کی سلامتی کی اتحاد کی اطمینان وسکون کی اور دوسرے لفظوں میں مذہب کی ضرورت نہیں ہے؟

اسلام نے ایسے ہمہ گیر اور آفاقی اصول دیئے ہیں کہ ان کی ظاہری اختلافات کے باوجود تمام دنیا کے لوگ تمام بشرطیکہ وہ خدا اور رسول ﷺ پر ایمان رکھتے تھے اپنے آپ کو ملت کا فرد سمجھتے ہیں اس کا عملی مظاہرہ حج کے موقع پر ہر سال ہوتا ہے جہاں مختلف ممالک اور مختلف قوموں کے مسلمان جمع ہوتے ہیں اور تمام امتیازات سے بالاتر ایک رنگ میں رنگ جاتے ہیں سب کا مرکز اور رخ کعبہ ہوتا ہے وہ سب اس وقت ایک ملت اسلامیہ کے فرد ہوتے ہیں جہاں کسی قسم کی کوئی تفریق راہ نہیں رکھی جاتی۔ قرآن پاک میں ایک ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان ھذہ منکم امته واحدة

ترجمہ: تمہاری امت تو بس ایک ہی امت ہے۔

تفاخر اور عصبیت کس قدر بری چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: فرعون نے زمین پر تکبر کیا اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کیا۔

رنگ ونسل کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر فضیلت نہیں۔ اگر فضیلت ہے تو صرف تقویٰ کی بنا پر ہے۔"

اسلامی ملت پوری دنیا پر محیط ہے دنیا کو کوئی شخص خواہ وہ کسی رنگ ونسل اور علاقے سے تعلق رکھتا ہے کلمہ طیبہ پر ایمان لانے کے بعد اسلامی ملت میں شامل ہو جاتا ہے اسلام نے تمام تفریقوں کو یکسر ختم کر کے وحدت انسانی کی بنیاد ڈالی۔

اسلام غیر مسلموں سے بھی بحیثیت انسان ہونے کے رواداری کا حکم دیتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی کسی دن مسلمان ہو جائیں اور ملت اسلامیہ کے استحکام اور اضافہ کا سبب بنیں اسلامی قومیت کی بنیاد دنیاوی رشتے نہیں بلکہ اشتراک قلوب اور روحانی اتحاد ہے اس طرح ہر انسان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور پوری دنیا اس کا وطن ہے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کان الناس امة واحدة قف فبعث الله النبين مبشرين و منذرين ص وانزل منهم الكتب بالحق ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه ط وما اختلف فى الاالذين اوتوه من بعدما جاء تهم البينت بغيا بينهم ج فهدى الله الذين آمنوا لما اختلفوا فيه من الحق باذنه ط والله يهدى من شياء الى صراط مستقيم .

ترجمہ: تھے سب لوگ ایک دین پر بھیجے، اللہ نے پیغمبر خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے اور اتاری ان کے ساتھ کتاب سچی کہ فیصلہ کرے لوگوں میں جس بات میں وہ جھگڑا کریں اور انہیں جھگڑا ڈالا کتاب میں مگر انہیں لوگوں نے جس کو کتاب ملی تھی اس کے بعد کہ ان کی پہنچ چکے صاف حکم آپس کی ضد سے پھر اب ہدایت کی اللہ نے ایمان والوں کی اس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑا کر رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ بتلاتا ہے جس کو چاہیے سیدھا راستہ۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی زمانے میں تمام انسان ایک ہی مذہب وملت اور عقیدہ وخیال پر تھے جو ملت حق اور دین فطرت تھی پھر ان میں مزاج ومذاق اور رائے فکر کے اختلاف سے بہت سے مختلف خیالات وعقائد پیدا ہو گئے جن

میں یہ امتیاز کرنا دشوار تھا کہ ان میں حق کون سا ہے اور باطل کون سا حق کو واضح کرنے اور صحیح راہ حق بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ بھیجے اور ان پر کتابیں اور وحی نازل فرمائی انبیاءؑ کی جدوجہد اور تبلیغ واصلاح کے بعد انسان دو گروہوں میں منقسم ہو گئے ہیں ایک وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایات کو قبول کیا اور انبیاءؑ کے متبع ہو گئے جن کو مومن کہا جاتا ہے دوسرے وہ جنہوں نے آسمانی ہدایات کو انبیاءؑ کو جھٹلایا ان کی بات نہ مانی یہ لوگ کافر کہلاتے ہیں۔امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں فرمایا ہے کہ لفظ امۃ عربی لغت کے اعتبار سے ہر ایسی جماعت کو کہا جاتا ہے جس میں کسی وجہ سے رابطہ واتحاد اور وحدت قائم ہو۔سورۃ الیونس میں ہے۔

وما كان الناس الا امته واحدة فاختلفوا ط ولو لا كلمته سبقت من ربك لقضى بينهم فيما فيه يختلفون

ترجمہ۔یعنی سب آدمی ایک ہی امت تھے پھر آپس میں اختلاف پڑ گیا اور اگر اللہ تعالیٰ کا یہ ازلی فیصلہ نہ ہوتا (کہ اس عالم دنیا میں حق و باطل کھرا کھوٹا، سچ اور جھوٹ ملے جلے چلیں گے) تو قدرت الٰہیہ ان سب جھگڑوں کا ایسا ہی فیصلہ کر دیتی کہ حق سے اختلاف کرنے والوں کا نام ہی نہ رہتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ المومنون میں فرمایا:

- **ان هذه امتكم امته واحدة وانا ربكم ماتقون**

ترجمہ: یعنی یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں اس لئے مجھ سے ڈرتے رہو۔

ان تمام آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ وحدت سے عقیدہ ومسلک کی وحدت اور دین حق توحید ایمان میں سب کا متحد ہونا مراد ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ دین حق اسلام وایمان پر تمام انسانوں کا اتفاق واتحاد کس زمانے کا واقعہ ہے یہ وحدت کہاں تک قائم رہی؟مفسرین صحابہؓ میں سے حضرت ابی بن کعبؓ اور ابن زیدؓ نے فرمایا کہ یہ واقعہ عالم ازل کا ہے جب تمام انسانوں کی ارواح کو پیدا کر کے ان سے سوال کیا گیا تھا الست بربکم ،یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔اور سب نے بلا استثناء یہ جواب دیا تھا۔کہ بے شک آپ ہمارے رب اور پروردگار ہیں اس وقت تمام افراد انسانی ایک ہی عقیدے پر قائم تھے جس کا نام ایمان واسلام ہے۔(قرطبی)

اسلام میں اجتماع اور اتحاد کا تصور فلسفہ مابعد الطبعی کی فکری اساس پر مبنی ہے کسی جغرافیائی قبیلائی اور نسلی بنیاد پر نہیں اور اسلام کی انقلابی دعوت حیات انسانی کے تمام فکری ذہنی اور عملی قوئی کو ایک مخصوص اور متعین شاہراہ عمل پر چلانا چاہتی ہے اور

اس کا منشا یہ ہے کہ رنگ و نسل کی تفریق لسانی و ثقافتی امتیاز، امارت و غربت کی طبقاتی تقسیم اور مرز بوم، جغرافیائی حد بندیوں کے علی ارغم عالم انسانی کو ایک عالمگیر وحدت اور بین الاقوامی جماعت میں تبدیل کر کے انسانوں کے خود ساختہ غیر فطری معیار تفوق امتیاز کلیتہً ختم کرے وطنیت کی تحریز بان اور رنگ کا اختلاف اس عمومی کے راستے میں حائل نہ ہو اس عالم گیر برادری کا نام ہے۔ وحدت اسلامی

امن سے دنیا سنواریں خود سنورنا سیکھ لیں

کاش ہم ایک دوسرے سے پیار کرنا سیکھ لیں (نشاط سرمدی)

ہمارا دور آزادی جمہوریت اور وسیع القلبی کا دور ہے ہمارا یہ دور تعلیم عامہ اور روابطہ عامہ کا بھی دور ہے تمام آہنی پردے اور ثقافتی رکاوٹیں ٹوٹ پھوٹ رہی ہے دنیا بھر کے لوگوں کے لئے ایک دوسرے کو جاننے اور بہتر طور پر سمجھنے کے ذرائع خوب تر افہام و تفہیم اور باہمی تعاون کے مواقع میں اضافہ ہو رہا ہے عیسائیت اور اسلام دونوں کے رہنماؤں اور پیروؤں کے لئے یکساں طور پر ضروری ہے کہ وہ اپنے اندیشوں مخالفتوں اور بے اعتمادیوں کو دور کرنے اور ایک بہتر پر امن اور خوشحال مستقبل کے لئے ایک دوسرے کے قریب تر ہونے کے اس تاریخی موقع کو گرفت میں لیں اگر کوئی شخص اسلام اور عیسائیت کی قدیمی تعلیمات پر نگاہ ڈالے تو دونوں کے درمیان بہت کچھ مشترک ہے۔ دونوں الہامی دین ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی رہنمائی پر ایمان رکھتے ہیں، ان کی اخلاق قدریں، تصور الٰہی، آخرت کی زندگی، سچائی، تقویٰ اور ترحم پر مبنی ہیں۔ مسلمان حضرت عیسیٰؑ کو انتہائی طور پر قابل تکریم ہستی، عظیم رسول علیہ السلام کے نبی مانتے ہیں۔

مسلمانوں کو اہل کتاب کے ساتھ ترحم آمیز سلوک کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ انہیں عیسائی خواتین کے ساتھ ان کے اسلام قبول کئے بغیر نکاح کرنے کی بھی اجازت ہے۔ قرآن پاک کی دوسری سورہ بقرہ پارہ اول کے رکوع 8 اور آیت نمبر 62 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست (یعنی کوئی شخص کسی قوم و مذہب کا ہو) جو خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے گا اور عمل نیک کرے گا تو ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کا صلہ خدا کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) ان کو کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔

سورۃ آل عمران میں ارشاد ربانی ہے:

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفو امن بعد ماجاء هم البینت ط واولئک لهم عذاب عظیم.

ترجمہ۔ اور مت ہوان کی طرح جو متفرق ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے۔ان کو حکم صاف اور ان کو بڑا عذاب ہے۔یعنی یہودی نصاریٰ کی طرح مت بنو جو خدا تعالیٰ کے اوصاف احکام پہنچنے کے بعد محض اوہام واہواء کی پیروی کر کے اصول شرح میں متفرق اور فروغ میں مخالف ہو گئے۔

آخر فرقہ بندیوں نے ان کے مذہب وقومیت کو تباہ کر ڈالا اور سب کے سب عذاب الٰہی کے نیچے آ گئے اس آیت سے ان اختلافات اور فرقہ بندیوں کا مذموم ومسلک ہونا معلوم ہوا جو شریعت کے صاف احکام پر مطلع ہونے کے بعد پیدا کیے جائیں افسوس کہ آج مسلمان کہلانے والوں میں بھی سینکڑوں فرقے شریعت اسلامیہ کے صاف وصریح اور مسلم ومحکم اصول سے الگ ہو کر اور ان میں اختلاف ڈال کر اس عذاب کے نیچے آ گئے ہیں۔جو قومیں مادہ پرستی کی روش پر چل نکلتی ہیں ان پر ایک مستقل آویزش اور خانہ جنگی کی حالت طاری رہتی ہے جس کے نتیجے میں زندگی کا تمام نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور سائنس اور اس کے ہیبت ناک ہتھیار نسل آدم کی خدمت کے بجائے اس کی تباہی وبربادی میں صرف ہونے لگتے ہیں۔

موجودہ دور میں قوموں کا الگ تھلگ رہنا ممکن نہیں باہمی انحصار نے ان کو ایک دوسرے سے قریب کر دیا ہے پوری دنیا ایک معاشی وحدت ہے ایک قوم کا بحران اس کے اپنے علاقہ تک نہیں رہتا بلکہ پوری دنیا کو لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

اس کے علاوہ دو عظیم جنگوں کی ہولناک تباہیوں نے بھی ساری دنیا کے انسانوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ کون سا راستہ ہو سکتا ہے جس پر چل کر عالمی امن خوشحالی اور انسانیت کی فلاح و بہبود ممکن ہے اس کے لئے قومی جدوجہد سے بلند ہو کر سوچنا ہوگا قومی مفاد کو دیگر اقوام کے مفاد سے ہم آہنگ کرنا ہوگا۔

اس وقت دور جدید کا مطالبہ یہ ہے کہ ہر قوم کو صرف اپنی بھلائی کے لئے نہیں سوچنا ہے بلکہ دوسرے ممالک کی فلاح و بہبود بھی ان کا مقصد ہونا چاہیے اس وقت علیحدگی کی پالیسی کی بجائے پرامن بقائے باہمی پرامن اشتراک تعاون کو فروغ دینا ہے۔قرآن واحادیث کے ذریعے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان بلحاظ رنگ ونسل اور وطن ایک ہیں اور ایک ملت سے تعلق رکھتے ہیں قرآن مجید فرقان حمید میں آیا ہے:

- یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

ترجمہ: اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔تمہاری شاخیں اور قبیلے بنادیئے کہ باہم شناخت کرو۔(ورنہ) تم میں سے سب سے زیادہ عزت دار اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

غرض کہ اسلام میں علاقائی فوقیت، جارحانہ حب الوطنی نسل اور زبان کی کوئی قید نہیں ۔تاریخ کے ایک موڑ پر انسانی مذاہب میں مخصوص عناصر مشترک تھے جو اس وقت دنیا پر غالب مذاہب میں دکھائی نہیں دیتے ۔عیسائیوں کے ساتھ (مسلمانوں کے) روابط کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک عادلانہ بنیاد اس طرح قائم کی ہے۔

سورۃ آل عمران پارہ سوئم رکوع 7 آیت 64۔

ترجمہ: کہہ دو کہ اے اہل کتاب ۔جو بات ہمارے اور تمہارے دونوں کے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ۔ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا کارساز نہ سمجھے اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ بنو کہ ہم (خدا کے) فرمانبردار ہیں ۔یہ اور قرآن حکیم کی کئی دیگر آیات اور رسول ﷺ کی احادیث ،انصاف ،مساوات ،اور خوش معاملگی کے اصولوں کی ایسی بنیادیں قائم کرتی ہیں جو اسلام اور عیسائیت کے پیروؤں کے مابین ایک پائیدار اور دوستانہ رابطے کی بنیاد بن سکتی ہیں۔

عصر حاضر میں جو صورتحال پائی جاتی ہے اور اس کو جو مسائل درپیش ہیں ان کی دیکھتے ہوئے کسی معقول انسان کے لئے یہ باور کرانا مشکل ہے کہ جدید انسان کسی عقلی بنیاد پر اسلام سے روگردانی کر سکتا ہے اس کے پیش کردہ نظام زیست سے بے نیاز ہو سکتا ہے آج کی اکیسویں صدی میں بھی انسانیت ان تمام خرابیوں میں مبتلا ہے جن کی وہ اپنے دور وحشت میں شکار تھی ترقی اور روشن خیالی کے اس دور میں بھی انسانیت نسلی منافرت کی انتہائی مکروہ اور گھناؤنی صورتوں سے دوچار ہے اسلام انسانیت کی واحد امید ہے اور اسی سے اس کا مستقبل وابستہ ہے موجودہ نظریاتی کشمکش میں نظریہ اسلام کی کامیابی ہی انسان کی نجات کی ضامن بن سکتی ہے۔

انسان کی ضرورتیں اور فطرت اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ دیگر انسانوں کے ساتھ اشتراک وتعاون کرے اور باہم مل جل کر زندگی بسر کرے قرآن کریم کے پارہ ششم سورہ (المائدہ) کے رکوع 11 میں آیت 82 میں اللہ تعالیٰ اسلام کے ساتھ عیسائیوں کی قربت کے متعلق کہتا ہے۔اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان کو پاؤ گے۔ جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ اس میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

مذہب انسان کو اپنے لئے جینے کے بجائے دوسروں کیلئے جینا سکھاتا ہے اسے ایک اعلیٰ اور پاکیزہ نصب العین دیتا ہے اور اس نصب العین کیلئے مصائب وآلام کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنا سکھاتا ہے۔سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۰۲ میں ارشاد ربانی ہے۔

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا.

ترجمہ: اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو۔

یعنی ہر مسلمان کے دل میں پورا ڈر خوف ہونا چاہیے کہ اپنے مقدور بھر پرہیز گاری وتقویٰ کی راہ سے نہ ہٹے اور ہمیشہ اس سے استقامت کا طالب رہے یعنی سب مل کر قرآن حکیم کو مضبوط تھامے رہو جو خدا کی مضبوط رسی ہے یہ رسی ٹوٹ تو نہیں سکتی ہاں چھوٹ سکتی ہے اگر سب مل کر اس کو پوری قوت سے پکڑے رہو گے کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہو سکے گا اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابل اختلال ہو جائے گی قرآن پاک سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں اور ایک مردہ قوم حیات تازہ حاصل کرتی ہے۔

لیکن تمسک بالقرآن کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کو اپنا آرزو واہواء کا تختہ مشق بنالیا جائے بلکہ قرآن پاک کا مطلب وہی معتبر ہوگا جو احادیث اور سلف صالحین کی متفقہ تصریحات کے خلاف نہ ہو یعنی صدیوں کی عداوتیں اور کینے نکال کر خدا نے نبی کریم محمد رسول ﷺ کی برکت سے تم کو بھائی بھائی بنادیا جس سے تمہارا دین اور دنیا دونوں دوست ہوئے اور ایسی ساکھ قائم ہوگئی جسے دیکھ کر تمہارے دشمن مرعوب ہوتے ہیں۔

یہ برادرانہ اتحاد خدا کی اتنی بڑی نعمت ہے جو روئے زمین کا خزانہ خرچ کر کے بھی میسر نہ آسکتی تھی۔

حدیث نبوی ﷺ ہے۔

عن ابی الدردا رضی اللهع نه قال . قال رسولا لله صلی الله علیه وسلم . الا اخبر کم بافضل من درجه الصیام والصلوة والصدقته؟ قالو ابلی ، قال صلاة ذات البین ، فان فساد ذات البین هی الحالقة ۔(راوی الترمذی، وقال، ھذا حدیث صحیح، باب فی فضل اصلاح، ذات البین، رام ۲۵۰۹)

حضرت ابو دردؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا میں تم کو روزہ، نماز اور صدقہ خیرات سے افضل درجہ والی چیز نہ بتاؤں۔ صحابہؓ اجمعین نے عرض کیا۔ ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

باہمی اتفاق سب سے افضل ہے کیونکہ آپس کی نااتفاقی (دین کو) مونڈنے والی ہے یعنی جیسے استرے سے سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں ایسے ہی آپس کی لڑائی سے دین ختم ہو جاتا ہے بحیثیت مذہب اسلام ایسے جامع اور ہمہ گیر قوانین اور وسعتوں کے ساتھ عبارت ہے کہ انسانی زندگی اپنی تمام بوقلمونیوں اور وسعتوں کے ساتھ ان کے دائرے میں جلوہ گر نظر آتی ہے اور اس کا کوئی گوشہ خواہ جذبات کی دنیا سے متعلق ہو یا خیالات، افعال، عبادات، معاشی، معاملات، معاشرتی تعلقات، جبلی حرکات، اور روحانی حرکات سے اس کی گرفت سے آزاد نہیں رہتا۔ ملت اسلامیہ کے افراد کے درمیان وجہ اتحاد

روحانی جذبہ ہے یہ دلوں کا اتحاد ہے نہ کہ رنگ ونسل ، وطن کا اتحاد ، تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اسلامی مواخات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انما المومنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم واتقوالله لعلكم ترحمون

ترجمہ: بے شک مومن بھائی بھائی ہیں۔ پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس وقت دنیا پر تیسری عالمگیر جنگ کے جو تاریک بادل چھائے ہوئے ہیں ان کے چھٹنے کی بھی کوئی اور صورت اس کے سوا نظر نہیں آتی کہ آفتاب اسلام طلوع ہو اگر دنیا عالمی امن استحکام کی خواہاں ہے اور استعمار اور استبداد کے ہاتھوں آج انسانیت جس کرب والم میں مبتلا اور جس وحشت و درندگی کی شکار ہے ان سے بچنے کی کوئی اور راہ بجز اسلام نظر نہیں آتی۔

اللہ پاک نے قرآن پاک میں اجتماع اور اتحاد کے وجود کو اپنی مخصوص نعمت فرمایا۔

واذكروا نعمت الله عليكم اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمتة اخوانا. (آل عمران۔۱۵۳)

ترجمہ: اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے خدا نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا پھر اس کے بلطف ومحبت بھائی بھائی بن گئے۔

قرآن مجید فرقان حمید اپنے متواتر ارشادات میں فتنہ و فساد فی الارض کو مکروہ ترین فعل انسانی قرار دیا اور اس فعل کے مرتکب کے لئے سخت سزائیں مقرر کیں۔

دعا:

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت محمدی ﷺ پر اپنی خاص رحمت کا نزول کرے اور ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہر سنت پر عمل پیرا ہونے والے بنائے۔ آمین ثم آمین۔

قل اهل الکتب تعالو الی کلمته سوآ بیننا و بینکم

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت ۔ اسلام اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

آمنہ حبیب ۔ قلات

قرآن حکیم مذہبی رواداری کا حکم دیتا ہے سورت آل عمران کی آیت نمبر 64 مذکورہ بالا میں ارشاد باری ہے آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے' نبی اکرم ﷺ کے توسط سے خالق کائنات نے اس آیت میں دنیا کے دو بڑے اور عظیم مذاہب (یہود وعیسائیوں) کو مخاطب کیا ہے۔ کہ ایسی بات پر ہم جمع ہو جائیں جو سب مذاہب میں مشترک ہے یعنی جو مشترکہ انسانی اقدار جیسی اہمیت کی حامل ہوں۔ اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے مذہبی' لسانی' تفرقہ بازی کا مخالف ہے اور تمام بنی نوع انسانوں کو اخوت کی لڑی میں منسلک کرتا ہے اور تمام انسانوں کو ایک اصل اور جڑ کی شاخیں قرار دیتا ہے۔

ذیل کے مقالہ میں اسی اہمیت کے پیش نظر ہم ایک تجزیہ پیش کرنا چاہیں گے کہ تمام مذاہب عالم بلاتمیز رنگ ونسل انسانیت کو کیونکر متحد اور یکجا کیا جائے اور باہمی اعتماد بحال کرنے کیلئے اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان مکالمہ ضروری ہے۔

دین اسلام انسانی وقار کا درس دیتا ہے لیکن عالم اسلام میں بدقسمتی سے ایک ملک بھی جمہوری نہیں تاہم بفضل اللہ وطن عزیز میں عوام اور میڈیا کو دیگر اسلامی ممالک بلخصوص عرب دنیا کے مقابلے میں زیادہ جمہوری حقوق حاصل ہیں۔ نائیجریا سے انڈونیشیا تک مذاہب کے درمیان مفاہمت پیدا کرنے کی کوشش کے لئے عالم اسلام کے اسکالرز علماء اور دانشوروں کو مل بیٹھنا ہوگا۔

یہ کوشش ''مفاہمت'' کی اس لئے بھی ضروری ہے کیونکہ مذاہب اور ان کے پیروکاروں کے درمیان اعتماد ختم ہو چکا ہے۔ عام مسلمانوں کا خیال ہے کہ مغرب کی پالیسیاں دوہرے معیار پر ہوتی ہیں نیز یہ بھی کہ وہ اسلام کے خلاف ہے اور مسلمانوں کے وقار پر حملے کرتا ہے فلسطین اور عراق کے مسائل بھی مغرب کے پیدا کردہ ہیں اور مغرب ہی انسانی حقوق کو مسلمانوں کے خلاف انتشار کے لئے استعمال کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

حالانکہ اسلام اہم اقدار ''احترام آدمیت'' سکھاتا ہے لیکن بدقسمتی سے مسلم ممالک میں طبقہ علماء کی تقلید محض یا تقلید پسندی کے باعث اصلاحات نہیں کی جا رہی۔

دور اول کے حالات' معاملات اور کوائف کو از سر نو تطبیق دینے کی ضرورت ہے۔ اس صورت حال میں مسائل۔۔۔ کس طرح حل ہو سکتے ہیں مسائل حل کرنے کے لئے اعتماد کی فضا بحال کرنا اور دلوں میں تبدیلی ضروری ہے۔

علماء کی ایک تحقیق کے مطابق اگر جائزہ لیا جائے تو مسلمانوں کے لئے ضابطہ حیات کا درجہ رکھنے والی کتاب قرآن حکیم میں 500 آیات کا تعلق قوانین سے ہوگا مجموعی قوانین کا 10 فیصد ہیں جبکہ 90 فیصد قوانین خود بنائے جاتے ہیں۔

ہم اکیسویں صدی میں رہ رہے ہیں ہمیں قوانین میں انسانی حقوق کو شامل کرنا چاہئے۔ نصف آبادی (خواتین) کے ساتھ برتے جانے والے غیر انسانی' غیر اسلامی اور غیر جمہوری سلوک کو فی الفور ختم کرنا چاہئے اس لئے کہ فی زمانہ مساوات ہی کے ساتھ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

علاوہ ازیں عالم اسلام میں نوجوان فرسٹریشن کا شکار ہے اسے مالی و دیگر مسائل کا سامنا ہے جس سے دہشت گردی کو بنیاد ملتی ہے علاوہ ازیں ممالک اسلامیہ میں انصاف کی عدم دستیابی بھی ایک بڑا مسئلہ ہے انسانی حقوق کی بنیاد ہی قانون کی عملداری ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ عالمی سطح پر عالمگیریت کو اپنایا جائے۔ اسلام بھی عوام کے مفاد کے مطابق قانون کی تشریح کی اجازت دیتا ہے ضروری ہے کہ بات چیت اور تجزیئے کئے جائیں تمام مذاہب والے اپنے آپ کو درست سمجھتے ہیں ہمیں مثبت اور مفید عام نکتہ نظر اپنانا چاہئے اس لئے کہ اللہ نے بھی قرآن مجید میں تمام انسانوں کو مخاطب کر کے ''اے آدم کی اولاد'' کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

نیز دین اسلام نے جب خلق خدا کو آدم کا کنبہ (خاندان) قرار دیا ہے اور جان' مال' عزت و احترام کا تحفظ دیا ہے تو' وقار آدمیت' کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے اور انسانیت کو بلا تمیز رنگ و نسل و مذاہب اس کے حقیقی منصب اشرف المخلوقات پر فائز کیا جائے یہ کام بلاشبہ وقت کا عظیم کام قرار پائے گا اور دنیا کے مستقبل پر عظیم اثرات قائم کرے گا۔

مقالہ ہذا میں اسی اہمیت کے پیش نظر ایک گہرا مطالعہ پیش کیا جائے گا کہ چونکہ اس کرہ ارض پر بسنے والی تمام مخلوقات کا اصل ایک ہے چنانچہ مذاہب عالم کے پیروکاروں میں بھی اتحاد' یگانگت و ہم آہنگی اتفاق اور یکجا ہونے کی شعوری اور لازمی کوشش آج کا سب سے اہم کام ہے۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

وسیع وعریض کائنات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کثرت میں وحدت کا اصول کارفرما ہے یعنی چیزیں بظاہر مختلف اور متعدد ہیں مگر جب ان کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام چیزیں اپنی آخری حقیقت کے اعتبار سے ایٹم کا مجموعہ ہیں گویا ہر چیز بالآخر ایٹم ہے خواہ بظاہر وہ کچھ بھی نظر آتی ہو۔

بالکل یہی کائناتی پیٹرن انسانوں کے اندر بھی ملحوظ رکھا گیا ہے انسان بظاہر دیکھنے میں ایک دوسرے سے مختلف نظر آتے ہیں ان میں رنگ اور دوسری چیزوں کے اعتبار سے بہت فرق پائے جاتے ہیں مگر جب ان کا تاریخی تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام نسلیں آخرکار ایک ماں باپ (آدم وحوا) پر جا کر ختم ہوتی ہیں گویا سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں ایک دوسرے کے غیر نہیں یہی بات قرآن میں ان لفظوں میں کہی گئی ہے ''اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا نکالا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت زمین پر پھیلا دیئے۔

(یاایھاالناس التقوربکم الذی خلقکم من نفس واحدہ و خلق منھا زوجھا منھا رجالا کثیرا و نسآء . جبکہ حدیث مبارکہ میں بعینہ یہی بات اس طرح آئی ہے الاکلکم بنو آدم و آدم من تراب (سن لو کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے تھے۔)

وحدت انسانیت کا یہ تصور ہر انسان کے دل میں دوسرے انسان کے لئے محبت خیر خواہی کا جذبہ پیدا کرتا ہے وہ پوری نسل انسانی کو ایک خاندان اور ایک برادری کی مانند بنا دیتا ہے میرے اس جملے کی مزید تائید حضور پرنور ﷺ کی اس حدیث سے بھی واضح ہو رہی ہے۔

(الخلق عیال اللہ فاحب الخلق اللہ من احسن الی عیالہ)

تمام مخلوق اللہ کی کنبہ ہے پس تمام لوگوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ کائناتی ماڈل کثرت میں وحدت کی صفت رکھتا ہے انسان کو بھی اسی کائناتی ماڈل پر اپنی زندگی کا نقشہ بنانا چاہئے یعنی انسان کو گئی میں ایک کا نمونہ بن جانا چاہئے کائنات میں جب کثرت میں وحدت کا اصول کارفرما ہے تو انسان کیلئے درست نہیں کہ وہ یہاں کثرت کو ایک کرنے (Unificationofdiversity) کے طریقہ پر زندگی کا نظام بنانے کی کوشش کرے۔

حیاتیاتی اخوت

جدید تحقیقات کے نتیجہ میں وحدت انسانیت یا وحدت بنی آدم کی حقیقت ایک سائنسی واقعہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ جس کا اعلان پیغمبر برحق ﷺ نے چودہ سو سال پہلے کیا تھا۔ الخلق عیال اللہ اور کلکم بنو آدم وغیرہ۔

عصر حاضر میں مالیکیول حیاتیات نے بہت ترقی کی ہے ڈی این اے کے ذریعہ گہرے نسلی رازوں کو دریافت کرنا ممکن ہو گیا ہے چنانچہ امریکہ کے ماہرین (Geneticists) کی ایک ٹیم نے یہ کام اپنے ذمہ لیا کہ وہ انسان کے مشترکہ جد اعلیٰ و دریافت کریں گے۔ ڈی این اے کے طریقہ میں ابتدائی باپ (Great Grand Father) کو دریافت کرنا زیادہ مشکل تھا لہٰذا انہوں نے ابتدائی ماں کا پتہ لگانے پر اپنی ساری توجہ مرکوز کر دی۔

ان حیاتیاتی سائنس دانوں نے مختلف علاقوں کی 147 حاملہ خواتین کو تیار کیا کہ وہ غیر مولود بچہ کے (Placentas) مادے انہیں بطور عطیہ دیں اس مادہ پر دو سالہا سال تک امریکہ کی ائر کنڈیشنڈ لیبارٹریوں میں تحقیق کرتے رہے جو برکلے میں واقع تھیں انہوں نے ان سے جسمانی نسیج کے نمونے نکالے اور ان پر طرح طرح سے تجربات کئے آخرکار انہوں نے اعلان کیا ہے کہ انہوں نے پہلی خاتون یا مذہبی اصطلاح میں حوا کو دریافت کیا ہے سائنسدانوں کے نزدیک یہ خاتون 200 ہزار سال پہلے زمین پر آباد تھی اور وہ تمام انسانوں کی مشترک ماں ہے وہ ہم سب کی تقریباً 10000 ویں دادی ہے۔

تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ وہ تمام ظاہری فرق جن کی بنیاد نسلی اختلاف کے نظریات بنائے گئے تھے وہ محض وقتی اور سطحی تھے مثال کے طور پر جلد کا رنگ محض آب و ہوا سے مطابقت کا نتیجہ ہوتا ہے افریقہ میں کالا رنگ سورج سے بچاؤ کے لئے یورپ میں سفید رنگ الٹرا وائلٹ شعاؤں کو جذب کرنے کے لئے جو کہ وٹامن ڈی کی پیدائش میں مددگار ہے جلد کا رنگ صرف چند ہزار سال کے عمل سے بدل جاتا ہے۔

سائنسدانوں نے اپنے نتائج تحقیق کے مطابق اعلان کیا ہے کہ تمام بچوں کے ڈی این اے آخرکار ایک عورت تک جا پہنچتے ہیں پہلی نظر میں یہ ناقابل قیاس دکھائی دے سکتا ہے کہ تمام انسانوں کا حیاتیاتی ذریعہ ایک واحد عورت تھی مگر یہ قانون اتفاق کے تحت حاصل ہونے والا ایک نہایت ثابت شدہ نتیجہ ہے۔

برکلے کے حیاتیاتی ماہرین کے علاوہ ایموری یونیورسٹی کی ٹیم نے بھی اس سلسلے میں کام کیا ہے ٹیم کے کسی حصہ میں رہتی ہو۔ یہ نتیجہ انہوں نے جینی شہادت کی بنیاد پر نکالا ہے جو مختلف براعظموں کے سات سو آدمیوں کے خون کی خصوصی جانچ کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔ یہ تحقیق خالص سائنسی سطح پر ثابت کر رہی ہے کہ تمام انسانی نسل ظاہری فرق کے باوجود ایک عظیم خاندان (Great Family) کی حیثیت رکھتی ہے۔

ان تحقیقات کے مطابق جینی شہادت نے اس قدیم خیال کی تردید کر دی ہے کہ انسانی مختلف الگ الگ شاخوں سے تعلق رکھتی ہے اس امر سے یہ ثابت ہوا کہ کرہ ارض کے چپے چپے پر بسنے والے تمام اولاد آدم ایک ہی مشترک برادری کا حصہ ہے۔" کلکم بنی آدم و آدم من تراب "

ہاورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر اسٹفن جے گولڈ نے کیا خوب کیا تمام انسان خارجی ظواہر میں فرق کے باوجود حقیقتاً ایک ہی نسل کے افراد ہیں جو کہ بہت ماضی قریب میں ایک مقام پر شروع ہوئی تھی۔ یہاں ایک قسم کی حیاتیاتی اخوت ہے جو کہ اس سے بہت زیادہ گہری ہے جو اب تک ہم نے سمجھا تھا۔ اس تحقیق نے ایک طرف ان تمام نظریات کو باطل ثابت کیا ہے جو رنگ اور نسل کے فرق کی بنا پر انسانیت کو مختلف گرہوں میں بانٹے ہوئے تھے دوسری طرف اس نے بتایا ہے کہ بین المذاہب اور مختلف المزاج انسانوں کے درمیان یکجہتی قائم کرنے کی فطری تدبیر کیا ہے؟

دھرتی پر تنوع اور رنگارنگی کا اصول

ومن الناس ولدواب والا انعام مختلفا الونه کذالک (القرآن)

جس زمین پر ہم زندگی گزار رہے ہیں اس کا نظام تنوع اور رنگارنگی کے اصول پر قائم ہے۔ بعینہ یہی تنوع انسانوں کے درمیان بھی مطلوب ہے ہمیں انسانوں کے درمیان یہ مزاج بنانا چاہئے کہ وہ اختلاف کے باوجود متحد ہوں وہ مختلف اور متنوع انسانوں کے ساتھ مل کر زندگی گزارنا سیکھیں۔ انسانی یک رنگی قائم کرنے کے لئے فرق کو مٹانا قدرت کے نظام کے خلاف ہے اس لئے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

مثال کے طور پر جانوروں کو دیکھیں جانوروں کی ایک ملین (دس لاکھ) سے بھی زیادہ قسمیں دنیا میں پائی جاتی ہیں اور ہر ایک کا ایک کام ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہے یہاں زمین پر رینگنے والے کیڑوں کی بھی ضرورت ہے جو گندی اور بے کار چیزوں کو (Decompose) کر کے ہماری فضا کو برابر پاک صاف کرتے رہتے ہیں یہاں بیل کی بھی ضرورت ہے جو ہمارے کھیت کو جوتے اور گھوڑے کی بھی ضرورت ہے جو ہماری سواری کے کام آئے۔ ایک طرف اگر یہاں چڑیوں کی ضرورت ہے جو چہچہائیں تو دوسری گدھے کی بھی ضرورت ہے کہ جب وہ چیخے تو آپ سوچیں کہ انسانوں کو اس طرح چیخ کر نہیں بولنا اس تنوع کو ختم کرنا ایسا ہی ہے جیسے انسانوں کو یکساں اور مساوی قد کا بنانے کے لئے لوگوں کو نیچے اوپر سے تراش کر برابر کیا جانے لگے۔

متعین دائرہ میں حد بندی کا نظام

زمین آسمان، چاند، سورج، ستارے اور فضا کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز میں ایک حد بندی کا نظام قائم ہے ہر چیز اپنے متعین دائرہ میں رہ کر اپنا کام کرتی ہے وہ اپنے دائرہ سے نکل کر دوسرے دائرہ میں داخل نہیں ہوتی — یہی بات قرآن عظیم میں ان لفظوں میں کہی گئی ہے۔

''اور سورج اپنے مستقر پر چلتا ہے یہ زبردست علم والے کا باندھا ہوا اندازہ ہے اور چاند کے لئے منزلیں مقرر کیں
یہاں تک کہ وہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی ٹہنی ۔ نہ سورج کی مجال ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی
ہے سب ایک ایک دائرہ میں چل رہے ہیں (یاسین آیت40-38)

آیات مبارکہ میں اس فلکیاتی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس کائنات کے تمام گھومنے والے ستارے اور
سیارے حد درجہ صحت کے ساتھ اپنے اپنے مدار (Orbit) میں گھومتے ہیں وہ کبھی اپنی حد کو چھوڑ کر دوسرے کی حدیں داخل
نہیں ہوتے ۔ یہی حد بندی انسان سے بھی مطلوب ہے اسی بابت قرآن عظیم میں ارشاد باری ہے۔

و من یتعد حدو د اللہ فاولئک ہم الظلمون (البقرہ آیتہ 229)

کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوء حدوں کی خلاف ورزی کریں وہ اللہ کی نظر میں ظالم ہیں جبکہ حدیث رسول ﷺ
میں یہی بات اس طرح کہی گئی ہے **وحد حدو د افلاتحتدوھا**

(اور اللہ نے حدیں قائم کر دی ہیں تو تم ان حدوں کی خلاف ورزی نہ کروں)

ایک اور حدیث میں اس بات کو مثال کے ذریعہ اس طرح واضح کیا گیا ہے۔

مثل المومن و مثل الایمان کمثل الفرس فی اخیتہ بحول ثم یرجع الی اخیتہ

مومن کی مثال اور ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے گھوڑا جو اپنی رسی میں بندھا ہوا ہو وہ گھومتا ہے پھر وہ اپنی رسی کی
طرف لوٹ آتا ہے ایک گھوڑے کی گردن میں 8 میٹر کی رسی ہو وہ رسی ایک کھونٹے سے بندھی ہوئی ہو تو گھوڑا اپنی عادت کے
مطابق چاروں طرف گھومنے لگے گا مگر وہ رسی کی لمبائی سے زیادہ نہ جاسکے گا رسی اگر 8 میٹر کی ہے تو اس کی حرکت کا دائرہ بھی 8
میٹر تک محدود رہے گا ۔ وسیع و عریض آسمان کے ان گنت ستارے ایک ان دیکھی رسی میں بندھے ہوئے ہیں جو انہیں ان کے
مقرر مدار (Orbit) سے باہر نہیں جانے دیتی ۔

بالکل اسی طرح انسان کو بھی ایک اخلاقی رسی میں باندھا گیا ہے یہ رسی صحیح اور غلط کی رسی ہے اس کو صحیح کام کرنا ہے مگر
غلط کام کی پہنچانے کی قیمت پر اپنے لئے فائدہ حاصل کرے۔

کہتے ہیں کہ جب امریکہ بیرونی تسلط سے آزاد ہوا اس کے بعد وہاں ایک شہری سڑک پر نکلا ۔ وہ شخص خوشی سے
جھومتا ہوا جا رہا تھا اور اپنے دونوں ہاتھ زور زور سے ہلا رہا تھا اس دوران اس کا ایک ہاتھ ایک راہگیر کی ناک سے ٹکرا گیا راہ گیر
نے غصہ ہو کر پوچھا کہ تم اس طرح ہاتھ ہلا ہلا کے کیوں چل رہے ہو آرام سے ہاتھوں چھوڑ کر کیوں نہیں چلتے شہری نے جواب
دیا کہ آج میرے ملک کو بیرونی اقتدار سے آزادی مل چکی ہے اب میں آزاد ہوں جو چاہوں کروں راہ گیر نے آہستگی کے

ساتھ جواب دیا کہ تمہاری آزادی وہاں ختم ہو جاتی ہے جہاں سے میری ناک شروع ہوتی ہے۔

(Your freedom ends whire my nose begin) ہر آدمی کو اس دنیا میں عمل کی آزادی ہے مگر ایک شخص کو اپنا "ہاتھ" ہلانے کی آزادی وہیں تک ہے جہاں وہ دوسروں کی "ناک" سے نہ ٹکرائے۔ جیسے ہی دوسرے شخص کی ناک ٹکرانے کی حد شروع ہو وہیں سے ہاتھ ملانے والے کی آزادی کی حد ختم ہو جائے گی۔۵

معیار کی بقاء کے لئے تبدیلی کا اصول

کائناتی پیٹرن (Pattern) کا ایک پہلو یہ ہے کہ یہاں کا پورا نظام (Conversion) تبدیلی کے اصول پر قائم ہے یہاں کسی چیز کی افادیت کا معیار یہ ہے کہ وہ کنورژن کے اصول پر پوری اترے۔ مثلاً اس دنیا میں انسان کی سانس سے اور دوسرے اسباب سے بڑی مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس پیدا ہوتی ہے درخت اس کو اپنے اندر لے لیتے ہیں۔ درخت کے اندر جو کاربن ڈائی آکسائڈ داخل ہوتی ہے اگر وہ دوبارہ اس کاربن ڈائی آکسائیڈ ہی کی صورت میں نکالیں تو پوری فضا زہریلی ہو جائے اور انسان اور حیوانات کے لئے اس دنیا میں زندہ رہنا ناممکن ہو جائے مگر درخت اس کاربن ڈائی آکسائیڈ کو مخصوص عمل کے ذریعہ آکسیجن میں تبدیل کرتے ہیں اور اس گیس کو آکسیجن کی صورت میں خارج کرتے ہیں گویا درخت دوسروں سے زہریلی گیس لے کر دوسروں کو مفید گیس کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔

- علی ہذا القیاس گائے کو دیکھئے۔ گائے گویا قدرت کی ایک مکمل انڈسٹری ہے جو گھاس کھاتی ہے اور اس کو دودھ کی صورت میں ہمیں لوٹاتی ہے یعنی گائے انسان کیلئے ناقابل خوراک چیز کو قابل خوراک چیز میں تبدیل کرنے کا قدرتی کارخانہ ہے لیکن گائے اگر ایسا کرے کہ وہ گھاس کھا کر گھاس خارج کرنے لگے تو وہ گائے اپنی قیمت اور افادیت کھودے گی۔

کنورژن کے اصول پر کام کر رہی ہو اسی طرح بہتر زندگی اور کامیاب انسانی سماج بنانے بلکہ انسانوں کے درمیان اتفاق کا راز بھی ہے اور ایک مقام پر ارشاد باری ہے۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف (درگزر) کرتے ہیں یعنی دوسروں کی طرف سے انہیں ایسے سلوک کا تجربہ ہوتا ہے جو ان کے اندر غصہ اور انتقام کی آگ بھڑکانے والی ہو مگر وہ غصہ اور انتقام کی آگ کو اپنے اندر ہی اندر بھیج دیتے ہیں اور دوسرے شخص کو جو چیز لوٹاتے ہیں وہ معافی اور درگزر کا سلوک ہوتا ہے نہ کہ غصہ اور انتقام کا سلوک۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

ولاتستوی الحسنته و لا السئیته ادفع باللتی ھی احسن فاذی الذی بینک و بینه عداوه کانه ولی حمیم (حم السجدہ آیۃ 34)

''بھلائی اور برائی دونوں یکساں نہیں تم جواب میں وہ کہو جو اس سے بہتر ہو پھر تم دیکھوں گے کہ تم میں اور جس میں دشمنی تھی وہ ایسا ہو گیا جیسے کوئی قریبی دوست۔''

آیتہ مذکورہ کے بارے میں سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا:

امر اللّٰہ المومنین بالصبر عند غضب والحلم عندالجہل والعفو عندالآساء ہ فاذافعلو ذالک عصمم اللہ من الشیطان و خضع لھم عدوہم کانہ ولی (ح م ٦)

اللہ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ غصہ کے وقت صبر کریں کوئی جہالت کرے تو اس کو برداشت کرے برائی کی جائے تو معافی اور درگزر کا طریقہ اپنائے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ ان کو شیطان سے بچائے گا اور ان کے دشمن کو اس طرح جھکا دے گا کہ وہ ان کا قریبی دوست بن جائے۔ یہ وہی صفت ہے جس کو اوپر ہم نے کنورژن سے تعبیر کیا ہے خدا پرست آدمی کی خدا پرستی اس کے اندر ایسی صلاحیت پیدا کر دیتی ہے کہ وہ برائی کو بھلائی میں تبدیل کر سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مختلف مذاہب میں اتحاد یا بہتر سماج کی تعمیر کے لئے ہماری کوششوں کا رخ کیا ہونا چاہئے میرے خیال میں وہ یہ ہونا چاہئے کہ ہم افراد کے اندر ''کنورژن'' کی صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کریں ہمارے ناچیز خیال میں صالح سماج اس کنورژن کے اصول اپنائے بغیر ناممکنات میں سے ہے۔

۔۔۔رول ماڈل یا مثالی انسان

ایک سچے اور مخلص انسان کو لوگوں کے درمیان کس طرح رہنا چاہئے اس کی بہترین میکینیکل مثال شاک ابزار بر کی ہے شاک آبزربر کے لفظی معنی ہیں جھٹکے کو سہنے والا۔ ہر خاص و عام اس اہم آلہ سے واقف ہے جو کہ موٹر گاڑیوں میں لگایا جاتا ہے۔ یہ آلہ ایکسل اور باڈی کے درمیان ایک قسم کے گدے کا کام کرتا ہے یہ آلہ سڑک کی سطح کے اوپر نیچے ہونے کے باعث پیش آنے والے جھٹکوں کو باڈی تک پہنچنے سے روکتا ہے مثال کے طور پر اگر آپ ٹریکٹر پر 50 کلومیٹر سفر کریں گے تو منزل پر اس طرح پہنچیں گے کہ آپ حد درجہ تھکے ہوئے ہوں گے اس کے برعکس یہی 50 کلومیٹر کا سفر آپ ایک اچھی کار پر کریں تو منزل پر پہنچ کر آپ اس طرح محسوس کریں گے کہ گویا آپ نے کوئی سفر نہیں کیا یعنی آپ تازہ دم اور ہشاش بشاش ہوں گے ٹریکٹر اور کار موٹر میں اس فرق کا سبب کیا ہے اس کا سبب یہی شاک آبزربر ہے۔ کار جب چلتی ہے تو زیادہ تر اس کے پہیے نیچے اوپر ہوتے ہیں باڈی اوپر نیچے نہیں ہوتی اس کے برعکس جب ٹریکٹر چلتا ہے تو اس کا پہیہ اور باڈی دونوں نیچے اوپر ہوتے

رہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں کارموش گاڑی کا نام ہے کہ اگر گاڑی کو جھٹکا لگا وہ جھٹکا گاڑی تک رہ گیا وہ مسافر تک نہیں پہنچا۔ جبکہ ٹریکٹر اس گاڑی کا نام ہے کہ جھٹکا گاڑی کو لگا وہ گاڑی تک نہیں رکا بلکہ وہ مسافر تک پہنچ گیا۔

اس تمثیل سے مراد فقط یہ ہے کہ دنیا میں سچا اور ذمہ دار انسان کار کی طرح جیتا ہے اور جھوٹا اور غیر ذمہ دار انسان ٹریکٹر کی طرح۔ سچے انسان کے سینے میں ایک شاک ابزاربر ہوتا ہے جو تمام جھٹکوں اور صدموں کو اندر ہی اندر سہتا رہتا ہے اس کے برعکس جھوٹے انسان کے اندر (شاک ابزاربر) ہوتا ہے جو تمام جھٹکوں اور صدموں کو اندر ہی اندر سہتا رہتا ہے اس کے برعکس جھوٹے انسان کے اندر (شاک ابزاربر) نہیں ہوتا لہٰذا وہ ہر جھٹکے کو دوسروں تک پہنچاتا رہتا ہے۔

دنیا کے مستقبل کو امن دینا ہے یا محدود پیمانے اپنی اپنی سوسائٹی (معاشرہ) کے لئے اچھا سماج بنانا ہے تو اس سلسلے میں کرنے کا پہلا کام یہ ہے کہ سچے انسان بنائے کیونکہ یہ دراصل جھوٹے اور غیر ذمہ دار انسان ہی ہیں جو سماج (معاشرہ) کو بگاڑ اور فساد بھر دیتے ہیں ارشاد باری ہے:

لتبلون فی اموالکم و انفسکم ولتسمعن من الذین اوتو الکتاب من قبلکم و من الذین اشرکو اذی کثیرا وان تصبرو وتتقوا فان ذالک من عزم الامور (آل عمران آیۃ 186)

البتہ تمہاری آزمائش ہلی مالوں میں اور جانوں میں اور البتہ تم سنو گے اگلی کتاب والوں سے اور مشرکین سے بہت بدگوئی اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں۔

حضرت علامہ شبیر احمد ثانیؒ اس آیۃ مبارکہ کے ذیل میں یوں تفسیر فرماتے ہیں۔ "یہ خطاب مسلمانوں کو ہے کہ آئندہ بھی جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی اور ہر قسم کی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ قتل کیا جانا' زخمی ہو جانا قید و بند کی تکلیف اٹھانا بیمار پڑنا' اموال کا تلف ہونا' اقارب کا چھوٹنا' اس طرح کی سختیاں پیش آئیں گی نیز اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے بہت جگر خراش اور دل آزار باتیں سننا پڑیں گی۔ ان سب کا علاج تقویٰ ہے اگر صبر و استقلال اور پرہیزگاری سے ان سختیوں کا مقابلہ کرو گے تو یہ بڑی ہمت اور اولعزمی کا کام ہوگا جس کی تاکید حق تعالیٰ نے فرمائی ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے لوگوں کے درمیان جھگڑوں اور شکایتوں کو ختم کرنے کا یہ طریقہ بتایا ہے ارشاد نبوی ہے

احسن الی امن اساء الیک

جو شخص تمہارے ساتھ برا سلوک کرے اس کے ساتھ تم اچھا سلوک کرو۔

اس دنیا میں کوئی نزاع جھگڑا یا شکایت اسی وقت ختم ہو سکتی ہے جب کہ ایک فریق یکطرفہ طور پر اس نزاع کو ختم کرنے پر راضی ہو جائے۔ اسی بنا پر یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ یکطرفہ طریقہ ہی بہترین طریقہ ہے اسی حقیقت کے پیش نظر خدا پرست انسان کے لئے مذکورہ حدیث میں باقاعدہ یہ حکم ہے کہ وہ یکطرفہ حسن سلوک کا طریقہ اختیار کرے۔ اسی یک طرفہ حسن اخلاق کا دوسرا نام صبر ہے۔ اور اسی صبر میں بہترین انسانی سماج کا راز پوشیدہ ہے۔

دین اسلام میں اخلاق کا خاصہ انسانیت کا احترام ہے دوسرے افراد یا گردو پیش کے انسانی معاشرہ کی نسبت سے آدمی کے اوپر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں خواہ باضابطہ طور پر ان کے بارے میں قول وقرار ہوا ہو۔ یا باضابطہ قول وقرار نہ ہوا ہو۔ ہر حال میں ان کو ادا کرنا ضروری ہے اور اسی ادائیگی کا نام اخلاق ہے اسی بنا پر اخلاقیات کے لئے قرآن وحدیث میں معروف اور منکر کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اسلام کی نظر میں پسندیدہ اخلاق ''معروف'' ہے اور ناپسندیدہ اخالق ''منکر'' معروف کے معنی ہیں جانی پہچانی چیز اور منکر کے معنی ہیں اجنبی چیز۔ اللہ تعالی نے جن چیزوں کو اچھا قرار دیا ہے وہ وہی چیزیں ہیں جن کے اچھا ہونے کا شعور خود انسانی فطرت میں پیوست ہے اسی طرح جن چیزوں کو دین اسلام نے برا (غیر پسندیدہ) قرار دیا ہے وہ وہی چیزیں ہیں جن کو انسانی فطرت پیشگی طور پر برا سمجھتی ہے۔

تاہم معروف ومنکر کے احساسات انسانی فطرت میں وجدانی طور پر پیوست ہیں نہ کہ اس طرح لکھے ہوئے ہیں جس طرح کاغذ کے صفحہ پر کوئی چیز لکھی جاتی ہے۔ دین اسلام (الٰہی شریعت) یہاں یہ کرتی ہے کہ وہ معروف ومنکر کے احساسات کو الفاظ کی شکل دے دیتی ہے وہ محسوس چیز کو ملحوظ چیز بنا دیتی ہے۔

اخلاقی بنیاد کی فراہمی

حدیث رسول ﷺ میں اخلاق کی نہایت سادہ پہچان بتائی گئی ہے وہ یہ کہ تم دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرو جو سلوک تم خود اپنے لئے پسند کرتے ہو ہر آدمی کو اچھی طرح معلوم ہے کہ دوسروں کو اس کے ساتھ کیا کرنا چاہئے بس اس کو وہ خود بھی دوسروں کے ساتھ کرنے لگے جس آدمی کے اندر یہ صفت آجائے وہ بااخلاق ہو گیا۔ اخلاق اپنی حقیقت کے اعتبار سے اس کے سوا کسی اور چیز کا نام نہیں کہ جو کچھ ہم اپنے لئے پسند کرتے ہیں وہی ہم دوسروں کے لئے بھی پسند کرنے لگیں۔ اخلاق بنیاد فراہم کرنا اس طرح ممکن ہے کہ لوگوں کو اتنی بڑی چیز دی جاسکے جس کے بعد ہر چیز ان کی نظر میں چھوٹی ہو جائے دوسروں کے ساتھ آدمی کو اخلاق برتنے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے۔ اب اگر آدمی کو کوئی اتنی بڑی چیز مل جائے کہ اس کے مقابلے میں ہر دوسری چیز چھوٹی نظر آئے تو اس کے لئے اخلاق پر قائم رہنا آسان ہو جائے گا۔ انسانی معاشرہ دعوت ومحنت سے ایک مرتبہ

اس قابل بن جائے کہ انسان کھونے کو برداشت کرسکیں۔ یقین کامل ہے کہ ہمارا معاشرہ اس کے بعد اپنے آپ بااخلاق جوابدہ اور ذمہ دار ہو جائے گا۔

معاشرے کے ہر فرد کی زندگی میں کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جو اس کے لئے سب سے بڑی (سپریم) کی حیثیت رکھتی ہے عام آدمی کے لئے اس کا ذاتی مفاد اس کے لئے سپریم ہوتا ہے کچھ ترقی یافتہ معاشروں میں ان کا قومی مفاد ان کے لئے سپریم ہے مگر ان دونوں میں سے کوئی چیز اخلاق کی صحیح بنیاد نہیں۔ کیونکہ ذاتی بنیاد پر بننے والے اخلاق کی اس وقت حد آ جائے گی جبکہ اس کا مفاد دوسرے کے مفاد سے ٹکرا رہا ہو اسی طرح قومی مفاد کی بنیاد پر بننے والے اخلاق کی اس وقت حد آ جاتی ہے جبکہ اپنی قوم کا مفاد اور دوسری قوم کا مفاد یکساں نہ رہے۔

مغربی دنیا کے ممالک کا قومی مفاد ہم دیکھ رہے ہیں کہ فقط اس چیز میں ہے کہ ساری دنیا بالخصوص ترقی پذیر دنیا کے لوگ جنگی ساز و سامان خرید کر قتل و غارت کا میدان گرم کریں اپنے اسی قومی مفاد کے تحت یہ ممالک جنگی سامان بنا رہے ہیں اور اس سامان کو دوسری قوموں کی ہلاکت و بربادی کا باعث بنا رہے ہیں ان کے نزدیک اہمیت اقدار کی نہیں بلکہ تجارت کی ہے ان کی قومی تجارت کا فروغ ضروری ہے اگرچہ تجارت دوسری قوموں کی ہلاکت کی قیمت پر کیوں نہ ہو رہا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اخلاق کی ایک ہی صحیح بنیاد ہے اور وہ خدائے برتر کا عقیدہ ہے خدا دوسری تمام چیزوں سے بڑا ہے وہ سب سے زیادہ سپریم ہے جو شخص خدا کو پالے اس نے سب سے بڑی چیز کو پالیا ایسے آدمی کی کبھی حد نہیں آئے گی۔

• فمن یکفر باالطاغوت ویومن باللّٰہ فقد استمسک بالعروہ الوثقی لاانفصام لھا واللّٰہ سمیع علیم (البقرہ آیتہ 256)

برٹرینڈ رسل کا اعتراف

یہ صاحب خدا کو نہیں مانتے صحیح معنوں میں وہ ملحد ہے مگر ایک خدا پرست جان لاک (1632-1704) کے خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مذہبی عقیدہ کے مطابق خدا نے کچھ خاص اخلاقی قوانین مقرر کئے ہیں جو لوگ ان قوانین کی پیروی کریں وہ جنت میں جائیں گے اور جو لوگ ان قوانین کی پیروی کریں وہ جنت میں جائیں گے اور جو لوگ ان قوانین کو توڑیں وہ اپنے عقیدہ کے مطابق اپنے لئے یہ خطرہ مول لیتے ہیں کہ انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا محتاط قسم کے خوشی کے متلاشی لوگ اس بنا پر نیک اور بااخلاق بن جائیں گے گناہ آدمی کو جہنم میں لے جائے گا اس عقیدہ میں زوال آنے کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ یہ بات مزید مشکل ہوگئی ہے کہ نیک زندگی اختیار کرنے کے حق میں ایسی دلیل لائی جائے جس کا آدمی خود لحاظ کر

سکے۔ جنت اور دوزخ کے عقیدہ کے تحت ذاتی مفادات اور عوامی مفادات میں ہم آہنگی کا پیدا ہونا لوگوں کے لئے اطمینان بخش ہے یہ اس لئے بھی کہ انسانی قانون ساز ہمیشہ دانش مند یا نیک پارسا نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ انسانی حکومتیں ہمہ بین اور ہمہ دان نہیں ہیں۔

مغرب میں بڑے بڑے اہل علم دانشور' سکالر اور اہل فکر نے حقیقت کے اعتراف میں یا تو اسلام قبول کیا جیسا کہ (محمد اسد اور عبدالکریم جرمانوس) یا کھلے لفظوں میں اسلام کی برتری کا اعتراف کیا۔ مثلاً (جارج برنارڈ شا 1950-1856)۔ ایسے لوگ بھی نکلے جنھوں نے علی الاعلان مسلم دنیا کو مخاطب کیا کہ وہ دین فطرت (اسلام) کے داعی بن کر اٹھیں تو آج ہر دور سے زیادہ اس کا امکان ہے کہ دنیا مشترکہ طور پر اسلام کو قبول کر لے۔ مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ کہ ان میں سے کوئی بھی واقعہ ہماری آنکھ کھولنے والا ثابت نہیں ہو سکا۔ اور ہم بحیثیت امہ بدستور خواب خرگوش محو تھے۔ جدید امکانات کو اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں نہ اس وقت استعمال کر سکے اور نہ آج۔

تاہم ہماری مسلسل نادانیوں کے باوجود آج بھی خدا کے دین کی اشاعت کے امکانات پوری طرح باقی ہیں کرہ ارض کی ماضی کی کل تاریخ اس امر کی واضح نشان دہی کرتی ہے کہ دنیا میں فکری امامت اسی قوم کو ملتی ہے جو اس کی مادی قیمت دینے کے لئے تیار ہو یہ ایک تاریخی مسلمہ حقیقت ہے یہی وجہ ہے کہ فکری امامت ہمیشہ مادی امامت کے جلو میں چلتی ہے آٹھویں صدی عیسوی سے سولہویں صدی تک دنیا کی فکری امامت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی کیونکہ وہ اپنی تجارتی قوت اور سیاسی برتری کی وجہ سے اس کی قیمت دے سکتے تھے اس زمانہ میں علم مسلمانوں کے علم کا نام تھا اس کے بعد جب یورپ نے مشینی طاقت دریافت کی اور اس کے نتیجے میں بالآخر صنعتی فوقیت اور صنعتی برتری حاصل کر لی تو فکری امامت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر مغربی قوموں کی طرف چلی گئی۔

سترھویں صدی سے لے کر جنگ عظیم دوم تک یہ فکری اور سیاسی امامت یورپ کے ہاتھ میں تھی مگر جنگ دوم نے یہ مادی قیادت یا امامت یورپ سے چھین کر امریکہ کے حوالے کر دی اس وقت سے لے کر آج تک امریکہ بلا شرکت غیرے ساری دنیا کا فکری امام بنا ہوا ہے۔

عروج و کمال کے اس وسعت و اثر کے باوجود ایک ناخوشگوار مقدر امریکہ کے حصہ میں مستقبل میں نظر آ رہا ہے۔ دنیائے اسلام کے نہتے اور کمزور ممالک کے ساتھ لامتناہی جنگ معاشی استحصال عالم' فضائی اور زمینی آلودگی' جرائم' عریانی' خاندانی انتشار اور ذہین افراد نسل انسانی کا سرزمین امریکہ میں تاریک مستقبل کے خوف کے باعث دوبارہ اپنے اپنے ممالک کی طرف رجوع وغیرہ۔ یہ چند ایسے حساس مسائل ہیں کہ جن کا حل سردست تقریباً ناممکنات میں ہیں۔ ان

عوامل نے غیر متعصب اور کھلے سوچ کے حامل جدید انسان کو تشکیک میں مبتلا کر دیا ہے اب عام طور پر زندگی کے تمام طبقات خصوصاً اہل علم کے ہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ وقت آ گیا ہے کہ انسانیت کو ایک جدید نظام دیا جائے۔ انسان کو ایک نئے نظام کی ضرورت ہے جو اس کو اس کے مقصد حیات سے آگاہ کرے اور اس کے حقیقی تقاضوں کا جواب ہو جو مذاہب کے درمیان برداشت کو عام کر دے۔

مستقبل قریب میں نظریاتی خلا

مستقبل قریب میں امریکہ کا انہدام یقینی ہے اس کے بعد ساری دنیا ایک فکری خلا سے دوچار ہو گی جس کو پر کرنے کیلئے اس وقت کوئی دوسری قوم موجود نہیں ہے مغربی قوموں کا انہدام۔ صنعتی تہذیب سے مایوسی اور عمومی فکری خلا ان چیزوں نے حاملین اسلام کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ اگر یہ بیدار ہوں تو یقینی ہے کہ ایک بار پھر اسلام کو نوع انسانی (Man Kind) کی امامت وسیادت کے مقام پر پہنچا سکتے ہیں۔

قعر مذلّت، لچڑ پن اور رسوائی کے اندھیروں سے نکلنے اور اسلام کے احیاء کے لئے مادی اسباب فراہم کرنا یقیناً ہماری اولین ضرورت ہے مگر ہمیں من حیث الامہ اعتراف کرنا چاہئے کہ یہاں ایک سنگین حقیقت ہماری راہ میں حائل ہو گئی تھی پچھلے تین سو برس سے جب کہ مغربی دنیا مادی ترقی کی جدوجہد میں مصروف تھی۔ اسلامی دنیا زمانہ کی اس تبدیلی (انقلاب) سے بے خبر رہ کر مسلسل غفلت میں پڑی رہی یہ اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے کہ مسلم دنیا کے ممالک مادی ترقی کی دوڑ میں ہم عصر قوموں اور تہذیبوں سے بہت پیچھے چلے گئے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک اسلامی ملک (جو کہ عصر حاضر میں مسلم دنیا کی قیادت کے مقام اور منصب جلیلہ پر فائز ہے) نے کروڑوں ڈالر کے اخراجات سے جدید ترین آئل ریفائنری اور پلانٹ نصب کئے ہیں اور دوسری طرف پسماندگی کا یہ عالم ہے کہ وہ ملک ایک سوئی تک بنانے کی اہلیت نہیں رکھتا کوئی بھی اسلامی ملک بھاری مشینیں بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتا بلکہ اس کیلئے انہیں بیرونی ممالک (مغربی یا غیر مسلم دنیا) سے درآمدات کی ضرورت پیش آتی ہے۔

مستقبل کی دنیا کا واحد اخلاقی نظام

اس مضمون کو میں (منٹگمری واٹ) کے ایک اقتباس پر ختم کروں گی۔

"دنیا بہت تیزی سے ایک ہوتی جا رہی ہے اور اس ایک دنیا میں یہ رجحان بڑھ رہا ہے کہ اس کے اندر اتحاد اور یکسانیت ہو۔ اس رجحان کی وجہ سے یقیناً وہ دن آئے گا جب کہ یہاں اخلاقی اصولوں کا ایک ایسا نظام ہو گا جو نہ صرف یہ کہ عالمی جواز رکھتا ہو گا بلکہ وہ فی الحقیقت ساری دنیا میں تسلیم کیا جا چکا ہو گا۔"

مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ محمد ﷺ تمام نسل انسانی کے لئے ایک عملی اور اخلاقی نمونہ ہیں ۔ یہ کہہ کر وہ دعوت دے رہے ہیں دنیا کو کہ وہ ان کے اوپر رائے قائم کر سکے۔ تاہم اب تک یہ معاملہ دنیا کی بہت کم توجہ اپنی طرف مائل کر سکا ہے مگر گمان غالب ہے کہ اسلام اپنی قوت کی وجہ سے یہ بالآخر اہمیت حاصل کرے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا محمد ﷺ کی زندگی اور تعلیمات میں سیکھنے کے قابل کچھ اصول ہیں جو مستقبل کی دنیا کو واحد اخلاقی نظام عطا کر سکیں ۔ دنیا کو ابھی تک اس سوال کا آخری جواب نہیں دیا گیا ہے۔ مسلمانوں نے محمد ﷺ کے بارے میں اپنے دعوے کا تائید میں اب تک جو کچھ کہا ہے وہ اس سلسلے میں بس ایک ابتدائی بیان کی حیثیت رکھتا ہے اور بہت کم غیر مسلم اس سے مطمئن ہو سکے ہیں تاہم یہ موضوع ابھی کھلا ہوا ہے۔

دنیا کا ردعمل محمد ﷺ کے بارے میں کیا ہوتا ہے یہ کسی حد تک اس پر منحصر ہے کہ آج کے مسلمان اس کے لئے کیا کرتے ہیں۔ انہیں اب بھی یہ موقع حاصل ہے کہ بقیہ دنیا کے سامنے اپنے مقدمہ کو زیادہ بہتر اور مکمل طور پر پیش کریں۔

کیا مسلمان یہ دکھا سکیں گے؟ باہمی نفرت کی انتہا تک پہنچنے والے مذاہب عالم کے لئے محمد ﷺ کی زندگی ایک آئیڈیل انسان کی حیثیت رکھتی ہے اگر مسلمان اپنے مقدمہ کو بہتر طور پر پیش کر سکیں تو عیسائیوں (غیر مسلموں) میں وہ ایسے لوگ پائیں گے جو اس کو سننے کے لئے تیار ہیں۔

بین المذاہب مکالمہ کی ضرورت اور تقاضے

مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان گفت وشنید اور رابطہ کے لئے ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کے عقیدے، شعائر اور قابل احترام شخصیات کا احترام کریں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے سیکولرازم کی تعریف یوں کی تھی ''اپنے عقیدے کو چھوڑو نہیں، دوسرے کے عقیدے کو چھیڑو نہیں'' مختلف شخصیات نے مختلف ادوار میں مذاہب کے درمیان باہمی اتحاد یا امن وآشتی کی غرض سے جو جو کوششیں کی ہیں ہمیں ان سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے آگے بڑھنا ہے ہمیں آج تک ہونے والے کرسچن مسلم، ہندو مسلم اور یہودی مسلم مکالمہ کی توانائی کو ضائع نہیں ہونے دینا چاہئے۔ اب پیچھے مڑ کر دیکھنا بند کریں اور آگے دیکھنا شروع کریں، ہم ایک ساتھ مل کر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ عیسائی دنیا کی مجموعی آبادی کا 33 فیصد اور مسلمان 18 فیصد ہیں گویا کہ عیسائی اور مسلمان مل کر عالمی برادری کا نصف سے زیادہ حصہ بنتے ہیں۔

جغرافیائی طور پر بھی ان دونوں مذاہب کے پیروکار دنیا میں سب سے زیادہ پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ہندو آبادی بھی ایک ارب کے لگ بھگ ہیں جبکہ بدھ مذہب کے ماننے والے بھی متعدد ممالک میں ایک بڑی اکثریت کے حامل ہیں۔ لہٰذا

ان مذاہب کے پیروکاروں کے باہمی تعلقات نہ صرف ان کے لئے اہم ہیں بلکہ دنیا کے لئے بھی اہم ہیں۔ ہمیں سنجیدگی کے ساتھ اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ کس قسم کے تعلقات چاہتے ہیں اس کے لئے ایک دوسرے کے بارے میں جاننا اور ایک دوسرے کا احترام کرنا ضروری ہے۔ خیر سگالی اور نیک خیالی اچھی بات ہے لیکن صرف یہی کافی نہیں ہمیں ایک دوسرے کے مذہب اور ثقافت کا گہرائی میں جا کے مطالعہ کرنا چاہئے۔ مذاہب عالم کے رہنماؤں اور ذمہ دار عہدوں پر فائز لوگوں خاص طور پر امام کعبہ شیخ الازہر' دارالعلوم دیوبند اور ندوہ العلماء کے شیخ الحدیث ام القریٰ اور مدینہ یونیورسٹی کے شیخ الجامعات' مدرسہ قم ایران کے آیت اللہ' اسلامی یونیورسٹیز کے ریکٹرز' اور نظریاتی کونسل کے تمام مکاتب کے جید سکالرز جبکہ دوسری طرف سے جناب ویٹی کن پوپ بینڈیکٹ xvi' چرچ آف انگلینڈ کے آرچ بشپ اور اہل یہود کے مذہبی پیشوا اسی طرح ہندو' بدھ اور سکھ مذاہب کے مرکزی یا روحانی شخصیات پر اس بات کی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خدا کی اس زمین پر برداشت' ہم آہنگی اور رواداری کا ماحول پیدا کریں' ایک دوسرے کے مذہبی تہواروں اور تقاریب میں شرکت کریں۔

ایک دوسرے کے بارے میں مبالغہ آرائی ترک کی جائے اور ایک دوسرے کے بارے میں صحیح معلومات اور حقیقت سے آگاہی کے حصول کے بعد مذاہب عالم (بالعموم) اور عیسائی اور مسلمان (بالخصوص) یہ جان جائیں گے کہ دونوں مذاہب کے درمیان بہت سی چیزیں مشترک ہیں اور کچھ بنیادی اختلافات بھی ہیں۔

مکالمے کی روح کا تقاضا ہے کہ مسلمان' عیسائی اور یہودی ایک دوسرے کو ان مماثلتوں' بوقلمیوں' رنگارنگیوں اور اختلافات کے ساتھ قبول کریں۔ باہمی قبولیت' باہمی احترام اور محبت کے ذریعے ہی امن اور انصاف کے آدرشوں کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

مصادر ومراجع

القرآن الحکیم

صحیح البخاری

صحیح المسلم

مسند احمد

بیہقی

1۔ نیوز ویک (نیویارک (11 جنوری 1998)

2۔ ایضا ایضا

3۔ نیوز ویک ویکلی (نیویارک) 11 جنوری 1988)

4۔ تجدید البخاری جلد دوم

5۔ اسلام اور عصر حاضر از مولانا وحید الدین خان

6۔ نہج البلاغہ مطبوعہ دار السلام ریاض 1994 صفحہ 156

الاسلام والحضارہ العربیہ

Ahistory of western philosophy pp.592-93.bertrand russell

جنگ سنڈے میگزین 2 دسمبر 01 مضمون اسلامی دنیا تعلیم میں بھی پیچھے

Montgomry watt Mohammad as model univrsal morality p .323

اسلام اور عصر حاضر مولانا وحید الدین خان

نہج البلاغہ مطبوعہ دار السلام ریاض 1994

اسلام اور جدید ریاستی نظام پروفیسر ڈاکٹر محمد سرور

مسلمانوں کا نظام مملکت علیم الدین صدیقی

کاروان ملت از مولانا وحید الدین خان مدظلہ

اسلامی ریاست از سید ابوالاعلیٰ مودودی

مقالات سیرت 2002-1991 وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان

قومی سیرت کانفرنس برائے خواتین
۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

مقالات سیرت

رِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد،
یگانگت وہم آہنگی کا تصور
اور اس کی ضرورت واہمیت

تعلیماتِ اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر
حکومت پاکستان